علاؤالدین خوارزم شاہ

اسلم راہی ایم اے

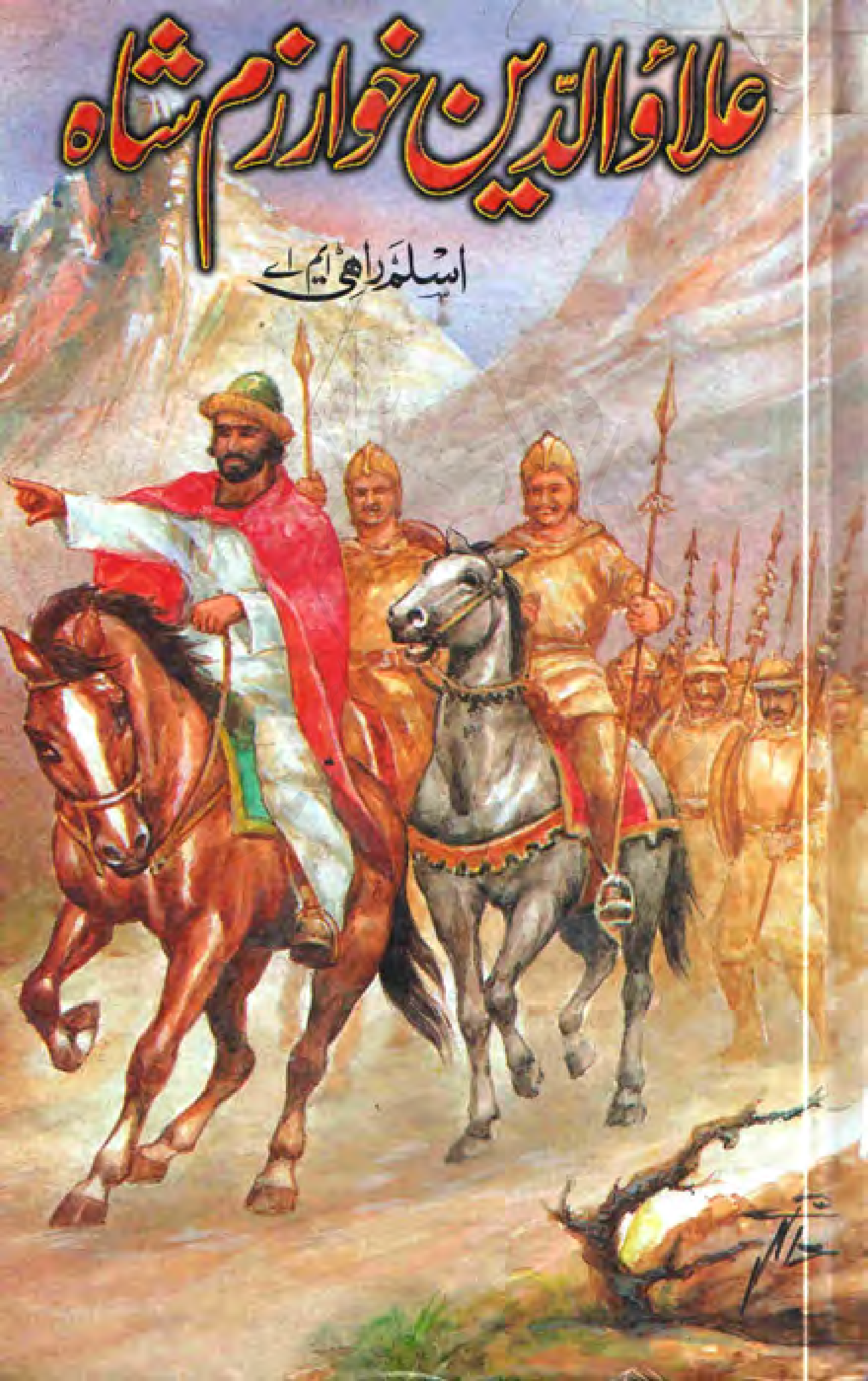

پیش لفظ

علاؤ الدین خوارزم شاہ ایک با جبروت اور جلیل المرتبت حکمران تھا۔ اپنے عروج کے دور میں اس کی سلطنت ترکستان کے مرغزاروں سے سندھ کے خشک ریگستانوں تک پھیلی ہوئی تھی جس کی سطوت، جس کے جاہ و جلال سے بڑے بڑے حکمران لرزہ بر اندام رہتے تھے۔

اس کا مرکزی شہر خوارزم علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ شہرہ آفاق جغرافیہ دان یاقوتی لکھتا ہے کہ اتنا عظیم، خوبصورت اور دولت مند شہر اس نے کہیں نہیں دیکھا۔

اس ناول میں جہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ متحرک دکھائی دے گا، وہاں غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں اور تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان بھی ساز باز کرتے دکھائی دیں گے۔ علاؤ الدین نے جہاں گور خاں کو نیچا دکھایا، وہاں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کو بھی بدترین شکست دی۔

اس داستان میں گور خان کی حسین بیٹیاں مسلمانوں کے خلاف لڑتی اور گرفتار ہوتی بھی دکھائی دیں گی۔

مجموعی طور پر یہ ناول علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے آباؤ اجداد کی تاریخ کا احاطہ کرتا ہے۔ امید ہے آپ کی پسند کا باعث ہوگا۔

(اسلم راہی۔ ایم اے)

◎◎◎

ترشیز شہر کی بیرونی فصیل پر جنگ اپنے عروج پر آ گئی تھی۔

حملہ آور بار بار رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب کہ شہر کا دفاع کرنے والے اوپر سے تیروں کی بارش کرنے کے ساتھ ساتھ تلواریں برساتے ہوئے چڑھنے والوں کی کوشش کو ناکام بنانے کی تگ و دو کر رہے تھے۔

لیکن آخر کار حملہ آور رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ حملہ آوروں کا سالار قریب ہی نیچے چلا چلا کر اپنے لشکریوں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ جبکہ شہر کا دفاع کرنے والوں کا سالار بھی اپنی پوری طاقت اور قوت سے چلاتے ہوئے حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دینے کے لئے اپنے لشکریوں کو اُکسا رہا تھا۔

حملہ آور، خوارزم کی سلطنت کا ولی عہد قطب الدین تھا۔ وہی قطب الدین جو بعد میں تاریخ کے اوراق میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے نام سے سلطان ہوا تھا...... اور ترشیز شہر حسن بن صباح کے فدائیوں کا مسکن تھا۔ جو ایک مضبوط اور مستحکم حصار خیال کیا جاتا تھا۔ انہوں نے کیونکہ خوارزم شاہی مفاد کو نقصان پہنچایا تھا لہٰذا خوارزم کا ولی عہد قطب الدین ان پر حملہ آور ہوا تھا۔

حملہ آور دشتِ عقوبت میں آگ بن کر جھلساتے شعلوں اور رگوں میں خوف طاری کر دینے والی خونی حدتوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ جبکہ شہر کا دفاع کرنے والے فدائی بھی سناٹوں کی گونج میں عذاب رُتوں کے گرم لمحوں اور وقت کے ماتھے پر چھاتی قیامت کی ہولناک شب کی طرح اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ جارحیت پر بھی

اترے ہوئے تھے۔

دونوں قوتوں کے ٹکرانے سے لگتا تھا جیسے دونوں نے ایک دوسرے کے خون کی بُو سونگھ لی ہو...... اسی بناء پر دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر دشت کے رازوں کے نئے اسلوب اور سفاک رتوں میں موت کے متلاشیوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے فصیل کے اوپر موت کی ظلمتوں کا طلسم وفسوں اور سیال آگ کی صورت قضا کا کھیل بکھر گیا تھا۔

دونوں طرف کے لشکری جنگل میں دھاڑتی ہواؤں کی طرح نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے وقار اور استقامت اور اپنی شجاعت اور دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور کامرانی کو آخری شکل دینے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

خوارزم شاہ کا لشکر اب رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے ترشیز شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو چکا تھا اور فصیل کے دونوں سمت انہوں نے دفاع کرنے والوں کے خلاف موت کا رقص شروع کر دیا تھا۔

اچانک اس نے دیکھا اس کے وہ لشکری جن کے پاس اس کا علم تھا جسے شہر کی فصیل کے دروازے پر نصب کیا جانا تھا، وہ فصیل کے اوپر مار دھاڑ کرتے ہوئے فصیل کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

جس جوان نے پرچم اٹھایا ہوا تھا اس کے اردگرد بھی کچھ محافظ تھے۔ ایک نوجوان اس سے آگے تھا جس نے اپنی زرّہ کے اوپر بھیڑ کی بوسیدہ پوستین پہن رکھی تھی۔ جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ سر پر بوسیدہ، میلا سا ایک خود تھا۔ تاہم اس کے حملہ آور ہونے کا انداز نیا اور اس کا جوش وجذبہ جوان تھا

جس وقت وہ علم بردار محافظوں کے ساتھ شہر کی فصیل کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھا، تب سامنے کی طرف سے شہر کے محافظوں کا ایک ریلا آیا......شہر کی فصیل کیونکہ اتنی چوڑی نہ تھی لہٰذا بیک وقت کئی لشکری حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ راہ روکنے والوں میں سے جب دو جوان آگے بڑھے تب خوارزم شاہی لشکر کا وہ نوجوان جو پیوند لگی ہوئی پوستین پہنے ہوئے تھے، چڑھے دریا کی موجوں میں قضا کے زہر کی طرح حرکت میں آیا اور دشمن کے جو لشکری اس کی راہ روکنے کے لئے آئے تھے ان پر اس

نے ایسے انداز میں حملہ کیا کہ پلک جھپکتے میں اس نے دونوں کا صفایا کر کے رکھ دیا۔

اس کے بعد پیوند لگی پوستین والا وہ نوجوان پھر نقدِ جان فروشی اور صاعقہ بدوش شدتوں کی طرح آگے بڑھا تھا۔

اس کی یہ جرأت مندی، اس کی یہ بے مثال شجاعت دیکھتے ہوئے خوارزم شاہی سلطنت کا ولی عہد قطب الدین اسے بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تیری جرأت مندی، تیری شجاعت کو صد سلام...... اگر تُو غلام ہے تو آج سے تُو آزاد ہوا۔"

بوسیدہ پوستین والا وہ نوجوان اپنے ساتھیوں کے آگے آگے زمین کے چیتھڑے اُڑاتے طوفانوں اور زمین کے بدن پر خنجر چلاتے بگولوں کی طرح آہستہ آہستہ شہر پناہ کے دروازے کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

ایک موقع پر سامنے کی طرف سے پھر دشمن کے کچھ لشکری نمودار ہوئے۔ دوبارہ وہ بے مثال مجاہد تقادیم کہنہ کے رازداروں اور قدیم اساطیری دیوتاؤں کی طرح ان پر حملہ آور ہوا اور راہ روکنے والوں کو اس نے خون میں نہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس کی یہ جرأت مندی، اس کی یہ شجاعت اور استقلال دیکھتے ہوئے خوارزم شاہی سلطنت کے گھوڑے پر سوار ولی عہد نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی۔ ایک بار پھر گونجتی آواز میں وہ بول پڑا تھا۔

"میں تجھے اپنے لشکر کے ایک حصے کا سالارِ اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔"

وہ نوجوان اب بپھرتے طوفانوں کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ کئی مواقع پر سامنے کی طرف سے دشمن کے لشکریوں اور فدائیوں نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ برقِ کوہسار اور شعلہ نگاہ نوجوان اپنی پیش قدمی جاری رکھے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ ولی عہد قطب الدین نے پھر اسے پکار کر کہا۔

"اگر تُو نے خوارزم شاہی سلطنت کا علم شہر کی فصیل کے دروازے کے اوپر نصب کر دیا تو میں تجھے وہ انعام دوں گا کہ تُو خوش ہو جائے گا۔"

وہ نوجوان خبر نہیں، ولی عہد قطب الدین کی یہ آوازیں سن رہا تھا یا نہیں، تاہم شہر کی فصیل کے دروازے کی طرف اس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی ہوئی تھی۔

تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس نے اپنے پیچھے جس نوجوان نے علم اٹھایا ہوا تھا، اس

سے خوارزم شاہی علم لے لیا۔ ایک بار پھر وہ سامنے کی طرف سے آنے والوں سے فضا کی نبض کو برہم اور فاقہ کشوں کی اندھی گرسنگی کی طرح ٹکرایا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ بوسیدہ اور پیوند لگی پوستین کا نوجوان قضا کے ستم کی آگ کی طرح آگے بڑھا۔ اس کی پوستین اور لباس اب کافی حد تک خون میں بھیگ چکا تھا۔

شہر کی فصیل کے دروازے کے اوپر جا کر اس نے پہلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے زوردار انداز میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اس کے بعد شہر کی فصیل کے اوپر اس نے خوارزم شاہی علم نصب کر دیا تھا۔

اس موقع پر ولی عہد قطب الدین نے پھر بلند آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اے اجنبی نوجوان! میں نہیں جانتا تُو کون ہے؟ پر میں تجھے اس شہر کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔"

خوارزم شاہی علم شہر پناہ کے دروازے کے اوپر نصب کرنے کے بعد وہ نوجوان تھوڑی دیر تک علم کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے اس کا سہارا لے کر کھڑا رہا۔ اس موقع پر اچانک اس کی تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر فصیل سے نیچے گر گئی تھی۔ ساتھ ہی آہستہ آہستہ جھکتا ہوا فصیل کے اوپر بے سدھ سا ہو کر لیٹ گیا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر ولی عہد قطب الدین انتہا درجہ کا پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ولی عہد قطب الدین زوردار انداز میں چلاتے ہوئے اور اپنے کچھ سالاروں کے نام لیتے ہوئے فصیل پر علم نصب کرنے والے اس نوجوان کو اپنی حفاظت میں لینے کا حکم دے رہا تھا۔

فصیل پر اب جنگ ماند پڑ گئی تھی۔ خوارزم شاہی لشکریوں نے فدائیوں کا قتل عام کر کے ترشیز شہر کی بیرونی فصیل کو ایک طرح سے دشمنوں کی سپاہ سے صاف کر کے رکھ دیا تھا۔

پھر خوارزم شاہی لشکری نیچے اترے اور جس شہر پناہ پر خوارزم شاہی علم نصب کیا تھا، اس کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی قطب الدین اپنے لشکر کے باقی حصوں کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوا۔ اب ان کے سامنے ترشیز شہر کی دوسری دیوار تھی۔ اس دیوار کے محافظوں

نے اس موقع پر دیوار کے برجوں اور دیوار کے خفیہ مقامات پر رہتے ہوئے تیر اندازی کرنے کی کوشش کی تاکہ خوارزم شاہی لشکر کو فصیل سے باہر نکال دیں۔ لیکن جب خوارزمیوں نے جوابی تیر اندازی کی تو دوسری شہر پناہ کے محافظوں کی اکثریت کو انہوں نے تیروں سے چھلنی کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اتنی دیر تک خوارزم شاہی سالار اس نوجوان کو اٹھا کر فصیل سے نیچے لے آئے تھے جس نے شہر پناہ کے اوپر علم نصب کیا تھا۔ خود ولی عہد قطب الدین بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا وہ ایک دراز قد، کڑیل قسم کا نوجوان تھا، بری طرح زخمی تھا۔ بے سدھ سا تھا۔

ولی عہد قطب الدین جب اس کے پاس گیا تب تھکے تھکے انداز میں اس نوجوان نے قطب الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی مشکل سے سلام کرنے کے انداز میں اپنا ہاتھ جب وہ پیشانی کی طرف لے جانے لگا تب قطب الدین نے بڑی تیزی سے اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس کے خون آلود ہاتھ کو ایک طویل بوسہ دیا، پھر بڑی نرمی اور بڑی شفقت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں ٹھہرے وقت کے جلال میں آتش لاوے جیسی تیری جرأت مندی، ادراک کی پہنائیوں میں گرم سرابوں جیسی تیری شجاعت، وقت کے دھندلکوں میں کف اُڑاتی موجوں جیسی تیری دلیری اور سمندر کے غضیلے رقص جیسے تیرے تہور کو سلام کرتا ہوں۔ میں قطب الدین غبارِ راہ کو کہکشاں کرتے تیرے خلوص، بیداری کے شعور جیسی تیری جانثاری، ذرّے کو صحرا کی وسعت، شبنم کو ساگرِ دوراں میں تبدیل کرتی تیری فدا کاری اور لوح و قلم کے سرور میں تیری جان فروشی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میرے عزیز! تجھ جیسے جوان ہی جراتوں کے نیّر تاباں بن کر ملت کے دشمنوں کے لئے وقت کا احتساب بن جاتے ہیں۔ تجھ جیسے نوجوان ہی وحشت کی پت جھڑ میں کامیابیوں کے راستے استوار کرتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیرے خلوص، تیری عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔"

اس موقع پر اس نوجوان نے کچھ بولنا چاہا لیکن ولی عہد قطب الدین نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر بڑی محبت سے کہنے لگا۔

"تمہیں میرے ان الفاظ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے ...... جو کچھ تم کہنا

چاہتے ہو وہ تمہاری آنکھوں کے اندر بکھرے جذبات میں پڑھ سکتا ہوں، دیکھ سکتا ہوں ...... تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر ولی عہد قطب الدین نے اپنے قریب کھڑے اپنے سالاروں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اس نوجوان کا نام کیا ہے؟ کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟"

جواب میں ایک چھوٹا سالار آگے بڑھا اور ولی عہد قطب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! نام اس کا شہاب الدین بن مسعود ہے۔ ذات کا قپچاق ترک ہے۔ اس کی زندگی کے حالات کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں تاہم یہ ان دنوں ہمارے وزیر شمس الدین کا غلام ہے۔ اس کے متعلق اتنا ضرور سنا ہے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ بکتا بکاتا ہمارے وزیر شمس الدین کے پاس پہنچا ہے جس نے اسے لشکر میں شامل کر لیا۔ ہمارے وزیر شمس الدین کے اور بہت سے غلام بھی لشکر میں شامل ہیں جو اس کے ساتھ ہی کام کر رہے ہیں۔"

یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد قطب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

"اس نوجوان کی کارگزاری کے ساتھ ساتھ مجھے اس کا نام بھی بڑا بھلا اور خوبصورت لگا۔ آج سے یہ آزاد ہے۔ ہمارے وزیر شمس الدین کا غلام نہیں رہا۔ شہر کے باہر میرے خیمے کے نزدیک ہی ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ دہرے پرت کا خیمہ ہونا چاہئے اور سب سے خوبصورت خیمہ جو اس وقت لشکر میں موجود ہے وہ اس کے لئے نصب کیا جائے۔ خیمے کے اندر اس کی آسائش کا بھی اہتمام کیا جائے اور اسے اس خیمے میں رکھا جائے۔ اور شاہی طبیب سے کہا جائے کہ اس کے زخموں کا علاج کرے۔"

اس کے ساتھ ہی ولی عہد قطب الدین کے کہنے پر کچھ جوان آگے بڑھے اور شہاب الدین بن مسعود نام کے اس نوجوان کو جو ابھی بچپنے سے جوانی اور شباب میں داخل ہو رہا تھا، اٹھا کر اپنی خیمہ گاہ کی طرف لے گئے تھے۔

قطب الدین نے کیونکہ زوردار حملے کرتے ہوئے ترشیز شہر کی بیرونی فصیل کو فتح

کر لیا تھا لہٰذا بیرونی فصیل پر اپنے محافظ مقرر کرنے کے بعد اس نے برجوں کے علاوہ فصیل کے اوپر جو خلال بنے ہوئے تھے ان کے پیچھے بھی اپنے تیر انداز بٹھا دیئے تھے۔ جنگ کو موقوف کرنا پڑا۔ اس لئے کہ دور مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا اور روشنی اپنی ردا سمیٹتی ہوئی اندھیروں کو اپنی من مانی کرنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اس بناء پر قطب الدین اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا ترشیز شہر کے نواح میں اپنے پڑاؤ کی طرف ہو لیا تھا۔

❀ ❀ ❀

پڑاؤ میں جانے کے بعد ولی عہد قطب الدین کچھ دیر تک اپنے لشکر کے زخمیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ساتھ ہی اس نے لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے چند سالاروں کے ساتھ اپنے خیمے کے قریب نئے نصب ہونے والے چھوٹے سے خیمے کی طرف بڑھا۔ اس موقع پر اس کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر، منصور ترکی، محمد بن علی بن بشیر، اغلمش، امیر ملک اور کچھ دوسرے سالار بھی تھے۔

نئے نصب ہونے والے خیمے میں جب قطب الدین اپنے سالاروں کے ساتھ داخل ہوا تو وہ نوجوان جس کا نام شہاب الدین مسعود تھا اور جس نے ترشیز شہر کی بیرونی فصیل کے دروازے پر علم نصب کیا تھا، وہ آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے دو لشکری اور ایک طبیب بھی اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

ولی عہد قطب الدین کو دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس موقع پر شہاب الدین بن مسعود کی نگاہ بھی قطب الدین پر پڑی۔ لہٰذا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تعظیم کے لئے اس نے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہا تو ایک دم قطب الدین آگے بڑھا، شہاب الدین کے کندھے پر اس نے ہاتھ رکھ دیا، پھر بڑی شفقت سے کہنے لگا۔

"تم کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ تمہیں میری آمد پر بیٹھنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ لیٹ جاؤ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

اس موقع پر شہاب الدین نے تشکر آمیز انداز میں قطب الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"آپ میرے متعلق فکر مند نہ ہوں ...... میں پہلے سے بہتر محسوس کر رہا ہوں۔

میں اب ٹھیک ہوں۔ کھڑا ہو سکتا ہوں۔"

اس کے ان الفاظ پر قطب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر لشکر کے طبیب کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"کیا اس نایاب نوجوان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی ہے؟ کیا زخم......"

قطب الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ طبیب خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جسم پر کوئی بھی گہرا زخم نہیں ہے جو خطرناک ثابت ہو۔ میں نے اس سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ لگاتار دشمن سے برسرِ پیکار رہنے اور کچھ زخموں کے آنے کی وجہ سے نڈھال ہو گیا تھا۔ چند دن آرام کرے گا تو زخم ٹھیک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی صحت بھی پہلے جیسی ہو جائے گی۔"

طبیب کے ان الفاظ پر قطب الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر جن دو جوانوں کو شہاب الدین بن مسعود کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا تھا، ان کی طرف دیکھتے ہوئے قطب الدین کہنے لگا۔

"تم رات شہاب الدین کے پاس ہی رہو گے...... اس کی بہترین دیکھ بھال کرو گے۔ جس چیز کی بھی اُسے ضرورت ہو، اسے مہیا کرو گے...... اس کے کھانے پینے اور ضروریات کا سارا سامان اس کے خیمے میں پہنچایا جائے گا۔"

ان دونوں لشکریوں نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس کے حکم کا اتباع کرنے کی رضامندی کا اظہار کیا جس پر سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا۔

خیمے سے تھوڑا آگے جانے کے بعد اپنے سالار امین الدین ابوبکر کو مخاطب کر کے قطب الدین کہنے لگا۔

"امین الدین! یہ نوجوان جب پوری طرح تندرست ہو جائے تو پھر اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

امین نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کو خم کر دیا تھا۔ اس کے بعد قطب الدین نے سب کو اپنے اپنے خیموں میں جا کر آرام کرنے کا حکم دیا تھا اور خود بھی اپنے خیمے کی طرف بڑھا تھا۔

اگلے روز قطب الدین پھر ترشیز شہر پر حملہ آور ہو کر اسے ختم کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ ایک فصیل پر وہ قبضہ کر ہی چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگلے روز وہ دوسری فصیل پر بھی قبضہ کر کے شہر کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ لیکن جس وقت وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوا تو مرکزی شہر خوارزم سے کچھ قاصد آئے جنہوں نے قطب الدین کو خبر دی کہ خوارزم کا بادشاہ اور اس کا باپ انتقال کر گیا ہے۔

یہ خبر یقیناً قطب الدین کے لئے بڑی روح فرسا تھی۔ وہ شہر کو فتح کرنے کے قریب تھا۔ لیکن اب باپ کی موت کی خبر آنے پر وہ شہر پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ اپنے مرکز کا رخ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں تخت و تاج کے لئے کوئی غلط دعویدار ہی نہ اٹھ کھڑا ہو۔

اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر قطب الدین نے لشکر کو پڑاؤ سمیٹنے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔

دوسری طرف ترشیز شہر کے لوگ بھی قطب الدین کے پڑاؤ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ جس وقت قطب الدین اپنے لشکر کو سمیٹ رہا تھا اور کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو ترشیز شہر کے لوگ قطب الدین کی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے خوش ہونے کی بجائے گھبرا گئے۔ فکرمندی اور خوف کا اظہار کرنے لگے۔

کیونکہ وہ لوگ قطب الدین کے محاصرے کی سختی کی مزید تاب نہیں لا سکتے تھے اس لئے محاصرہ اٹھا لینے کو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے خلاف قطب الدین اور زیادہ خطرناک عسکری چال چل کر انہیں تباہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اسی بناء پر اس نے اپنی خیمہ گاہ کو اکھیڑنا شروع کر دیا ہے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے شہر کے سرکردہ لوگ حاکم کے پاس گئے، اس سے صلاح مشورہ کیا۔ آخر شہر کا ایک وفد نکلا، قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی غلطیوں، اپنی کوتاہیوں، اپنی زیادتیوں کی معافی طلب کی اور ساتھ ہی ایک لاکھ دینار نقد بطور تاوان ادا کرنے کی پیشکش کی۔

ولی عہد قطب الدین کو اور کیا چاہئے تھا۔ وہ تو اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب قدرت اس پر اتنی مہربان ہو رہی تھی کہ شہر خود بخود اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں آ رہا تھا۔ لہٰذا اس نے شہریوں کے اس وفد کی پیشکش کو

قبول کرلیا۔ ایک لاکھ دینار کی رقم وصول کر کے عہد نامۂ صلح پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس طرح شہر کا وفد شہر کی طرف چلا گیا جبکہ قطب الدین اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خوارزم پہنچ کر قطب الدین نے سب سے پہلے اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا، اس کے بعد 20 شوال 596ھ بمطابق 3 اگست 1201ء کو ولی عہد قطب الدین، علاؤالدین خوارزم شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔

خوارزم کا مرنے والا بادشاہ جس کا نام تکش تھا، وہ ایک انتہائی بہادر، دلیر اور انصاف پسند فرماں رواں اور حکمران تھا۔ اس نے چھبیس برس پیشتر اپنے باپ سے زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا وراثت میں پایا تھا اور جب وہ مرا تو اس کی حکومت وسعت اور شان وشوکت میں اس سے کئی گنا بڑھ چکی تھی اور آس پاس کی جو ریاستیں اس وقت تک خوارزم شاہی اقتدار میں شامل نہیں ہوئی تھیں، وہ نوشتۂ دیوار پڑھ چکی تھیں اور برگِ خزاں دیدہ کی طرح بادِ صرصر کے ایک جھونکے کی منتظر تھیں۔ بلا شبہ نیا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بھی اپنے باپ سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس نے خاندانِ غلاماں کی تاریخ کو چار چاند لگا کر رکھ دیئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرنے والا سلطان تکش بڑا منصف مزاج، رحم دل، عالم فاضل اور علمِ فقہ اور اصولِ فقہ میں خاصی استعداد رکھتا تھا۔ مذہب کا انتہا درجہ کا پابند اور شریعت کا اتباع کرنے والا تھا۔ علم دوست اور علم پرور ہونے کے علاوہ شعراء اور اہلِ ذوق کا بھی قدر دان تھا۔

شعراء میں سے سوزنی، عماد، خاقانی اور اسماعیل اصفہانی اس کے معاصرین میں سے تھے۔ آخر الذکر دو شعراء نے اس کی مدح میں قصیدے بھی کہے تھے۔ اس طرح علامہ فخر الدین رازی نے اپنی کتاب "حقائق الانوار"، اسماعیل جرجانی نے اپنی کتاب "ذخیرۂ خوارزم شاہی" اور حقی علائی نے اپنی کتاب "علم طب" تکش ہی کے نام سے معنون کی تھی۔

جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ تخت نشین ہوا اس وقت اس کے اطراف میں تین بڑی طاقتیں اور قوتیں تھیں جو اسے تباہ و برباد کرنے کے درپے تھے۔ ایک غوریوں کی عظیم اور پھیلتی ہوئی سلطنت جس کا سربراہ ان علاقوں میں سلطان شہاب الدین غوری

کا بھائی غیاث الدین غوری تھا۔

دوسری بڑی اور خطرناک قوت خطا کے علاقے کے غیر مسلم ترک تھے جو نصرانی تھے اور جنہیں خطائی ترک کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی بڑی طاقت اور قوت تھی۔ ان کا بادشاہ گور خان، خوارزم شاہی سلطنت کے خلاف تھا۔ نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا باپ اور دادا دونوں ہی خطا کے غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گور خان کے باج گزار تھے اور باج گزاری کی یہ لعنت نئے سلطان خوارزم شاہ کو ایک طرح سے وراثت میں ملی تھی۔ خوارزم شاہی سلطان یہ خراج دینے سے انکار بھی نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ گور خان کی بڑی طاقت اور قوت تھی اور وہ اپنے غیر مسلم ترکوں کے ساتھ اکثر و بیشتر خوارزم شاہی علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتا رہتا تھا جس کی بناء پر خوارزم کے حکمران اسے خراج ادا کرنے پر مجبور تھے۔

تیسری بڑی اور انتہائی خطرناک قوت ترکستان کے تاتاری تھے جن کا بادشاہ ان دنوں کشلی خان تھا۔ یہ بھی غیر مسلم تھے اور یہ بھی اکثر و بیشتر خوارزم شاہی علاقوں پر چڑھ دوڑتے تھے۔ لوٹ مار، تاخت و تاراج کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب خوارزم شاہی سلطنت کا سلطان بننے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ان تینوں طاقتوں سے نمٹنا تھا۔ ان حالات اور صورتِ احوال کو سامنے رکھتے ہوئے نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنی عسکری طاقت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ جانتا تھا کہ آنے والے دور میں اس کا واسطہ طاقت ور دشمنوں سے پڑے گا۔ لہٰذا اسے اپنی عسکری طاقت کو ایسا مضبوط اور مستحکم کرنا چاہئے کہ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ جہاں تک خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کا تعلق تھا تو اس کی طاقت اور عسکری قوت بے پناہ تھی۔ اس کے علاقے تبت کی سرحدوں سے لے کر دریائے آمو تک پھیلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے دو بڑے اور عظیم شہر بخارا اور سمرقند بھی اسی کی عملداری میں شامل تھے۔ گو ان دونوں بڑے شہروں پر اس نے مسلمان حاکم مقرر کر رکھے تھے لیکن شہر اور اطراف کے علاقے بہرحال اس کے قبضے میں تھے۔

جہاں تک دوسرے بڑے دشمن کشلی خان کا تعلق تھا تو یہ تاتاریوں کا بادشاہ تھا۔ اس کے پاس بھی وسیع علاقے تھے۔ ترکستان کا وہ علاقہ جو آج کل چینی ترکستان کہلاتا ہے، بلکہ اس سے مغرب میں بھی بہت سا علاقہ اس کی عملداری میں تھا اور وہ بھی تاتاری لشکریوں کے ساتھ اکثر و بیشتر خروج کرتا اور مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑتا تھا۔

جہاں تک غوریوں کی عظیم سلطنت کا تعلق تھا تو غوریوں نے اپنی مضبوط اور مستحکم سلطنت کی بنیاد سلجوقیوں کی کمزور ہوتی سلطنت کے ستونوں پر رکھی تھی۔ وہ سارے علاقے جو کبھی سلجوقیوں کے تحت ہوتے تھے، جن پر سلجوقیوں کا عظیم سلطان حکمرانی کیا کرتا تھا ان پر اب غوریوں کا قبضہ تھا۔ غوریوں کی سرحدیں جہاں خوارزم شاہی حکومت سے ملتی تھیں، وہاں ان کی سرحدیں خطا کے ترکوں سے بھی ملتی تھیں۔ بیچ میں بس دریائے آمو تھا جو ایک طرح سے دونوں مملکتوں کے بیچ حدِ فاصل تھا۔

❀ ❀ ❀

شہاب الدین مسعود کے زخم اب پوری طرح ٹھیک ہو چکے تھے اور اب وہ بالکل تندرست اور توانا ہو گیا تھا۔

ایک روز وہ خوارزم شہر کے مستقر میں جہاں اس کا قیام تھا، اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ قصر کا ایک خادم وہاں آیا اور وہاں بیٹھے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ لوگوں میں شہاب الدین بن مسعود کون ہے......؟"

قصر کے اس خادم کے ان الفاظ پر شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں شہاب الدین بن مسعود ہوں۔"

قصر کا خادم اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ میرے ساتھ چلیں۔ آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔ آپ کے لئے سلطان کا یہ حکم بھی ہے کہ ترشیز شہر پر حملہ آور ہوتے وقت آپ نے جو جنگی لباس پہنا ہوا تھا، وہی لباس پہن کر سلطان کے پاس چلیں۔"

ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو تھوڑی دیر رکو، میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔"

قصر کا وہ خادم انتظار کرنے لگا۔ شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا۔ اس نے اپنا جنگی لباس پہن لیا تھا جس کے اوپر وہی پیوند لگی بھیڑ کی معمولی پوستین تھی۔ سر پر پرانا میلا خود تھا جس پر اس نے ایک معمولی سا عمامہ باندھ لیا تھا۔ اس کے بعد قصر کے اس خادم کے ساتھ ہو لیا تھا۔

وہ خادم اسے لے کر قصر میں داخل ہوا، ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اندر چلے جاؤ...... اندر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جلوہ افروز ہیں...... اور ان کے ساتھ ان کی ماں ترکان خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی قصر کا خادم وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ شہاب الدین ہچکچاتا ہوا اس کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے ایک طرف اس کی ماں ترکان خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔

شہاب الدین آگے بڑھا، اپنی کمر پر بندھی ہوئی تلوار اور خنجر کی بوسیدہ پیٹی اتار کر اس نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے قدموں میں ڈال دی۔ ایسا کرنے سے اس کا مقصد اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرنا تھا۔

اس کی اس حرکت پر جہاں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ مسکرایا، وہاں قریب ہی بیٹھی اس کی ماں ترکان خاتون کے لبوں پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم نے یقیناً قپچاق ترکوں جیسا اظہارِ اطاعت کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم قپچاق ترک ہو۔ پہلے اپنی تلوار اور خنجر کی پیٹی اٹھا کر اپنی کمر سے باندھو، پھر میں تم سے گفتگو کرتی ہوں۔"

شہاب الدین مسعود ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھا، اپنی پیٹی اٹھائی اور جلدی جلدی اپنی کمر سے باندھنے لگا۔

علاؤالدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون جنگ کا وسیع تجربہ رکھتی تھی اور حکمرانی کا بھی اس کا بڑا تجربہ تھا۔ ترکان خاتون کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ قپچاق ترکوں کے سردار کی بیٹی تھی۔ بڑے مضبوط ارادے اور زبردست دل گردے کی مالک تھی۔

اسے اپنے قبیلے کی دلیری اور بہادری پر بڑا ناز تھا۔ وہ لوگ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ اور ترکان خاتون کے شوہر کی مہمات میں اکثر سلطان کے ہم رکاب رہتے تھے۔ ہرچند ان قپچاقوں کا وجود ضروری تھا۔ لیکن مصیبت تھی کہ وہ کسی آئین اور قاعدے کے پابند نہیں رہ سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے والے سلطان تکش کے دور میں ملکہ بھی جنگی معاملات میں کبھی کبھی خودسری کا اظہار کرتی تھی اور سلطنت کے امور میں دخل اندازی اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔

جس بات کو وہ ناپسند کرتی، اس کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہو جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اکثر و بیشتر مرنے والا سلطان تکش اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر پاتا تھا۔ نتیجتاً بعض ایسے احکامات بھی جاری ہو جاتے جو مفادِ عامہ کے خلاف ہوا کرتے تھے۔ لیکن اپنے لشکر میں قپچاقیوں کے ڈر اور خوف سے مرنے والا سلطان اکثر و بیشتر خاموشی اختیار کر لیا کرتا تھا۔ گو اکثر و بیشتر مرنے والا سلطان قپچاقیوں کی ان حرکتوں کو ناپسند کرتا تھا لیکن کیونکہ وہ لوگ اس کا بازو و شمشیر زن تھے اس لئے محض جنگی مصلحت کے پیش نظر مرنے والا سلطان یہ کڑوا گھونٹ پی لیا کرتا تھا اور قپچاقیوں کی مرضی اور ان کے ارادوں کو ترجیح دے دیا کرتا تھا۔

شہاب الدین مسعود جب اپنی کمر سے پٹی باندھ چکا تب ترکان خاتون اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب اپنے متعلق تم مجھے کچھ بتاؤ۔ یہ تو میں جان چکی ہوں کہ تمہارا تعلق قپچاق ترکوں سے ہے لیکن تمہارے اہل خانہ کہاں ہیں؟ کہاں سے روانہ ہوئے؟ خوارزم شہر میں کیسے پہنچے؟“

ترکان خاتون کے ان سوالات پر شہاب الدین فکر مند، غمگین سا ہو گیا تھا۔ پھر اس کی دکھ بھری آواز سنائی دی۔

”مجھے اپنے خاندان کے افراد کی تفصیل معلوم نہیں۔ میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا کہ میری ماں فوت ہو گئی تھی۔ یہ بات مجھے میرے باپ نے بتائی تھی۔ ہمارے کچھ دشمن ہم پر حملہ آور ہوئے تھے جس کے نتیجے میں میرے خاندان کے افراد مارے گئے۔ میرا باپ جس کا نام مسعود تھا، مجھے لے کر بھاگا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ جب وہ مجھے لے کر بھاگا تو وہ کبھی مجھے اٹھا لیتا تھا اور کبھی میں اس کے ساتھ بھاگنے پر مجبور ہوتا تھا۔ آخر

اسی تگ و دو میں اپنے باپ کے ساتھ میں ایک بستی سے دوسری بستی، ایک شہر سے دوسرے شہر دھکے کھاتا رہا۔ اسی تگ و دو میں میرا باپ مر گیا۔ میں اکیلا رہ گیا۔ پھر میری غلامی کا دور شروع ہوا۔ بکتا بکاتا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ، دوسرے ہاتھ سے تیسرے ہاتھ پہنچا اور پھر یہاں تک کہ میں ابھی نوعمر ہی تھا کہ آپ کی سلطنت کے وزیر شمس الدین نے مجھے خرید لیا۔

شمس الدین ایک رحم دل اور مہربان انسان تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ ان کے پاس کچھ اور غلام بھی تھے۔ انہوں نے نہ صرف میرے مکتب کی تعلیم کا خیال رکھا بلکہ میری عسکری تربیت پر بھی پوری توجہ دی۔ اور پھر جب میں اسی طرح تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہوا جوان ہوا تو چند ماہ پہلے وزیر شمس الدین نے مجھے لشکر میں شامل کر لیا۔ جس وقت آپ ترشیز شہر پر حملہ آور ہوئے، وہ میری زندگی کی پہلی مہم تھی۔ شاید قسمت اور مقدر میرا ساتھ دے رہے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین خاموش ہو گیا۔ پھر سلطان علاؤ الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطانِ محترم! اس کے بعد جو حالات پیش آئے، وہ آپ بہتر طور پر جانتے ہیں۔“

شہاب الدین مسعود کے یہ حالات سن کر جہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ افسردہ ہو گیا تھا، وہاں اس کے قریب بیٹھی اس کی ماں کی آنکھوں میں بھی نمی آ گئی تھی۔ یہاں تک کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون نے تالی بجائی۔

اس تالی کے جواب میں پشتی پردے کے پیچھے سے ایک خادم نمودار ہوا...... اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا طشت تھا۔ طشت کے اندر ایک خوبصورت جنگی لباس کے علاوہ چمڑے کی نئی پٹی تھی جس میں تلوار اور خنجر تھے۔ طشت کے اندر ایک چمکتا ہوا نیا خود رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھوں پر چڑھانے کے انتہائی مضبوط اور خوبصورت جوشن بھی تھے۔

طشت اٹھائے ہوئے وہ خادم ترکان خاتون کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ پھر ترکان خاتون نے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بچے! قصر کے اس خادم سے یہ طشت لے لو...... اس میں تمہارا جنگی لباس ہے۔ اپنے دائیں طرف دیکھو، یہ جو دائیں طرف سفید رنگ کا بھاری پردہ لگا ہوا ہے اس کی

اوٹ میں چلے جاؤ۔ جو لباس تم نے پہنا ہے اسے اتار کر طشت میں رکھا ہوا نیا لباس پہن کر ہمارے پاس آؤ۔"

ملکہ ترکان خاتون کے ان الفاظ پر شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے طشت لے لیا تھا۔ وائیں جانب جو سفید رنگ کا بھاری پردہ تھا، اس کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس پردے سے نمودار ہوا۔ اس حالت میں کہ اس نے بہترین اور قیمتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ سر پر نیا چمکتا ہوا مضبوط خود تھا۔ کمر پر تلوار اور خنجر سے بجی سرخ رنگ کی چمڑے کی نئی پیٹی تھی۔ ہاتھوں پر مضبوط چمڑے کے جوشن تھے جن پر دشمن کی تلوار سے بچنے کے لئے جستی کام کیا گیا تھا۔

اس حالت میں وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں ترکان خاتون کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک قصر کا وہ خادم پردے کے پیچھے گیا۔ جو پرانا اور بوسیدہ لباس شہاب الدین بن مسعود نے اتارا تھا، اسے طشت میں رکھ کر جب وہ جانے لگا تب سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا۔

"سلطانِ محترم......! اگر آپ اور آپ کی والدہ محترمہ ناراض نہ ہوں تو جو لباس میں نے اتارا ہے، جسے آپ کے قصر کا خادم طشت میں رکھ کر لے جانے لگا ہے، اسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں اپنی غلامی کے دور کے اس لباس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ میرے پاس محفوظ رہے گا اور مجھے اپنی اوقات یاد دلاتا رہے گا تاکہ میں کبھی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے بعد تکبر اور گھمنڈ میں آ کر اپنی حدود سے باہر نہ نکلنے پاؤں۔"

شہاب الدین کے یہ الفاظ شاید سلطان خوارزم شاہ اور اس کی ماں ترکان خاتون کو پسند آئے تھے...... دونوں مسکرا دیئے تھے۔ پھر ترکان بول اٹھی۔ قصر کے خادم کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"یہ پرانا لباس جو تم نے طشت میں رکھا ہے، طشت سمیت یہیں رکھ دو۔ واپس جاؤ، ایک نئی اور خوبصورت اور عمدہ چرمی خرجین لے کر آؤ۔ یہ لباس اس خرجین میں ڈال کر اس نوجوان کے حوالے کر دو۔"

قصر کے اس خادم نے طشت وہیں رکھ دیا تھا۔ پھر وہ پشتی پردے سے باہر نکل گیا

تھا...... اس کے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

"ابنِ مسعود! میں تمہیں اپنے لشکر میں قپچاقوں کے لشکر کا سالارِ اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ شاید تم نہیں جانتے کہ میری والدہ محترمہ اپنے دور کے قپچاق سرداری کی بیٹی ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنی ماں کے ساتھ تفصیل کے ساتھ بات کی ہے۔ ماضی میں، خصوصیت کے ساتھ میرے باپ کے دور میں یہ قپچاق بڑی سرکشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی من مانی کے عادی ہیں۔ فرمانبرداری اور اتباع کرنے کے سلسلے میں کوئی زیادہ چاق و چوبند نہیں ہیں۔ تم خود قپچاق ہو۔ میں چاہتا ہوں لشکر کے اندر جس قدر قپچاق ہیں انہیں سلطنت کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا خوگر بناؤ۔ مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں تم سلطنت کے لئے سودمند ثابت ہو گے۔ اس لئے کہ میرے سامنے بے شمار مہمیں ہیں جنہیں میں نے سر کرنا ہے۔ خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان ہمارا بدترین دشمن ہے...... میرا دادا، میرا باپ اس کے باج گزار رہے ہیں۔ اب جبکہ میرا باپ مر چکا ہے اور میں سلطان ہوا ہوں تو گور خان ضرور اپنے قاصد ہماری طرف بھجوائے گا اور خراج کی رقم طلب کرے گا۔

دوسری طرف تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان بھی اس سے کم نہیں ہے۔ وہ بھی ہمارے علاقوں پر قبضہ کرنے کی تاک میں رہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر پاتا تو کم از کم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ لیکن میں اب پسند کروں گا کہ اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنی سلطنت کو وسعت بھی دینا ہو گی۔ گور خان کو روکنا ہو گا۔ بلکہ گور خان کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانا ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب تک خوارزم شاہی سلطان، گور خان کے فرمانبردار بن کر رہے ہیں۔ لیکن میں اس کیفیت کو زیادہ دیر برداشت نہیں کروں گا۔ گور خان کو ایک نہ ایک روز میرے سامنے جھکنا ہو گا۔ دوسری طرف میں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کو بھی زیادہ عرصہ من مانی نہیں کرنے دینا چاہتا۔ اسے بھی اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کروں گا اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں سخت اور کٹھن جدوجہد سے گزرنا ہو گا۔"

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جب خاموش ہوا تب شہاب الدین مسعود نے ایک

لمحے کے لئے اپنے سر کو خم کیا پھر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! میں جانتا ہوں خوارزم شاہی سلطنت چاروں طرف سے اپنے دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو ہم اپنے رب کو پکارتے ہوئے اٹھیں گے اور اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے۔ سلطانِ محترم! جس حکومت کے طبعی تعلقات پوری دنیا سے معاندانہ ہوں اور امن کے صرف تھوڑے تھوڑے وقفے آئیں جو معاہدوں پر مبنی ہوں تو ظاہر ہے کہ اس کے دائرۂ عمل میں ایسی صورت حال کے لئے کون سی گنجائش ہو سکتی ہے کہ کوئی ملک اس حکومت سے خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ ان حالات میں اگر کوئی حکومت ارادتاً بھی جنگ سے باز رہنے کی خواہاں ہو تب بھی لوگ اسے ایسا نہیں کرنے دیتے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنے سے کمزور حکومتوں کو اپنے اندر ضم کرنے کے لئے بے تاب اور بے چین رہتی ہیں۔

اگر ہمارے دشمن زیادہ ہوں اور ہم پر چڑھ دوڑنے کے لئے پر تول رہے ہوں تو ایسے مواقع پر ہم غیر جانب دار بھی نہیں رہ سکتے۔ غیر جانب داری کا مطلب یہ ہے کہ حکومت ارادتاً جنگ سے باز رہنے کی خواہاں ہے اور کسی فریق کا ساتھ نہیں دینا چاہتی تو اسلام کے قانونی نظریے میں ایسے کسی درجے کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو اصولاً ہر اس ملک یا حکومت سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جو نہ اس کے سامنے جھکے نہ اس کے صلح کے عہد نامے کے لئے تیار ہو۔

سلطانِ محترم! جو کچھ میں نے مکتب میں پڑھا، اس کے مطابق دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصے کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں یعنی جو براہِ راست مسلمانوں کے ماتحت ہوں یا جنہوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی ہو۔

دوسرے حصے کا نام دارالحرب قرار دیا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے درپے رہتے ہوں اور انہیں نیست و نابود کرنے کی خواہش رکھتے ہوں۔

تیسرے حصے کو دارالصلح کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ صلح و امن سے رہنے کا خواہش مند ہو۔

سلطانِ محترم! اگر آپ کی سلطنت کے اردگرد دارالحرب ہی موجود رہے تو خداوند نے چاہا تو اس دارالحرب کو ہم دارالصلح میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بے شک خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کی بڑی طاقت ہے لیکن ہر طاقت کو زوال

ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان بڑے بڑے عساکر رکھتا ہے۔ جہاں چاہے ضرب لگا سکتا ہے ...... لیکن جب ہم بھی تیاری کر کے ردِ عمل کے طور پر اس پر ضربِ مومن لگائیں گے تو خداوند نے چاہا تو ہماری ضرب کے بعد اسے تاخت و تاراج کرنے اور تباہی و بربادی پھیلانے کی اپنی خو کو بدلنا ہوگا۔"

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین خاموش ہو گیا۔ کیونکہ قصر کا خادم لوٹ آیا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک نئی اور خاصی بڑی چرمی خرجین تھی۔ طشت سے شہاب الدین کا پرانا لباس اور بوسیدہ بھیڑ کی پیوند لگی پوستین اٹھا کر اس نے خرجین میں ڈال دی تھی اور پھر خرجین اس نے لا کر شہاب الدین کو تھمائی اور خود طشت اٹھا کر چلا گیا تھا۔

اس خادم کے جانے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہاری گفتگو سے میں بے حد خوش ہوا ہوں ...... تمہاری گفتگو سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تم کسی اچھے مکتب کے اچھے تعلیم یافتہ ہو۔ اب تم مستقر میں جاؤ۔ تمہارے پیچھے پیچھے تمہاری تقرری کے احکامات مستقر میں پہنچ جائیں گے۔"

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین بن مسعود خوش ہو گیا تھا۔ گردن کو خم کر کے اس نے سلطان کو تعظیم دی پھر وہ قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

★......★

◎◎◎

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے دو بھائی تھے۔

ایک کا نام تاج الدین علی شاہ تھا۔ جس وقت سلطان تخت نشین ہوا، یہی تاج الدین علی شاہ اصفہان کے صوبے کا حاکم تھا۔ علاؤالدین خوارزم شاہ نے تخت نشینی کے بعد جب اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کو دربار میں طلب کیا تو تاج الدین علی شاہ خوفزدہ ہوا کہ کہیں اس کا بھائی تخت نشین ہونے کے بعد اس سے بدسلوکی نہ کرے اور اسے سزا دے کر زندان میں نہ ڈال دے...... لہٰذا ان اندیشوں کے تحت اس نے اپنے پاس جو لشکر تھا اس کو حرکت میں لاتے ہوئے ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دے کر اصفہان شہر کو لوٹ لیا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو جب اپنے بھائی کی اس جاہلانہ حرکت کا علم ہوا تو وہ بڑا شپٹایا۔ اس کی حرکت اسے ناگوار بھی گزری۔ تاہم مجبوراً تاج الدین علی شاہ کو سلطان کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔

تاج الدین جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے سامنے آیا تو تاج الدین یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ اس کی حرکتوں کی وجہ سے سلطان علاؤالدین اسے کڑی سزا دے گا۔ لیکن سلطان علاؤالدین نے ایسا نہیں کیا۔ اصفہان کو لوٹنے کی وجہ سے خوارزم شاہ نے اسے سخت سست کہا تاہم مہربانی، رحم دلی سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنے بھائی کو اصفہان کی بجائے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔

علاؤالدین خوارزم شاہ کے دوسرے بھائی کا نام ناصر الدین تھا اور وہ پہلے ہی اپنے باپ کی زندگی میں وفات پا چکا تھا۔ جس وقت سلطان علاؤالدین تخت نشین ہوا تو اس کے اسی بھائی یعنی ناصر الدین کا بیٹا نیشاپور کا حاکم تھا۔ ناصر الدین کے اس بیٹے کا

نام ہندو خان تھا۔

جس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا باپ زندہ تھا، ان دنوں علاؤالدین اور اس کے بھائی ناصر الدین کے تعلقات آپس میں اچھے نہ تھے۔ لہٰذا جب علاؤالدین تخت نشین ہوا تو ناصر الدین کے بیٹے ہندو خان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کا چچا تخت نشین ہونے کے بعد اس کے خلاف حرکت میں نہ آئے۔

اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کی طرح سلطان علاؤالدین نے اپنے بھتیجے ہندو خان کو بھی اپنے مرکزی شہر خوارزم میں طلب کیا۔ اس موقع پر ہندو خان نے بھی بڑی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ اگر وہ اپنے چچا کا حکم مانتے ہوئے خوارزم پہنچ جاتا تو یقیناً علاؤالدین اسے نوازتا اور اس کی خدمات کا خوب صلہ دیتا۔ لیکن یہ ہندو خان سلطان کا پیغام سن کر خوارزم جانے کی بجائے نیشاپور چھوڑ کر مرو کی طرف چلا گیا۔

مرو میں قیام کے دوران اس نے اپنے ساتھیوں میں مزید اضافہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ وہ خراسان پر حملہ آور ہوگا اور خراسان فتح کر کے اپنی ذاتی حکومت قائم کرے گا۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خراسان کا حاکم پہلے ہی اپنے بھائی تاج الدین کو مقرر کر چکا تھا۔ جب ہندو خان نیشاپور سے نکل کر مرو چلا گیا اور مرو شہر پر اس نے قبضہ کر لیا اور لشکر کی تعداد بڑھاتے ہوئے جنگی تیاریوں میں لگ گیا تب اس کی اس حرکت کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ناپسند کیا۔ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لئے علاؤالدین نے اپنے ایک سالار جنکر ترکی کو ایک لشکر دے کر ہندو خان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ہندو خان کو جب پتہ چلا کہ سلطان علاؤالدین یعنی اس کے چچا نے اپنے ایک نامور سالار جنکر کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا ہے تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ اپنے چیدہ چیدہ ساتھیوں کے ساتھ مرو شہر سے نکلا اور غوریوں کے سلطان غیاث الدین کی طرف بھاگ گیا۔

غوری سلطنت ایک طرح سے ان دنوں دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصے کا سلطان غیاث الدین تھ جبکہ دوسرے حصے کا حکمران اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین غوری تھا۔ شہاب الدین غوری کے پاس غزنی، کابل اور ہندوستان کے علاقے تھے۔ جبکہ غیاث الدین کے پاس غور کا علاقہ تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بھتیجا ہندو خان اپنے چچا سے بغاوت کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین کے بڑے بھائی غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا تو غیاث الدین نے اس ناخواندہ مہمان کو تپاک سے خوش آمدید کہا اور جب ہندو خان نے اس سے اپنے چچا علاؤ الدین کے خلاف مدد طلب کی تو غیاث الدین نے بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے امداد دینے کا وعدہ کرلیا۔

سلطان غیاث الدین غوری اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ چونکہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نیا نیا تخت نشین ہوا ہے، ابھی وہ ناتجربہ کار ہے اس لئے اسے اچھی طرح دبا دینا چاہئے تاکہ آگے چل کر یہ غوریوں کے خلاف فتنۂ قیامت نہ بننے پائے۔ چنانچہ جب ہندو خان اس کے پاس پہنچا اور غیاث الدین نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کے ساتھ ہی غیاث الدین نے دو قدم اٹھائے۔

پہلا یہ کہ اس نے تیز رفتار قاصد ہندوستان میں اپنے بھائی شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کئے اور اسے خوارزم کے نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے طلب کرلیا۔

دوسرا قدم غیاث الدین نے یہ اٹھایا کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا کمانڈر اس نے اپنے ایک سالار محمد بن جریک کو بنایا ...... یہ محمد بن جریک جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ ناقابل تسخیر سالار خیال کیا جاتا تھا۔ اسے لشکر دے کر غیاث الدین نے مرو پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ مرو شہر پر اس وقت تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار جنکر قابض ہو چکا تھا اور وہاں کے حالات اس نے درست کرنے شروع کر دیئے تھے۔ محمد بن جریک اپنا لشکر لے کر مرو پہنچا اور علاؤ الدین کے سالار جنکر کو کہلا بھیجا۔

''تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ سے علیحدگی اختیار کر کے غوریوں کے سلطان غیاث الدین کی حمایت کا اعلان کر دو اور آنے والے دور میں غوریوں کے مخلص بن کر رہو۔''

جنکر نے چونکہ محمد بن جریک کے لشکر کا جائزہ لے لیا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ محمد بن جریک کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس نے اس شرط پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے [illegible] اظہار کر دیا کہ غیاث الدین اسے اپنے ہاتھ سے

پروانۂ امان لکھ کر دے دے۔

جنکر کی اس اخلاقی کمزوری سے غیاث الدین نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس کا خیال تھا کہ اب وہ خوارزم شاہی سلطنت پر قابض ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا دماغ پھر گیا اور خیالی پلاؤ پکانے لگا کہ کیوں نہ خوارزم شاہ کے دور افتادہ علاقوں کو اپنی قلمرو میں شامل کر کے اپنی سلطنت کو وسعت عطا کر دی جائے۔

چنانچہ غیاث الدین اپنے سالار محمد بن جریک کو اپنے ساتھ ملا کر حرکت میں آیا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مختلف شہروں کو اس نے ہدف بنانا شروع کیا جس کے نتیجے میں اس نے نسا، مرو، سرخس اور ابیورد شہروں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور وہاں اپنے ایک سالار زنگی بن مسعود کو حاکم مقرر کر دیا۔

اس وقتی کامیابی سے غوریوں کے سلطان غیاث الدین نے یہ غلط تاثر لیا کہ علاؤ الدین ناتجربہ کار ہے۔ لہٰذا وہ اس کا حریف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اسی بناء پر اس کے جو شہر چھینے گئے ہیں اس کے جواب میں کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے غیاث الدین کا دماغ اور زیادہ خراب ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں لگ بھگ 90 دیو پیکر ہاتھی بھی رکھے۔ اس طوفانی لشکر کے ساتھ غیاث الدین حرکت میں آیا اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے شہر طوس کا رخ کیا۔

طوس میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ایک چھوٹا سا لشکر تھا جو غیاث الدین کا مقابلہ نہ کر سکا۔ لہٰذا معمولی ٹکراؤ کے بعد طوس شہر پر غیاث الدین کا قبضہ ہو گیا۔ غوریوں کے لشکر نے شہر کو تاخت و تاراج کر کے مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا۔

طوس کو فتح کرنے کے بعد غیاث الدین نے اب نیشاپور کا رخ کیا تاکہ اسے بھی فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لے۔ انہی دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے بھائی تاج الدین علی شاہ نے بھی نیشاپور میں قیام کیا ہوا تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ غیاث الدین غوری نیشاپور پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تو اس نے غیاث الدین کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل کے باہر تمام وہ درخت کاٹ دیئے جائیں جو حملہ آوروں کے کام آ سکتے ہیں۔

اور اردگرد کی بستیوں میں کوئی بھی کھانے پینے کی اشیاء نہ رہنے دی جائیں اور بستیوں کو خالی کرالیا جائے۔

بہرحال غیاث الدین غوری اپنا لشکر لے کر نیشاپور پہنچا۔ شہر کے قریب اس نے پڑاؤ کیا۔ پہلے اس نے شہر کی فصیل کا جائزہ لیا، پھر اپنے بیٹے کو بلایا اور اسے حکم دیا۔

"میں تمہاری بہادری کا اس وقت قائل ہوں گا کہ اپنے چچا شہاب الدین غوری کی ہندوستان سے آمد سے پہلے پہلے نیشاپور پر فتح مندی کا جھنڈا نصب کردو۔"

یہ حکم سن کر غیاث الدین غوری کا بیٹا حرکت میں آیا، شہر پر حملہ آور ہوا۔ شہر کے اندر تاج الدین علی شاہ کی سرکردگی میں چھوٹا سا لشکر تھا جو مقابلہ نہ کر سکا۔ لہٰذا تاج الدین علی شاہ اس لشکر کو لے کر وہاں سے نکل گیا اور شہر غوریوں کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔

غوریوں کا لشکر جب شہر میں داخل ہوا تو شہر کے اندر انہوں نے لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔

سلطان غیاث الدین غوری کو جب اپنے لشکر کی ان دست درازیوں کا علم ہوا تو اس نے لشکر کے اندر منادی کرادی اور سختی کے ساتھ حکم دیا کہ اہل شہر کا لوٹا ہوا سارا سامان فوراً واپس کر دیا جائے اور اگر کسی شخص کے پاس کوئی چیز باقی رہ گئی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اب غیاث الدین غوری نے بڑی تیزی سے حرکت میں آتے ہوئے خوارزم شاہ کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو غوریوں کی ان دست درازیوں کا علم ہوا تو وہ بہت سٹپٹایا۔ وہ غیاث الدین سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا اور نہیں پسند کرتا تھا کہ دو مسلمان بادشاہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ لہٰذا پہلے اس نے ایک خط غیاث الدین کے نام لکھا اور یہ خط ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے اس نے غیاث الدین کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے لکھا تھا۔

"اپنے باپ کی وفات کے بعد میرا خیال یہ تھا کہ اگر کسی وقت خطا کے غیر مسلم ترکوں نے مجھ پر حملہ کر دیا تو ایسے آڑے وقت میں آپ لوگ میری مدد کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن یہ دیکھ کر میرے تعجب اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ آپ نے الٹا مجھ پر ایسے نازک وقت میں چڑھائی کر دی جب میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی سلطنت

کے حالات درست کر رہا ہوں۔

ممکن ہے آپ اس سے اتفاق نہ کریں۔ لیکن جو کچھ آپ نے کیا ہے یہ آئینِ جواں مردی نہیں ہے۔ آپ کو چاہئے کہ میری قلمرو سے فوراً اپنے لشکر واپس بلا لیں اور جو علاقے آپ نے فتح کر لئے ہیں وہ میرے آدمیوں کو واپس کر دیں ...... ورنہ مجبوراً مجھے خطا کے غیر مسلم ترکوں کے حکمران گور خان سے مدد لینا پڑے گی۔"

اس وقت کیونکہ ان علاقوں میں گور خان کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر تھی۔ اس کے پاس سب سے بڑا لشکر بھی تھا۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں نہ صرف خطا کے ترکوں کے نام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی بلکہ قرب و جوار کی تمام حکومتیں ان کے ڈر اور خوف سے کانپتی رہتی تھیں۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا یہ خط پا کر غیاث الدین غوری بڑا پریشان اور فکر مند ہوا۔ سلطان علاؤ الدین نے جب اسے خطا کے غیر مسلم ترکوں کی دھمکی دی تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ نہ لڑنا چاہتا تھا اور نہ فتح کئے ہوئے علاقے واپس کرنے پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ اس بناء پر ٹال مٹول کرنے لگا۔

اصل بات یہ تھی کہ غیاث الدین غوری کو اپنے بھائی شہاب الدین غوری کا انتظار تھا۔ اس لئے کہ شہاب الدین غوری ان دنوں ہندوستان میں کسی مہم کے سلسلے میں مصروف تھا۔ غیاث الدین چاہتا تھا کہ معاملے کو طول دیتا رہے۔ ٹال مٹول کرتا رہے۔ اتنی دیر تک اس کا بھائی شہاب الدین غوری بھی ہندوستان سے پہنچ جائے گا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ مزید علاقوں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی غیاث الدین غوری کی اس چال کو سمجھے ہوئے تھا۔ غیاث الدین غوری نے نیشاپور شہر کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنے داماد ضیاء الدین کو حاکم مقرر کیا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے نیشاپور ہی سے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔

سلطان علاؤ الدین ابھی نیا نیا تخت نشین ہوا تھا۔ ابھی وہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہا تھا تاہم لشکر لے کر نکلا اور نیشاپور کا رخ کیا۔

نیشا پور پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غیاث الدین غوری کے داماد ضیاء الدین کو پیغام بھجوایا۔

"میں نیشا پور پر حملہ آور ہونا نہیں چاہتا ...... اس طرح مسلمان، مسلمان سے ٹکرائیں گے اور دونوں طرف سے مسلمان بھائیوں کا نقصان ہوگا جو انتہا درجہ کا معیوب و ناپسندیدہ ہے۔ میں ہرگز مسلمانوں کا ایسا کشت و خون نہیں چاہتا۔ لہٰذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ میرے حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے نیشا پور شہر خالی کر کے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر مجبوراً مجھے نیشا پور پر حملہ آور ہونا پڑے گا۔ اور جب میں ایسا کروں گا تو یاد رکھنا شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دوں گا۔ اور جو بھی لشکر میرے سامنے آیا اسے روندتا ہوا گزر جاؤں گا۔"

سلطان علاؤ الدین نے نیشا پور کے حاکم ضیاء الدین کو جب یہ دھمکی دی تو اس سلسلے میں قاصد بھیج کر ضیاء الدین نے اپنے سسر سلطان غیاث الدین غوری سے مشورہ کیا اور اسے لکھا کہ چونکہ اہل نیشا پور خوارزم شاہیوں کے وفادار ہیں۔ اس لئے بیرونی حملے کے علاوہ اندرونی بغاوت کا بھی خطرہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر غوریوں کے لشکر کو بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اپنے داماد ضیاء الدین کے ان الفاظ کے جواب میں سلطان غیاث الدین غوری نے اسے لکھا، جس طرح بھی بن پڑے میرے آنے تک دشمن کو روکے رکھو۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب غیاث الدین کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر کی طرف بڑھا۔ غیاث الدین غوری کی طرف سے اس کے داماد ضیاء الدین کو رسد اور کمک بھی پہنچ گئی تھی۔ لہٰذا ضیاء الدین نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ نیشا پور شہر سے باہر نکل کر سلطان علاؤ الدین کا مقابلہ کرے گا۔ لہٰذا نیشا پور شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔

نیشا پور کے حاکم ضیاء الدین کو چونکہ سلطان غیاث الدین غوری سے رسد اور کمک کا سامان وافر مقدار میں مل گیا تھا لہٰذا اس نے خوارزم شاہ کا ڈٹ کر مقابلہ شروع کرنے کا عزم کر لیا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھی اس کے سامنے اپنے لشکر کو استوار کیا۔ لشکر کو سلطان

نے تین برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا۔ اپنے ساتھ اس نے ایک سالار محمد بن علی بن بشیر کو رکھا تھا۔ درمیانی حصے میں زیادہ تر خوارزم شاہی ترک تھے۔ دائیں جانب جو لشکر کا حصہ تھا وہ قپچاق ترکوں پر مشتمل تھا اور اس کی کمانداری شہاب الدین بن مسعود کے ہاتھ میں تھی۔ شہاب الدین کی مدد کے لئے اس کے نائب کی حیثیت سے ایک اور سالار منصور ترکی کو رکھا گیا تھا۔

بائیں جانب جو لشکر کا حصہ تھا اس کا کماندار سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے آزمودہ کار سالار امین الدین ابوبکر کو بنایا تھا۔ جبکہ ایک اور سالار جس کا نام اغلش تھا وہ امین الدین ابوبکر کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

غیاث الدین غوری کے داماد ضیاء الدین نے اندازہ لگایا کہ عددی لحاظ سے اسے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر فوقیت حاصل ہے لہٰذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ یہ ارادہ کرتے ہی وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ روحوں کی نزہت گاہوں میں موت کی جوش مارتی تاریکیوں اور کوہساروں پر پھیلی کہر سے نمودار ہوتی بے مہار آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں نے پہلے ضیاء الدین اور اس کے ساتھیوں کے حملوں کو روکا، پھر جوابی کارروائی کی جارحیت پر اترے۔ پھر وہ بھی ضیاء الدین کے لشکر پر رات بھر موت کا کھیل کھیلتے بے کراں صحرا کے اٹھتے گرداوز، سکوت بھرے طلسم کو پھاڑ کر چنگھاڑتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں طرف کے لشکری ناچتے حروف کی سیاہ آندھیوں اور پرندوں کی اترتی ڈھاروں کی طرح ایک دوسرے پر نزول کرنے لگے تھے۔ ہر کوئی دوسرے کے درپے ہو کر اسے خون میں نہلانے کا عزم کر چکا تھا۔ شرافتِ نفس و انسان دوستی و رحم و عدل و انصاف موت کے نذرانوں اور زہر کے پیمانوں اور قضا کے کہرام میں تبدیل ہو کر رہ گئے تھے۔

غیاث الدین غوری کا داماد ضیاء الدین زیادہ دیر تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اس نے جب یہ اندازہ لگایا کہ خوارزمی لشکر کے سامنے اس کے لشکر کی حالت وقت کی دہلیز پر مثلِ کشکول اور دریوزہ گری کے کرب اور اضطراب کے بھنور جیسی ہونا شروع ہو گئی ہے تو اس نے اپنی عافیت اور بہتری اسی

میں سمجھی کہ شکست قبول کرتے ہوئے پلٹے اور شہر کے اندر محصور ہو جائے۔

آخر ضیاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہوا، پلٹا اور شہر کے اندر محصور ہو گیا۔ لیکن ضیاء الدین کو نیشا پور شہر کے اندر محصور ہونا بھی بڑا گراں گزرا۔ اس لئے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے لشکریوں نے اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا کہ جلد ہی ضیاء الدین اور اس کے سالاروں کو احساس ہو گیا کہ وہ خوارزم شاہی لشکر کے مقابلے میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اس لئے ضیاء الدین نے نیشا پور شہر کے علماء اور فضلاء کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور صلح کی درخواست کریں۔

چنانچہ ضیاء الدین کے کہنے پر نیشا پور شہر کے سرکردہ علماء اور فضلاء شہر سے نکل کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی اور شہر حوالے کر دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

چونکہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان آپس میں ٹکرائیں لہٰذا وہ معاملے کو طول نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ضیاء الدین کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر با عافیت شہر سے نکل سکتا ہے۔ سلطان اس سے تعرض نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی سالار اس پر حملہ آور ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ضیاء الدین کو یہ بھی پیغام بھجوایا کہ اگر ہو سکے تو وہ سلاطینِ غور کو یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ وہ ازراہِ کرم اس کے خلاف اپنا رویہ تبدیل کر لیں تاکہ خواہ مخواہ مسلمانوں کی خون ریزی نہ ہونے پائے۔

جب یہ مہم خیر و عافیت سے انجام پا گئی اور ضیاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور سے نکل کر چلا گیا اور سلطان علاؤ الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا، کچھ دن تک سلطان علاؤ الدین نے نیشا پور شہر میں قیام کر کے وہاں کے نظم و نسق کو اچھے طور پر درست کیا۔ اس کے بعد وہ لشکر لے کر نکلا۔ اب اس نے اپنے دوسرے شہر سرخس کا رخ کیا جس پر غیاث الدین غوری نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔

سرخس اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے علاقوں کو فتح کر کے غیاث الدین غوری نے وہاں اپنے ایک سالار زنگی بن مسعود کو حاکم مقرر کیا تھا۔

سرخس پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اسی زنگی بن مسعود کو پیغام بھجوایا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا مناسب نہیں ہے ...... لہٰذا جو علاقے غوریوں نے زبردستی چھینے ہیں وہ خالی کر دیئے جائیں اور جنگ کی طرح نہ ڈالی جائے۔

اس نے زنگی بن مسعود کو یہ بھی پیغام بھجوایا کہ اگر زنگی بن مسعود بغیر لڑائی بھڑائی کے شہر حوالے کر دے تو اسی میں اس کی اور اس کے لشکریوں کی بہتری ہوگی۔

لیکن زنگی بن مسعود نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور محصور ہو گیا اور محصور رہتے ہوئے ہی اس نے سلطان علاؤ الدین کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

سلطان کو جب زنگی بن مسعود کی اس ہٹ دھرمی اور ضد کا احساس ہوا تو وہ بڑا برہم ہوا۔ اس نے سرخس شہر کے محاصرے کا حکم دے دیا اور محاصرہ اتنی سختی سے کیا کہ شہر کے لوگوں کے علاوہ زنگی بن مسعود اور اس کے لشکری تک بلبلا اٹھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس محاصرے کو ابھی بمشکل چالیس دن ہی ہوئے تھے کہ شہر میں اشیائے خورد و نوش اور سوختنی لکڑی کا سخت قحط پڑ گیا اور بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

چنانچہ غیاث الدین غوری کے سالار زنگی بن مسعود نے سوچا کیوں نہ پھر کوئی چال چل کر لشکر اور شہر کے لوگوں کو ہنگامی طور پر ہی آئی، اس تباہی سے بچا لے۔

آخر اس نے ایک سازش، ایک ترکیب، ایک بد دیانتی سوچی۔ اس کے تحت اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو لکھا کہ وہ اس شرط پر شہر کو سلطان علاؤ الدین کے حوالے کرنے پر تیار ہے کہ سلطان اپنے لشکر کو لے کر اپنے پڑاؤ سے کافی دور ہٹ جائے تاکہ وہ اپنے لشکر کو لے کر سرخس شہر سے نکلے اور اطمینان سے شہر خالی کر کے واپس روانہ ہو جائے۔

بظاہر اس بے ضرر شرط کے مان لینے میں سلطان علاؤ الدین کو کوئی بھی خرابی نظر نہ آتی تھی اس لئے اس نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اپنے پورے لشکر کو لے کر وہ اپنے پڑاؤ سے نکلا اور لشکر کو پڑاؤ سے کافی فاصلے پر ایک طرف لے کر ہٹ گیا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر زنگی بن مسعود نے شہر پناہ کا ایک دروازہ کھولا، اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا اور پہلے سے اپنی طے شدہ تجویز کے مطابق سلطان اور اس

کے لشکر کے سامنے سلطان کے پڑاؤ سے جس قدر کھانے پینے کی چیزیں اور جلانے کی لکڑی کے انبار تھے، اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ سب اٹھا کر واپس شہر میں چلا گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر کے ایک بار پھر محصور ہو گیا۔ اس طرح زنگی بن مسعود نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے دھوکا دہی کی تھی۔ سلطان نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا تھا لیکن اس نے اعتماد کو ٹھیس لگاتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ شہر خالی کرنے کی بجائے سلطان علاؤ الدین کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ کر پھر سرخس شہر میں بند ہو کر شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے تھے۔

زنگی بن مسعود کی اس حرکت سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جہاں بڑا جز بز ہوا وہاں برہم اور غضب ناک بھی ہوا۔ چونکہ زنگی بن مسعود خورد و نوش کے تمام ذخائر لے گیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خوارزمی لشکر کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ کیونکہ اتنے بڑے لشکر کے لئے خورد و نوش کا ازسرِ نو انتظام کرنا انتہا درجہ کا دُشوار تھا۔ لہٰذا اب سلطان علاؤ الدین کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہ رہا تھا کہ وہ اپنے لشکر کو سمیٹ کر مرکزی شہر خوارزم کی طرف چلا جائے۔ تاہم اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ زنگی بن مسعود کو اس کی بدعہدی کی سزا ضرور دے گا۔

اتنی دیر تک یہ بھی خبریں آنا شروع ہو گئیں کہ غیاث الدین غوری کا دوسرا بڑا سالار محمد بن جریک بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر زنگی بن مسعود کی مدد کے لئے سرخس کا رخ کر رہا ہے۔ سلطان کے پاس خورد و نوش کا سامان تھا ہی نہیں۔ اب ایک کی بجائے دوسرا لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے آ رہا تھا۔ لہٰذا وہ دو محاذوں پر دشمن سے نہیں لڑنا چاہتا تھا ...... جس کی بناء پر اس نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور اپنے مرکزی شہر خوارزم کی راہ لی۔

ان حالات میں سلطان غیاث الدین غوری کے سالاروں کی ہمت بڑھی۔ چنانچہ زنگی بن مسعود اور محمد بن جریک اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ مزید حرکت میں آئے۔ مرو شہر کی طرف بڑھے۔ مرو شہر کو انہوں نے فتح کر لیا۔ شہر کے علاوہ اردگرد کے سارے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے سارے علاقوں کو انہوں نے غوری قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔

جواب میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب ان زیادتیوں کا علم ہوا تو اس نے

ایک لشکر زنگی بن مسعود اور محمد بن جریک کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ان دونوں کے مقابلے میں سلطان علاؤ الدین کے اس لشکر کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ لشکر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

سلطان علاؤ الدین کو جب اپنے اس لشکر کی ہزیمت کا علم ہوا تو بڑا برہم ہوا۔ تاہم اس نے غیاث الدین غوری کے سالاروں سے انتقام لینے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اور پھر اس خوف سے کہ کہیں غوریوں کو پتہ نہ چل جائے کہ علاؤ الدین جنگی تیاریوں میں مصروف ہے، لہٰذا اس نے غوریوں سے مصالحت کی پیشکش کر دی اور غیاث الدین غوری کی طرف ایک قاصد بھیج کر لکھا کہ وہ اپنا سفیر روانہ کریں تاکہ دونوں حکمرانوں کے درمیان مصالحت کی شرائط طے ہو جائیں۔

چنانچہ علاؤ الدین کی اس پیشکش کے جواب میں غیاث الدین غوری کا ایک سفیر خوارزم شہر میں داخل ہوا۔ خوارزم شاہ نے اسے اپنے پاس روک لیا۔ ساتھ ہی اس نے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی بہترین تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لشکر کی تعداد بڑھاتے ہوئے اسے تیزی سے کیل کانٹے سے لیس کرنا شروع کر دیا تھا۔

★......★

جن دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ غیاث الدین غوری کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر لے آیا تھا انہی دنوں اس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ یہ کہ خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے کچھ قاصد اور نمائندے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے خراج کی ایک بھاری رقم طلب کی جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کے وقت سے واجب الادا تھی۔

دراصل سلطان علاؤ الدین خوارزم کا باپ تکش کافی عرصے سے خطا کے ترکوں کا باج گزار تھا اور وہ ہر سال تیس ہزار دینار گور خاں کو ادا کرتا تھا۔ خراج کی ادائیگی یقیناً ایک خود دار حکمران کی شان کے منافی تھی لیکن یہ اس کی نہایت عمدہ سیاسی چال تھی جس سے وہ بوقت ضرورت اپنا مطلب نکال لیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی بھی وہ محسوس کرتا کہ کسی دشمن کے مقابلے میں اس کا پہلو دب رہا ہے تو وہ فوراً خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں سے امداد کا طالب ہوتا تھا۔

اس خراج کی ادائیگی کی ابتداء کی ایک وجہ بھی تھی وہ یہ کہ بلخ شہر پر بھی کبھی خطا کے غیر مسلموں کا تسلط تھا، وہاں ان کا حاکم مقرر تھا۔ اچانک گور خاں کا وہ حاکم انتقال کر گیا جس کے نتیجہ میں بامیان شہر کے حاکم بہاؤ الدین سام بن محمد نے فائدہ اٹھایا، بلخ پر وہ حملہ آور ہوا، اس پر قبضہ کر لیا اور بلخ شہر میں اس نے سلطان غیاث الدین غوری کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

انہی دنوں سلطان غیاث الدین غوری کچھ اختلافات کی وجہ سے جو خلیفۂ بغداد کے پیدا کردہ تھے، خوارزم شاہ یعنی تکش کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس لئے تکش نے غیاث الدین غوری کے خلاف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان

سے مدد طلب کی اور ساتھ یہ شرط رکھی کہ اگر گور خاں غیاث الدین غوری کے خلاف اس کی مدد کرے تو وہ باقاعدگی کے ساتھ خراج کی ایک معقول رقم دیتا رہے گا۔

گور خاں، تکش کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا۔ غیاث الدین غوری سے ٹکرانے اور بلخ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے گور خاں نے جنگجو ترکوں کا ایک لشکر بھجوایا اور موسم سرما میں گور خاں کا ایک سالار لشکر لے کر دریائے آمو کو پار کر کے بلخ کے قریب پہنچا۔ گور خاں کا لشکر دوبارہ بلخ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف غیاث الدین غوری بھی بڑا چوکنا تھا۔ اسے جب پتہ چلا کہ گور خاں کا لشکر بلخ کے قریب آ گیا ہے تب وہ ان غیر مسلم ترکوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ اچانک رات کے وقت غیاث الدین نے ان پر حملہ کیا اور انہیں بدترین شکست دی اور گور خاں کا لشکر شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔

دوسری صبح جب ان غیر مسلم وحشی ترکوں کو خبر ہوئی کہ رات کی تاریکی میں ان پر حملہ آور ہونے والا اکیلا غیاث الدین غوری تھا اور اس کا بھائی شہاب الدین غوری اس کے ساتھ نہیں آیا، وہ ابھی ہندوستان میں مصروف عمل ہے تو انہوں نے ایک بار پھر غیاث الدین غوری سے قسمت آزمائی کا ارادہ کیا۔ غیاث الدین سے ٹکرائے لیکن غیاث الدین چوکنا تھا، ایک بار پھر دونوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں غیاث الدین غوری نے پھر گور خاں کے لشکر کو بدترین شکست دی اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

گور خاں کے بچے کھچے لشکری جب اپنے مرکزی شہر میں پہنچے تو پتہ چلا کہ غیاث الدین غوری کے ساتھ ٹکراؤ میں ان کے لگ بھگ بارہ ہزار لشکری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ اس انکشاف پر گور خاں بڑا برہم اور غضب ناک ہوا۔ چنانچہ اس نے کچھ قاصد علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ تکش کی طرف روانہ کئے اور اسے لکھ بھیجا، یہ مہم تمہاری درخواست پر اور تمہاری امداد کے لئے روانہ کی گئی تھی اور تم نے غیاث الدین غوری کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران ہمارے لشکر کی چونکہ کوئی مدد نہیں کی۔ لہٰذا ہمارے لشکر کی تباہی اور بربادی کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم ہمارے لشکر کا ساتھ دیتے تو ہمارے لشکر کو غیاث الدین کے مقابلے میں شکست نہ ہوتی۔ اس نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کو یہ بھی لکھا، چونکہ یہ مہم تمہارے کہنے پر شروع کی گئی تھی اور تم نے ہماری کوئی مدد نہیں کی جس سے ہمیں زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے مرنے والے ہر

لشکری کے لئے دس ہزار روپے کے حساب سے ادائیگی کرو اور ساتھ ہی اخراج کی جو رقم طے ہوئی تھی وہ بھی ادا کرو۔

گور خان کی اس دھمکی کے جواب میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ نے اسے لکھا کہ اس شکست کا ذمہ دار میں نہیں، گور خاں کا کماندار ہے جو غوریوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور ایسا بزدل نکلا کہ بے تدبیری سے سب کچھ گنوا بیٹھا۔ لیکن گور خاں نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کی کسی بھی توجیح پر کوئی توجہ نہ دی اور خراج کی رقم اس نے بحال رکھی۔ جب تک تکش زندہ رہا، تیس ہزار سالانہ کے حساب سے وہ گور خاں کو خراج ادا کرتا رہا۔ لیکن گور خاں نے اپنے بارہ ہزار مرنے والے لشکریوں کے لئے فی کس جو دس ہزار کی رقم کا مطالبہ کیا تھا اس کے لئے تکش ہمیشہ ٹال مٹول کر کے معاملے کو اُلجھا دیا کرتا تھا۔ اب گور خاں نے یہ سمجھا کہ تکش تو مر چکا ہے، اس کا بیٹا علاؤ الدین حکومت اور حکمرانی کے سلسلے میں ناتجربہ کار ہے۔ لہٰذا اس سے خراج کی سالانہ رقم کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کے دور کے جو واجبات ہیں، وہ بھی وصول کئے جائیں اور اسی وصولی کے لئے اس نے اپنے سفیر علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کئے تھے۔

خراج کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے والے جو سفیر گور خاں کی طرف سے آئے تھے ان کی آمد پر علاؤ الدین عجیب سے شش و پنج اور فکرمندی میں پڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ تو اپنی مملکت کی زیادہ آمدنی اپنے لشکر کے استحکام اور سامانِ حرب وضرب مہیا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے گور خاں کے وفد کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ نیا نیا حکمران بنا ہے اور یہ کہ غوریوں نے چاروں طرف سے اس پر حملے شروع کر دیے ہیں اس بناء پر وہ ابھی غوریوں کے ساتھ الجھا ہوا ہے۔ ذرا اسے یہاں سے فرصت ملے تو پھر وہ خراج کی ادائیگی کا کوئی اہتمام کر پائے گا۔ اس طرح کچھ نہ کچھ حیلہ بہانہ کر کے علاؤ الدین خوارزم شاہ نے گور خاں کے سفیروں کو واپس کر دیا۔

ان سفیروں کے واپس جانے کے چند ہی دن بعد ایک ردِ عمل ظاہر ہونا شروع ہوا اور وہ یہ کہ گور خاں کے مسلح لشکری گروہ در گروہ دریائے آمو کو پار کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں وارد ہوتے اور چاروں طرف حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے اور لوٹ مار کرتے ہوئے واپس چلے جاتے تھے۔

❀ ❀ ❀

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ایک روز گور خاں کے انہی لشکریوں کی تباہی اور بربادی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ قصر کے جس کمرے میں وہ بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر اس کا چوبدار نمودار ہوا، جھک کر سلطان کو تعظیم دی، پھر کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! دریائے آمو کے کنارے کے جن علاقوں پر گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے رہے ہیں، وہاں سے ایک بوڑھا شخص نالش لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ میں نے اسے باہر روکا ہے لیکن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بڑا بے تاب اور بے چین ہے۔''

اپنے چوبدار کے ان الفاظ پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کچھ اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا، پھر چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آنے والے اس شخص کو روکو نہیں۔ اسے اندر لے کر آؤ۔''

چوبدار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈھلی ہوئی عمر کے ایک بوڑھے کو لے کر آیا۔ بوڑھا اس حالت میں تھا کہ اس نے اپنا عمامہ اپنے سر سے اتار کر گلے میں لٹکا رکھا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال گرد آلود تھے، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ سلطان کے قریب آ کر وہ رکا، پھر تعظیم دیئے بغیر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میں ان علاقوں سے آیا ہوں جہاں گور خاں کے لشکری حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ سلطانِ محترم! ہمارے علاقوں میں گور خاں کے لشکریوں نے لمحہ بہ لمحہ پھیلتی قیامت کا سماں برپا کیا، طوفانی کہرام کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے قدم قدم پر جہنم کھڑے کئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا، اس کی آواز رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر اپنے آپ کو سنبھالتا رہا پھر کھولتی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔

''سلطانِ محترم! گور خاں کے حملہ آور لشکریوں کے سامنے زمانے کی عدو آنکھ نے دیکھا کہ مسلمان عورتیں برہنہ پا اور کھلے سر اِدھر اُدھر بھاگتی ہوئی عصرِ انسانی کے پاسبانوں اور تاریخ کے وارث اپنے پاسبانوں کو پکارتی تھیں۔ پر ہائے حیف، بساطِ کائنات کے ذرّوں پر کوئی بھی ان کی مدد کے لئے ''انا البحر'' کہہ کر نہ اٹھا۔ کوئی بھی آہن وفولاد بن کر ان کی مدد کو نہ لپکا۔

گور خاں کے لشکری تباہی و بربادی کا رقص کرتے رہے۔ وہ مشقِ خونخواری روا

رکھے ہوئے تھے۔ جدھر سے گزرتے، لاشوں کے گلستان کھڑے کرتے جاتے تھے۔ بے حسی کی سرد لاشوں کا چاروں طرف سماں برپا کر کے رکھ دیا تھا۔ پر ہماری بدقسمتی، بازارِ مہر و وفا سے کوئی بھی ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کرتا ہوا مجاہد نہ اٹھا کہ ملت کے پھڑ پھڑاتے علم کو سہارا دے کر نصب ہی کرتا۔''

یہاں تک کہتے کہتے اس بوڑھے کی آواز حلق میں ڈوب گئی تھی، آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''سلطانِ محترم! میں نے اپنی ان گناہگار آنکھوں سے موت کی تپش اور اذیتوں کے سلسلوں میں ماؤں کو سوکھے پتوں سے ٹپکتی آوارہ اُداسیوں کی طرح بھاگتے دیکھا...... بے چین، بھٹکتی خواہشوں کی طرح بیٹیوں کو اپنے آنچلوں، اپنی عصمتوں کی حفاظت کی جدوجہد کرتے دیکھا...... میں نے ان زخمی بچوں کو بھی دیکھا جو اپنے خون سے زمین کو رنگین کر رہے تھے...... سلطانِ محترم! میں نے گم صم کرب میں ڈوبے ان بوڑھوں کو بھی دیکھا جو اپنے تن کی زنبیل اٹھائے پناہ گاہوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا سسک پڑا۔ رو دیا تھا۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ قصر کے اس کمرے میں کھا جانے والی خاموشی طاری تھی۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہونٹ کاٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ اس کا جسم غصے اور غضب ناکی میں کپکپا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بوڑھے کی کپکپاتی آواز پھر قصر کے اس کمرے میں گونجی تھی۔

''آہ! اذانوں کی گونجتی آوازیں کہیں سے سنائی نہ دیتی تھیں کہ مسجدیں کھنڈر کر دی گئیں...... مکتب ویرانوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔''

بوڑھا بیچارہ اپنے دکھ اور غم کے باعث پھر خاموش ہو گیا۔ دوسری طرف سلطان علاؤالدین کی حالت بھی بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی۔ لگتا تھا اس کی روح کے یخ بستہ گوشوں میں برق کے کوندے کھول اٹھے ہوں۔ آنکھوں میں اُترتے آنسوؤں کے پس منظر میں زرد بگولوں کی سیاہ یورش اور چہرے پر وارفتگی سے بھٹکتی برہنہ آگ نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔

کچھ دیر تک قصر کے اس کمرے میں پھر کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ اس

کے بعد بوڑھے کی آواز اس بار پہلے کی نسبت زیادہ شدت، زیادہ حدت اور کرب ناکی میں بلند ہوئی۔

''کہاں گئے فریب کی یلغار کے خلاف قہرمانیت کی تابداری کی طرح اُٹھتے مجاہد؟ ...... کہاں گئے انسانیت کش نظام سے دست و گریبان ہونے والے، طوفانوں سے لڑنے اور بجلیوں سے کھیلنے والے ہمارے پاسبان؟ ...... کہاں گئے لہو میں شعلے بھڑکا کر دل کے کواڑوں پر موت کی دستک دینے والے ہمارے نگہدار......؟''

بوڑھا یہاں تک کہنے کے بعد پھر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے جو اس کی داڑھی سے ہوتے ہوئے فرش پر گرنے لگے تھے۔

اس کی یہ حالت قصر میں بیٹھے ہر فرد کے علاوہ سلطان علاؤالدین کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس موقع پر علاؤالدین خوارزم شاہ نے کسی ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ بوڑھا ایک بار پھر بول اٹھا۔

''میں بدقسمت ہوں کہ میں نے دُکھ کے خونی سائے پھیلاتے دشمنوں کے سامنے ماؤں، بیٹوں اور بچوں کو بے خانماں طیور کی طرح بوند بوند پانی کو ترستے دیکھا۔ میں بدبخت تھا کہ میں نے تباہی کے تھپیڑوں کے سامنے گلاب چہروں والی اپنی بیٹیوں کو اپنی عزت، اپنی عصمت بچانے کی خاطر گھروں کی چھتوں سے کودتا دیکھا...... آہ! میری بدقسمتی کہ میں دشتِ پُر آشوب کی دزدیدہ مسافتوں کو طے کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا۔ کاش! میں پتھر ہو گیا ہوتا...... کھنڈر مسجدیں، ویران مکتب نہ دیکھتا...... اُجڑے گھروں، ویران حجروں کو نہ دیکھتا۔ ہے کوئی اللہ کا بندہ جو رؤف و رحیم کو مدد کے لئے پکارتا ہوا لوح و قلم کا نمائندہ، مولائے سدرہ مقام و امامِ اَنام و حبیبِ خدا، رسولِ عربی کی شرافت و نجابت کا نمائندہ بن کر اٹھے اور دشمن سے اپنی قوم کی تباہی اور اپنی ملت کی تاراجی کا انتقام لے......؟''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا خاموش ہو گیا تھا...... اس کی گردن جھک گئی تھی۔ تواتر کے ساتھ نکلتے ہوئے آنسو اس کی داڑھی سے پھسلتے ہوئے فرش پر گرنے لگے تھے ...... یہاں تک کہ گلے میں لٹکتے ہوئے اپنے عمامے سے اس نے اپنی آنکھوں اور اپنی داڑھی کو صاف کیا، پھر انتہائی بے بسی میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

اس موقع پر سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ شہ نشین سے نیچے اترا۔ وہ اس بوڑھے کے پاس آیا۔ پہلے اسے گلے لگا کر ڈھارس دی۔ سلطان نے اپنے سر پر بندھا ہوا اپنا عمامہ اتار لیا۔ اس سے اس بوڑھے کا سر، اس کی داڑھی صاف کی۔ پھر انتہائی شفقت و محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! گور خاں کے لشکریوں نے جو ہمارے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے، اس کی داستان میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے سالاروں کے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ تم نے اچھا کیا یہاں آ کر۔ اس بھرے قصر میں سب کے سامنے مجھے میرے علاقوں اور میرے لوگوں کی الم ناکی کی داستان سنائی۔ مطمئن رہو۔ گور خاں اگر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہماری نسبت زیادہ طاقت اور قوت رکھتا ہے اور من مانیاں کرتا رہے گا تو یہ اس کی بھول، اس کی خود فریبی ہے۔ اگر وہ ہمیں بے بسی اور بے چارگی کے خول میں بند کر کے اپنی من مانی شرائط منوانا چاہتا ہے تو یہ اس کے ذہن کا دھوکا اور فریب ہے۔ اور خداوند نے چاہا تو عنقریب ہم اسے اس سراب نما فریب سے نکالیں گے۔ میرے عزیز! میں آج تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آج ہم گور خاں کو اس کی طاقت اور قوت کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے خراج ادا کرتے ہیں تو میں اس گور خاں پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ اسے خراج دینے کی بجائے اس سے خراج وصول کروں گا ...... رہی بات ان علاقوں کی جہاں انہوں نے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے تو وہاں جس قدر لوگوں کا نقصان ہوا ہے ان کے نقصان کی نہ صرف تلافی کی جائے گی بلکہ آنے والے دنوں میں وہ سارے علاقے جن پر گور خاں کے لشکری دریائے آمو کو پار کر کے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کی حفاظت اور ان کی پاسبانی کا بھی خوب اہتمام کیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے چوبدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس بوڑھے کو لے جائے اور اس کے آرام و قیام کا اہتمام کرے۔ اس پر وہ چوبدار حرکت میں آیا اور اس بوڑھے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اس بوڑھے کے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ شہ نشین پر چڑھا، اپنی نشست پر بیٹھا کچھ دیر بڑے غور سے وہ اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ مسعود! میں تمہارے ذمہ ایک کام لگانا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے احسن طریقے سے ادا کرو گے ...... میں چاہتا ہوں تم میرے سفیر بن کر گور خاں کے مرکزی شہر جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کے لشکریوں نے جو دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے، وہاں جس قدر نقصان ہوئے ہیں ان کی تلافی کرے۔ اس سلسلے میں اگر تم اپنے کسی ساتھی کو ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔''

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی شہاب الدین بن مسعود اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! یہ انتہائی ذمہ داری کا کام ہے ...... میں کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔ ہو سکتا ہے جب میں آپ کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کا پیغام گور خاں کو پہنچاؤں تو وہ برہمی و ناراضگی کا اظہار کرے۔ میرے خلاف کسی طرح سے حرکت میں آنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں اگر میں کسی کو اپنے ساتھ لے کر گیا تو میرے لئے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اگر گور خاں نے میرے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو میں اکیلا کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں تو کامیاب ہو سکتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی گیا تو میں اس کی حفاظت کرتے ہوئے خود بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا اور وہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ اس بناء پر میں چاہوں گا کہ میں اکیلا گور خاں کے پاس جاؤں اور اس سے اپنے نقصانات کی تلافی کا مطالبہ کروں۔''

شہاب الدین بن مسعود کی اس گفتگو سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ شہاب الدین مسعود کو گور خاں کے مرکزی شہر کی روانگی کے لئے ضرورت کی ہر شے اور آسائش مہیا کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

❀ ❀ ❀

خطا کے غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں ایک روز اپنے مرکزی شہر اخلاط میں اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنے چند عمائدینِ سلطنت کے ساتھ ایک مغنیہ کا نغمہ بڑی توجہ اور انہماک سے سن رہا تھا کہ قصر کے اس کمرے کے سامنے اس کا حاجب نمودار ہوا۔ گور خاں کو اس نے زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے تعظیم دی، پھر بول اٹھا۔

''مالک! نئے خوارزم شاہ علاؤ الدین کا ایک سفیر آیا ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اب اس کے سلسلے میں جو حکم آپ دیں اس پر عمل کیا جائے۔''

اپنے حاجب کے ان الفاظ پر گور خاں نے مغنیہ کو انعام دے کر فارغ کر دیا۔ پھر اپنے حاجب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلے سارے امرائے سلطنت، سالاروں اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لو ...... اس کے بعد تم علاؤ الدین کے آنے والے سفیر کے پاس بیٹھو۔ جب میں بلاؤں پھر اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ میں جانتا ہوں وہ دو امور پر گفتگو کرے گا۔ اوّل خراج سے متعلق اور دوئم جو ہمارے لشکر نے دریائے آمو کو عبور کر کے خوارزم شاہ کے علاقوں میں تباہی مچائی ہے اس پر بھی گفتگو ہو گی اور میں چاہتا ہوں کہ یہ گفتگو ہمارے سارے عمائدین کے سامنے ہو۔''

یہ حکم پا کر حاجب پیچھے ہٹا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر شہاب الدین بن مسعود کھڑا تھا۔ وہ اپنے اسی جنگی لباس میں تھا جو سلطان خوارزم شاہ نے اسے مہیا کیا تھا۔ حاجب پیچھے ہٹنے کے بعد شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ۔''

شہاب الدین چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ ساتھ والے کمرے میں شہاب الدین کو بٹھانے کے بعد حاجب کہنے لگا۔

''میں تھوڑی دیر تک حاضر ہوتا ہوں ...... اپنے بادشاہ کا ایک ضروری حکم سب تک پہنچا آؤں۔''

اس کے ساتھ ہی حاجب باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، شہاب الدین بن مسعود کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمارے بادشاہ نے اپنے سارے سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا ہے اور اب وہ لوگ اس کے دربار میں جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں ...... جب تک ہمارا بادشاہ میرے لئے حکم جاری نہیں کرتا کہ میں تمہیں اس کے سامنے پیش کروں، کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے ان خوارزم شاہیوں سے متعلق کوئی تفصیل بتاؤ کہ ان علاقوں کے یہ کیسے حاکم بن گئے؟ اور کیسے انہوں نے اتنی طاقت اور قوت پکڑ لی......؟''

حاجب کے اس سوال پر شہاب الدین نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز! طاقت اور قوت دینے والا تو میرا اللہ ہے ...... بہرحال تُو نے چونکہ خوارزم شاہ سے متعلق تفصیل چاہی ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ سنو! عالمِ اسلام کے عظیم اور باجبروت سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں بلکاتگین نام کا ایک بڑا بااثر سردار ہوا کرتا تھا۔ اس نے گرجستان یعنی جارجیا سے ایک ترک غلام جس کا نام انوشتگین تھا، خریدا۔

یہ انوشتگین اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے چند ہی ہفتوں میں لوگوں کے اندر حد درجہ مقبول ہو گیا۔ چنانچہ سلطان کی طرف سے اسے طشت داری کی خدمت تفویض ہوئی۔ چونکہ اس زمانے میں خوارزم کا صوبہ شاہی طشت داری کی جاگیر شمار ہوتا تھا اس لئے انوشتگین کو خوارزم شاہ کہنے لگے۔

اس عزت افزائی سے پہلے انوشتگین، سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لشکر میں مقدم کے عہدہ پر بھی فائز رہا تھا اور اس کے بعد وہ ایک ہزار لشکریوں کی کمانداری بھی کیا کرتا تھا۔

انوشتگین کے طشت دار بننے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہو کہ اس کے خوارزم شاہ بننے سے پہلے اس صوبے کا نظم و نسق ایک شخص اکنجی بن کوچکار کے سپرد تھا۔ جب وہ کچھ غداروں کے ہاتھوں مرو کے مقام پر قتل ہو گیا تو سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے برکیاروق کو اس افسوس ناک حادثہ کا علم ہوا تو اس نے خراسان کے اپنے حاکم داد بیگ حبشی کو لکھا کہ اس فتنے کا فوری انسداد کیا جائے اور صوبے کی حکومت کسی موزوں آدمی کے سپرد کی جائے۔

اس وقت تک دستورِ عمل یہ چلا آ رہا تھا کہ خوارزم شاہ یعنی شاہی طشت دار خود تو دربار میں موجود رہتا تھا لیکن کوئی دوسرا منصب دار بطور نائب خوارزم جا کر حکومت کی ذمہ داری سنبھالا کرتا تھا۔ جب بلکاتگین نے وفات پائی تو ملک شاہ سلجوقی نے طشت داری کا منصب چونکہ انوشتگین کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا اکنجی بن کوچکار کے غداروں کے ہاتھوں مارے جانے کے بعد داد بیگ حبشی نے سلطان برکیاروق کے حکم کے مطابق اسی انوشتگین کے بیٹے قطب الدین کو ہدایت کی کہ وہ فوراً موقع پر جا کر خوارزم کی

حکومت کا کاروبار سنبھال لے۔

قطب الدین بن انوشتگین ایک صالح، سلیم الفطرت نوجوان تھا لہٰذا خوارزم پہنچ کر اس نے حالات کا جائزہ لیا وہاں جو مفسد تھے، انہیں سخت سزائیں دیں اور سارے صوبہ میں اس نے بہت جلد امن و امان بحال کر دیا۔

ایک موقع پر اس قطب الدین بن انوشتگین کو خوارزم سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئی تو مرنے والے اکنجی بن کوچکار کے بیٹے طغرل تکین اکنجی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا اور ہدایت کی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں حالات پر کڑی نگاہ رکھے تاکہ فتنہ پردازوں کو شرارت کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

لیکن یہ طغرل تکین خود کو اپنے مرنے والے باپ کا جائز وارث سمجھتا تھا اس لئے اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی اور اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعے ہمسایہ ریاستوں کے ترک سرداروں کو اشارہ کیا کہ وہ حملہ آور ہو کر خوارزم پر قبضہ کر لیں۔

قطب الدین بن انوشتگین ہرچند اپنے صدر مقام خوارزم سے دور تھا لیکن اس کے بہی خواہ حالات کی رفتار سے غافل نہ تھے اور پرچہ نویسوں کے ذریعہ پل پل کی اطلاعات اسے فراہم کیا کرتے تھے۔

اسے طغرل تکین کی اس غداری کی خبر ہوئی تو وہ آندھی اور بگولے کی طرح پلٹا اور قبل اس کے کہ خوارزم میں کشت و خون ہو یا غدار اپنا کام پورا کر لیں، قطب الدین خوارزم پہنچ گیا اور حالات کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

اسی قطب الدین نے پورے تیس سال تک خوارزم شاہی فرائض انجام دیئے اور جب تک یہ زندہ رہا، سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان سنجر سے جو اپنے بھائی برکیاروق کے بعد تخت نشین ہوا تھا، اس کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ جب قطب الدین بن انوشتگین نے وفات پائی تو اس کی جگہ اس کا بیٹا مظفر الدین اپنے باپ کا جانشین ہوا اور خوارزم کا بادشاہ بنا۔

مظفر الدین کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام علاؤ الدین تکش اور چھوٹے کا نام سلطان شاہ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد دونوں میں تخت نشینی کے لئے ایک عرصہ تک کشمکش رہی۔ اس کشمکش میں علاؤ الدین تکش ہی کامیاب رہا۔ اسی علاؤ الدین کے بعد

اس کا بیٹا قطب الدین، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے نام سے سلطان بنا ہے۔ اور اسی نے مجھے سفیر بنا کر......"

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین بن مسعود کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس موقع پر اس کے کمرے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمودار ہوا اور خطا کے بادشاہ گور خاں کے حاجب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"علاؤ الدین خوارزم شاہ کا جو سفیر آیا ہے اسے بادشاہ نے طلب کیا ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی گور خاں کا حاجب کھڑا ہوا۔ شہاب الدین مسعود بھی کھڑا ہو گیا۔ جس کمرے میں گور خان اپنا دربار لگایا کرتا تھا، اس کمرے کی طرف جاتے ہوئے حاجب شہاب الدین بن مسعود کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جب تم ہمارے بادشاہ گور خاں کے سامنے جاؤ تو اپنے سر کو زمین کی طرف خوب جھکاتے ہوئے اسے تعظیم دینا۔ اسی صورت میں وہ تمہاری بات توجہ سے سنے گا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو وہ خفا ہو گا اور اس کی ناراضگی تمہارے لئے خطرات اور اندیشوں کا باعث بھی بن سکتی ہے۔"

حاجب کے ان الفاظ کا شہاب الدین بن مسعود نے کوئی جواب نہ دیا۔ تاہم اس کے چہرے پر تھوڑی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد حاجب شہاب الدین کے ساتھ گور خاں کے دربار میں پہنچا اور گور خاں کے سامنے شہاب الدین کو کھڑا کر کے خود پیچھے ہٹ گیا تھا۔ شہاب الدین، گور خاں کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اسے کوئی تعظیم نہ دی۔ اس وقت شہ نشین پر غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں بڑے طمطراق سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کی بیوی دُونان تھی۔ دُونان کے بعد گور خاں کا داماد فونا بیٹھا ہوا تھا۔ فونا کے ساتھ گور خاں کی بڑی بیٹی اور فونا کی بیوی جائسی تھی۔ جائسی کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن زوزن تھی۔ اسی زوزن کو سمرقند کا حکمران عثمان خان پسند کرتا تھا اور اس کے رشتہ کا خواہش مند تھا۔ زوزن کے ساتھ گور خاں کی سب سے چھوٹی بیٹی کیرش بیٹھی ہوئی تھی۔

گور خاں کے دربار کا جائزہ لیتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے شہاب الدین کی نگاہیں اس کی چھوٹی بیٹی کیرش پر جمی تھیں۔ اس کا صندلی پیکر چمکتے گلابی ریشم جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ شہاب الدین نے یہ بھی دیکھا، وہ لڑکی عناب کی اچھوتی کلیوں، گلاب رنگوں جیسی

خوبرو، دھنک کے خوش رنگ آنچل، مہکتی خوشبو کے جھونکے سی پُر کشش، خواب رنگوں کے دل کُشا پرتو اور دودھیا چاندنی کے در و بام جیسی حسین تھی۔ اس کے صندلی بالوں میں خوش رنگ نگاہوں، لمس سے عاری اس کے جسم کی ریشمی مہک نے اُسے حُسن کے بگولوں سے خوبصورتی کا طوفان بنا رکھا تھا۔ اس کی گہری نیلی آنکھوں میں اس سمے روشنی کے تازہ موسموں کی تتلی سُبک اُڑانوں، محبت کے ان کہے الفاظ کا خمار تھا۔

کیرش پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد شہاب الدین، گور خاں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ گور خاں کے بائیں جانب اس کے لشکروں کا سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو، اس کے بعد اس کی چھوٹی بیٹی کیرش کا منگیتر بیدو خاں اور اس کے بعد بہت سے سالار وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر کوئی اپنے منصب، اپنے مرتبہ کے مطابق نشست سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک اور قطار میں گور خاں کی سلطنت کے بزرگ، اُمراء اور رؤساء بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس موقع پر گور خاں تھوڑی دیر تک بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتا رہا، پھر انتہائی غضب ناکی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے حاجب نے تمہیں دربار میں بھیجتے وقت یقیناً بتایا ہوگا کہ ترکوں کے بادشاہ گور خاں کو کس طرح تعظیم دی جاتی ہے؟ کیا تم میرے حاجب کے الفاظ بھول گئے ہو یا ویسے ہی طبعی طور پر سرکش اور زندگی سے بے زار ہو؟“

اس موقع پر شہاب الدین کی چھاتی تن گئی۔ پھر گور خاں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! میں نہ سرکش ہوں، نہ زندگی سے بے زار...... میں اپنے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سفیر ہوں اور سفارت کا کام سرانجام دینے کے لئے آیا ہوں۔ تمہیں سجدہ کرنے حاضر نہیں ہوا۔ اے بادشاہ! حاجب نے مجھے سجدہ کے انداز میں تمہارے سامنے زمین کی طرف جھکنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ ہمارے ہاں خدا کے علاوہ کسی اور چیز اور شخص کے سامنے سجدہ کرنے والا شخص مذہب کی حدود سے نکل جاتا ہے۔ تعظیم کی خاطر بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکا تو بڑے کڑوے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”مجھے تمہاری مقدس کتاب سے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس میں فرشتوں نے آدمؑ کو

سجدہ کیا تھا اور یوسفؑ کے بھائیوں نے اسے سجدہ کیا تھا۔ پھر تم لوگوں کو ایسا کرنے سے کیوں گریز ہے؟“

گور خاں کے خاموش ہونے پر شہاب الدین پھر پہلے سے انداز میں بول اٹھا۔

”اے بادشاہ! آدمؑ کو ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا تھا لیکن وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعلیم میں کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ سجدہ آدمؑ کے لئے نہیں، خداوند قدوس ہی کے لئے تھا۔ جہاں تک اللہ کے پیغمبر یوسفؑ کا تعلق ہے تو برادرانِ یوسفؑ نے جو سجدہ کیا تھا وہ بھی یوسفؑ کے آگے نہیں بلکہ خدا کے آگے اس کام کے شکریہ کے طور پر کیا گیا تھا کہ یوسفؑ نے ان کی بہت بڑی خطا کو معاف کر دیا تھا۔ سوائے بادشاہ! میرے دین میں چونکہ سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے لہٰذا میں نے تمہیں سجدہ نہیں کیا۔“

گور خاں کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر دوبارہ اس نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

”اچھا...... پہلے وہ پیغام کہو جو تم اپنے حکمران علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے لائے ہو۔“

شہاب الدین نے گلا صاف کیا، اس کے بعد وہ دوبارہ گور خاں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

”اے بادشاہ! چند ہفتے پیشتر تمہارے ایک لشکر نے دریائے آمو کو پار کر کے ہماری سرزمینوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا، وسیع علاقوں کے اندر لوٹ مار کا بازار گرم کیا، نہتے لوگوں کو تہہ تیغ کیا، مسجدوں کو گرایا، مکتبوں کو برباد کیا۔ ایسا ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ وہاں اُن کی کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے وہ دندناتے پھرے۔ اگر اس موقع پر ہمارا کوئی لشکری وہاں موجود ہوتا تو یقیناً انہیں ایسا نہ کرنے دیا جاتا۔ اب میرے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے مجھے پیغام دے کر تمہاری طرف روانہ کیا ہے کہ تمہارا جو لشکر دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا اور وہاں جو اس نے قتل عام کیا اور تباہی اور بربادی پھیلائی، اس کا ہرجانہ ادا کیا جائے تا کہ ان علاقوں میں جو لوگ متاثر ہوئے ہیں، ان کی آباد کاری کا سامان

کیا جائے۔ جو مسجدیں اور مکتب گرا دیئے گئے ہیں انہیں ازسرِنو تعمیر کیا جائے۔ فی الحال میں تمہارے پاس یہی پیغام لے کر آیا ہوں۔"

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر غصیلے انداز میں اس کی طرف گھورتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

"اور تمہارے بادشاہ نے تمہیں اس خراج سے متعلق کچھ نہیں کہا جس کی ادائیگی باقاعدگی سے اس کا باپ کیا کرتا تھا اور جس کی ادائیگی اب علاؤ الدین پر فرض ہے۔"

"اے بادشاہ! میں سلطان کی طرف سے ایک سفیر اور اس کے لشکر کا ایک معمولی کارکن ہوں...... میرے سلطان نے جو پیغام مجھے دیا تھا، میں نے وہ تم تک پہنچا دیا ہے۔ جہاں تک خراج کا تعلق ہے تو اس سے میرا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اگر خراج کی ادائیگی نہیں ہوئی تو اس پر بات چیت کی جا سکتی ہے۔ دریائے آمو کو پار کر کے خراج نہ ادا کرنے کی وجہ سے تباہی اور بربادی کا کھیل نہیں کھیلا جا سکتا۔"

شہاب الدین نے بڑے چبھتے لہجے میں گور خاں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

گور خاں بھوکے بھیڑیے کی طرح بھڑک اٹھا۔ بری طرح غرایا۔

"جس نقصان کی تم تلافی کا ذکر کر رہے ہو اگر ہم اس کی تلافی نہ کریں اور ایک بار پھر تمہارے علاقوں پر چڑھ دوڑیں تو کیا تم لوگوں میں طاقت و قوت ہے کہ ہماری راہ روک سکو یا میرا کوئی سالار اپنا لشکر لے کر تمہاری سرزمینوں میں داخل ہو تو اسے بزور نکال سکو......؟"

گور خاں کے ان الفاظ پر شہاب الدین بن مسعود کی آنکھوں میں غصیلی سرخی اتر آئی تھی۔ عجیب سے انداز میں چند لمحوں تک وہ گور خاں کی طرف دیکھتا رہا، پھر بڑے جرأت مندانہ انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"اے بادشاہ! ہم میں جرأت بھی ہے اور ہمت بھی...... اگر آئندہ آپ کا کوئی لشکر دریائے آمو کے اس پار گیا اور اس نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا وہ لشکر صحیح سلامت واپس آپ کے مرکزی شہر اخلاط تک نہ پہنچے گا بشرطیکہ میں یہاں سے واپس جانے کے بعد اپنے مرکزی شہر پہنچ جاؤں اور مجھے چند دن تیاری کا موقع مل جائے۔ اس کے بعد اے بادشاہ! اگر آپ کا کوئی لشکر دریائے آمو کے اس پار گیا تو آپ کو خود ہی ہمارے ردِ عمل کا احساس ہو

جائے گا۔"

شہاب الدین کی اس گفتگو کے جواب میں گور خاں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بھڑکتے شعلے کی طرح اس کا سالار اور اس کی حسین و جمیل بیٹی کیرش کا منگیتر بیدو خاں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور شہاب الدین بن مسعود کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دھاڑتی ہوئی آواز میں بری طرح غرایا۔

"تمہاری یہ مجال کہ ہمارے بادشاہ سے اس طرز میں گفتگو کرو۔ تم کہتے ہو کہ بشرطیکہ تمہیں تمہارے مرکزی شہر جا کر کچھ تیاری کا موقع مل جائے۔ اگر تم یہاں سے واپس زندہ سلامت جا ہی نہ سکے تب کیا ہوگا......؟"

جواب میں شہاب الدین نے اپنا رخ پھیرا، بیدو خاں کی طرف دیکھا، پھر کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"اے نوجوان! پہلے اپنا نام کہہ...... پھر میں تیرے اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔"

بیدو خاں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح بول اٹھا۔

"میرا نام بیدو خاں ہے......اپنے بادشاہ کے سالاروں میں سے ایک ہوں۔"

شہاب الدین نے اسی کی طرح کھولتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"تو تم مجھے موت کی دھمکی اور ڈراوا دے رہے ہو...... یاد رکھنا، طبعی زندگی کا ختم ہو جانا ہی موت ہے۔ میرا دین کہتا ہے کہ موت کے بعد ہی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس میں دُکھ یا سُکھ کا انحصار دنیا کے اندر گزری ہوئی زندگی پر ہوتا ہے...... اگر دنیا کے اندر نیکی اور راستی اور پاکیزگی کی زندگی گزری ہو تو آخرت کی زندگی بھی پاکیزہ اور فرحت بخش ہوگی۔ اور یہاں گناہ اور ظلم کی زندگی گزاری ہوگی تو وہاں دُکھ ہی دُکھ ہوں گے اور چین نہ ملے گا۔"

"بیدو خاں! یہ موجودہ زندگی تو محدود ہے...... جس کے ختم کرنے کی تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ مگر موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی غیر محدود ہے۔ بیدو خاں! موت کا وقت میرے خداوندِ قدوس کی طرف سے مقرر ہے اور یہ اٹل ہے...... موت سے فرار نہیں۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو اس میں ایک لمحے کی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔

بیدو خاں! ہر ذی روح کے لئے موت ہے اور موت کا وقت کسی کو پہلے سے معلوم

نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کس سرزمین میں کس حالت میں واقع ہو گی؟ تاہم ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ بہترین موت وہی شمار ہوتی ہے جو خدا کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے واقع ہو۔ بلکہ مسلمانوں کا تو یہ ایمان ہے کہ خدا کی راہ میں مرنے والے کبھی مرتے ہی نہیں ...... وہ زندہ رہتے ہیں۔ زندگی کے اندر اچھے برے جو بھی کام کئے جاتے ہیں ان کا اچھا یا برا پھل جس روز انسان کو ملے گا، ہمارے ہاں اسے قیامت کہہ کر پکارا جاتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے شہاب الدین رکا تھا اور پھر پہلے کی نسبت زیادہ ہولناک لہجے میں بیدو خاں کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

"بیدو خاں! تُو اپنے بادشاہ کے سالاروں میں سے ایک ہے اور تجھے بادشاہ کا سالار ہونے پر بڑا فخر اور گھمنڈ ہوگا ...... تُو نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔ پر ایک بات یاد رکھ، قسم خداوند قدوس کی جب ہمارا دشمن کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے اور اگر ہم اپنے خداوند قدوس پر بھروسہ اور یقین کرتے ہوئے دشمن کا سامنا کریں اور اپنے انجام کو خدا پر چھوڑ دیں تو بیدو خاں! زندگی ہمارے پیچھے بھاگتی ہے اور موت ہمارے آگے آگے فرار اختیار کرتی ہے ...... بیدو خاں! تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے تیری موت میرے ہاتھوں ہو جائے۔ اور یہ ناممکن نہیں۔"

شہاب الدین کی اس گفتگو سے بیدو خاں تاؤ کھا گیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، اسے اپنے سامنے لہرایا پھر دھمکی آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے ...... میں تجھے اس وقت تک اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گا جب تک تُو ہمارے بادشاہ کے سامنے سجدے کے انداز میں تعظیم ادا نہیں کرتا ...... اب تک جو تُو نے گفتگو کی ہے وہ ہم سب سالاروں کے لئے ناقابل برداشت ہے اور میں اپنے ساتھی سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد ہی تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔"

بیدو خاں کی اس گفتگو سے شہاب الدین مزید برہم اور برافروختہ ہو گیا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ یہ وہ تلوار تھی جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ وہ ایک بھاری بھرکم تلوار تھی۔ پھل خوب چوڑا، خم دار تھا۔ چمک ایسی صیقل شدہ کہ آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ پھر شہاب الدین نے

اپنی تلوار کو اپنے سامنے لہرایا اور بیدو خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیدو خاں! تم نے تلوار بے نیام کر کے مجھ پر موت کی طرح وارد ہونے کا اعلان کیا ہے ...... ذرا میری تلوار کی طرف بھی دیکھ، قسم زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے رب کی، قسم اُس خدا کی جس نے ہمارے رسولِ عربی کو نبی بنا کر مبعوث کیا اور قسم مجھے کعبہ کے رب کی، تُو ذرا میرے سامنے آ ...... میری تلوار کی چمک میں تجھے موت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ اگر تُو اپنے آپ کو ایسا ہی سُورما سمجھتا ہے تو آ، میرے ساتھ ٹکرا ...... پھر دیکھتے ہیں میری موت تیرے ہاتھوں ہوتی ہے یا تُو میرے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو کر یہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کے سامنے اپنی گردن کو پشیمانی اور خجالت میں خم کر کے کھڑا ہوتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب خاموش ہوا تب گور خاں کے درباریوں میں سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص اٹھا، اپنی نشست سے اٹھنے کے بعد وہ شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا۔

"تُو ابھی نوجوان اور نو عمر ہے ...... جذبات میں ڈوب کر گفتگو نہ کر۔ بیدو خاں جس سے تُو مخاطب ہے یہ ہمارے بادشاہ کا ہونے والا داماد ہے۔ بادشاہ کی وہ چھوٹی بیٹی جو اپنی ماں، بڑی بہن اور بہنوئی کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نام کیرش ہے۔ یہ بیدو اسی کا منگیتر ہے۔ لہٰذا دربار میں جس انداز میں تُو اس سے گفتگو کر رہا ہے ایسی گفتگو نہ کر۔ اس لئے کہ گور خاں تیرے لئے کوئی نامناسب فیصلہ بھی دے سکتا ہے۔ اس موقع پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ چپ چاپ اپنی تلوار نیام میں کر لو۔ تمہارے ایسا کرنے سے شاید بیدو خاں بھی ٹھنڈا ہو جائے اور وہ بھی اپنی تلوار کو نیام میں لے جائے اور معاملہ یہیں پر رفع دفع ہو جائے۔ یہ بھی سن کہ بیدو خاں ہمارے بادشاہ کا بھتیجا بھی ہے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ بوڑھا پلٹا اور جس نشست سے وہ اٹھا تھا اسی پر دوبارہ جا کر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین کسی ردِ عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بیدو خاں، گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھرے دربار میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس سفیر کے تمرد کو صاف اور اس کی کج روی کو سیدھا اور اس کے گھمنڈ کو استوار کر کے رکھ

نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کس سرزمین میں کس حالت میں واقع ہو گی؟ تاہم ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ بہترین موت وہی شمار ہوتی ہے جو خدا کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے واقع ہو۔ بلکہ مسلمانوں کا تو یہ ایمان ہے کہ خدا کی راہ میں مرنے والے کبھی مرتے ہی نہیں ...... وہ زندہ رہتے ہیں۔ زندگی کے اندر اچھے برے جو بھی کام کئے جاتے ہیں ان کا اچھا یا برا پھل جس روز انسان کو ملے گا، ہمارے ہاں اسے قیامت کہہ کر پکارا جاتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے شہاب الدین رکا تھا اور پھر پہلے کی نسبت زیادہ ہولناک لہجے میں بیدو خاں کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

''بیدو خاں! تُو اپنے بادشاہ کے سالاروں میں سے ایک ہے اور تجھے بادشاہ کا سالار ہونے پر بڑا فخر اور گھمنڈ ہوگا...... تُو نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔ پر ایک بات یاد رکھ، قسم خداوند قدوس کی جب ہمارا دشمن کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے اور اگر ہم اپنے خداوند قدوس پر بھروسہ اور یقین کرتے ہوئے دشمن کا سامنا کریں اور اپنے انجام کو خدا پر چھوڑ دیں تو بیدو خاں! زندگی ہمارے پیچھے بھاگتی ہے اور موت ہمارے آگے آگے فرار اختیار کرتی ہے...... بیدو خاں! تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے تیری موت میرے ہاتھوں ہو جائے۔ اور یہ ناممکن نہیں۔''

شہاب الدین کی اس گفتگو سے بیدو خاں تاؤ کھا گیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، اسے اپنے سامنے لہرایا پھر دھمکی آمیز انداز میں کہنے لگا۔

''تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے...... میں تجھے اس وقت تک اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گا جب تک تُو ہمارے بادشاہ کے سامنے سجدے کے انداز میں تعظیم ادا نہیں کرتا...... اب تک جو تُو نے گفتگو کی ہے وہ ہم سب سالاروں کے لئے ناقابل برداشت ہے اور میں اپنے ساتھی سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد ہی تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔''

بیدو خاں کی اس گفتگو سے شہاب الدین مزید برہم اور برافروختہ ہو گیا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ یہ وہ تلوار تھی جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ وہ ایک بھاری بھرکم تلوار تھی۔ پھل خوب چوڑا، خم دار تھا۔ چمک ایسی صیقل شدہ کہ آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ پھر شہاب الدین نے

اپنی تلوار کو اپنے سامنے لہرایا اور بیدو خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیدو خاں! تم نے تلوار بے نیام کر کے مجھ پر موت کی طرح وارد ہونے کا اعلان کیا ہے...... ذرا میری تلوار کی طرف بھی دیکھ، قسم زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے رب کی، قسم اُس خدا کی جس نے ہمارے رسولِ عربی کو نبی بنا کر مبعوث کیا اور قسم مجھے کعبہ کے رب کی، تُو ذرا میرے سامنے آ...... میری تلوار کی چمک میں تجھے موت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ اگر تُو اپنے آپ کو ایسا ہی سُورما سمجھتا ہے تو آ، میرے ساتھ ٹکرا...... پھر دیکھتے ہیں میری موت تیرے ہاتھوں ہوتی ہے یا تُو میرے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو کر یہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کے سامنے اپنی گردن کو پشیمانی اور خجالت میں خم کر کے کھڑا ہوتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب خاموش ہوا تب گور خاں کے درباریوں میں سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص اٹھا، اپنی نشست سے اٹھنے کے بعد وہ شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا۔

''تُو ابھی نوجوان اور نو عمر ہے...... جذبات میں ڈوب کر گفتگو نہ کر۔ بیدو خاں جس سے تُو مخاطب ہے یہ ہمارے بادشاہ کا ہونے والا داماد ہے۔ بادشاہ کی وہ چھوٹی بیٹی جو اپنی ماں، بڑی بہن اور بہنوئی کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نام کیرش ہے۔ یہ بیدو اسی کا منگیتر ہے۔ لہٰذا دربار میں جس انداز میں تُو اس سے گفتگو کر رہا ہے ایسی گفتگو نہ کر۔ اس لئے کہ گور خاں تیرے لئے کوئی نا مناسب فیصلہ بھی دے سکتا ہے۔ اس موقع پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ چپ چاپ اپنی تلوار نیام میں کر لو۔ تمہارے ایسا کرنے سے شاید بیدو خاں بھی ٹھنڈا ہو جائے اور وہ بھی اپنی تلوار کو نیام میں لے جائے اور معاملہ یہیں پر رفع دفع ہو جائے۔ یہ بھی سن کہ بیدو خاں ہمارے بادشاہ کا بھتیجا بھی ہے۔''

یہ کہنے کے بعد وہ بوڑھا پلٹا اور جس نشست سے وہ اٹھا تھا اسی پر دوبارہ جا کر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین کسی ردِعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بیدو خاں، گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھرے دربار میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس سفیر کے تمرد کو صاف اور اس کی کج روی کو سیدھا اور اس کے گھمنڈ کو استوار کر کے رکھ

دوں۔ میں اس پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں اگر ہمارا کوئی اور لشکر دریائے آمو کے اس پار کارروائی کرتا ہے تو یہ لوگ اس لشکر کی راہ نہیں روک پائیں گے۔ اس نوجوان کو یہ بھی بتا دیا جائے کہ دریائے آمو کو پار کر کے ان کے علاقوں میں ہمارے جس لشکر نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا، مسجدیں گرائی تھیں، مکتب ویران کیئے تھے، اس لشکر کی کمانداری میں کر رہا تھا۔ ذرا اس بھرے دربار میں مجھے اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔"

بیدو خاں کے ان الفاظ پر خطا کے ترکوں کا سلطان گور خاں مسکرایا، توصیفی انداز میں بیدو خاں کی طرف دیکھا، اس کے بعد شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"جو کچھ بیدو خاں نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے، تم نے بھی سنا ہے۔ کیا تم اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو؟"

شہاب الدین کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، پھر گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ شخص مجھے شکل سے ہی کوئی اچھا تیغ زن نہیں لگتا۔ اگر آپ نے میرا تیغ زنی کا مقابلہ کسی سے کرانا ہی ہے تو پھر آپ کی مملکت کا جو سب سے اچھا، بہترین اور نایاب اور بے نظیر قسم کا تیغ زن ہے اسے میرے مقابلے پر لائیے تا کہ مجھے بھی احساس ہو کہ میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی شخص اترا ہے جو میرے لئے نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکا تو گور خاں کی چھوٹی اور حسین بیٹی کیرش برہمی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"بیدو خاں ہماری مملکت کے چند عمدہ ترین تیغ زنوں میں سے ایک ہے ...... ایسی گفتگو کر کے تم اس کی توہین کر رہے ہو۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم گور خاں کی بیٹی ہو اور اس بیدو خاں کی منگیتر بھی ہو...... اگر تم کہتی ہو کہ یہ اچھا تیغ زن ہے تو میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بیدو خاں بھی خوش ہو گیا تھا۔ جبکہ گور خاں کے چہرے پر بھی بڑا سکون تھا۔ دربار میں اس وقت جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب

بھی جستجو بھرے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

اپنی نشست سے اٹھ کر بیدو خاں جب شہاب الدین کی طرف بڑھا تب اس کی منگیتر اور گور خاں کی چھوٹی بیٹی کیرش اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیدو خاں! میں سمجھتی ہوں یہ تمہارے سامنے زیادہ دیر نہیں نکال سکے گا۔ لہٰذا اسے زخمی کرنے کی کوشش نہ کرنا ...... یہ ایک سفیر ہے۔ اس کے لئے ہاتھ ذرا ہلکا رکھنا تا کہ یہ صحیح سلامت اپنے سلطان علاؤالدین کے پاس پہنچ سکے۔"

کیرش کے ان الفاظ پر بیدو خوش ہو گیا تھا۔ گھمنڈ اور تمرد کا اظہار کرتے ہوئے شہاب الدین کے سامنے آیا۔ اس کی آمد تک شہاب الدین بھی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ شہاب الدین کے پاس آ کر دھاڑتے لہجے میں بیدو خاں نے اسے مخاطب کیا۔

"اس دربار میں داخل ہونے کے بعد تُو نے دو بڑی غلطیاں بلکہ گناہ کیئے ہیں ...... پہلا یہ کہ تُو نے سجدے کے انداز میں جھک کر ہمارے بادشاہ گور خاں کو تعظیم نہیں دی۔ تم نے دوسری گستاخی یہ کی ہے کہ ہمارے بادشاہ گور خاں کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ اب ہمارا کوئی لشکر دریائے آمو کو پار کر کے تمہارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تو وہ لشکر واپس نہیں آئے گا۔ اور تم نے دعویٰ کیا کہ تم خود اس لشکر سے ٹکراؤ گے اور واپس نہیں آنے دو گے۔

سنو ...... اس سے پہلے بھی میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریائے آمو کو پار کر کے تمہاری سرزمینوں میں داخل ہوا تھا۔ اب بھی چند دن کا وقفہ ڈال کر پھر داخل ہوں گا۔ تا کہ تمہیں میرا مقابلہ کرنے کا موقع میسر آ سکے۔ رہی بات اس مقابلہ کی تو میں پہلے ہی بتائے دیتا ہوں کہ تم زیادہ دیر تک میرے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے۔ لمحوں کے اندر میں تمہاری حالت بے خانماں طیور، دکھ کے خونی سایوں اور بوند بوند کو ترستے شجر سے بھی بدتر بنا کر رکھ دوں گا۔"

جب تک بیدو خاں بولتا رہا، شہاب الدین مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تب وہ بھی پُر جوش انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیدو خاں! یہ تلوار کا کھیل ہے ...... یہ تو وقت بتائے گا کہ تم مجھے زیر کرتے ہو یا میری تلوار کی نوک تمہاری گردن کو ناپتی ہے۔ بیدو خاں! میں قپچاق ترک ہوں اور تم

جانو، ہمیں ورثے میں اس تلوار کے سوا کچھ ملتا بھی نہیں ہے۔ رہی بات تمہاری دھمکی کی تو ذرا مجھ سے ٹکرا کر دیکھو، پھر وقت بتائے گا کامیابی کدھر کا رخ کرتی ہے؟ ...... بدنامیاں اور رسوائیاں کس کے دامن میں آتی ہیں ......؟ پر ایک بات یاد رکھنا بیدو! تم جیسے زیتون کے پتوں پر بجلیاں گرانے والے ابلیس کی اُمت کے نمائندے اور نفرتوں اور بدی کی دلالی کرتے غلیظ گماشتے میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ وقت ضائع نہ کر، آ مجھ سے ٹکرا...... پھر میرے تیرے ٹکراؤ کا انجام یہاں سب بیٹھے لوگ دیکھیں۔"

شہاب الدین کی اس گفتگو سے بیدو خاں تاؤ کھا گیا تھا۔ فوراً اپنی تلوار کو حرکت میں لایا اور اندھیرے کے نقاب میں جوش مارتی حدتوں، چڑھتی جوانی کا رقص کرتے سمندر کے خروج کی طرح آوازیں نکالتا ہوا ٹوٹ پڑا تھا......

شہاب الدین نے پہلے بیدو کے حملے کو روکنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے عجیب سے انداز میں مرگ کے ہم رازوں اور قضاء کے فرزندوں کی طرح سرمدی آوازوں اور حوادث کے طوفانی عمل کی طرح تکبیریں بھی بلند کرنا شروع کر دی تھیں۔ چند بار بیدو کے حملوں کو روکنے کے بعد شہاب الدین ایک دم جارحیت پر اتر آیا تھا۔ اب وہ نیلگوں بحر میں سرگرداں پر اسرار بگولوں، قہر کے لمحے پھیلاتے ہلاکت کے پیش رو کی طرح بیدو پر انتہا درجہ کے خطرناک وار کرنے لگا تھا۔

دونوں کچھ دیر تک تنازعۂ بقاء و مرگ و زیست کی آہ و بکا، چیختے چنگھاڑتے لمحوں اور اُجاڑ پن کے جھکڑوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے۔ شروع میں بیدو خاں نفرت کے کھولتے الیوں اور شر کی انتہا پسندی اور کسی صحرا، کسی دشت کی بڑھتی حدت کی طرح بڑھ چڑھ کر حملے کرتا رہا۔ لیکن جب شہاب الدین نے اس پر اس سے بھی زیادہ ہولناک اور خطرناک وار کرنے شروع کئے تب بیدو خاں کو شہاب الدین کی تلوار کے اندر اپنے لئے خطرے ہی خطرے، خدشے ہی خدشے دکھائی دینے لگے تھے۔ اس لئے کہ بیدو خاں جہاں شہاب الدین پر ایک وار کرتا تھا، وہاں اتنی ہی دیر میں شہاب الدین اس پر تین وار کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ بیدو خاں کے اندر تھکاوٹ اور بیزاری کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ جبکہ دوسری طرف شہاب الدین کے حملوں میں کوہستانوں کی بڑھتی ویرانیوں، سمندر کی گہری کھولتی غراہٹوں، پرانی صدیوں کے کھنڈرات کی گہری ہوتی بوسیدگی کی طرح حملوں کی تیزی اور وار کرنے کا

جوش بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ پھر دربار میں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں نے دیکھا کہ شہاب الدین کے تیز حملوں کے سامنے بیدو کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے گور خاں، اس کے سارے عزیز و اقارب، سالار اور درباری سنجیدہ ہو گئے تھے...... تشویش ناک انداز میں بیدو کی طرف دیکھ رہے تھے...... جبکہ لحہ بہ لحہ شہاب الدین کے سامنے بیدو کی حالت اب بوسیدہ ہوتے نقوش، سناٹوں کی چھاؤں میں مایوسیوں کے لمحوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اب صورت حال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ شہاب الدین پہلے کی نسبت بھی پُر جوش انداز میں بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہا تھا اور اس کے حملوں میں تیزی آ چکی تھی۔ دوسری طرف بیدو خاں پوری طرح تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ شہاب الدین اب اسے اپنے آگے آگے دھکیلنے لگا تھا اور بیدو خاں الٹے پاؤں پیچھے ہٹتا ہوا اپنا دفاع کرتے ہوئے اپنا آپ بچانے اور دربار کے اندر اپنی عزت کا بھرم رکھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

بیدو خاں کو الٹے پاؤں بھگاتا ہوا شہاب الدین ایک بار اسے اس شہ نشین کے قریب لایا جس کے قریب گور خاں، اس کی بیوی، بیٹیاں اور داماد بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں آ کر شہاب الدین زوردار انداز میں چلایا۔

"بیدو خاں! سنبھل......"

بیدو خاں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا کہ شہاب الدین کیا کرنے لگا ہے۔ اس کے بعد شہاب الدین نے فضا میں تھوڑی سی جست لگائی تھی۔ پھر جب اس نے زوردار انداز میں بیدو خاں کی تلوار پر اپنا وار کیا تھا تو بیدو خاں کی تلوار کو شہاب الدین کی تلوار کاٹتی چلی گئی تھی۔ بیدو خاں کی تلوار کٹ کر زمین پر گر گئی تھی۔ دستہ اس کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا تھا۔ اسی لحہ شہاب الدین نے اپنی تلوار کی نوک بیدو خاں کی گردن پر رکھ دی۔ پھر تحکم آمیز انداز میں اسے کہنے لگا۔

"ہاتھ میں یہ پکڑا ہوا دستہ بھی زمین پر پھینک دو...... ورنہ یاد رکھنا، میری تلوار کی نوک میں ایسی تیزی آئے گی کہ تیری گدی کو چھوتی چلی جائے گی۔"

بیدو خاں سہم گیا تھا۔ اس کا رنگ پیلا ہو گیا تھا...... ہاتھ میں پکڑا ہوا اپنی تلوار کا دستہ فوراً اس نے پھینک دیا۔

اس کے دستہ چھینکنے کے ساتھ ہی پلک جھپکتے میں شہاب الدین نے اپنی تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لی، اپنا دایاں ہاتھ بیدو خاں کی پیٹی میں ڈالا۔ ایک بار پھر زوردار انداز میں تکبیر بلند کی، پھر ایک ہی ہاتھ سے اس نے بیدو خاں کو اٹھا کر فضا میں معلق کر دیا۔ تھوڑی دیر تک اسے فضا میں لہراتا رہا، پھر اسے گور خاں کے قدموں میں پھینکتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

"کیا یہ ہے وہ تیغ زن جس سے متعلق آپ کی بیٹی نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ آپ کی سلطنت کے چند عمدہ تیغ زنوں میں سے ایک ہے...... جیسی تیغ زنی اس نے کی ہے اس سے بہتر تیغ زنی تو ہمارے ہاں کی عورتیں کر لیتی ہیں۔"

شہاب الدین بن مسعود نے جس وقت یہ کلمات ادا کئے اسی وقت گور خاں کے لشکروں کا سپہ سالار تانیکو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا، پھر کہنے لگا۔

"اپنی زبان کو، اپنے حلقوم کے اندر سنبھال کر رکھو...... جو کلمات تم ادا کر رہے ہو وہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہیں ...... زیادہ پھیلو گے تو تمہاری گردن کٹ بھی سکتی ہے۔"

شہاب الدین نے کھا جانے والے انداز میں تانیکو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تمہارے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ تم سپہ سالارِ اعلیٰ ہو...... بیدو خاں تو ہار چکا ہے۔ اگر تمہیں کوئی شک اور شبہ ہو تو تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تم بھی آ جاؤ...... تمہاری حالت بیدو خاں سے بھی بدتر نہ کر دی تو پھر میرا نام تبدیل کر کے مجھے میرے سلطان کی طرف بھیج دینا۔"

شہاب الدین کی اس گفتگو سے تانیکو شرمندہ سا ہو گیا تھا۔ جواب طلب سے انداز میں گور خاں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ گور خاں نے ہاتھ کے اشارے سے جب اسے بیٹھنے کے لئے کہا تو تانیکو بل کھاتا ہوا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ پھر گور خاں نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

"میں سمجھتا تھا کہ تم صرف ایک سفیر ہو اور علاؤ الدین خوارزم شاہ نے تمہیں سفیر بنا کر میری طرف بھیجا ہے...... لیکن ایسا نہیں ہے۔ تم ایک عمدہ، لاجواب اور بے مثال تیغ زن ہو...... بیدو خاں کو تیغ زنی میں اپنے سامنے زیر کر کے تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم

ان چند تیغ زنوں میں سے ہو جو حالات کا رخ بدلنے کی طاقت اور قوت رکھتے ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟"

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر میں میری حیثیت یہ ہے کہ میں اس کے لشکر کا ایک کم تر کارکن اور لشکری ہوں۔ بس اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں۔"

گور خاں نے کچھ سوچا، پھر فیصلہ کن انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو جو پیغام تمہیں علاؤ الدین نے دیا تھا وہ تم پہنچا چکے۔ اب تم جا سکتے ہو...... واپس جا کر علاؤ الدین سے کہنا کہ خراج کی رقم اس کے ذمہ ہے...... اس کی ادائیگی کر دے۔ ورنہ آنے والے دور میں وہ ایسی تباہی اور بربادی دیکھے گا کہ اس کے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔"

گور خاں کے ان الفاظ کا شہاب الدین نے کوئی جواب نہ دیا اور گور خاں کے دربار سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بیدو خاں اپنی جگہ پر اٹھا، اپنے کپڑے جھاڑے، ایک افسردہ سی نگاہ اس نے اپنی کٹی ہوئی تلوار پر ڈالی پھر گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"علاؤ الدین خوارزم شاہ کا یہ سفیر بھرے دربار میں میری توہین، میری بے عزتی کا باعث بنا ہے...... میں اسے بچ کر واپس نہیں جانے دوں گا...... اپنی ہی سرزمینوں میں اسے لہو میں نہلا کر رکھ دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی بیدو خاں جہاں سے اٹھا، وہیں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ گور خاں نے اسے مخاطب کیا۔

"بیدو خاں! وہ سفیر کی حیثیت سے یہاں آیا ہے...... سفیر کی یہ حالت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہمارے سفیر اور ہمارے نمائندے بھی خراج طلب کرنے کے لئے علاؤ الدین کے پاس جاتے رہتے ہیں...... اس بناء پر سفیر سے برا سلوک نہیں ہونا چاہئے۔ تاہم تم اس سے انتقام لینا ہی چاہتے ہو تو پھر اپنے کچھ آزمودہ کار لشکریوں کو اس سے آگے آگے روانہ کر دو جو دریائے آمو کے پل کے قریب اس کی راہ روکیں، اس پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کریں اور اسے زخمی کرنے کے بعد اس کے گھوڑے کو مار بھگا کر پُل کے پار کر دیں۔ وہ اس کو اتنا زخمی کریں کہ اپنے علاقوں میں داخل ہونے

کے بعد کچھ دور تک یہ سفر کرنے کے قابل رہے، اس کے بعد اپنی جان سے ہار بیٹھے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو پھر اس کے زخمی ہونے یا مارے جان کے جواز میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے ہاں سے بالکل سلامت گیا تھا اور دریائے آمو کے پُل کے پار اس پر کوئی حملہ آور ہوا اور اس کی جان کے درپے ہو گیا۔ اس میں ہم یا ہمارا کوئی لشکری ملوث نہیں ہے۔''

گور خاں کے یہ الفاظ سن کر بیدو خاں خوش ہو گیا تھا اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دربار سے نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد حسین و خوبصورت کیرش کی بڑی بہن اور گور خاں کی منجھلی بیٹی بڑے غور سے گور خاں کی طرف دیکھتے ہوئے احتجاج بھرے انداز میں بول اٹھی۔

''پدرِ محترم! اکثر و بیشتر مواقع پر میں نے دیکھا کہ آپ نے ہمیشہ اچھے تیغ زنوں کی قدر دانی کی، جرأت مندی اور بہادری کا مظاہرہ کرنے والوں کو خوب نوازا ...... لیکن آج آپ کا رویہ دیکھتے ہوئے مجھے بے حد دُکھ اور صدمہ ہوا تھا ...... علاؤالدین خوارزم شاہ کا سفیر جس نے اپنا نام شہاب الدین بن مسعود بتایا تھا اور جس نے ہمارے بھرے دربار میں بہترین بہادری و جرأت مندی اور استقلال و اُولوالعزمی اور ایک عمدہ حوصلہ مندی کا مظاہرہ کیا، انعام دینے کی بجائے ایک طرح سے آپ نے اسے دھتکار کر نکال دیا۔ پدرِ محترم! چاہئے تو یہ تھا کہ آپ اسے جی بھر کر انعام و اکرام سے نوازتے ...... اس کی جرأت مندی، اس کی دلیری کی حوصلہ افزائی کرتے ...... اس کی طاقت و قوت کا اعتراف کرتے۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے آپ نے بیدو خاں کو اجازت دے دی کہ وہ اسے دریائے آمو کے پُل کے قریب زخمی کر کے اسے اس کے علاقوں کی طرف دھکیل دے۔ کیا ایک اچھے تیغ زن، ایک لاجواب جنگجو کے ساتھ ایسا کرنا، ایسا رویہ رکھنا انصاف پر مبنی ہے......؟''

زوزن کی اس گفتگو پر اس کی چھوٹی اور خوبصورت بہن کیرش جو بیدو خاں کی منگیتر تھی، بڑے غور اور ناپسندیدگی کے سے انداز میں زوزن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں شکوے ہی شکوے اور سوال ہی سوال تھے۔ شاید وہ اپنی بہن کو مخاطب کر کے کچھ کہتی کہ اس سے پہلے ہی گور خاں بول اٹھا تھا۔

''زوزن، میری بیٹی! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ...... بھرے دربار میں علاؤالدین

خوارزم شاہ کے اس سالار نے تیغ زنی کے مقابلے میں بیدو خاں کو نیچا دکھایا ہے۔ اس کی بے عزتی اور اس کی توہین کا باعث بنا ہے ...... اب بیدو خاں نے اپنی اس بے عزتی کا انتقام تو لینا ہے۔ میری بچی! یہ بھی یاد رکھو، بیدو خاں صرف میرا بھتیجا ہی نہیں، تمہاری چھوٹی بہن کیرش کا منگیتر بھی ہے ...... اس بناء پر اس کی بات کو ٹالا نہیں جا سکتا۔''

گور خاں جب خاموش ہوا تب عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے زوزن بول اٹھی۔

''پدرِ محترم! میں آپ کی اس توجیح سے اتفاق نہیں کرتی ...... کل کو اگر بیدو خاں ضد کرے گا کہ آپ تخت و تاج سے علیحدہ ہو جائیں اور وہ تخت و تاج کا مالک بننا چاہتا ہے تو کیا آپ ایسا کر گزریں گے......؟''

زوزن کے ان الفاظ پر گور خاں چونک اٹھا تھا۔ عجیب سی شرمندگی کے احساس میں لحہ بھر کے لئے اس نے اپنی بیٹی زوزن کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو بیٹی؟ ...... علاؤالدین خوارزم شاہ کا سفیر بھرے دربار میں بیدو خاں کی بے عزتی کا باعث بنا تو کیا بیدو اپنی اس بے عزتی کے جواب میں خاموش رہے اور کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کرے؟''

گور خاں کے ان الفاظ کے جواب میں جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی بیٹی زوزن پھر بول اٹھی تھی۔

''بابا! بیدو خاں خود ریچھ کی مکروہ خرخراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے اس سفیر کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا تھا۔ پر مقابلے کے دوران آپ نے دیکھا کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کا وہ سفیر کیسے رعد و برق کی طوفانی یورش کی طرح حملہ آور ہوا اور بیدو کی ساری بلندیوں کو پستیوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ...... جب وہ سفیر بیدو خاں پر تیز حملے کر رہا تھا تو بیدو خاں کی زبان میں کانٹے اور حلق میں پھندے پڑ گئے تھے۔ مقابلہ ہارنے کے باوجود جو آپ نے اسے اس نوجوان کی راہ روکنے اور اسے زخمی کرنے کی اجازت دے دی ہے تو میرے باپ! آپ کے اس فیصلے سے بیدو خاں بے ضمیری کے زیادہ خواب دیکھنا شروع کر دے گا جو ہمارے لئے مضر بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔''

گور خاں نے زوزن کی اس گفتگو کو ناپسند کیا تھا۔ کہنے لگا۔

”بیٹی! بیدو خاں میرا بھتیجا ہونے کے ساتھ ہماری مملکت کا بہترین سالار ہے اور پھر آنے والا سفیر مسلمان ہے۔ تم دونوں سے یکساں سلوک کی توقع تو نہ رکھو......“

گور خاں مزید کچھ کہتا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے زوزن بول اٹھی۔

”بابا! اگر یہ بات ہے اور اگر آپ مسلمانوں کو اپنے آپ سے کم تر خیال کرتے ہیں تو میرا رشتہ آپ نے سمرقند کے حاکم عثمان خان کے ساتھ کیوں طے کر دیا ہے؟“

گور خاں نے گھور کر زوزن کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ابھی رشتہ دینے کا وعدہ کیا ہے ...... رشتہ دیا نہیں ہے۔ جس سے میں کسی بھی وقت انکار کر سکتا ہوں۔“

گور خاں شاید اس موقع پر مزید اپنی بیٹی زوزن کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا اس نے دربار برخواست کر دیا تھا۔

★......★

◎ ◎ ◎

شہاب الدین بن مسعود اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب دریائے آمو کے پل کے قریب آیا تو اچانک ایک طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے شہاب الدین نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک دیا تھا۔ راہ روکنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

”علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سفیر! ہمارے بادشاہ گور خاں کو تعظیم نہ دینے اور بیدو کو شکست دینے کے بعد تم یوں صحیح سلامت تو اپنے علاقوں میں نہیں جا سکتے ...... ہم تمہیں اس قدر زخمی کریں گے کہ اپنے مرکزی شہر تک نہ پہنچ سکو، راستے ہی میں دم توڑ دو۔“

اس کی اس گفتگو سے شہاب الدین کھول اٹھا تھا...... آتشی لہجے میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”صف در صف، قطار در قطار میری راہ روکنے والو! تم جیسے اندھیرے کی بُکل میں چھپے کرب خیز خرخراہٹ دینے والے خوک میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں ...... میری راہ چھوڑ دو، ورنہ موت سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔“

راہ روکنے والوں میں سے ایک پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سفیر! وقت کی تیز رفتاری میں تجھ جیسے نوجوان جو قہر بھرے جھکڑ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ ہم نے بھی بہت دیکھ رکھے ہیں ...... ہم تو یہاں تیری حالت لحد میں اترتی شب سے بھی بھیانک بنا کر رکھیں گے۔

شہاب الدین اور زیادہ کھول اٹھا ...... تلوار بے نیام کر کے اس نے ڈھال پر بھی

گرفت مضبوط کر لی تھی۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ ہولناک لہجے میں بول اٹھا۔

”مجھے اپنے مرکزی شہر خوارزم ہر صورت میں پہنچنا ہے ...... چاہے مجھے تمہارے جسموں کے چیتھڑے اُڑا کر بھی آگے نہ بڑھنا پڑے ...... میری راہ چھوڑ دو ...... ورنہ تھوڑی دیر تک تم دیکھو گے تمہاری حالت میں شہر بدر حقیقتوں اور منزل کے آخری نوحے سے بھی بدتر کرتا ہوا آگے نکل جاؤں گا......“

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین بن مسعود کو رک جانا پڑا تھا۔ اس لئے کہ اچانک اسی سمت سے جس سمت سے راہ روکنے والے نمودار ہوئے تھے، تیروں کی تیز باڑھ کسی نے ماری تھی۔ ان تیروں کی وجہ سے راہ روکنے والوں میں سے کئی ایک چھلنی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے ...... باقی ابھی تذبذب اور پریشانی کی حالت ہی میں تھے کہ ایک بار پھر تیروں کی باڑ آئی۔ جو ابھی تک گھوڑوں پر بیٹھے تھے وہ بھی زخمی ہو کر زمین پر گر گئے۔

یہ صورتِ حال شہاب الدین مسعود کے لئے بڑی غیر متوقع تھی وہ کبھی اپنے سامنے راہ روکنے والوں کی لاشوں کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے دائیں جانب دیکھتا تھا جدھر سے دو بار کسی نے تیروں کی برسات کی تھی۔

شہاب الدین عجیب کشش و پنج کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے راہ روکنے والوں کی لاشیں پڑی تھیں اور ان کے گھوڑے اِدھر اُدھر بدک کے پھر رہے تھے۔

اس کی نگاہیں بار بار اس سمت اٹھ جاتی تھیں جدھر سے تیروں کی برسات ہوئی تھی۔ اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس لئے کہ دائیں جانب جو کوہستانی سلسلہ تھا، اس سے کئی نوجوان اسے نیچے اترتے دکھائی دیئے۔ ان سب کے کندھوں سے کمانیں اور پشت پر ترکش لٹک رہے تھے۔

شہاب الدین کے قریب آ کر ان میں سے ایک بڑی ہمدردی اور اپنائیت میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابنِ مسعود! رکو نہیں، اپنی منزل کی طرف نکل جاؤ ...... ہم تمہارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ دریائے آمو کا پل آگے بالکل قریب ہے۔ مرنے والوں کے گھوڑوں کو بھی اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے لے جاؤ ...... یہ تمہارے کام آئیں گے۔“

شہاب الدین ابھی تک آنے والوں کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے

مخاطب کرنے والا جب خاموش ہوا تب شہاب الدین جستجو بھرے انداز میں بول اٹھا۔

”صاحبو! کیا میں جان سکتا ہوں تم لوگ کون ہو ...... کیوں میری مدد کرنے کے لئے آئے ہو؟ اور......“

شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ جو پہلے اس سے مخاطب ہوا تھا، وہی کہنے لگا۔

”یہ فضول سوال ہے۔ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ بس یوں جانو ہمیں کسی نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے اور جس نے ہمیں بھیجا ہے وہ ایک انتہائی معتبر و معزز ہستی ہے۔“

اس کی گفتگو نے شہاب الدین کو مزید جستجو میں ڈال دیا تھا۔ لہٰذا بڑی نرمی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز مہربانو! کیا میں اپنے اس محسن اور اپنے اس مربی کا نام جان سکتا ہوں جس نے تمہیں میری مدد کے لئے روانہ کیا ہے......؟“

شہاب الدین ک مخاطب کرنے والے کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر وہ کہنے لگا۔

”فی الحال ہم اس کا نام تم سے نہیں کہہ سکتے ...... اس لئے کہ ہمارے لئے یہی حکم ہے۔ ہم تم سے مزید گفتگو بھی نہیں کریں گے ...... ہمارے گھوڑے کوہستانی سلسلے کے اس طرف کھڑے ہیں اور ہمیں فی الفور واپس جانا ہے ...... ان کی لاشیں یہیں پڑی رہیں گی تاکہ گور خاں کے بھتیجے بیدو خاں کو خبر ہو جائے کہ تمہاری راہ روکنے کے لئے اس نے جن نوجوانوں کو بھیجا تھا، ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے ...... اب تم جاؤ ...... ہم تم سے مزید گفتگو نہیں کریں گے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ مڑے، بھاگتے ہوئے کوہستانی سلسلے پر چڑھے۔ پھر دوسری سمت اتر گئے تھے۔

جب وہ شہاب الدین کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تب شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، مرنے والوں کے سب گھوڑوں کو اس نے اپنے آگے آگے لگایا اور تیزی سے ہانکتا ہوا وہ دریائے آمو کا کشتیوں کا پُل عبور کر رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے مرکزی شہر خوارزم کے نواح میں مستقر کے وسط میں کھلے میدان کے اندر نئے بھرتی کئے جانے والے لشکریوں کی تربیت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر اس کے سالار اور وزراء کے علاوہ کچھ اُمرائے سلطنت بھی اس کے ہمراہ تھے۔ لشکریوں کی تربیت کے منظر کو دیکھتے ہوئے علاؤ الدین اچانک چونک سا پڑا۔ اس لئے کہ ایک طرف سے شہاب الدین اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا تھا۔ سلطان کے پاس آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اُترا، بلند آواز میں سلام کیا پھر سب سے اس نے پُرجوش مصافحہ کیا۔ اس موقع پر جستجو بھرے انداز میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! کیا اخلاط سے تُو ہمارے لئے اچھی خبر لایا ہے......؟"

جواب میں شہاب الدین نے گور خاں کے دربار میں ہونے والی ساری گفتگو سے علاؤ الدین کو آگاہ کر دیا تھا اور علاؤ الدین، شہاب الدین کی اس کارگزاری پر تھوڑی دیر مسکراتا رہا، اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"تُو نے اپنے عمل، اپنی تیغ زنی سے یقیناً گور خاں، اس کے سالاروں اور لشکریوں پر ایک اچھا بلکہ خوفناک تاثر چھوڑا ہے...... اب تُو نے جو یہ بتایا ہے کہ بیدو خاں جو گور خاں کا بھتیجا بھی ہے، وہی دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا اور وہ پھر ایسا کرے گا تو اس کا سدِ باب کرنے کے لئے تمہارے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟"

سلطان علاؤ الدین کے خاموش ہونے پر شہاب الدین بول اٹھا۔

"سلطانِ محترم! جن علاقوں پر خطا کے غیر مسلم ترک حملہ آور ہوتے ہیں، ان کی حفاظت کرنا ہمارے لئے انتہائی اہم ہے...... وہاں ہمیں اپنا ایک خاصا بڑا لشکر رکھنا ہو گا۔ اس لشکر کے ذریعہ نہ صرف ہم حملہ آور گور خاں کے لشکریوں کو روک سکتے ہیں، انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ آنے والے دور میں اگر گور خاں ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑتا ہے، ہم پر حملہ آور ہوتا ہے تو ان علاقوں میں جو لشکر موجود ہو گا، وہ گور خاں کی پیش قدمی کو اس کی پسپائی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

سلطانِ محترم! اگر کسی دور میں یا کسی وقت گور خاں دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے لشکر کے ساتھ ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو دریائے آمو کے کنارے ہمارے

علاقوں میں جو ہمارا لشکر متعین ہو گا، وہ دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔ ساتھ ہی گور خاں کو یہ بھی اطلاع دے دی جائے گی کہ وہ تو مسلمانوں کے علاقوں میں پیش قدمی کر رہا ہے جبکہ خود اس کے علاقوں میں مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ایسی صورت میں گور خاں پیش قدمی کرنے کی بجائے پسپائی کو ترجیح دے گا۔"

"ابنِ مسعود! جو کچھ تم نے کہا ہے بظاہر یہ بڑی اچھی تجویز ہے...... لیکن ناممکن ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اب تم مجھ سے یہ بھی پوچھو گے کہ یہ کیسے ناممکن ہے...... کیوں اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا؟...... تو میں تمہارے سامنے اس کی بھی وضاحت کر دیتا ہوں۔ معاملہ یوں ہے کہ اگر گور خاں، دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو گا تو یاد رکھنا، دریائے آمو کا پُل تو گور خاں کے لشکریوں ہی کی نگاہ میں ہو گا۔ ویسے بھی گور خاں اس پُل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہے...... اگر گور خاں ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو گا تو یقیناً پُل کی حفاظت کے لئے بھی اپنے لشکر کا کوئی حصہ مقرر کرے گا۔ ایسی صورت میں ہمارا کوئی بھی لشکر کیسے پُل کو عبور کر کے گور خاں کے علاقوں میں داخل ہو گا، اس کے علاقوں میں ترک تاز یا تباہی و بربادی کا کھیل نہ کھیل پائے گا۔"

"محترم! یہ ناممکن نہیں ہے...... بلکہ بڑا آسان کھیل ہے۔ گور خاں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے اگر ہم اس کے علاقوں میں گھس کر دور تک ترک و تاز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس مقصد کے لئے ہمیں پُل کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا...... اس لئے کہ علاؤ الدین بول اٹھا۔

"ابنِ مسعود! شاید تم نے دریائے آمو کا کبھی بغور جائزہ نہیں لیا...... بغیر پُل کے اسے عبور کرنا انتہائی خطرناک بلکہ ناممکن ہے...... دریائے آمو سے متعلق تم نے یہ بھی سن رکھا ہو گا کہ طاقتور سے طاقتور گھوڑا بڑی مشکل سے اسے عبور کر سکتا ہے۔ ہاں! اگر اس گھوڑے کی پیٹھ پر کوئی سوار بیٹھا ہو تو پھر گھوڑا دریا کو پار نہیں کر سکتا۔ یہ آزمائی ہوئی بات ہے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔"

سلطان کی اس گفتگو سے شہاب الدین مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! پل یا گھوڑے کے ذریعے دریا کو عبور کرنے کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ہیں ...... میری پہلی گزارش تو آپ سے یہ ہے کہ آپ مجھے ایک لشکر مہیا کر دیں ...... میں ان علاقوں میں قیام کروں گا جہاں گور خاں کے لشکری دریائے آمو کو پار کر کے حملہ آور ہوتے ہیں اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتے ہیں اور لوٹ مار کرتے ہیں ...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں انہیں نہ تباہی کا کھیل کھیلنے دوں گا نہ انہیں لوٹ مار کرنے دوں گا۔ بلکہ انہیں ایسا نقصان پہنچاؤں گا کہ وہ سوچ سمجھ کر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔"

علاؤ الدین مسکرا دیا، کہنے لگا۔

"ابنِ مسعود! میں تمہیں لشکر کا ایک حصہ بھی مہیا کر دوں گا۔ تمہیں وہاں متعین بھی کر دوں گا ...... لیکن پہلے اپنے کام کی وضاحت کرو۔ تم دشمن کو کیسے روکو گے......؟ کیسے ان پر جوابی ضرب لگاؤ گے......؟"

شہاب الدین نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطانِ محترم! سب سے پہلے مجھے خاصی تعداد میں مشکیزے مہیا کئے جائیں۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ مخصوص تعداد میں سرخ اور ہری جھنڈیوں کی بھی ضرورت پڑے گی۔"

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس موقع پر گھورنے کے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا۔

"پہلے ان کی افادیت بتاؤ، پھر مزید گفتگو کرتے ہیں۔"

شہاب الدین نے پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، اس کے بعد سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! جہاں تک مشکیزوں کا تعلق ہے تو جس وقت میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے علاقوں میں گھس کر اسے نقصان پہنچانے یا اس کی پسپائی کو روکنے کا ارادہ کرنا ہوگا تو میں ان مشکیزوں میں خشک گھاس یا پرالی بھر کے اور مشکیزوں کا منہ خوب اچھی طرح باندھ کر ان کے ذریعے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے آمو کو عبور کر سکتا ہوں۔ اگر مشکیزوں کے اندر خوب ٹھونس ٹھونس کر خشک گھاس یا پرالی یا ایسی ہی کوئی اور چیز بھر دی جائے اور ان کا منہ اچھی طرح بند کر دیا جائے تو پھر ان مشکیزوں کے ذریعے بڑی آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ہری جھنڈیوں

کا تعلق ہے تو دریا کے کنارے جو مسلمانوں کی آبادیاں ہیں، جہاں گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے ہیں وہاں میں کچھ مخصوص گھروں کا انتخاب کروں گا جن کی چھتوں پر ان ہری، سرخ جھنڈیوں کو لہرانے کا کام سرانجام دیا جائے گا۔ وہ مخصوص لوگ، امن کی صورت میں اپنے گھروں کے اوپر سرخ جھنڈے لہراتے رہیں گے جن کی ابتداء دریائے آمو کے پُل کی طرف سے ہوگی۔ اور جب گور خاں کے لشکری دریا کے پُل کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے تو سب سے پہلی بستی جو قریب ہوگی اس کے اوپر جو ہرا جھنڈا لہرا رہا ہوگا، اس جگہ سرخ جھنڈا لہرا دیا جائے گا ...... اس طرح آگے جس قدر بستیاں ہوں گی، وہ یکے بعد دیگرے سرخ جھنڈے لہراتی چلی جائیں گی۔ اس لئے کہ جب ایک بستی کی چھت پر سرخ جھنڈا ہوگا تو دوسری بستی اسے دیکھتے ہوئے اپنا ہرا جھنڈا نیچے کر کے سرخ جھنڈا لہرا دے گی ...... اس طرح آخر تک سرخ جھنڈے لہراتے چلے جائیں گے جو ہمارے لئے اشارہ ہوگا کہ دشمن حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ اور یہ اشارہ ملتے ہی پھر دیکھئے گا، میں گور خاں کے لشکر پر کس طرح حملہ آور ہو کر اسے اپنے علاقوں میں گھسنے کی سزا دیتا ہوں۔"

شہاب الدین جب خاموش ہو گیا تب علاؤ الدین تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"ابنِ مسعود! جو کچھ تم نے کہا ہے وہ قابل عمل ہے ...... اور اس کے ذریعے یقیناً ہم گور خاں کے لشکریوں کو نہ صرف اتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر جیسا کہ تم نے کہا ہے، گور خاں کی پیش قدمی کو پسپائی میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں ...... ابنِ مسعود! یہ گفتگو کر کے تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب مطمئن رہو ...... چند دن کے اندر ہی مشکیزے، ہری اور سرخ جھنڈیوں کے علاوہ تمہیں دوسرا سارا حرب و ضرب کا سامان مہیا کر دیا جائے گا ...... تمہاری ماتحتی میں، میں ایک خاصا بڑا لشکر رکھوں گا۔ لشکری اب تم سے کافی مانوس بھی ہو چکے ہیں ...... وہ تمہیں پسند کرتے ہیں، تمہیں چاہتے بھی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ گور خاں کے لشکریوں کے خلاف تم اپنے لشکر سے خوب کام لو گے ...... اب تم آرام کرو۔ بہت جلد تمہارے لئے سارے انتظامات کو آخری شکل دے دی جائے گی۔ اور تمہیں ان علاقوں میں متعین کر دیا جائے گا جہاں گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان سے اجازت لے کر شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

❀❀❀

اپنی جنگی تیاریوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے اور اپنے لشکر میں اضافہ کرنے کی خاطر عارضی طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوری سلطان غیاث الدین کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ تاہم اندر ہی اندر سلطان علاؤ الدین اپنے لشکریوں کو کیل کانٹے سے لیس کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ہرات پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ غوری اسے نقصان پہنچا رہے تھے، لہٰذا اس نے بھی غوریوں کو نقصان پہنچانے کا عہد کر لیا۔ اس مقصد کے لئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے دو بھائیوں سے کام لینا شروع کیا۔

کہتے ہیں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ تکش کے عہد میں دو بھائی جو سلطان کے معتمدین میں سے تھے اور سرخس شہر کے حاکم تھے، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ تکش کے فوت ہونے کے بعد دونوں بھائی بظاہر تو سرخس شہر سے نکل کر غیاث الدین غوری کے پاس چلے گئے لیکن اندرونِ خانہ ان کی ہمدردیاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ تھیں۔

دوسری طرف غوری سلطان غیاث الدین بھی ان پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کرتا تھا اور انہیں اپنے معتمدین میں شمار کر لیا تھا اور حالت یہاں تک پہنچی تھی کہ غیاث الدین غوری کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ ہر معاملے میں اُن سے مشورہ لیتا اور ان کی رائے کو وہ ہمیشہ وقعت دیا کرتا تھا۔

لیکن غیاث الدین غوری کو یہ معلوم نہیں تھا کہ دل سے دونوں بھائی خوارزم شاہ علاؤ الدین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں بھائی علاؤ الدین خوارزم شاہ سے وفاداری کرتے ہوئے اور غیاث الدین غوری کے دربار میں رہتے ہوئے غوریوں کے تمام راز خفیہ طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پہنچا دیا کرتے تھے۔

جن دنوں غوریوں کا ایک سفیر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان نے اسے اپنے پاس روک لیا تو اس سفیر کو کسی طریقے سے ان دو بھائیوں کی غداری کا علم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے غیاث الدین غوری کو اپنے بھائی عمر بن محمد کی معرفت جو ہرات کا قائم مقام صوبے دار تھا، ان دو بھائیوں کی غداری سے بذریعہ خط اطلاع دی۔

اس خط میں غیاث الدین غوری کے سفیر نے ان دو بھائیوں کی منافقت سے ہوشیار رہنے کی بھی تلقین کی لیکن عیار بھائیوں نے خلوص اور صداقت کی وہ دھاک بٹھا رکھی تھی کہ کسی نے سفیر کی بات پر کان نہ دھرا۔

اسی اثناء میں سفیر نے اتفاقاً ان دو بھائیوں کا خط پکڑ لیا اور دعوے کے ثبوت میں غیاث الدین غوری کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ خط غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا تو اس نے دونوں بھائیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ وہ خط ان کے سامنے پیش کیا اور اس کا جواب طلب کیا۔ چونکہ وہ کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے تھے لہٰذا غیاث الدین غوری نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس حادثے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اچانک حرکت میں آیا اور اس نے ہرات کا رخ کیا۔ دراصل وہ ہرات پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ہرات پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اب شمال کی طرف سے علاؤ الدین خوارزم شاہ ایک طرح سے مطمئن تھا۔ اس لئے کہ شہاب الدین بن مسعود کو وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے متعین کر چکا تھا اور شہاب الدین نے وہاں اپنا مسکن بنا کر حملہ آور گور خاں کے لشکریوں کی راہ روکنے کے انتظامات کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اس بناء پر علاؤ الدین خوارزم شاہ شمال کی طرف سے مطمئن ہو کر پوری تن دہی اور پوری طاقت وقوت سے اب جنوب کے علاقوں پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے ہرات شہر کا محاصرہ کیا تھا۔

ہرات کا محاصرہ کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنا چھوٹا سا ایک لشکر طالقان کے علاقے کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ طالقان میں اس وقت غوریوں کی طرف سے ان کا سالار محمد بن جریک ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ یہ غیاث الدین غوری کا سب سے جری، دلیر اور شجاع اور تجربہ کار سالار خیال کیا جاتا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے جس لشکر کو طالقان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس کا مقابلہ محمد بن جریک سے ہوا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کی بدقسمتی کہ اسے محمد بن جریک نے بدترین شکست دی اور قتل عام کیا اور ان میں سے بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر فرار ہونے کا موقع ملا۔

دوسری طرف جب سلطان غیاث الدین غوری کو خبر ہوئی کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہرات کا محاصرہ کر لیا ہے تو اس نے اپنے بھتیجے الپ غازی کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر ہرات روانہ کیا تا کہ وہ علاؤ الدین خوازم شاہ کا مقابلہ کرے اور اسے شہر کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور کر دے۔

اپنے بھتیجے الپ غازی کو روانہ کرنے کے بعد چند دن کا وقفہ ڈال کر خود غیاث الدین غوری بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر ہرات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ غیاث الدین غوری اور اس کا بھتیجا الپ غازی اپنے دونوں لشکروں کے ساتھ آگے بڑھ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ خوارزم شاہ نیا نیا حکمران ہی سہی لیکن اپنے باپ کے دور میں بھی وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ دونوں چچا، بھتیجا ڈرتے تھے کہ کہیں خوارزم شاہ کے ہاتھوں انہیں شکست نہ ہو جائے۔ لہٰذا دونوں نے ہرات شہر سے کچھ فاصلے پر اپنے لشکریوں کے ساتھ پڑاؤ کر لیا۔ ساتھ ہی تیز رفتار قاصد ہندوستان روانہ کئے اس لئے کہ غیاث الدین کا چھوٹا بھائی شہاب الدین غوری ان دنوں ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا۔ غیاث الدین چاہتا تھا کہ شہاب الدین بھی ہرات پہنچ جائے تا کہ پوری طاقت و قوت کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیا جائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی سمجھ گیا تھا کہ غیاث الدین اپنے بھتیجے الپ غازی کے ساتھ اس سے ٹکرانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا اس نے محاصرے میں سختی پیدا کر دی تھی۔ دوسری طرف ہندوستان میں جب شہاب الدین غوری کو ان حالات کا علم ہوا اور جب اس کے بڑے بھائی غیاث الدین کے قاصد اس کے پاس پہنچے تو اس نے بھی ہندوستان سے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

اسی دوران جب علاؤ الدین خوارزم شاہ کو سلطان شہاب الدین کی ہندوستان سے واپسی کی اطلاع ملی تب اسے کسی قدر پریشانی ہوئی۔ اس لئے کہ اب اس اکیلے کے مقابلے میں تین لشکروں کی آمد کی توقع تھی۔ دو لشکر پہلے ہی غیاث الدین غوری اور اس کا بھتیجا الپ غازی لئے بیٹھے تھے اور تیسرا لشکر شہاب الدین غوری لے کر ہندوستان سے آندھی اور طوفان کی طرح ہرات کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر

ہرات کے فتح ہونے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی تو کیوں نہ شہاب الدین غوری کی آمد سے پہلے پہلے غیاث الدین اور اس کے بھتیجے الپ غازی کے ساتھ مصالحت کا کوئی سلسلہ شروع کر دیا جائے تا کہ اس نازک موقع کو ٹالا جائے۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ بھی سوچا، اگر یہ بھی ممکن نہ ہوا تو خاموشی سے محاصرہ اٹھا کر واپس اپنے مرکزی شہر خوارزم چلا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ بیک وقت تین قوتوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

غوریوں کے جس سفیر کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ہاں روکا ہوا تھا اس کا نام حسین بن محمد تھا، اسے بلوایا گیا اور اسے اس مصالحت کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ جب غوریوں کا سفیر حسین بن محمد، غیاث الدین اور اس کے بھتیجے الپ غازی کے پاس پہنچا اور ان سے صلح کی گفتگو کرنا چاہی تب یہ افواہیں اڑنے لگیں کہ شہاب الدین غوری ہندوستان سے خاصا بڑا لشکر لے کر قریب پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس موقع پر مصلحت اسی میں سمجھی کہ فی الحال ہرات کا محاصرہ ترک کر دیا جائے۔ لہٰذا بڑی خاموشی کے ساتھ اس نے محاصرہ اٹھایا اور مرو شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف جب شہاب الدین غوری ہندوستان سے ہرات کے نواح میں اپنے بھائی غیاث الدین غوری اور بھتیجے الپ غازی کے پاس پہنچا تو ان سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد تینوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اب غوریوں کا لشکر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ ان کا ارادہ تھا کہ پہلے بلخ پر حملہ آور ہوا جائے ...... بلخ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی طاقت و قوت کو مضبوط و مربوط کیا جائے۔ اس کے بعد دوسری مہموں کی ابتداء کی جائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ان دنوں مرو ہی میں قیام کئے ہوئے تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ غوریوں کا ایک بہت بڑا لشکر بلخ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر رہا ہے تب اس نے غوریوں کی راہ روکنے کا فیصلہ کیا۔

کھلے میدانوں میں دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے۔ غوری اور خوارزم شاہی پوری طاقت و قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑا سخت معرکہ ہوا جس میں دونوں طرف سے سینکڑوں آدمی مارے گئے ...... چونکہ جنگ کا پلڑا تقریباً برابر رہا تھا

اس لئے سلطان شہاب الدین غوری اور غیاث الدین غوری نے فیصلہ کیا کہ سردیاں اب سر پر آ گئی ہیں لہٰذا جنگ کو موقوف کر دینا چاہئے۔

علاؤ الدین نے بھی اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ جنگ کا سلسلہ ختم کر دیا جائے اور اس جھگڑے کو مزید طول نہ دیا جائے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ تو اپنے لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف چلا گیا جبکہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری دونوں بھائیوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جاڑا گزارنے کے لئے طوس شہر کا رخ کیا۔

دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ سردیاں طوس شہر میں گزاری جائیں۔ اور جب موسم بہار میں آمد و رفت کی دقتیں ختم ہو جائیں تو مزید لشکری بھرتی کر کے سلطان خوارزم شاہ کے علاقوں پر چڑھائی کر دی جائے۔ طوس کے لوگ غوریوں کی بجائے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پسند کرتے تھے لہٰذا دونوں بھائی جب وہاں پہنچے تو اہلِ طوس، غوریوں سے نالاں ہونے کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ دونوں غوری سلطانوں نے جب وہاں پہنچ کر اہلیانِ شہر سے لشکر کی ضرورت کے لئے خورد و نوش کے ذخائر طلب کئے تو اہل شہر بھڑک اٹھے اور حالات ایسے مخدوش ہو گئے کہ لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

اسے حُسنِ اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ اسی دوران سلطان شہاب الدین غوری تو کچھ کام نمٹانے کے لئے ہندوستان چلا گیا جبکہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بھائی غیاث الدین غوری وفات پا گیا۔

تاہم غوری حکمران اپنی جگہ، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی جگہ سردیاں گزارنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اپنی جنگی تیاریاں بھی کرتے رہے۔

★ ...... ★

◎ ◎ ◎

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے جو لشکر شہاب الدین بن مسعود کو مہیا کیا تھا اس لشکر کو لے کر شہاب الدین ان علاقوں کی طرف گیا تھا جہاں اکثر و بیشتر دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوا کرتے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہاب الدین بن مسعود کے نائب کے طور پر اپنے دوسرے سالار منصور ترکی کو بھی اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ وہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر ان بستیوں کے پشتی حصے میں گئے جن بستیوں پر گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے رہے تھے اور کوہستانی سلسلے کے اندر خیمے نصب کرتے ہوئے انہوں نے اپنا پڑاؤ بنا لیا تھا۔ ضرورت کی ہر شے کے علاوہ وہاں ہتھیار بھی منتقل کر دیئے تھے۔

پھر اپنے پڑاؤ کی حالت درست کرنے کے بعد شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے کچھ سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ نکلے تا کہ ان بستیوں کا جائزہ لیں جن پر گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے رہے تھے۔

پہلی ہی بستی میں جب وہ داخل ہوئے تو لوگوں کا ایک ہجوم ان کے اردگرد جمع ہو گیا تھا جو اپنی بے بسی، اپنی لاچارگی اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کی داستانیں سنانے لگے تھے۔ بہت سے لوگ وہ تفصیل بھی بتا رہے تھے کہ کس طرح گور خاں کے لشکری حملہ آور ہو کر تاخت و تاراج کا کھیل کھیلتے تھے۔

جس وقت شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے چند دوسرے سالاروں کے ساتھ لوگوں کے ہجوم میں گھرے ان سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں تسلی و تشفی دے رہے تھے کہ ایک طرف سے ایک نڈھال سا بوڑھا نمودار ہوا۔ اس نے اپنے شانے پر ایک چرمی تھیلا لٹکا رکھا تھا۔ لگتا تھا وہ اس علاقے کا کوئی صاحب حیثیت یا باعزت شخص

تھا اس لئے کہ جب وہ ہجوم میں سے گزرتا ہوا آگے بڑھا تو لوگ بڑی عقیدت مندی سے اسے راستہ دیتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہجوم کے اندر آیا، وہ چرمی تھیلا جو اس نے اپنے بائیں شانے پر لٹکا رکھا تھا اس میں ہاتھ ڈالا پھر عجیب سے انداز میں اس تھیلے کے اندر سے پتھر نکال نکال کر اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی کو مارنے شروع کر دیئے تھے۔

منصور ترکی چونکہ ذرا پیچھے تھا۔ لوگوں کے سامنے شہاب الدین تھا ...... لہٰذا زیادہ پتھر شہاب الدین ہی کو لگے تھے۔ اس کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور کچھ جگہوں سے خون بھی بہنے لگا تھا ...... یہ عجیب سی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک کچھ لوگ لپک کر آگے بڑھے، اس بوڑھے کو انہوں نے پکڑ لیا۔ اس موقع پر ایک نوجوان شہاب الدین کے قریب آیا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ مسعود! اس بوڑھے سے کچھ نہ کہئے گا ...... اس لئے کہ اس کے دوسو کے لگ بھگ بچے مارے گئے ہیں جس کی بناء پر یہ پاگل ہو گیا ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے گا کہ ا[س] کی اتنی بیویاں تھیں کہ اس کے دوسو بچے تھے۔ نہیں، تھوڑا سا آگے دو بستیوں کے آ[گے] ایک بہت بڑا مکتب ہے۔ یہ اس مکتب کا مدرس تھا۔ اس مکتب میں اس کے تحت تقر[یباً] دوسو بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گور خاں کے حملہ آور لشکریوں نے اس کے سامنے ا[ن] دوسو بچوں کو ہلاک کر دیا جس کی وجہ سے یہ نیم پاگل سا ہو کر رہ گیا ہے۔ ان بچوں کو [یہ] اپنے بچوں اور اپنے بیٹوں کی طرح چاہتا تھا۔ یہ غم سے نڈھال ہے۔ اس بناء پر میری آپ سے گزارش ہے کہ اسے آپ کچھ نہ کہئے گا۔''

کچھ لوگوں نے اس بوڑھے کے کندھے سے لٹکتا ہوا چرمی تھیلا اتار لیا تھا جس میں اس نے پتھر بھرے ہوئے تھے۔ پر بوڑھا بری طرح بپھرا ہوا تھا۔ آگے بڑھا، شہاب الدین کا گریبان پکڑ لیا۔ اس موقع پر وہاں جمع ہونے والے کچھ جوان آگے لپکے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ شہاب الدین کا گریبان اس سے چھڑائیں لیکن ہاتھ کے اشارے سے شہاب الدین نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ شہاب الدین کا گریبان کھینچتے ہوئے اس بوڑھے نے انتہائی ہولناک اور دکھ بھری آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب رات کے سنسان صحرا، خوف بھرے سناٹوں

میں یہاں کے مسلمان راہ گم کردہ مسافروں اور بے آشیانہ طیور کی طرح دشمن کے آگے بھاگتے ہوئے اپنی جانیں بچا رہے تھے۔ تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب یہاں کے لوگ درد کے اُڑتے ریگزاروں میں بپھرے جان کنی کے لمحات کے اندر نیستی اور عدم کے کھیل کا شکار تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا، پھر انتہائی تاسف انگیز لہجے میں کہنے لگا۔

''تم لوگ گلہ بانی کے قابل ہو نہ جہاں بانی کے ...... یہاں کے لوگ حملہ آوروں کے ہاتھوں بردہ فروشوں کی سی بدترین ناانصافی کا شکار ہوئے۔ آبرو سوز لمحے دیکھتے ہوئے اب ہم جذبات سے بالکل عاری ہو چکے ہیں ...... تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب ڈوبتے سورج کے پھیلتے دھندلکوں میں یہاں کے لوگ موت کی آندھیوں کا لقمہ بن رہے تھے......؟''

پھر نہ جانے کیا سوچتے ہوئے اس بوڑھے نے شہاب الدین کا دامن خود ہی چھوڑ دیا۔ گردن اس کی جھک گئی۔ پہلے سے زیادہ غم زدہ انداز میں کہنے لگا۔

''کاش! کوئی اخلاق کی سربلندی رکھنے والا مجاہد اٹھتا۔ دھاڑتا اور رسوائیوں کی تاریکیاں، دکھ اور کرب کی عقوبت گاہیں کھڑی کرنے والوں کو جسموں کے آشوب اور زمانے بھر کی وحشتوں سے دوچار کر دیتا۔ کاش! کوئی قوی بازوؤں والا فرزندِ مہربان نعرۂ حق بلند کرتا ہوا اٹھتا اور سنگ دلی کے خار زار، خوف کے جلتے دشت کھڑے کرنے والوں کے خلاف دکھ کا سمندر اور کرب کی صدیوں کا طوفان بن کر نمودار ہوتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا خاموش ہو گیا۔ گلے سے اس کی ہچکیاں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ رو پڑا تو آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو بہہ نکلا تھا۔ پھر اپنے آپ کو اس نے سنبھالا اور دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔

''کاش! سپہ گرانہ قابلیت رکھنے والا کوئی چوپان بے غرضی و جفاکشی کا طوفان بن کر اٹھتا اور پرستانہ باطل کی یلغار اور بے حیائی کی اندھی تاریکیاں کھڑی کرنے والوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیتا ...... پر کچھ نہ ہوا ...... کوئی بھی ہمارے درد کا درماں نہ بنا...... کہیں سے بھی ہمیں تحفظ کا سائبان نہ ملا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا پھر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی ہچکیاں، اس کی سسکیاں پہلے کی نسبت زیادہ نمایاں اور صاف سنائی دینے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ اس

کی بکھری بکھری، لرزتی کانپتی آواز پھر سنائی دی۔

''ہائے حیف! حملہ آوروں کی راہ روکنے والا کوئی بھی نہ تھا...... غموں کے بے انت بھنور اٹھتے رہے، نفرت رنگ غموں کی چادر پھیلتی رہی، زندگی کے مرغزار جہنم زاروں میں تبدیل ہوتے رہے...... ہیہات! ہیہات! کسی ہاتھ میں کنگن، کسی کان میں بالی نہ رہی...... کسی گلے میں ہار، کسی ماتھے میں جھومر نہ رہا...... کسی ہاتھ میں انگشتری، کسی پاؤں میں پازیب نہ رہی...... قلم آنسوؤں میں ڈوبتے رہے، جبر کی زبان تلے جسم راکھ ہوتے رہے۔ پھول سی جوانیاں پاؤں تلے مسلی جاتی رہیں...... ماتھوں کی شکنیں بڑھ گئیں...... آنکھوں کی چمک جاتی رہی...... ہونٹوں کی مسکراہٹ مفقود ہوگئی...... لوگوں کی عمر بھر کی کمائی رائیگاں گئی...... ہائے حیف! ان سرزمینوں میں وہ ظلم و ستم کی آندھی چلی، قتل و غارت گری کا وہ طوفان اٹھا، شکست و ریخت کے وہ بگولے اٹھے کہ پھولوں پر شبنم نہ رہی...... پیڑوں کے پاس سایہ نہ رہا...... پتوں کی سرسراہٹ و چڑیوں کی چہچہاہٹ جاتی رہی...... ہر شے دھواں دھواں شام کا الاؤ ہو کر رہ گئی۔''

اس کے ساتھ ہی دُکھ بھرے انداز میں وہ بوڑھا گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا تھا...... آہ و زاری کرنے لگا تھا...... شہاب الدین اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کو اس کے دونوں شانوں سے پکڑ کر گلے سے لگایا۔ اس موقع پر جب اس بوڑھے نے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا تو بوڑھے کے چہرے پر کسی قدر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ اس لئے کہ شہاب الدین کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ بری طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا...... یہ حال دیکھتے ہوئے بوڑھا یک دم سنبھل گیا۔ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس سے پہلے تجھ جیسا کوئی سالار ان سرزمینوں کی طرف نہ آیا جو ہمارے غم پر آنسو بہاتا...... ہونٹ کاٹتا......'' پھر بوڑھے کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اپنے سر پر جو اس نے میلا سا عمامہ باندھ رکھا تھا، اس کا پلو ہاتھ میں لیا، اس پلو سے اس نے شہاب الدین کے آنسو صاف کئے اور خود روتی، بین کرتی آواز میں کہنے لگا۔

''میں تجھے ان علاقوں میں خوش آمدید کہتا ہوں...... تیرے یہ آنسو ایک روز رنگ ضرور لائیں گے۔''

جواب میں شہاب الدین نے بھی اپنے عمامہ کے پلو سے اس بوڑھے کا چہرہ صاف

کیا، پھر اسے سہارا دے کر اٹھایا، اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نہیں جانتا آپ کا نام کیا ہے...... پر جو آپ کو دکھ پہنچا ہے، اس کی تفصیل میں جان گیا ہوں...... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ چند دن کے اندر اندر یہاں کے لوگوں کا جو نقصان ہوا ہے، نہ صرف اس کی تلافی کروں گا بلکہ آپ کے مکتب کو بھی پہلے کی طرح آباد کروں گا...... صرف آباد نہیں کروں گا، اس مکتب کی حفاظت کے علاوہ یہاں جس قدر ہماری بستیاں ہیں ان کے تحفظ کی بھی ذمہ داری قبول کروں گا۔ دشمن نے اگر دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے، شکست و ریخت کی ترک تاز کی ہے تو وہ خود بھی اس سے بچ نہ پائے گا۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ دریائے آمو کا پُل ان کی گرفت میں ہے تو میرے ساتھ جو مجاہد آئے ہیں، خداوند کو منظور ہوا تو ان میں سے ہر ایک دریائے آمو کا پُل ثابت ہوگا اور میں حملہ آور ہونے والوں کو بتاؤں گا کہ ان کے حملوں، ان کی یلغار کے سامنے ہم بے زبان و بے دست و پا نہیں کہ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں...... میں ان پر ثابت کروں گا کہ جو عمل وہ ہمارے خلاف کریں گے، اس سے کئی گنا بھیانک ردِ عمل انہیں برداشت کرنا ہوگا۔''

شہاب الدین کے ان الفاظ پر وہ بوڑھا پُرسکون اور کسی قدر مطمئن ہوگیا تھا۔ پھر اپنے آپ کو سنوارتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرا نام بلال بن سلیمان ہے...... کعبہ کا رب تمہیں توفیق دے کہ تم مسلمانوں کے شعور اور لاشعور میں اضطراب کا دھواں بھرنے والوں کے لئے جسم کا آشوب، درد و کرب کا طوفان بن کر اٹھو۔ خدا تجھے توفیق دے کہ ہمارے لئے آنسو کے صحیفے لکھنے والوں اور بدبختی کی دیواریں کھڑی کرنے والوں کے لئے تم اندیشوں کی تپش بن کر ان کے سامنے آؤ...... خدا تجھے توفیق دے کہ یہاں کے لوگوں کے لئے شادمانی کا کھلیان، طمانیت کا سخن ساز ثابت ہو۔ میری خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وقت کے ان مسکراتے لمحوں میں تیرے ہاتھوں کی جنبش سے دشمن کے خلاف طوفان اٹھے، تیری آنکھوں کے اشارے سے بگولے حرکت میں آئیں اور تیرے لبوں کی حرکت سے یہاں کے لوگوں کے لئے خوشیوں کے تازہ حروف رقص کریں۔''

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ سے جہاں شہاب الدین خوش ہو رہا تھا، وہاں قریب

ہی کھڑے منصور ترکی کے چہرے پر بھی طمانیت تھی پھر بلال سلیمان کہنے لگا۔

"میں نے اپنے پاگل پن میں جو پتھر تم پر برسائے، ان کے لئے میں معذرت خواہ ہوں ...... ظلم کی چکی میں پس کر میں حواس کھو چکا ہوں ...... حواس باختگی میں جو غلطی مجھ سے سرزد ہوئی اس کے لئے میں معافی کا طلب گار ہوں۔"

اس سے آگے بوڑھا کچھ کہنا چاہتا تھا اور کہہ نہ پایا، اس لئے کہ تڑپ کر شہاب الدین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، پھر کہنے لگا۔

"آپ میرے باپ کی جگہ ہیں ...... خدا کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کریں ...... آپ مجھے چند دن کی مہلت دیں، پھر دیکھیں میں یہاں کے لوگوں کے نقصان کا ازالہ کیسے کرتا ہوں اور کیسے ان کی جان و مال کی حفاظت کا فرض انجام دیتا ہوں۔"

بلال بن سلیمان خوش ہو گیا تھا ...... پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز! میرے ساتھ چل۔ میرے پتھروں کی وجہ سے تیرے چہرے پر جو زخم آئے ہیں ان پر میں مرہم لگواؤں۔ کیونکہ ہمارے ہاں کافی طبیب ہیں ...... مجھے یہاں کے لوگوں نے بتایا تھا کہ ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہماری حفاظت کے لئے ایک لشکر بھیجا ہے جس کا کماندارِ اعلیٰ شہاب الدین بن مسعود ہے اور اس کا نائب منصور ترکی ہے ...... اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں میں سے شہاب الدین کون ہے اور منصور کون ہے......؟"

اس موقع پر منصور بول اٹھا اور بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں منصور ترکی ہوں ......اور یہ شہاب الدین بن مسعود ہے۔"

شہاب الدین بن مسعود نے خوش کن انداز میں بلال بن سلیمان کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

"مجھے اجازت دیجئے ...... میں نے ابھی بہت سی بستیوں کا جائزہ لینا ہے اور ان بستیوں کے اندر دشمن کی راہ روکنے کے لئے کچھ انتظامات بھی کرنے ہیں۔"

بلال بن سلیمان نے جب ہاتھ ہلا کر اسے جانے کی اجازت دے دی تو منصور اور دوسرے سالاروں کے علاوہ اپنے لشکریوں کے ساتھ شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

❀❀❀

دن رات محنت کرتے ہوئے شہاب الدین نے ساری بستیوں سے رابطہ قائم کیا ...... بستیوں کے اندر ایک ایک گھر کا انتخاب کر لیا گیا جن کے اوپر ہرے جھنڈے نصب کر دیئے گئے تھے۔ مختلف بستیوں میں مخبر بھی مقرر کر دیئے گئے تھے۔ پھر فیصلہ یہ کیا گیا کہ اگر دشمن دن کے وقت حملہ آور ہوتا ہے اور جاسوسوں کا پتہ چلتا ہے کہ دشمن یلغار کر رہا ہے، تب ہرے جھنڈوں کی جگہ سرخ جھنڈے لہرا دیئے جائیں گے۔ جس طرف سے دشمن آئے گا، پہلے سامنے والی بستی سرخ جھنڈا لہرائے گی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے آخر تک ساری بستیوں پر سرخ جھنڈے لہرائے جائیں گے جو اشارہ ہو گا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم سب کو تیار رہنا ہے۔

رات کے وقت ان ہی مکانوں پر مشعل جلتی رہے گی۔ رات کے وقت اگر مخبروں کو پتہ چلتا ہے کہ دشمن شب خون مارنے کے لئے آ رہا ہے تو اس مشعل کو گول چکر میں حرکت دی جائے گی ...... اس طرح پہلی بستی کی مشعل جب حرکت میں آئے گی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے دوسری، تیسری اور پھر سب بستیوں کی مشعلیں حرکت میں آ جائیں گی۔ یہ بھی ہمارے لئے رات کے وقت اشارہ ہو گا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں تیار ہو جانا چاہئے۔

❀❀❀

دفاع اور جارحیت کے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد ایک روز شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے پڑاؤ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک منصور ترکی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کر کے شہاب الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! جس وقت ان علاقوں میں آنے کے لئے میں نے سلطان سے گفتگو کی تھی، میں نے انہیں مشکیزے مہیا کرنے کے لئے کہا تھا۔ اور میرے اس مطالبہ کے جواب میں میری خواہش کے مطابق جتنے مشکیزے میں چاہتا تھا، مجھے مہیا کئے گئے ...... لیکن یہاں آ کر میں دیکھتا ہوں حالات کچھ مختلف ہیں ...... پہلے میرا ارادہ تھا کہ ان علاقوں میں چونکہ دریا پر کوئی پُل نہیں ہے لہٰذا میں جوابی کارروائی کرتے ہوئے دریا کو عبور کر کے دشمن کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گا اور جس طرح ہمارے لوگوں کو وہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں، اس سے زیادہ انہیں نقصان پہنچاؤں گا ...... میرا لائحہ

عمل یہ تھا کہ یہ جو مشکیزے میں ساتھ لے کر آیا ہوں، جب دریا کو پار کرنا ہوا تو ان کے اندر خشک گھاس یا پرالی ٹھونس ٹھونس کر بھر دی جائے گی۔ ان کا منہ سختی سے بند کرنے کے بعد ان کے ذریعے بڑی آسانی سے دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں آ کر جو حالات میں نے دیکھے وہ مختلف ہیں ...... اس لئے کہ یہاں کے لوگوں کو بری طرح لوٹ لیا گیا ہے ...... لوگوں کے پاس کھانے کے لئے خوراک نہیں ہے۔ جو لوگ تین وقت کا کھانا کھاتے تھے میں نے دیکھا کہ اکثر گھروں میں لوگ ایک وقت کا کھانا کھانے پر مجبور ہیں ...... گو میں نے اپنے لشکر کی خوراک میں سے کچھ ذخیرہ انہیں مہیا کیا ہے لیکن اس طرح ہم زیادہ دن یہاں کے لوگوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کریں گے تو ہمارے اپنے لشکر کے پاس خورد و نوش کا سامان ختم ہو جائے گا۔

جس طرح میرا پہلا لائحہ عمل تھا، اس کے ذریعے اگر ہم دریا کو مشکیزوں کے ذریعے عبور کرتے تو دشمن کے علاقے میں جا کر پھر ہم ان پر حملہ آور ہو کر ان سے ان کے حملوں کا انتقام لے سکتے تھے۔ یہاں کے لوگوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اب میں یہاں کے لوگوں کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر منصور ترکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"منصور، میرے بھائی! آنے والی شب سے ہم سب نے مل کر ایک کام کرنا ہے ...... میں دیکھتا ہوں اس علاقے میں بہت سے درخت ہیں اور درخت بھی کافی بڑے بڑے اور اچھے تنوں والے ہیں ...... رات کے وقت درختوں کو کاٹا جائے گا۔ لشکر کے اندر جو صناع ہیں، ان کے ذریعے درختوں کے تنے چیر کر ان کے تختے بنائے جائیں گے۔ ان تختوں سے دریائے آمو کے اس کنارے کے ساتھ ساتھ اندازاً اتنا لمبا پُل تعمیر کیا جائے کہ وہ پُل دریا کی چوڑائی سے تھوڑا سا بڑا ہو۔ اس پُل کے دونوں اطراف موٹے موٹے مضبوط تختے نصب کر دیئے جائیں۔ اس پُل سے میں دو طرح کا کام لینا چاہتا ہوں۔

پہلا یہ کہ یہ پُل جو ہم تعمیر کریں گے اس کا ایک سرا مضبوط رسوں کے ذریعے دریا کے کنارے کسی بڑے درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیں گے۔ پُل کے دوسرے سرے کے ساتھ بھی لمبے لمبے رسے باندھ دیئے جائیں گے۔ جب ہم نے دشمن کے

علاقوں میں کارروائی کرنا ہو گی تو پُل کے جس سرے کے ساتھ لمبے لمبے رسے باندھے جائیں گے، وہ رسے کسی درخت کے ساتھ بندھے ہوں گے ...... لہٰذا انہیں کھولا جائے گا۔ جب ان رسوں کو کھولا جائے گا تو پُل، دریا کی لہروں کے سامنے آپ سے آپ بہتا ہوا اندر جائے گا اور اس کا دوسرا سرا دریا کے دوسرے کنارے جا لگے گا۔

جب پُل دریا پر محیط ہو جائے گا تو اس پُل کے ذریعے دریا کو پار کرنے کے بعد ہم دشمن کے علاقے میں داخل ہو جائیں گے، وہاں حملہ آور ہوں گے۔ خورد و نوش، ضروریات کا سامان جی بھر کر وہاں سے حاصل کریں گے اور وہ سامان واپس لا کر یہاں کے لوگوں میں تقسیم کریں گے۔ پُل کے پار دشمن کے علاقے میں جانے کے بعد ایک احتیاط برتی جائے گی، کسی پر ناجائز ہتھیار نہیں اٹھایا جائے گا، کسی کو ناجائز قتل نہیں کیا جائے گا۔ تاہم جو مزاحمت کرے، اس کے خلاف حرکت میں آنا ہو گا۔ وہاں سے ہم نے صرف ضروریات کا سامان حاصل کر کے یہاں کے لوگوں کی تکلیفوں کو رفع کرنا ہے۔ یہ ایک کام ہے جو اس پُل سے لیا جائے گا۔ دوسرا کام جو اس پُل سے لیا جائے گا وہ یوں ہو گا کہ جب کبھی کوئی دشمن کا بڑا لشکر پُل پار کر کے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے یا ان علاقوں میں داخل ہوتا ہے تو پُل کے اندر بھی ہم اپنے تیر انداز بٹھا دیں گے ...... پُل کے دونوں طرف چونکہ لکڑی کے موٹے موٹے تختے لگے ہوں گے ...... لہٰذا وہاں بیٹھنے والے تیر انداز محفوظ رہیں گے۔ اب ضرورت کے مطابق اس پُل کو رسوں کے ذریعے ہم اوپر نیچے لے جا سکتے ہیں۔ جہاں بھی دشمن پر تیر اندازی کی ضرورت پڑی اس پُل کے اندر بیٹھ کر ہمارے تیر انداز دشمن پر تیر اندازی کرتے ہوئے اسے بے پناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ بول اٹھا۔

"میرے عزیز بھائیو! میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا ...... اب تم لوگوں میں سے اگر کوئی کچھ کہنا چاہے تو کہے۔ تا کہ آنے والی شب کو متفقہ تجویز کے مطابق اس پر عمل کیا جا سکے۔"

منصور ترکی کے علاوہ دوسرے سارے سالاروں نے جب شہاب الدین مسعود کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو شہاب الدین نے خوشی کا اظہار کیا، پھر آنے والی شب کو ہی جنگل سے درخت کاٹ کر دریائے آمو کے کنارے کے ساتھ ساتھ پُل بنانے کے کام

کی ابتداء کر دی گئی تھی۔

❀❀❀

ایک روز شہاب الدین بن مسعود اپنے نائب منصور ترکی اور چند دوسرے سالاروں کے ساتھ بلال بن سلیمان کے مکتب کی طرف آیا۔

مکتب کی عمارت کا زیادہ حصہ غیر مسلم خطائی ترکوں کے حملوں کی وجہ سے برباد ہو چکا تھا۔ لہٰذا تھوڑے سے طالب علم تھے جنہیں بلال بن سلیمان مکتب کے سامنے کھلے میدان کے اندر ایک درخت تلے لئے بیٹھا درس دے رہا تھا۔

شہاب الدین اور منصور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ذرا فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے اپنے شاگردوں کو فارغ کر دیا اور وہ اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ تب شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلال بن سلیمان کے پاس گئے، اس نے سب کا شاندار انداز میں استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کیا۔ اور پھر بلال بن سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”محترم ابنِ سلیمان! لگتا ہے ہم نے آپ کو زحمت دی ہے...... میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی طرف آیا تھا اور یہ سمجھ کر آیا تھا کہ آپ کے مکتب کا وقت ختم ہو چکا ہو گا۔ کہیں آپ نے ہمیں دیکھ کر اپنے طالب علموں کو فارغ تو نہیں کر دیا؟“

اس پر بلال بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں! ان کے گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے انہیں بھیج دیا۔ آپ کہیں، میرے مکتب کی طرف آنے کی زحمت کیسے کر لی؟“

اس موقع پر بلال بن سلیمان کچی مٹی کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی شہہ نشین پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ جن طلباء کو وہ درس دے رہا تھا وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر شہاب الدین نے کچھ سوچا، پھر وہ بلال بن سلیمان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے منصور ترکی اور دوسرے سارے ساتھی بھی وہاں بیٹھ گئے تھے۔

شہاب الدین کی اس حالت پر بلال بن سلیمان چونکا، اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا لیکن تڑپ کر شہاب الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور بلال بن سلیمان کو پکڑ کر اس نے کچی مٹی کی بنی ہوئی اسی شہہ نشین پر بٹھا دیا، پھر کہنے لگا۔

”اگر آپ نے اپنی اس نشست سے اٹھنے کی کوشش کی تو میں سمجھوں گا آپ میری

اہانت اور بے عزتی کرنا چاہتے ہیں...... قسم خداوندِ قدوس کی، آپ کے سامنے زمین پر بیٹھتے ہوئے جو سکون اور جو قلبی آسودگی ملی ہے وہ پہلے کہیں نصیب نہ ہوئی تھی...... آپ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کس سلسلے میں آپ کی طرف آیا ہوں؟ محترم ابنِ سلیمان! جس پُل کی تعمیر کا کام میں نے شروع کیا تھا، وہ مکمل ہو چکا ہے۔ آج رات کے وقت خداوند قدوس نے چاہا تو میں دشمن کے علاقوں میں دور تک شب خون ماروں گا، یلغار کروں گا، ایسا دھاوا بولوں گا کہ غیر مسلم خطائی ترکوں کا بادشاہ گور خاں اور اس کے سالار، وزراء چیخ چیخ کر چلاّ اُٹھیں گے۔ اس نے دریائے آمو کے اس پار جو مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے میں اس نقصان سے سینکڑوں گنا انہیں نقصان پہنچاؤں گا تا کہ آنے والے دور میں ہمارے علاقوں میں وہ سوچ سمجھ کر داخل ہوں۔

میرا یہاں آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا۔ آپ جانتے ہیں فی الوقت میرے پاس میرا لشکر ہے یا لشکر کے لئے چند ماہ کی خوراک کا سامان ہے۔ اب میں نے آنے والے دنوں کے لئے اپنے لشکر کے لئے خورد و نوش اور ضروریات کا سامان دریائے آمو کے اس پار سے ہی حاصل کرنا ہے۔ یہاں دریائے آمو کے کنارے کنارے جس قدر بستیاں تباہ ہوئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لگا کر ان لوگوں کے نقصانات کا جائزہ لیں۔ مجھے امید ہے کہ میں دریائے آمو کے اس پار سے بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گا اور اس سے یہاں ہونے والے لوگوں کے نقصان کی تلافی کروں گا۔

دوسرا اہم مقصد جو لے کر میں آپ کی طرف آیا ہوں وہ یہ کہ مجھے ذرا چند یوم تک ان علاقوں میں قدم جمانے کی مہلت دیں۔ اس کے بعد میں آپ کے مکتب کی نئے سرے سے تعمیر کرا دوں گا۔ میں جانتا ہوں حملہ آور دشمن نے آپ کے ان گنت طلباء کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس پھر علم کی طلب رکھنے والے جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اور جب مکتب کی عمارت نئے سرے سے تعمیر ہو جائے گی اور یہاں پڑھنے والوں کے لئے بہترین سہولتیں مہیا کی جائیں گی تو طلباء کی تعداد بھی زیادہ ہو جائے گی۔ اور پھر جب لوگوں کو یہ احساس بھی ہو گا کہ ان علاقوں کی اب حفاظت بھی کی جا رہی ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آپ کے مکتب کی طرف متوجہ ہوں گے۔“

جب تک شہاب الدین بن مسعود بولتا رہا، بلال بن سلیمان عجیب سی چاہت اور شفقت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب شہاب الدین خاموش ہوا تب ابنِ سلیمان نے بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیزو! وہ قوم جس کے افراد میں بے نفسی اور بے غرضی کا نور اور فرمانبرداری ختم ہو جاتی ہے، وہ قوم منزلوں کے موہوم نشانات کو تلاش نہیں کر سکتی۔ جس قوم کے افراد تاریخ کے حقائق کو مستور کرتے ہیں، ہوش و دانش کو فراموش کرتے ہیں، زندگی کے میدانوں میں ان کی حالت بے مقصد بھٹکتی بھیڑوں اور اندھے جوش و جذبے سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ قوم جو اپنے اندر شاہین صفت مردِ کوہسار پیدا نہیں کر سکتی، ادوار کی برق تلے وہی قوم بے وقعت اور خمیدہ سر ہو جاتی ہے اور اس کے افراد یتیموں کی لاشوں کی طرح اِدھر اُدھر بکھر جاتے ہیں۔

میرے عزیزو! وہ لوگ جو وقت کی آبِ جو کا رخ بدلنے کی ہمت و استطاعت رکھتے ہیں وہی سناٹوں کی گونجوں اور موت کی بے اماں رقصِ دمادم میں وقت کی آنکھ کا تارا بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ وہی اس پیمانہ مشیت میں ستاروں سے کہکشاں، ذرّے سے صحرا اور قطرے سے سمندر تک کا سفر کامیابی سے طے کر لیتے ہیں۔

میری خداوند مہربان و بیدار سے انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا ہے کہ وہ اپنی صفتِ حمیت، کعبہ کی عظمت، محسنِ انسانیت کی تقدیس، بدر کے مقدس میدانوں، اُحد کی متبرک چٹانوں اور صفا و مروہ کی نورانی وادیوں کے صدقے میں تم لوگوں کو تمہارے مقاصد اور کام میں سرفرازی و کامرانی اور رحمت کے عطیوں کے خمارسی فوز مندی عطا فرمائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان رکا، کچھ سوچا پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابنِ مسعود! شاید خداوند قدوس ہی میری مدد فرما رہا ہے کہ تم یہاں میرے پاس آ گئے ہو...... ورنہ میں خود تمہارے پاس جانے کے لئے سوچ رہا تھا...... میرے ذہن میں دو کام ہیں جن کے لئے میں تم سے التماس اور گزارش کرنا چاہتا تھا۔“

شہاب الدین نے ایک دم تڑپ جانے کے انداز میں آگے بڑھ کر بلال بن سلیمان کے پاؤں پکڑ لئے۔ اس کے ایسا کرنے پر بلال بن سلیمان کچی مٹی کی شہ نشین سے

اٹھ کھڑا ہوا، شہاب الدین کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین کی پیشانی پر کئی بوسے دیئے، پھر کہنے لگا۔

”شہاب الدین! ایک مجاہد کی حیثیت سے تمہارا رُتبہ مجھ جیسے عالم سے کہیں زیادہ ہے۔ تمہارے اصرار کرنے پر میں اس کچی مٹی کی شہ نشین پر بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ میں اس قابل تھا کہ تمہارے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھوں۔“

ابنِ سلیمان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین بول اٹھا۔

”آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں...... آپ میرے بزرگ ہیں...... آپ کہیں کہ کن دو کاموں کے سلسلے میں آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے......؟“

اس پر ایک لمبا سانس لینے کے بعد ابنِ سلیمان بول اٹھا۔

”بچے! پہلا کام یہ ہے کہ تم نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ہماری بستیوں سے بڑا دور رکھا ہے۔ اس کے لئے لوگ اعتراض کر رہے ہیں...... ان کا کہنا ہے کہ رات کے کسی لمحے بھی اگر دشمن حملہ آور ہو تو اپنے پڑاؤ سے نکل کر لشکریوں کی مدد کے لئے آنے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے جس سے دشمن نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین کہنے لگا۔

”یہاں آنے کے بعد میں نے جو ان بستیوں کی حفاظت و دفاع کے لئے اقدامات کئے ہیں شاید لوگوں کو ان کا علم نہیں۔ میں نے دریائے آمو کے کنارے دن کے وقت ہری و سرخ جھنڈیوں اور رات کے وقت مشعلوں کا ایک نظام قائم کیا ہے جس کے لئے مجھے دشمن کے آنے کی بروقت خبر ہو سکتی ہے اور میں ان کی روک تھام کر سکتا ہوں۔ بہر حال لوگوں کو اگر اعتراض ہے تو وہ جس جگہ چاہتے ہیں، میں وہاں ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیتا ہوں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان نے خوشی کا اظہار کیا اور دوبارہ بول اٹھا۔

”لوگ چاہتے ہیں کہ آپ میرے مکتب کے آس پاس اپنے لشکر کا پڑاؤ کریں۔ کچھ لوگ آپ کے پڑاؤ میں آپ کی امامت میں نماز ادا کر چکے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہیں اجتماعی طور پر نماز ادا کی جائے اور وہ لوگ آپ کی مجلس سے بھی مستفید ہوں۔“

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر شہاب الدین نے اپنے ساتھی منصور ترکی کی

طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”منصور! میرے بھائی! اپنے لشکر کا پڑاؤ آج ہی اس مکتب کے قریب جو کھلا میدان ہے، اس میں منتقل ہو جانا چاہئے۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یہاں کے سب لوگوں کی خواہش ہے کہ وہ تمہیں امیر کہہ کر مخاطب کریں۔ لہٰذا آج سے میں بھی تمہیں امیر کہہ کر مخاطب کروں گا ...... برا مت ماننا ...... اس لئے کہ تم اس کے حق دار ہو۔ اب میں تم سے اپنی دوسری گزارش کرتا ہوں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ ان ساری بستیوں کا ایک سردار تھا نہیں بلکہ ہے، ابھی بھی زندہ ہے۔ اس کا نام حسام الدین ہے۔ اس کے چھ جوان کوہ پیکر بیٹے تھے ...... یہ سامنے جو بستی دکھائی دے رہی ہے اس کے اندر ہی اس کی قلعہ نما حویلی ہے۔ اس کا نام حسام الدین ہے اور اس کے باپ کا نام فخر الدین ہے۔ انتہا درجہ کا رحم دل، دین سے محبت کرنے والا شخص ہے۔ خطا کے ترکوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے یہاں کے سب لوگوں کی وہ مالی مدد کیا کرتا تھا ...... اس کے ہوتے ہوئے ان علاقوں میں کبھی کسی نے شکایت نہیں کی کہ اسے دو وقت کے لئے کھانے کو نہیں ملتا۔ اس لئے کہ حسام الدین کے وسیع باغات اور آمدنی کے بہت سے ذرائع تھے جن میں سے اکثر کو اس نے ضرورت مندوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

جن دنوں خطا کے غیر مسلم ترک ان علاقوں پر حملہ آور ہوئے ان دنوں حسام الدین اپنی بیٹی کے ساتھ خوارزم کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں ہی خطا کے ترک حملہ آور ہوئے۔ اس کے چھ بیٹوں، اس کی بیوی کو حملہ آوروں نے موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کی حویلی کو لوٹ کر اُجاڑ کر دیا۔ حویلی کے اندر جس قدر سامان تھا، اسے حویلی سے باہر نکال کر آگ لگا دی۔ حویلی کے اندر جس قدر نقدی و جواہرات اور دوسری قیمتی اشیاء تھیں، لوٹ لیں۔ کچھ کمروں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ حسام الدین کے باغات ہیں تو وہ وہاں بھی حملہ آور ہوئے، اس کے باغات کو بھی اُجاڑ کر رکھ دیا۔ ان علاقوں کے سردار حسام الدین کے لئے یہ نقصان ناقابل برداشت تھا۔ اب وہ بیچارہ اکیلا اپنی بیٹی کے ساتھ اس قلعے میں رہتا ہے۔ دونوں باپ بیٹی ایک طرح سے عزلت نشین اور گوشہ گیر ہو چکے ہیں۔ لوگ ان کی خیریت پوچھنے

کے لئے جاتے ہیں پر وہ کسی سے ملتا ہی نہیں۔ ایک طرح کا خانہ نشین ہو کر رہ گیا ہے۔ امیر! اگر آپ کوشش کریں تو حسام الدین کی پہلی حالت بحال ہو سکتی ہے۔ اس کے کھیت، باغات جو اُجڑ گئے ہیں، دوبارہ ان پر ہریالی آ سکتی ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ بستی کے مغرب اور جنوب میں جس قدر باغات اور کھیت ہیں سب کا مالک حسام الدین ہے۔ اس کے باغات اور کھیتوں کی آبپاشی کا نظام بھی بڑا عمدہ تھا۔

امیر! آپ نے دیکھا ان بستیوں کے کھیت، زمینیں اور باغات دریائے آمو سے کچھ نیچے ہیں۔ حسام الدین کے باپ فخر الدین نے اپنے دور میں دریائے آمو کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے تالاب بنائے تھے۔ دریائے آمو سے پانی نکال کر ان تالابوں میں اس وقت بھر لیا جاتا تھا جب دریا طغیانی پر آتا تھا۔ اور پھر پورا سال انہی تالابوں کا پانی استعمال کر کے آب پاشی ہوتی تھی۔ اس طرح یہ علاقہ سرسبز و خوش حال تھا۔ اب حملہ آوروں نے نہ صرف وہ تالاب توڑ پھوڑ دیئے ہیں بلکہ باغات اور کھیتوں تک کو انہوں نے آگ لگا دی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حسام الدین سے ملیں، اسے تسلی و ڈھارس دیں، اپنے لشکریوں کے علاوہ ان ساری بستیوں کے نوجوانوں کو ساتھ ملا کر یہاں کے لوگوں کی زمینوں کا جو آب پاشی کا نظام برباد ہو گیا ہے اسے بھی بحال کر دیں تاکہ لوگوں کے کھیت، باغات پھر پہلے کی طرح سرسبز ہو جائیں۔ حسام الدین کی مالی حالت بھی ان دنوں بہت پتلی ہے۔ یہاں کے لوگ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں پر وہ قبول نہیں کرتا۔ میں نے اب یہاں تک سنا ہے کہ اس کے ہاں صرف ایک وقت کا کھانا کھانے کی نوبت آ گئی ہے اور حالت اگر ایسی ہی رہی تو دونوں باپ بیٹی اس قلعہ نما حویلی کے اندر ہی گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے اور یہاں کا کوئی فرد نہیں پسند کرے گا کہ ان دونوں باپ بیٹی کی یہ حالت ہو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”محترم ابنِ سلیمان! اگر میرے جانے سے محترم حسام الدین کے حالات بدل سکتے ہیں تو میں ایک بار نہیں، سو بار اس کے ہاں جانے کے لئے تیار ہوں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ابھی میرے ساتھ چلو۔"

شہاب الدین کھڑا ہو گیا۔ اس موقع پر منصور ترکی نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "شہاب الدین، میرے بھائی! آپ محترم بلال بن سلیمان کے ساتھ جائیں۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کی طرف جاتا ہوں اور جب تک آپ ان بستیوں کے سردار حسام الدین سے مل کر آتے ہیں اس وقت تک خداوند نے چاہا تو میں اپنے لشکر پڑاؤ اس مکتب کے پاس جو کھلے میدان ہیں، وہاں لے آتا ہوں۔"

شہاب الدین نے اس تجویز سے اتفاق کیا جس پر منصور ترکی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا جبکہ شہاب الدین، بلال بن سلیمان کے ساتھ سامنے دکھائی دینے والی بستی کا رخ کر رہا تھا۔

اس بستی میں داخل ہونے کے بعد بلال بن سلیمان ایک قلعہ نما حویلی کے دروازے پر رک گیا۔ بیرونی دروازہ بھی بہت بڑا تھا۔ ایسا ہی دروازہ تھا جیسا عموماً قلعوں کا ہوتا ہے۔ دروازے کے ساتھ لوہے کا ایک موٹا کڑا لٹک رہا تھا۔ اس کے ذریعے بلال بن سلیمان نے دروازے پر دستک دی تھی۔

پہلی بار دستک دینے پر اندر سے کسی ردِعمل کا اظہار نہ ہوا۔ دوسری بار جب دستک دی گئی تو دستک دینے کے تھوڑی دیر بعد اندر سے ایک انتہائی پُرکشش اور سحر و طلسمات بکھیرتی نسوانی آواز سنائی دی۔

"کون ہے......؟"

جواب میں بلال بن سلیمان اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا، پھر مدھم سی آواز میں کہنے لگا۔

"سدورہ میری بیٹی! میں بلال بن سلیمان ہوں۔"

ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ صدر دروازے میں جو مزید ایک چھوٹا دروازہ تھا، وہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی شہاب الدین بن مسعود کی نگاہ ایک نوخیز، دراز قد لڑکی پر پڑی جو گلابی دھندلکوں، قمقموں کی ضوفشانی جیسی خوبصورت، رنگت و نکہت و نور کے بہاؤ جیسی پُر جمال، جذبوں کی تابانی اور طلسماتی کہانیوں کی تحریک جیسی حسین تھی۔ شہاب الدین نے دیکھا اس کے چہرے پر دل آویز تخیلات کی لذت اور گلاب پتیوں سے اس کے ہونٹوں پر دل موہ لینے والا ریشمی تبسم تھا۔ اس سے اس کی آنکھوں میں خوشی کی انجانی

چمک اور نظر میں آتشیں نغموں کے پیچ و تاب تھے۔ مجموعی طور پر وہ لڑکی جمال و جدت، کشش و جذب کا نگار خانہ، خوبصورتی کا اسرار اور حُسن کا خمار خانہ دکھائی دے رہی تھی۔ سدورہ نام کی اس لڑکی نے بھی لمحہ بھر کے لئے بلال بن سلیمان کے پیچھے شہاب الدین کو دیکھا تھا، پھر ابنِ سلیمان کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھتے ہوئے وہ ایک دم بائیں جانب ہٹتے ہوئے دروازے کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

اس پر بلال بن سلیمان چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہوا اور دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو کر اس نے دروازے سے لگ کر کھڑی سدورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بیٹی! میں اس وقت اکیلا نہیں ہوں ...... تم جانتی ہو ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ان علاقوں کی حفاظت کے لئے ایک لشکر یہاں بھیجا ہوا ہے جو یہاں کے دفاعی حالات کو مضبوط اور مستحکم کر رہا ہے۔ اس لشکر کا سالار اس وقت میرے ساتھ آیا ہے۔ اس کا نام شہاب الدین بن مسعود ہے۔"

بلال بن مسعود کے ان الفاظ پر سدورہ چونکی تھی، لمحہ بھر کے لئے اس نے احتجاج بھرے انداز میں ابنِ سلیمان کی طرف دیکھا، پھر شکووں بھری آواز میں کہنے لگی۔

"عم! آپ نے یہ کیا کر دیا ...... میری قوم کے ایک مجاہد، میری ملت کے ایک سالار کو آپ نے اجنبیوں کی طرح حویلی کے باہر کھڑا کر دیا جیسے اس سے ہمارا کوئی تعلق ہی نہ ہو ...... زندگی کی دربدر کرتی وحشتوں اور اُجالے چرا لینے والی طاغوتی قوتوں کے سامنے ایسے مجاہد ہی نیزے کی چمک دار انیوں جیسے پاسبان ثابت ہوتے ہیں۔ غارت گری کے کارندوں، ظلم کے نمائندوں اور بے درماں زخموں کی ویرانیوں میں ایسے ہی سالار شمشیر بکف محافظ بن جاتے ہیں۔ عم! وقت کے سیاہ فریب اور اُمتوں کی دربدری میں قوم کے ایسے ہی سالار اپنے کردار کی تقدیس سے ساحرانہ کارنامے انجام دیتے ہوئے روشنی اور تحفظ کے پیغامبر بن جاتے ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد سدورہ رکی، پھر کہنے لگی۔

"جو لشکر ان علاقوں کی حفاظت کے لئے آیا ہے اگر یہ اس کے سالارِ اعلیٰ ہیں تو ہمارے لئے بڑے محترم ہیں ...... آپ انہیں اندر بلائیں، میں بابا کے پاس جاتی ہوں اور ان کے آنے کی اطلاع انہیں کرتی ہوں۔ آپ انہیں دیوان خانے میں لے

کر آئیں۔"

اس کے ساتھ ہی سدورہ بھاگتی ہوئی حویلی کے سکونتی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔ یہ ساری گفتگو باہر کھڑے شہاب الدین نے سن لی تھی۔ سدورہ کے اندر چلے جانے کے بعد بلال بن سلیمان پریشان پریشان سا باہر نکلا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! آپ میرے ساتھ آیئے۔"

ابنِ سلیمان کی حالت دیکھتے ہوئے شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"جس لڑکی سے آپ گفتگو کر رہے تھے، اس کی گفتگو میں سن چکا ہوں۔ آپ کو اس سلسلے میں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جواب میں بلال بن سلیمان مسکرا دیا، پھر شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر حویلی میں داخل ہوا۔ جب وہ شہاب الدین کو لے کر اس حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو دیوان خانے کی حالت دیکھتے ہوئے شہاب الدین کو بڑا تعجب اور ایک طرح کا دکھ بھی ہوا۔ اس لئے کہ دیوان خانے میں ویرانی اور افسردگی تھی۔ خاصا بڑا دیوان خانہ تھا جس کے اندر آمنے سامنے بس دو بوسیدہ سی مسہریاں پڑی تھیں جن کے اوپر پرانے بستر لگے ہوئے تھے۔ بلال بن سلیمان اور شہاب الدین دونوں آگے بڑھ کر ایک مسہری پر ہو بیٹھے تھے۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی کے اس دیوان خانے کے دروازے پر سدورہ نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ حسام الدین بھی تھا۔ دونوں کو دیکھتے ہوئے شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلال بن سلیمان بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے سدورہ نے شہاب الدین کو مخاطب کیا اور اپنی شہد و شیرینی برساتی آواز میں کہنے لگی۔

"میں آپ کو اپنی حویلی میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ عم سلیمان مجھے آپ سے متعلق بتا چکے ہیں …… مجھے افسوس ہے کہ جب انہوں نے دروازے پر دستک دی تو میں نے دروازہ کھولا تو یہ خود اندر آ گئے اور آپ کو اجنبیوں کی طرح باہر کھڑا رکھا۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔"

سدورہ کی اس گفتگو سے شہاب الدین بڑا متاثر ہوا، کہنے لگا۔

"خاتون! آپ کو معذرت خواہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے …… میں اس حویلی اور اس کے مکینوں کے لئے اجنبی تھا اور اس موقع پر میرا باہر کھڑا ہونا ہی مناسب تھا……"

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسی دوران حسام الدین آگے بڑھا، پہلے اس نے شہاب الدین کو لپٹا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر کہنے لگا۔

"آپ جیسے مجاہد ہی تو ہماری ملت، ہماری قوم کا سرمایہ ہیں …… اگر میرے حالات پہلے جیسے ہوتے تو شاید اس حویلی میں آپ کا استقبال، آپ کی مہمان نوازی بڑے مختلف انداز میں ہوتی لیکن……"

اس کے ساتھ ہی حسام الدین اور سدورہ دونوں باپ بیٹی سامنے والی مسہری پر ہو بیٹھے تھے۔ پھر شہاب الدین نے حسام الدین کو مخاطب کیا۔

"محترم بلال بن سلیمان مجھے آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ سنا چکے ہیں …… آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لشکر کا پڑاؤ پہلے جنوب کے کوہستانی سلسلوں کے پشتی حصوں میں تھا لیکن آپ کی طرف آنے سے پہلے محترم بلال بن سلیمان نے کہا کہ میں اپنے لشکر کا پڑاؤ ان کے مکتب کے قریب کروں۔ اس لئے کہ بستیوں کے لوگ چاہتے ہیں کہ میرا لشکر ان کے قریب رہے۔ وہ ہمارے لشکر میں ہی آ کر نماز ادا کریں۔ دوسرے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ حفاظت کے لئے میرے لشکر کا ان کے نزدیک رہنا ضروری ہے۔ حالانکہ اگر میرا لشکر دور بھی رہے تب بھی میں نے یہاں کی بستیوں کے دفاع کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ بہرحال عصر تک مجھے امید ہے کہ میرے لشکر کا پڑاؤ ابنِ سلیمان کے مکتب کے قریب قائم ہو جائے گا۔

وحشی خطائیوں نے ان بستیوں پر حملہ آور ہو کر یہاں کے لوگوں کی بہت لوٹ کھسوٹ کی ہے۔ آپ کے حالات مجھے ابنِ سلیمان نے تفصیل کے ساتھ بتائے ہیں۔ مجھے اس حویلی کے حالات سن کر بڑا دکھ ہوا ہے۔ آپ بے فکر رہیں، خداوند نے چاہا تو چند یوم کے اندر اندر ان ساری بستیوں کا جو پہلے آب پاشی کا نظام تھا، وہ بحال کر دیا جائے گا۔ جو باغات، کھیت اُجاڑ دیئے گئے ہیں، پہلے کی طرح انشاء اللہ وہ سرسبز اور ثمر آور ہوں گے۔ میں آج مغرب کی نماز کے بعد دریائے آمو کے اس پار دشمن کے علاقوں میں ترک تاز، یلغار کروں گا۔ جگہ جگہ شب خون ماروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں

وہاں سے بہت کچھ حاصل کروں گا۔ جو چیزیں مجھے ملیں، یہاں کے لوگوں میں تقسیم کر کے مجھے امید ہے کہ میں ان کی حالت سنوارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ یہاں کے لوگوں، یہاں کی بستیوں کو اب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے میرے تحفظ میں دیا ہے اور میں ان کی حفاظت اور ان کی خوب مدد کروں گا ...... ویسے تو سب سے بڑا مدد کرنے والا اللہ ہے۔ پر میں اُسی کی مدد کے سہارے، اُسی کا نام لے کر دشمن پر وارد ہوں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ ہم نے اپنی حفاظت کا اہتمام کرلیا ہے اور اب ہم ان پر جوابی کارروائی کرنے کے قابل بھی ہو چکے ہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے شہاب الدین رکا، پھر حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں آپ بڑی عسرت اور تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ...... خطائیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے جو آپ کے حالات تھے وہ مجھے بتائے گئے ہیں۔ خداوند نے چاہا تو چند مہینوں کے اندر اندر پھر آپ کے حالات ویسے ہی ہو جائیں گے ......اس سلسلے میں آپ کو پریشان ہونے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس موقع پر سدورہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی، پھر شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر! میں آپ کے کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔"

اس کی آواز کے کرب اور اس کی پیش کش پر شہاب الدین کٹ کر رہ گیا تھا، دُکھ بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

"خاتون! تم دونوں باپ بیٹی کے پاس اپنے کھانے کو کچھ نہیں ہے تو مجھے کیا پیش کرو گی......؟ میں جانتا ہوں تم دونوں باپ بیٹی انتہائی تنگ دستی میں گزر بسر کر رہے ہو ...... پر یہ وقت اب طول نہیں پکڑے گا۔ مجھے صرف آج رات کی مہلت دیجئے۔ خداوند نے چاہا تو کل سے صرف آپ کی ہی نہیں، یہاں کی بستیوں کے سب لوگوں کی حالت تبدیل ہونا شروع ہو جائے گی۔ مجھے اب اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔ لشکر کے پڑاؤ کی نگرانی کرنی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی جب شہاب الدین اٹھا، تب سدورہ تڑپ کر کہنے لگی۔

"امیر! بیٹھیں...... گھر میں اگر اور کچھ نہیں تو ستو ہیں۔ میں وہی آپ کو پیش کر

سکتی ہوں۔"

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"خاتون! یہی سمجھنا کہ تم نے مجھے ستو پیش کر دیئے اور میں نے کھا لئے ہیں ..... اس سلسلے میں تمہیں نہ شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے اور نہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔"

پھر شہاب الدین آگے بڑھا۔ حسام الدین سے اس نے مصافحہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اور بلال بن سلیمان دونوں حسام الدین اور سدورہ کی حویلی سے نکل گئے تھے۔

★......★

◎◎◎

رات تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ سرما کی آمد آمد تھی۔ لہٰذا رات کے وقت کچھ خنکی ہونے لگی تھی۔ ایسے میں شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں کنارے کے ساتھ ساتھ ان کا بنایا ہوا لکڑی کا نیا پُل بندھا ہوا تھا۔

اس پُل کے جو محافظ تھے، شہاب الدین اور منصور ترکی کے آنے پر چوکس ہو گئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین ان کے پاس آیا اور پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! میں آج شب کو اپنے کام کی ابتداء کرنے لگا ہوں۔ پُل کو دوسرے کنارے کی طرف استوار کر دو اور ساتھ ہی میری ایک بات یاد رکھو، اپنے لشکر کے ساتھ اس پُل سے گزرنے کے بعد دوسرے کنارے پر جا کر میں جب جلتا ہوا ایک تیر فضا میں بلند کروں گا تو تم پُل کو کھینچ کر پھر اپنی اصلی حالت پر لے آنا ...... دشمن کے علاقے میں اپنی یلغار اور ترک تاز کو کامیاب بنانے کے بعد میں جب لوٹوں گا تو کنارے کے قریب آ کر پہلے کی طرح پھر فضاؤں کے اندر جلتا ہوا تیر بلند کیا جائے گا۔ وہ تم لوگوں کے لئے اشارہ ہوگا کہ پُل کو پھر تم نے دوسرے کنارے کی طرف استوار کرنا ہے تا کہ میں اپنے لشکر کو لے کر واپس اپنے مسکن اور پڑاؤ کی طرف آ جاؤں۔"

پُل کے محافظوں نے شہاب الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پُل کے ایک سرے کی رسیاں ڈھیلی کر دی گئیں۔ پُل پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ ساتھ دوسرے کنارے کی طرف چلتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا وہ سرا دوسرے ساحل کی طرف جا لگا تھا۔ جب ایسا ہو چکا تب شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کو

لے کر دریائے آمو کو عبور کر کے دوسرے کنارے کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے کنارے پر جا کر جب شہاب الدین کے ساتھیوں نے جلتا ہوا ایک تیر فضا میں چھوڑا تو پُل کے محافظوں نے پُل کا وہ سرا کھینچتے ہوئے پھر اپنے کنارے کے ساتھ لگا لیا تھا۔

دوسرے کنارے پر جا کر شہاب الدین اور منصور ترکی اجالوں کی لاتعداد پرواز اور آندھیوں کے تیز جھکڑوں کی طرح حرکت میں آئے، دشمن کے علاقے میں دور تک انہوں نے دھاوا بولتے ہوئے حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ ایک بستی سے دوسری بستی اور ایک قصبے سے دوسرے قصبے پر حملہ آور ہوتے ہوئے انہوں نے اپنی ضرورت کا سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور جن مسلح گروہوں نے رات کے وقت ان سے ٹکرانے کی کوشش کی، شہاب الدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر قدرت کے بدترین احتساب، سلگتے قیامت خیز قہر کی طرح وارد ہوا اور ان کا خاتمہ کرتا چلا گیا تھا۔

دشمن کے علاقے میں ایک واویلا اور شور و غوغا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لوگ چیخنے چلّانے لگے تھے ...... جبکہ شہاب الدین اور اس کے ساتھی دشتِ امکان میں بے بس کر دینے والے انقلاب اور دندناتی ہواؤں میں اولوں کی بے پناہ بوچھاڑ کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے گئے تھے۔ دشمن کے وسیع علاقوں کے اندر انہوں نے زیست کی تشنہ جستجو کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک حدیثِ حشر و حساب کا سا سماں برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

کافی رات گئے تک دشمن کے علاقوں کے اندر یہ ترک و تاز جاری رہی۔ دشمن کے علاقے سے شہاب الدین نے ان گنت مویشی، اجناس کے انبار، ہتھیاروں کے ڈھیر، سینکڑوں گھوڑے اور ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں، اونٹ، اس کے علاوہ نقدی و جواہرات کی صورت میں جو کچھ حاصل کیا اس کا شمار ہی نہیں تھا۔

شہاب الدین نے دشمن کے علاقے میں اپنی یلغار اور ترک و تاز جاری رکھی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے سفیدی نمودار ہونا شروع ہوئی۔ یہ دیکھتے ہی دشمن کے علاقے سے جس قدر سامان حاصل کیا گیا تھا، اسے انہی کے علاقوں سے حاصل کئے ہوئے جانوروں پر لادا گیا، اس کے علاوہ جانوروں کے گلّے اور گروہوں کے گروہ بھی ہانکنے شروع کر دیئے تھے۔ اس طرح سارا سامان اور ہر چیز سمیٹتے ہوئے شہاب الدین

دریا آمو کے کنارے آیا، وہاں جلتا تیر بلند کیا گیا جس کے تھوڑی ہی دیر بعد پُل کے محافظوں نے پُل استوار کر دیا تھا۔ اس طرح شہاب الدین اور منصور ترکی دشمن کے علاقے سے حاصل کی جانے والی ساری اشیاء کو بحفاظت دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے علاقے میں لے آئے تھے۔

شہاب الدین نے مکتب کے پشتی حصے میں جو بڑا اور کھلا میدان تھا، ساری چیزیں وہاں رکھوا دی تھیں اور ان پر پہرہ لگوا دیا تھا۔ اتنی دیر تک پڑاؤ میں فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ سب نے مل کر نماز پڑھی اور شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے اپنے لشکریوں کے کھانے کا انتظام کرنے لگے تھے۔

فجر کی نماز اور کھانے کے بعد شہاب الدین اور منصور ترکی نے سب سے پہلے بلال بن سلیمان کو بلایا۔ رات جو انہوں نے کارروائی کی تھی، اس کی تفصیل بتائی۔ جو سامان لائے تھے وہ بھی اسے دکھایا۔ سارا سامان دیکھ کر بلال بن سلیمان دنگ رہ گیا تھا۔ اس موقع پر وہ شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! قسم خداوندِ قدوس کی ...... جس بستی، جس شہر، جس علاقے، جس منطقے کے آپ والی یا محافظ ہوں، وہاں کے لوگ سسک سسک کر بھوکے نہیں مر سکتے۔ یہ جو سامان آپ دشمن کے علاقے سے لائے ہیں، اتنا سامان تو دشمن کے لشکریوں نے ہمارے علاقے سے بھی نہ چھینا ہو گا......"

بلال بن سلیمان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا۔

"ابنِ سلیمان، میرے محترم! سب سے پہلے میں نے آپ کو بلایا ہے۔ اب آپ کے ذمہ میں یہ کام لگانے لگا ہوں کہ کچھ ہرکارے مختلف بستیوں کی طرف روانہ کریں، ان لوگوں کو بلائیں۔ جس کسی کا بھی جس قدر نقصان ہوا ہے اسے اسی قدر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان بستیوں کے جو آپ کے سردار حسام الدین ہیں، بقول آپ کے ان کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ایک تو ان کے چھ بیٹے ہلاک کر دیئے گئے، میں ان کی تلافی تو نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ جو ان کا نقصان ہوا ہے اس کی بہرحال میں تلافی کر دوں گا اور چند روز کے اندر اندر اپنے لشکریوں کے ساتھ مل کر یہاں حوضوں کی صورت میں جو آب پاشی کا نظام تھا، اسے بھی

بحال کر دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر دوبارہ بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ پہلے ساری بستی کے لوگوں کو بلائیے ...... میں پہلے ان لوگوں کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں کچھ سامان دے کر آپ کو حسام الدین کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ وہ سامان ان کے گھر پہنچائیں۔"

اس موقع پر جستجو بھرے انداز میں بلال بن سلیمان نے شہاب الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"امیر! کیا آپ میرے ساتھ ان کے گھر نہیں جائیں گے؟"

اس موقع پر شہاب الدین نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، تلخ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

"جو سامان میں انہیں دینا چاہتا ہوں وہ سامان آپ کے ساتھ میں خود لے کر جاؤں تو انہیں میرا ممنون ہونا پڑے گا ...... میرا شکریہ ادا کرنا پڑے گا ...... میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسا کریں۔ اس لئے کہ ان کا نقصان ہوا ہے۔ میں ان پر کوئی احسان نہیں کر رہا ...... بلکہ جو ان کا نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کی جا رہی ہے۔ لہٰذا جو سامان میں آپ کے حوالے کروں گا، آپ ہی ان کے گھر تک پہنچا کر آئیں گے۔"

بلال بن سلیمان شہاب الدین کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ لہٰذا شہاب الدین کے کہنے پر وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مختلف جوانوں کو مختلف بستیوں کی طرف روانہ کیا اور انہیں اپنے مکتب کے پاس آنے کی دعوت دی۔

تھوڑی دیر بعد لوگوں کا وہاں جمگھٹا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لوگ گروہ در گروہ آتے اور اپنی ضرورت کا سامان اور نقدی حاصل کر کے بے پناہ خوشی اور سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس جانے لگے تھے۔

جب سب لوگوں کی تلافی کر دی گئی، تب بھی کافی سامان بچ گیا۔ گھوڑے لشکر کے استعمال کے لئے رکھ لئے گئے۔ بھیڑ بکریوں کے جو ریوڑ بچے تھے وہ بھی لشکریوں کی خوراک کے لئے محفوظ کر لئے گئے تھے۔ اس کے بعد اجناس کی صورت میں بھی بہت کچھ بچا تھا۔ جب شہاب الدین سب لوگوں سے فارغ ہو چکا تب اس نے پھر ابنِ

سلیمان کو اپنے پاس بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان بستیوں کے سب لوگ تو میں سمجھتا ہوں وقتی طور پر مطمئن ہو گئے ہیں ...... لیکن ابھی میں انہیں بہت کچھ دوں گا۔ دشمن کے علاقے میں یہ میری پہلی یلغار ہے۔ ابھی اور بھی ترکتاز ہوگی جس کے ذریعے دشمن پر واضح کر دیا جائے گا کہ اگر وہ ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل سکتے ہیں تو ایسا ہی کھیل ان کے علاقوں میں ہم بھی کھیلنے کی ہمت اور جرأت رکھتے ہیں۔"

شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ ابنِ سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے محترم! ابھی بہت سا سامان آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے ...... اس میں سے آپ جو لینا چاہتے ہیں اپنی مرضی سے لے لیں۔"

بلال بن سلیمان مسکرایا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔ "آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے مکتب کی عمارت دوبارہ ٹھیک کروا دیں گے۔"

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"وہ تو مکتب کی عمارت ہے ...... وہ تو میں چند روز تک ٹھیک کرا دوں گا۔ میں آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ اپنی ضرورت کی جو چیز لینا چاہتے ہیں لے لیں۔"

جواب میں بلال بن سلیمان افسردہ سا ہو گیا تھا، دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"امیر! آپ جانتے ہیں کہ میں بڑا بے ضرورت سا انسان ہوں ...... میرا کوئی کنبہ قبیلہ نہیں ہے۔ اکیلا ہوں۔ یہ مکتب کی عمارت جب درست ہو گئی اور طلباء کے بیٹھنے بھی اچھا انتظام ہو گیا تو مکتب پھر پہلے کی طرح آباد ہو جائے گا۔ بس اس کے علا اور میں کچھ نہیں چاہتا۔ بستی کے لوگ میرے لئے بڑے مہربان ہیں ...... دو وقت کا کھا مل جاتا ہے۔ بلال بن سلیمان کے لئے یہی کافی ہے۔"

ابنِ سلیمان کی اس گفتگو سے شہاب الدین بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"میں کل سے ہی آپ کے مکتب کی درستگی کا کام شروع کر دوں گا ...... ساتھ آب پاشی کے لئے جو تالاب ہیں، ان کی مرمت بھی شروع ہو جائے گی۔ آج میں آپ کے لئے یہ فیصلہ کر رہا ہوں کہ آج کے بعد آپ کھانا میرے لشکر میں کھا کریں گے، یہیں قیام کریں گے۔ ضرورت کی ہر چیز بھی آپ کو مہیا کی جائے گی۔ یہ جانیں، آپ کی حیثیت میرے لشکر میں لشکر کے قاضی کی سی ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ آ

اپنا مکتب بھی چلاتے رہیں گے۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان خوش ہو گیا تھا اور اس نے اس کی ہامی بھر لی تھی۔ پھر شہاب الدین نے گفتگو کا موضوع بدلا اور بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم ابنِ سلیمان! آپ لوگوں کی بستیوں کے سالار حسام الدین کے لئے میں نے دو بہترین گھوڑوں کا انتخاب کیا ہے ...... ایک گھوڑا حسام الدین کے لئے، دوسرا اس کی بیٹی سدورہ کے لئے۔ چند دودھ دینے والی بکریاں بھی میں نے علیحدہ کر لی ہیں جو ان کے ہاں بھجوائی جائیں گی جو ان دونوں باپ بیٹی کے کام آئیں گی۔ اس کے علاوہ میرے پاس نقدی کی ایک تھیلی ہے جو میں نے ان کے لئے علیحدہ کی ہے، یہ بھی ان کے حوالے کی جائے گی تاکہ اس سے وہ دونوں باپ بیٹی اپنی ضروریات پوری کریں اور پہلے کی طرح خوشگوار زندگی کی ابتدا کریں۔ گھوڑوں پر لاد کر خورد و نوش کا کچھ سامان بھی جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین نے نقدی کی ایک تھیلی ابنِ سلیمان کی طرف بڑھا دی تھی۔ ابنِ سلیمان نے جب اس کا منہ کھول کر دیکھا تو اس میں سنہری سکوں کے علاوہ کچھ جواہرات بھی تھے۔ مسکراتے ہوئے ابنِ سلیمان نے تھیلی کا منہ بند کر لیا۔ پھر دو گھوڑے، کچھ بکریاں بھی ابنِ سلیمان کے حوالے کیے گئے۔ جب انہیں لے کر ابنِ سلیمان جانے لگا تب آواز دے کر شہاب الدین نے اسے روک دیا۔ کہنے لگا۔

"محترم ابنِ سلیمان! ابھی رکئے۔ کچھ اور سامان بھی حسام الدین کے ہاں جانا ہے۔"

پھر دیکھتے ہی دیکھتے کچھ لشکری حرکت میں آئے۔ گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ انہوں نے کھانے پینے کی بہت سی اشیاء باندھنی شروع کر دی تھیں۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تب شہاب الدین کے کہنے پر وہ سامان لے کر بلال بن سلیمان، حسام الدین کی قلعہ نما حویلی کی طرف روانہ ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بلال بن سلیمان، حسام الدین کی حویلی کے سامنے رکا۔ دروازے پر اس نے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے سدورہ کی دھیمی، کھنکتی آواز سنائی دی۔

"کون ہے ......؟"

باہر سے ابنِ سلیمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سدورہ میری بیٹی! دروازہ کھولو۔ میں بلال بن سلیمان ہوں۔"

اس پر دروازہ فوراً کھل گیا۔ بلال بن سلیمان نے بڑے قلعہ نما دروازے کو جو زنجیر لگی ہوئی تھی، وہ بھی کھول دی۔ اس لئے کہ سدورہ نے چھوٹا دروازہ کھولا تھا۔ جبکہ ابنِ سلیمان نے پورا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ گھوڑوں اور ان بکریوں کو ہانکتا ہوا حویلی میں داخل ہوا تھا۔ وہ ساری چیزیں دیکھتے ہوئے سدورہ دنگ رہ گئی تھی۔ کبھی تعجب بھرے انداز میں ان اشیاء کی طرف دیکھتی، کبھی جستجو بھرے انداز میں وہ بلال بن سلیمان کی طرف دیکھنے لگ جاتی تھی۔ پھر دروازہ سدورہ نے خود بند کیا۔ حویلی کے صحن میں جو بائیں جانب بہت بڑا، پختہ اور خوبصورت اصطبل بنا ہوا تھا، بلال بن سلیمان نے گھوڑوں اور بکریوں کو اس طرف ہانک دیا۔ اتنی دیر تک سدورہ بھی اس کے قریب آئی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے بلال بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

"عم! یہ کیا ہے......؟ یہ آپ کہاں سے لائے ہیں......؟ اور یہ جو گھوڑے ہیں، ان پر جو چیزیں لدی ہیں ان میں کیا ہے......؟"

بلال بن سلیمان نے لمحہ بھر کے لئے مسکرا کر سدورہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! تھوڑی دیر رک۔"

اس کے بعد اس نے گھوڑوں اور بکریوں کو وہاں باندھ دیا۔ گھوڑوں کے اوپر جو زینوں کے ساتھ سامان بندھا ہوا تھا وہ اس نے کھول کر ایک طرف رکھ دیا۔ دونوں گھوڑوں کی زینیں بھی اتار کر ایک طرف رکھ دیں اور ان کے منہ سے دہانے بھی اتار دیئے تھے۔ پھر وہ سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹی! پہلے میرے ساتھ حرکت میں آؤ۔ دونوں باپ بیٹی یہ سارا سامان پہلے تمہارے مطبخ میں منتقل کرتے ہیں، پھر میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔"

سدورہ مان گئی۔ دونوں نے مل کر گھوڑوں سے اتارا جانے والا سارا سامان مطبخ میں منتقل کر دیا۔ پھر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

"اب اپنے باپ کے پاس چلو...... ساری گفتگو اس کی موجودگی ہی میں ہوگی۔"

سدورہ چپ چاپ اور خاموشی کے ساتھ بلال بن سلیمان کے ساتھ ہو لی تھی۔

دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ اس وقت حسام الدین دیوان خانے میں بیٹھا

ہوا تھا۔ بلال بن سلیمان کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا، آگے بڑھ کر ابنِ سلیمان نے اس سے مصافحہ کیا پھر جس مسہری پر حسام الدین بیٹھا ہوا تھا اسی پر بلال بن سلیمان بیٹھ گیا۔ سامنے جو اسی طرح کی کھاٹ پڑی ہوئی تھی اس پر سدورہ ہو بیٹھی تھی۔ پھر بلال بن سلیمان نے ایک چرمی تھیلی نکالی اور حسام الدین کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ آپ کی امانت۔"

حسام الدین نے لمحہ بھر کے لئے تشویش اور کسی قدر جستجو بھرے انداز میں بلال بن سلیمان کی طرف دیکھا، منہ سے کچھ نہ بولا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے اس چرمی تھیلی کا منہ کھولا۔ وہ دنگ سا رہ گیا...... کچھ دیر تک وہ تھیلی کے اندر سنہرے سکوں اور جواہرات کا جائزہ لیتا رہا، پھر تھیلی کا منہ بند کر دیا اور اسے اٹھا کر جب اس نے بلال بن سلیمان کی گود میں رکھنا چاہا تب ابنِ سلیمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تھیلی کو دوبارہ اس نے اس کی گود میں رکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"حسام الدین! تھیلی تمہاری گود میں رکھتے وقت میں نے کہا تھا کہ یہ تمہاری امانت ہے۔ تم تھیلی اس طرح مجھے لوٹا رہے ہو کہ جس طرح یہ تھیلی میں تمہیں دے رہا ہوں تو تم پر بہت بڑا احسان کر رہا ہوں۔ حسام الدین! تمہیں اور تمہاری بیٹی سدورہ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ شب یہاں جو ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا لشکر ہے، اس کے سالار شہاب الدین نے دریائے آمو کے اس پار دشمن کے علاقے میں ترک و تاز کی تھی۔ وہ عشاء کے بعد دریائے آمو کو پار کر کے دشمن کے علاقے میں گیا تھا اور صبح تک وہاں یلغار اور ترک و تاز کرتا رہا۔ پھر واپس آیا۔ فجر کی نماز اس نے یہاں اپنے پڑاؤ میں آ کر ادا کی تھی۔ اپنے ساتھ وہ بے شمار مال و دولت کے علاوہ گھوڑے، بار برداری کے جانور، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور گلے، اس کے علاوہ اناج اور ضروریاتِ زندگی کا سامان اس قدر اپنے ساتھ لایا جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

رات بھر دریائے آمو کے اس پار یلغار کرنے کے بعد اس شخص نے آرام نہیں کیا۔ فجر کی نماز کے بعد اس نے مجھے طلب کیا اور مجھ سے کہا کہ مختلف بستیوں کی طرف میں پیغام بھجوا دوں تا کہ لوگ آئیں اور گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے جس قدر ان کا نقصان ہوا ہے ان کی تلافی کر دی جائے۔

"حسام الدین! میں اس کی کارروائی سے اتنا خوش ہوں کہ میں اس خوشی کا نہ خود

انداز ہ کرسکتا ہوں نہ کسی کے سامنے الفاظ میں بیان کرسکتا ہوں۔ میں نے ساری بستیوں کی طرف پیغام بھجوایا، لوگ آئے اور جس قدر ان کا نقصان ہوا تھا اس سے بڑھ کر ان کی تلافی کر دی گئی ہے۔ اب بھی میرے مکتب کے پیچھے جو کھلا میدان ہے، وہاں کافی سامان بچا ہوا ہے...... بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بھی ہیں جو شہاب الدین نے اپنے لشکر کے استعمال کے لئے رکھ لئے ہیں۔

حسام الدین! یہ نقدی کی تھیلی شہاب الدین نے مجھے دی ہے۔ یہ میں تمہیں پیش نہیں کر رہا، یہ تمہارا حصہ، تمہارا حق ہے...... اس کے علاوہ تمہارے اصطبل میں، میں نے دو گھوڑے اور کچھ بکریاں بھی باندھ دی ہیں اور اناج اور دیگر ضروریات کا سارا سامان میں نے اپنی بیٹی سدورہ کی مدد سے تمہارے باورچی خانے میں رکھوا دیا ہے۔''

جب تک بلال بن سلیمان بولتا رہا، حسام الدین اور سدورہ دونوں باپ بیٹی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تب حسام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''ابنِ سلیمان! سب سے پہلے تو میں اس شہاب الدین بن مسعود کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہاں کے لوگوں کے نقصانات کی تلافی کی۔ ایسے جوان بہت کم پیدا ہوتے ہیں جو اپنی قوم اور ملت کے لئے اس قدر درد اور ہمدردی رکھتے ہیں۔ پر مجھے ایک شکوہ اور شکایت بھی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں دو شکوے اور شکایتیں ہیں۔

پہلا یہ کہ جس وقت سب لوگوں کو بلایا گیا، میری طرف کیوں نہ پیغام بھیجا گیا اور مجھے کیوں نہ بلایا گیا؟...... دوسرا شکوہ و شکایت مجھے یہ ہے کہ یہ چیزیں جو تم مجھے دینے کے لئے آئے ہو اگر مجھے سب لوگوں کی طرح وہاں نہیں بلایا گیا تھا تو کم از کم یہ چیزیں شہاب الدین خود مجھے دینے کے لئے آتا تو میری خوب تلافی ہوتی۔''

حسام الدین کے خاموش ہونے پر بلال بن مسعود مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تمہارے ان دونوں شکووں کا جواب بلکہ خوب جواب میرے پاس ہے۔ سنو! ایسا کرنے سے مجھے شہاب الدین بنِ مسعود نے منع کر دیا تھا۔ جس وقت سب لوگوں کو بلایا گیا تھا تو تمہیں بلانے سے شہاب الدین نے اس لئے منع کیا تھا کہ گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم یہاں کے لوگوں کو خوب نوازتے رہے ہو۔ تمہاری وجہ سے یہاں کے مساکین و فقراء پیٹ بھر کر کھاتے رہے ہیں...... تم اعلانیہ

اور چپکے چپکے بھی ان کی مدد کرتے رہے ہو...... ساری باتیں میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ شہاب الدین کو بتا دی تھیں لہٰذا تمہیں بلانے سے شہاب الدین نے منع کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ماضی میں جو شخص دل کھول کر یہاں کے لوگوں کو نوازتا رہا ہے، اسے اس طرح بلا کر نوازنا اس کی توہین ہے۔ لہٰذا ضرورت کا سامان خود اس کے گھر پہنچایا جانا چاہئے۔

تمہارا دوسرا شکوہ یہ ہے کہ شہاب الدین خود کیوں نہیں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے خود بھی شہاب الدین سے کہا تھا کہ وہ یہ سامان حسام الدین کے گھر خود پہنچائے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ ''یہ سامان میں نہیں پہنچاؤں گا۔ اس طرح محترم حسام الدین اپنے آپ کو میرا زیر بارِ احسان خیال کریں گے اور احسان مندی اور شکر گزاری کے تکلف میں پڑ جائیں گے۔ لہٰذا میں ایسا نہیں چاہتا۔'' اس بناء پر یہ سامان شہاب الدین نے مجھے دے کر تم دونوں باپ بیٹی کی طرف روانہ کر دیا۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟''

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب حسام الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ شہاب الدین کی شرافت اور اس کی بلند کرداری ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے دوبارہ زندگی دے دی ہے۔ اب میں باہر نکل کر لوگوں سے مل سکتا ہوں...... اپنی بیٹی کے ساتھ مفلسی اور تنگ دستی کا لبادہ بھی اتار سکتا ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے حسام الدین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بلال بن سلیمان بول اٹھا۔

''حسام الدین! تمہارے لئے ایک اور اچھی خبر یہ ہے کہ کل سے شہاب الدین اپنے لشکریوں کے ساتھ حرکت میں آ رہا ہے۔ یہاں جو آب پاشی کے تالاب گور خاں کے حملہ آوروں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں، ان کو شہاب الدین پھر بحال کر دے گا اور یہاں کے پرانے آب پاشی کے نظام کو دوبارہ جاری کرتے ہوئے وہ ان بستیوں کے کھیتوں اور باغات کو پھر لہلہاتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔''

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر حسام الدین اور سدورہ دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر دیوان خانے میں حسام الدین کی آواز سنائی دی تھی۔

''ابنِ سلیمان! جس وقت یہاں سے کچھ لوگ شکایت لے کر اپنے سلطان

علاؤالدین خوارزم شاہ کے پاس گئے تھے تو میں یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ سلطان یہاں کے لوگوں کی تھوڑی بہت مدد کر دے گا یا بالکل ہی خاموشی اختیار کر لے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سلطان نے ایک ہمدرد اور ایک جرأت مند سالار کو ایک لشکر دے کر یہاں بھیجا ہے جس نے ایک طرح سے یہاں کے لوگوں کی کایا ہی پلٹنا شروع کر دی ہے۔ یہاں کے لوگوں کے نقصان کی تلافی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن اس سالار نے کر دکھایا ہے۔ ابنِ سلیمان! میں چاہتا ہوں کہ آج شام کے وقت میں اور میری بیٹی سدورہ دونوں اس سے ملاقات کریں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔“

حسام الدین کے خاموش ہونے پر ابنِ سلیمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم دونوں باپ بیٹی میرے مکتب میں آ جانا ...... میں تم دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس نے مجھ پر بھی بہت احسان کئے ہیں ...... اس نے میرے لئے بہتری کا کام یہ کیا ہے کہ اس نے میرے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ میں اب کھانا اس کے لشکر میں کھایا کروں گا اور اس کے لشکر میں میری حیثیت لشکر کے قاضی کی سی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا مل سکتا ہے۔ اس نے گزشتہ دن سے اپنے لشکر کا پڑاؤ میرے مکتب کے پاس کر لیا ہے ...... یہ لوگوں کی فرمائش تھی۔ اور کل مغرب کی نماز کا سماں دیکھنے والا تھا۔ اس کے لشکریوں کے علاوہ بستیوں کے بہت سے لوگ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے اس کے پڑاؤ میں پہنچے۔ بہت سی عورتیں بھی جو پچھلی صفوں میں کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر اس نے مجھے مغرب کی نماز کی امامت کرانے کے لئے کہا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ امامت میں نے اسی سے کروائی۔ اس کی قرأت بھی کمال کی ہے اور وہ دعا مانگتا ہے تو اس کے الفاظ دل و جگر دونوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔“

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر حسام الدین کہنے لگا۔

”ابنِ سلیمان! میں آج مغرب کے بعد تمہارے پاس آؤں گا اور پھر شہاب الدین سے ملاقات کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی بلال بن سلیمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حسام الدین سے اس نے اجازت لی اور وہاں سے چلا گیا۔

❀❀❀

مغرب کی نماز کے بعد شہاب الدین کے خیمے میں اس کے ساتھ منصور ترکی بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے میں ایک نوجوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر! اگر آپ کہیں تو آپ کا کھانا لے آؤں......؟“

شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تب وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس نوجوان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد خیمے کے دروازے پر بلال بن سلیمان، حسام الدین اور اس کی بیٹی سدورہ تینوں نمودار ہوئے تھے۔ ان تینوں کو دیکھتے ہی شہاب الدین اور منصور اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دروازے پر رک کر حسام الدین کہنے لگا۔ ”امیر......! کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟“

اس پر شہاب الدین اور منصور دونوں خیمے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ ساتھ ہی شہاب الدین کہنے لگا۔

”اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔“ ساتھ ہی شہاب الدین اور منصور نے باری باری حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے ساتھ پُرجوش مصافحہ کیا تھا۔ پھر ان دونوں کے ہاتھ پکڑ کر وہ ان کو اپنے خیمے میں لائے۔ سدورہ ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ خیمے کے وسط میں آ کر شہاب الدین نے حسام الدین کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر بڑی تیزی سے اپنے خیمے کے ایک کونے کی طرف بڑھا ...... وہاں سے سفید رنگ کی ایک چادر اٹھائی اور کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی پر ڈالنا چاہی جس پر اس سے پہلے وہ اور منصور ترکی بیٹھے ہوئے تھے۔

شہاب الدین چادر بچھانا ہی چاہتا تھا کہ حسام الدین نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا، پھر بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابنِ مسعود! پہلے یہ کہو کہ ہم تینوں کے آنے پر کیا آپ دونوں حضرات کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی اسی چٹائی پر نہیں بیٹھے ہوئے تھے......؟“

شہاب الدین نے عجیب سے انداز میں حسام الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”محترم حسام الدین! ہماری بات اور ہے۔ ہم ایسی چیزوں کے عادی ہیں۔ ہم دونوں زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر بھی گزر بسر کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ کا معاملہ اور ہے۔ آپ ان بستیوں کے......“

اس سے آگے شہاب الدین کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ حسام الدین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر حسام الدین کہنے لگا۔

”ابنِ مسعود! میں بھی تم لوگوں جیسی عادات اپنانے کا عہد کر چکا ہوں۔“

اس موقع پر سدورہ نے بھی دخل اندازی کی اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر! میرے بابا ٹھیک کہتے ہیں ......آپ کو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس چٹائی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ ہماری عزت پر کوئی حرف آئے گا اور نہ ہی ہم اپنے آپ کو کم تر خیال کریں گے۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہ نے ہاتھ آگے اٹھا کر شہاب الدین سے وہ چادر لے لی تھی، اسے تہہ کیا اور جہاں سے شہاب الدین نے وہ چادر اٹھائی تھی، وہیں رکھ آئی تھی۔ اس کے بعد سب اسی چٹائی پر بیٹھ گئے تھے۔ بیٹھتے ہی حسام الدین نے شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”ابنِ مسعود! محترم بلال بن سلیمان کے ہاتھ جو چیزیں آپ نے میری حویلی میں بھجوائی ہیں ان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔“

جواب میں شہاب الدین بڑی انکساری سے کہنے لگا۔

”آپ کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ گور خاں کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے آپ کا اس سے کہیں زیادہ نقصان ہوا تھا۔ جو کچھ آپ کو دیا گیا ہے وہ آپ کا حق ہے۔ اور جب کسی کو حق ملتا ہے تو اس کے لئے شکریہ ادا نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک آپ کے نقصان کا پوری طرح ازالہ نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ......“

جواب میں حسام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بیٹے! اس سے مزید تمہیں کچھ کرنے اور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ تم نے بھجوایا ہے اسی سے ہی میں اپنی پہلی حالت کو ضرور استوار کر لوں گا۔ میں نے سنا ہے تم لوگ ان بستیوں کی تالابوں کے ذریعے کی جانے والی آب پاشی کا نظام بھی درست کرنا چاہتے ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یوں جانو میری ہی نہیں، ان بستیوں کے سارے لوگوں ہی کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ اور یہاں کے باغات پھر پہلے کی طرح ثمر آور

اور لہلہانے لگیں گے۔“

اتنا کہنے کے بعد حسام الدین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”گور خاں‘ کے لشکر کے حملہ آور ہونے سے پہلے یہ علاقہ پھلوں اور اجناس کی پیداوار میں ایک مثالی علاقہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن گور خاں کے لشکر نے حملہ آور ہو کر اس کی ہیئت اور حالت ہی تبدیل کر کے رکھ دی۔ گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے سے پہلے میری حویلی کے اندر کئی خدام تھے جن کی میں پرورش کرتا تھا، دیکھ بھال کرتا تھا، ان میں سے بے چارے اکثر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ صرف ایک بیوہ عورت بچی تھی جو ان حالات میں اپنے ایک عزیز کے پاس چلی گئی تھی۔ جب بلال بن سلیمان آپ کی طرف سے بھیجی ہوئی چیزیں لے کر گیا تو اس کے تھوڑی دیر بعد اپنی بیٹی سدورہ سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے اس بیوہ خاتون کو پھر اپنے گھر میں بلا لیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا آگا پیچھا کوئی نہیں، بوڑھی عورت ہے۔ پھر وہ میری بیٹی سدورہ کے ساتھ بڑی مانوس بھی ہے ......اسے اپنی بیٹی خیال کرتی ہے اور یہ بھی اسے اماں کہہ کر پکارتی ہے۔ میرے خیال میں ہماری واپسی تک وہ بھی ہماری حویلی ہی میں آ جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حویلی کی چہل پہل پہلے جیسی نہ سہی لیکن کسی قدر ضرور لوٹ آئے گی۔“

حسام الدین جب رکا تو توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

”حسام الدین میرے محترم! یہ آپ نے بہت اچھا قدم اٹھایا۔ دو دن پہلے سارا نام کی وہ خاتون جو آپ کے ہاں کام کرتی تھی، مجھے ملی تھی۔ میں نے دیکھا اس کی حالت بڑی قابل رحم ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ جن عزیزوں کے ہاں وہ رہ رہی تھی، ان کی اپنی حالت بڑی پتلی ہے۔ اب امیر شہاب الدین کی طرف سے جب سب لوگوں کو سامان ملا ہے تو میرے خیال میں اب ان کی بھی حالت سدھر جائے گی۔ لیکن آپ نے اچھا کیا اس سارا نام کی خاتون کو اپنی حویلی میں بلا لیا ......اس طرح اتنی بڑی حویلی میں کسی قدر رونق ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے سدورہ بیٹی کا بھی دل لگا رہے گا۔“

بلال بن سلیمان کی اس گفتگو کے جواب میں حسام الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جو

نوجوان شہاب الدین اور منصور کا کھانا لینے گیا تھا، وہ لوٹ آیا اور اس کے ہاتھ میں کھانے کے برتن جو تھے وہ سفید کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ شہاب الدین اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی منصور اپنی جگہ سے اٹھا، اس سے کھانے کے برتن لے کر ایک طرف رکھ دیئے۔ اس موقع پر شہاب الدین نے اس نوجوان کو مخاطب کیا۔

''ذرا رکو۔''

شہاب الدین کے کہنے پر وہ رک گیا۔ پھر شہاب الدین نے حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''میرے خیال میں آپ تینوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ محترم ابنِ سلیمان تو ہمارے لشکر ہی میں کھانا کھاتے ہیں، میرے خیال میں ان کا کھانا ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچا ہوگا۔ اور جہاں تک آپ دونوں باپ بیٹی کا تعلق ہے تو میرا اندازہ ہے کہ کھانا آپ نے بھی ابھی تک نہیں کھایا۔''

حسام الدین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سدورہ بول اٹھی۔

''امیر! ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کھانا تو ہم نے ابھی تک نہیں کھایا۔''

سدورہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین مسکرایا۔ پھر اس نوجوان کو جو ابھی تک خیمے کے دروازے پر کھڑا تھا، کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تین آدمیوں کا کھانا اور لے کر آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کے مزید برتن تھے۔ پہلے کی طرح منصور نے آگے بڑھ کر اس سے برتن لے لئے، پھر شہاب الدین نے اس نوجوان کو مخاطب کیا۔

''اب تم جاؤ، جا کر کھانا کھاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

منصور نے بعد میں آنے والے کھانے کے برتن بھی پہلے برتنوں کے پاس رکھ دیئے تھے۔ اس موقع پر سدورہ نے شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں خود اٹھ کر کھانے کے برتن لگاؤں۔''

اس پر شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اے بنتِ حسام الدین! تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس خیمے میں

مہمان ہو۔ مہمان سے کام لینا ہم تہذیب اور اپنے اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں...... آپ لوگ بیٹھیں۔ میں اور منصور ایسے کاموں کے عادی ہیں۔''

شہاب الدین کا یہ جواب پا کر سدورہ خاموش بیٹھ گئی تھی۔

پھر شہاب الدین اور منصور دونوں نے خود کھانے کے برتن لگائے اور سب چٹائیوں پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

★......★

گور خاں کا دربار اس کی بیٹیوں اور اس کے سالاروں اور عمائدینِ سلطنت سے اسی طرح کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جس طرح شہاب الدین کی وہاں آمد کے وقت ہجوم تھا۔ پھر گور خاں اپنے سالاروں پر برس اٹھا۔ کہنے لگا۔

”دریائے آمو کے اس پاس ہمارے لشکر نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سرزمینوں پر یلغار کرتے ہوئے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا تھا، اس کے جواب میں مسلمانوں نے ہمارے علاقوں میں ترک و تاز کرتے ہوئے اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچایا، ان گنت بستیوں اور قصبوں کا سامان وہ لوٹ کر لے گئے۔ فرق صرف اتنا رہا ہے کہ ہم نے دشمنوں کے علاقے میں قتل عام کیا تھا، مسلمانوں نے ہمارے علاقے میں قتل عام نہیں کیا۔ جہاں تک لوٹ مار کا تعلق ہے، جس قدر سامان ہمیں مسلمانوں کے علاقوں سے حاصل ہوا تھا اس سے دس گنا زیادہ سامان مسلمانوں کا وہ لشکر ہمارے علاقوں سے سمیٹ کر چلا گیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں غصے کی حالت میں جب دم لینے کو رکا تب اس کا سالارِ اعلیٰ تانیکو کسی قدر مؤدب ہوتے ہوئے گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! میں اس پورے حادثے کا جائزہ لے چکا ہوں۔ ہمارے علاقوں میں یلغار کرنے والا وہی شخص ہے جو علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے ایک بار سفیر بن کر ہمارے ہاں آیا تھا جس نے اپنا نام شہاب الدین بتایا تھا اور جس نے یہیں تیغ زنی کے مقابلے کے دوران بیدو خاں کو نیچا دکھایا تھا۔“

تانیکو کے ان الفاظ کے جواب میں گور خاں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی چھوٹی بیٹی کیرش جو بیدو خاں کی منگیتر بھی تھی، بے پناہ غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے

ہوئے کہنے لگی۔

”تو گویا اس حقیر سفیر نے اپنے دعوے کو پورا کر دکھایا۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں سے جانے کے بعد وہ......“

کیرش اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ اسی لمحے بے پناہ غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا منگیتر اور گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں بول اٹھا تھا۔

”اگر اس نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے تو میں بھی عہد کرتا ہوں کہ میں بھی اس کی گردن کاٹوں گا اور ہر صورت میں اپنے اس عہد کو پورا کر کے رہوں گا۔ پہلی بار جب میں نے مسلمانوں کے علاقوں میں ترک و تاز اور یلغار کی تھی تو میں نے اپنا ہاتھ کچھ ہلکا رکھا تھا، اس بار میں انہیں ایسا چرکا، ایسا داغ لگاؤں گا کہ جو صدیوں تک ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان بنا رہے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بیدو خاں رکا، پھر دوبارہ گور خاں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”آپ مجھے وہی لشکر مہیا کر دیجئے جس کے ساتھ میں نے اس سے پہلے مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار کی تھی۔ میں چند روز کی تیاری کے بعد پھر مسلمانوں کے علاقوں میں شکست و ریخت کا وہ کھیل کھیلوں گا کہ مسلمانوں کا وہ سالار جس نے ہمارے دربار میں اپنا نام شہاب الدین بتایا تھا، دریائے آمو کے اس پار ہمارے علاقوں کی طرف دیکھتے ہوئے بھی خوف محسوس کرے گا۔“

بیدو خاں کے ان الفاظ پر گور خاں نے خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”تانیکو! بیدو خاں کو پہلے والا لشکر مہیا کرو۔ چند دن اس کے ساتھ مل کر اس کے کوچ کی تیاریاں کرو، اس کے لشکر کو ضرورت کی ہر شے مہیا کرو۔ اس کے بعد یہ پہلے کی طرح مسلمانوں کے علاقوں میں کامیاب ترک و تاز کرے۔ ہم علاؤ الدین خوارزم شاہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ اس کی پوری سلطنت ہماری مٹھی میں ہے اور ہم جب چاہیں گے، مٹھی بند کر کے اسے اپنی زندگی کے آخری دن گننے پر مجبور کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، کچھ سوچا، دوبارہ اس نے اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"تانیکو! ابھی تک تم نے مجھ پر یہ انکشاف نہیں کیا کہ مسلمانوں کے اس سالار جس کا نام شہاب الدین ہے، اس نے دریائے آمو کو کیسے پار کرلیا؟ اور کیسے وہ ہمارے علاقوں میں آن گھسا؟ جہاں تک دریائے آمو کے پُل کا تعلق ہے تو پُل کے اس طرف ہمارے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ مقیم رہتا ہے۔ اگر وہ پُل کے ذریعے آتا تو اس حصے سے ٹکراتا یا خود مارا جاتا یا ہمارے لشکر کو نقصان پہنچاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

گور خاں کے خاموش ہونے پر تانیکو کہنے لگا۔

"میں نے اپنے مخبروں کے ذریعے سب حالات جاننے کی کوشش کی ہے۔ دراصل اس نے ایک نیا طریقہ کار وضع کیا ہے۔ اس نے اپنی سمت دریائے آمو کے کنارے کنارے لکڑی کا ایک پُل بنایا ہے۔ پُل کا ایک سرا تو اس نے پکا پختہ ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا ہے جبکہ پُل کا اوپر والا حصہ عارضی طور پر باندھا جاتا ہے اور جب اس سے کام لینا ہوتا ہے تو اس کے رسے ڈھیلے کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سرا دریائے آمو کے ہماری طرف کے کنارے سے آن لگتا ہے اور اسی پُل کے ذریعے شہاب الدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے آمو کو عبور کیا اور ہمارے علاقوں میں ترک وتاز کی۔"

تانیکو کے ان الفاظ پر کچھ دیر تک سوچتے ہوئے گور خاں اپنی گردن ہلاتا رہا اور پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تانیکو! جس جگہ مسلمانوں کے سالار شہاب الدین نے وہ پُل بنایا ہے وہاں بھی لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ متعین کر دو تاکہ آئندہ اگر علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار شہاب الدین اس پُل کو حرکت میں لاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو ہمارے وہ مسلح جوان اس پر حملہ آور ہوکر وہیں اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشیں دریائے آمو میں بہادیں۔"

گور خاں کے اس حکم کے جواب میں تانیکو نے پہلے اپنی گردن کو خم کیا، پھر کہنے لگا۔

"مالک! آپ بےفکر رہیں۔ میں آج ہی ایک نامور سردار کی سرکردگی میں ایک لشکر کا خاصا بڑا حصہ وہاں متعین کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آئندہ اس پُل کو کام میں

لاتے ہوئے مسلمانوں کا سالار شہاب الدین ہمارے علاقوں میں یلغار نہ کر پائے گا۔"

تانیکو کے خاموش ہونے پر اس بار گور خاں کی چھوٹی بیٹی کیرش پھر بول اٹھی اور اپنے منگیتر بیدو خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیدو خاں! میں تم سے فرمائش کرتی ہوں کہ مسلمانوں کے اس سالار کو جس کا نام شہاب الدین ہے اس یلغار کے دوران زندہ گرفتار کرو، اسے زنجیروں میں جکڑ کر یہاں لے آؤ، اسی حالت میں اسے دربار میں پیش کیا جائے گا۔ پہلے بھرے دربار میں اسے خوب ذلیل ورُسوا کیا جائے گا، پھر زنجیروں میں جکڑے ہی جکڑے اس کا منہ کالا کیا جائے گا، اسے ایک لاغر گدھے پر بٹھا کر پورے شہر میں گھمایا جائے گا اور شہر کے لوگوں سے کہا جائے گا کہ جہاں کہاں سے بھی وہ گزرے اس پر جوتوں کی برسات کریں۔ اس کے بعد شہر کے کسی چوراہے پر کھڑا کر کے اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب بیدو خاں فخر اور گھمنڈ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیرش! مطمئن رہو...... تمہاری خواہش، تمہاری آرزو کا احترام کیا جائے گا۔ اب میں اس شہاب الدین کو زندہ گرفتار کر کے دربار میں زنجیروں میں جکڑ کر پیش کروں گا۔"

بیدو خاں کے ان الفاظ پر جہاں کیرش خوش ہوگئی تھی وہاں گور خاں بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر گور خاں کی سب سے بڑی بیٹی جس کا نام جائسی تھا، جس کی شادی ہو چکی تھی اور جس کا شوہر بھی اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور جس کا نام فونا تھا، جائسی فونا کو کہنی مارتے ہوئے رازداری میں کہنے لگی۔

"کیا بیدو خاں ایسا کر پائے گا......؟"

فونا اپنی بیوی اور گور خاں کی بڑی بیٹی کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ گور خاں کی دوسری بیٹی جو کیرش سے بڑی تھی اور جس کا نام زوزن تھا جو اس وقت جائسی کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی اپنا منہ اپنی بڑی بہن جائسی کے کان کے قریب لے گئی، پھر بڑی رازداری میں کہنے لگی۔

"میری بہن! میں تو ڈرتی ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو حالت بیدو خاں مسلمانوں کے سالار شہاب الدین کی کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے وہی حالت کہیں علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار بیدو خاں ہی کی نہ کر دے۔ اس لئے کہ وہی شہاب الدین اس سے پہلے

بھرے دربار میں بیدو خاں کو تیغ زنی کے مقابلے میں ذلیل و رسواء کر چکا ہے۔“

زوزن مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ جائسی نے بڑے پیار سے اس کے گال پر ایک چپت لگائی اور کہنے لگی۔

”خاموش رہو! دربار میں ایسی گفتگو نہیں کرتے ...... جو کچھ تم نے کہا ہے میرا بھی اندازہ یہی ہے اور میری سوچیں تمہاری سوچوں سے مختلف نہیں ہیں۔“

اس کے بعد مطمئن ہو کر گور خاں نے وہ دربار برخواست کر دیا اور ساتھ ہی تانیکو کو حکم دیا کہ بیدو خاں اور اس کے لشکر کے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دے۔ اس کے بعد ہر کوئی قصر کے اس کمرے سے باہر جا رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

ایک روز حسام الدین، بلال بن سلیمان کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ ابھی دونوں حویلی کے صحن ہی میں پہنچے تھے کہ سکونتی حصے سے سدورہ، ایرانی ملازمہ سارہ فکر مندی کی حالت میں صحن میں آ گئی تھیں۔ پھر بڑی بے چینی، بڑی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے سدورہ اپنے باپ حسام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! آپ دوپہر سے پہلے کے گئے ہوئے ہیں اور اب شام ہونے کو ہے۔ اتنی دیر آپ کہاں رہے......؟ بستی میں طرح طرح کی خبریں بھی اُڑ رہی ہیں۔ لوگ پریشان و فکر مند ہو رہے ہیں۔“

سدورہ کے ان الفاظ پر حسام الدین نے مسکراتے ہوئے لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگا۔

”بیٹی! یہاں کھڑے ہو کر بات نہیں کرتے۔ دیوان خانے میں آؤ ...... سارہ! تم بھی آ جاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی چاروں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ دیوان خانے کی حالت اب بدل چکی تھی۔ پہلے دیوان خانے کے اندر صرف دو مسہریاں ہوا کرتی تھیں لیکن اب دیوان خانے میں زیب زینت کے دوسرے سامان کے ساتھ ساتھ بہترین نشستوں کا بھی اہتمام کر دیا گیا تھا۔ چاروں جب ایک دوسرے کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے تب حسام الدین، سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹی! میں دراصل ابنِ سلیمان کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں کچھ دیر شہاب الدین اور منصور ترکی کے پاس بیٹھے رہے۔“

حسام الدین شاید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا پر اس نے ابھی تک یہی الفاظ ادا کئے تھے کہ بیچ میں سدورہ بول اٹھی۔

”بابا! بستی میں تو یہ خبر پھیل چکی ہے کہ گور خاں کا لشکر ایک بار پھر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے والا ہے...... اس بناء پر لوگ بڑے پریشان اور فکر مند ہیں۔“

جواب میں حسام الدین پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بچی! اب یہ فکر مندی اور پریشانی نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ ہم نے ساری بستیوں کی طرف ہرکارے اور مناد پھیلا دیئے ہیں جن کی وجہ سے اب بستیوں میں سکون اور آسودگی ہو جائے گی۔ ہم نے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ گور خاں کا لشکر بے شک ان علاقوں پر حملہ آور ہونے والا ہے لیکن انہیں ہماری ان بستیوں تک پہنچنے کی ہمت اور جرأت نہ ہو گی۔“

حسام الدین کے خاموش ہونے پر سدورہ نے پھر بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”بابا! کیا امیر شہاب الدین نے دشمن کے حملوں کو روکنے کے لئے کوئی اہتمام کیا ہے......؟ دشمن دریا کو عبور کر کے ہماری کسی بستی میں تو داخل نہ ہو پائیں گے؟“

حسام الدین پھر بڑی شفقت سے بول اٹھا۔

”میری بچی! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری تسلی اور تشفی کے لئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ شہاب الدین بن مسعود اپنے لشکر کے ساتھ اب یہاں نہیں ہے۔“

حسام الدین کے ان الفاظ پر سدورہ مزید پریشان ہو گئی تھی۔ کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔

”بابا! دشمن ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ شہاب الدین یہاں نہیں ہیں ...... کیا وہ کہیں چلے گئے ہیں؟“

اس بار حسام الدین نے پہلے کی نسبت گہری مسکراہٹ سے اپنی بیٹی سدورہ کی طرف دیکھا پھر اسے تسلی دیتے ہوئے بول اٹھا۔

”میری بچی! تُو تو خواہ مخواہ میں پریشان اور فکر مند ہو رہی ہے ...... گھر سے نکلنے کے بعد میں سیدھا ابنِ سلیمان کے پاس گیا۔ اسے لے کر شہاب الدین اور منصور کی طرف

گئے۔ ہم دونوں انہی کے پاس بیٹھے رہے۔ اب جبکہ وہ کوچ کر گئے ہیں تو ہم دونوں بھی واپس آ گئے ہیں ...... بیٹی! شہاب الدین اپنے لشکر کو دریائے آمو کے پُل کی طرف لے گیا ہے۔ اس نے راستہ بھی عجیب وغریب اختیار کیا ہے۔ پڑاؤ سے نکل کر پہلے وہ بائیں جانب گیا، کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر سفر کرتے ہوئے وہ آگے بڑھا۔ سورج غروب ہونے کے بعد وہ دریائے آمو کے پُل کے پاس پہنچے گا۔ اس سے پہلے اس نے اپنے آگے آگے طلایہ گر اور مسلح دستے بھی بھیج دیئے ہیں جو ان علاقوں میں پھیل جائیں گے اور اگر دشمن کا کوئی جاسوس یا مخبر دکھائی دیا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین، پُل کے پاس قیام کرے گا اور وہیں دشمن کے حملہ آور لشکر سے ٹکرائے گا۔ اسے اپنی بستیوں کی طرف نہیں بڑھنے دے گا۔ یہی پیغام ہم نے ساری بستیوں کی طرف بھجوا دیا ہے تا کہ لوگ فکرمند و پریشان اور خوف زدہ نہ ہوں۔

میری بیٹی! اس بار معاملہ خداوند نے چاہا تو الٹ ہو گا۔ پہلے گور خاں کے لشکری ہماری ان ساری بستیوں میں دندناتے پھرے تھے۔ جس کا جی چاہا، انہوں نے قتل عام کیا۔ جس گھر، جس بستی کو چاہا، جی بھر کر لُوٹا۔ لیکن اس بار انہیں اپنی اس قتل و غارت گری کا حساب دینا ہو گا اور مجھے امید ہے کہ شہاب الدین اپنے لشکریوں کے ساتھ ان سے یہ حساب بڑے خوب انداز میں وصول کرے گا۔"

حسام الدین جب خاموش ہوا تب سدورہ نے پھر پریشانی کی حالت میں پوچھا۔

"بابا! جس طرح امیر شہاب الدین یہاں سے لکڑی کے پُل کے ذریعے دریائے آمو کو پار کر کے دشمن کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے، دور تک یلغار کی تھی، اگر ایسا ہی کوئی طریقہ دشمن کے لشکر نے اپنا لیا اور دریائے آمو کے پرانے پُل کی بجائے وہ کسی اور راستے سے ہمارے علاقوں میں آن گھسے تو پھر کیا ہو گا......؟"

حسام الدین نے بڑے پُرسکون انداز میں کہنا شروع کیا۔

"میری بیٹی! میری بچی! ایسا نہیں ہو گا۔ یہ شہاب الدین بڑا جنگجو سالار ہے...... بڑا تربیت یافتہ، ہونہار اور جرأت مند ہے۔ ان علاقوں کی ساری بستیوں کے اندر اس نے اپنی جاسوسی کا جھنڈوں اور مشعلوں کے ذریعے بہترین نظام قائم کر رکھا ہے۔ اگر دشمن نے دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے کسی اور جگہ سے دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے

علاقوں میں داخل ہونا چاہا تو لمحوں کے اندر شہاب الدین کو اس کی خبر ہو جائے گی اور وہ دشمن سے نمٹنے کے لئے فوراً تیار ہو جائے گا۔"

اپنے باپ حسام الدین کی اس گفتگو سے سدورہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر حسام الدین کہنے لگا۔

"سدورہ، میری بیٹی! سارہ اور تم دونوں اٹھو۔ کھانے کا اہتمام کرو۔ محترم بلال بن سلیمان کھانا بھی یہیں کھائیں گے اور آج یہ قیام بھی ہمارے ہاں ہی کریں گے۔ یہ نہیں آتے تھے، انہیں زبردستی پکڑ کر لایا ہوں۔ میری بچی! دشمن کے حملے سے متعلق تم بالکل بے فکر ہو جاؤ...... تم دیکھنا، امیر شہاب الدین اس بار حملہ آور دشمن کا ایسے ہی بندوبست کرے گا جیسے کسی وحشی درندے کو لوہے کے پنجرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔"

اپنے باپ کے ان الفاظ پر سدورہ ہنس دی تھی۔ پھر کھانا تیار کرنے کے لئے وہ اور سارہ دونوں دیوان خانے سے نکل گئی تھیں۔

❀❀❀

شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر رہتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ سورج غروب ہونے تک وہ کوہستانی سلسلے کے اندر ہی رہے۔ مغرب کی نماز بھی انہوں نے وہیں ادا کی۔ جب فضاؤں میں اندھیرا پھیل گیا تب کوہستانی سلسلے سے نکل کر وہ دریائے آمو کے پُل کی سیدھ میں آئے، وہاں رات کی گہری تاریکی میں شہاب الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ شہاب الدین نے منصور ترکی کے علاوہ دوسرے سارے سالاروں کو اپنے پاس بلایا۔ جب سب اس کے گرد جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! ہمارے سامنے اب دریائے آمو کا پُل ہے۔ اسی کے ذریعے دشمن دریا کو عبور کر کے ہمارے علاقوں میں داخل ہو گا۔ جو خبریں ہمارے طلایہ گروں اور مخبروں نے دی ہیں ان کے مطابق اس بار بھی گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو گا۔ ہم نے جوابی کارروائی کیسے کرنی ہے، کس طرح اس کے حملے کو ناکام بناتے ہوئے اس پر ضرب لگانی ہے، اس کی تفصیل میں تم سے کہتا ہوں۔ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، غور سے سننا...... جہاں تک ہمارے مخبروں اور طلایہ گروں نے خبر دی ہے اس کے مطابق گور

خاں کا لشکر صبح سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہم پر حملہ آور ہوگا۔ ایسا وہ اس لئے کر رہے ہیں کہ اس وقت مسلمان فجر کی نماز میں مصروف ہوں گے۔ لہٰذا انہیں مسلمانوں کو برباد کرنے اور ان کا قتل عام کرنے کا خوب موقع ملے گا...... لیکن ہم انہیں ایسا موقع فراہم نہیں کریں گے۔ ہم نے حملہ آوروں سے اپنا پہلا حساب بھی بے باق کرنا ہے جو اس سے پہلے ان علاقوں میں داخل ہو کر انہوں نے قتل عام اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا۔

ہمارے مخبر اور طلایہ گر یہ بھی خبر دے چکے ہیں کہ جو لشکر دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں میں داخل ہوگا اس کی کمانداری گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں کر رہا ہے ...... یہ وہی بیدو خاں ہے جو اس سے پہلے اس علاقے میں تباہی اور بربادی مچا چکا ہے اور اس بار وہ پہلے کی نسبت بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کے علاقے میں دندنانے کی کوشش کرے گا۔

ہمارے مخبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ بیدو خاں نے اپنے بادشاہ گور خاں کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مجھے زندہ گرفتار کر کے اور زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سامنے پیش کرے گا...... اب یہ فیصلہ تو کسی انسان کے بس کا نہیں، میرا اللہ ہی فیصلہ کرے گا کہ ہم انہیں زیر کرتے ہیں یا وہ مجھے زیر کرنے اور زنجیروں میں جکڑنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔"

شہاب الدین کی یہ گفتگو سالاروں کے علاوہ کچھ لشکریوں نے بھی سن لی تھی۔ لہٰذا وہ فرطِ جوش میں شہاب الدین کے حق میں نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر شہاب الدین نے انہیں خاموش رہنے کے لئے کہا۔ جب لشکری خاموش ہو گئے تب شہاب الدین نے پہلے کی نسبت دھیمی آواز میں اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز بھائیو! جہاں ہم کھڑے ہیں اس جگہ کے محل وقوع کا جائزہ لو۔ دریائے آمو کا پل یہاں سے چند فرلانگ نیچے کی سمت ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک ہم پہلا کام یہ کریں گے کہ جہاں اس وقت لشکر کھڑا ہے اس سے تھوڑا پیچھے چھوٹے چھوٹے مورچے اور خندقیں کھود لی جائیں گی اور مورچوں اور خندقوں سے نکلنے والی مٹی دمدموں کی صورت میں انہی مورچوں کے سامنے ڈال دی جائے گی۔ اس کے بعد لشکر

کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر وہ خصوصیت کے ساتھ منصور ترکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"منصور، میرے عزیز بھائی! لشکر کا ایک حصہ میری کمانداری میں رہے گا۔ اتنا ہی بڑا حصہ تمہارے پاس ہوگا۔ لشکر کی تقسیم سے پہلے لشکر کے اندر جو بہترین تیر انداز ہیں انہیں علیحدہ کر دیا جائے گا اور وہ تیر انداز ایک طرح سے لشکر کا تیسرا حصہ بنیں گے۔

اب دشمن کا استقبال کرنے کے لئے ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک جو مورچے اور خندقیں ہم کھودیں گے، اپنے سارے تیر انداز ان مورچوں کے اندر بٹھا دیں گے اور ان کے پاس تیروں کی وافر مقدار رکھ دی جائے گی۔ جو لشکر میرے حصے میں آئے گا اسے لے کر میں دریائے آمو کے پل کے بھی نیچے چند فرلانگ دور چلا جاؤں گا...... منصور میرے بھائی! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جہاں مورچے کھودے جائیں گے ان سے چند فرلانگ اوپر جا کر اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں چلے جانا۔ میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ نیچے کی سمت گھات میں چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد جو ہم نے اگلا قدم اٹھانا ہے وہ انتہائی اہم اور انتہائی ذمہ داری کا ہے۔ گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں جب اپنے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل عبور کرے گا تو پل عبور کرنے کے بعد وہ دو قدم اٹھائے گا۔ پہلا یہ کہ جن بستیوں کو اس نے پہلے برباد کیا ہے دوبارہ ان کا رخ کرے گا یا ان بستیوں میں سے ہوتے ہوئے دائیں بائیں اور آگے کی جو بستیاں ہیں جن پر وہ اس سے پہلے حملہ آور نہیں ہو سکے، ان کا رخ کرنے کی کوشش کرے گا۔

اگر وہ ایسا کرتا ہے تو جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے ساتھ اوپر کی طرف جاتا ہے اور عین اس وقت جبکہ وہ ہمارے تیر اندازوں کی سیدھ میں آئے گا، ہمارے تیر انداز ان پر تیر اندازی کرتے ہوئے ان کی اکثریت کو چھلنی کرنے کی کوشش کریں گے۔ تیر اندازی کرنے کے ساتھ ساتھ تیر اندازوں پر جو سالار مقرر کیا جائے گا، تیر اندازی کرتے کرتے وہ فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر بھی چلائے گا۔ وہ تیر منصور ترکی، میرے اور تمہارے لئے اشارہ ہوگا اور اس اشارے کو پاتے ہی سامنے کی طرف سے تم اپنے لشکر کے ساتھ نکلنا اور گور خاں کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔

چونکہ ہمارے تیر اندازوں کی وجہ سے گور خاں کے بہت سے لشکری چھد چکے ہوں گے، زخمی ہوں گے۔ ان کے اندر ایک افراتفری کا عالم ہوگا۔ ایسی صورت میں وہ اس سمت بڑھنے کی کوشش کریں گے جدھر سے تیر آ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ پہلے تیر اندازوں کا خاتمہ کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اتنی دیر تک منصور! سامنے سے تم ان پر حملہ آور ہو جانا اور ان کی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا قتل عام شروع کر دینا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، جونہی فضا کے اندر جلتے پروں کا تیر بلند ہوگا میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلوں گا۔ میرے خیال میں اس وقت تک تم دشمن سے ٹکرا چکے ہو گے اور اسی وقت یا اس سے تھوڑی دیر بعد میں بھی دشمن پر اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اس سہ طرفہ حملے سے ہم گور خاں کے کسی لشکری کو بچ کر بھاگنے نہ دیں گے۔ اس موقع پر ایک خیال رکھنا اور اپنے سارے لشکریوں اور تیر اندازوں کو بھی سمجھا دینا کہ اول کوشش یہ کرنی ہے کہ بیدو خاں کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ اگر وہ جنگ میں کام آتا ہے تو کوئی بات نہیں، اپنی طرف سے کوشش کرنی ہے۔ اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

اتنا کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز ساتھیو! اب میں دوسرے قدم کی طرف آتا ہوں جو گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں اٹھا سکتا ہے۔ ممکن ہے دریائے آمو کو عبور کرنے کے بعد بیدو خاں بائیں جانب کی ان بستیوں کا رخ نہ کرے جن کو وہ پہلے اُجاڑ اور برباد کر چکا ہے۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ان بستیوں میں اب اس کے لئے کیا دلچسپی رکھی ہے۔ لہٰذا وہ ان بستیوں کی بجائے دریا کے نچلے حصے یعنی دائیں پہلو کا بھی رخ کر سکتا ہے...... ایسی صورت میں ہمیں اپنے لائحہ عمل کو تبدیل کرنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بالکل صبح سویرے حملہ آور نہ ہو، اس وقت حملہ آور ہو جب فضا کے اندر تاریکی ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تب بھی تیر انداز ہی ہماری راہنمائی کریں گے۔ دریائے آمو کا پُل چونکہ تیر اندازوں کے قریب ہوگا اور وہ مستعد ہوں گے۔ لہٰذا وہ دیکھ لیں گے کہ بیدو خاں بائیں جانب کا رخ کرتا ہے یا دائیں کا۔ اگر بائیں کا رخ کرتا ہے تو اس سے پہلے جو میں منصوبہ بتا چکا ہوں اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگر وہ دائیں جانب رخ کرتا ہے تب

بھی تیر انداز فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر چلا دیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنے مورچوں سے نکل کر کوہستانی سلسلے کی گھاٹ میں رہتے ہوئے بیدو خاں کے لشکر کے متوازی دائیں جانب بڑھنا شروع کر دیں گے اور جب میں سامنے کی طرف سے بیدو خاں پر حملہ آور ہوں گا تو پہلو کی طرف سے تیر انداز حملہ آور ہو جائیں گے۔ اتنی دیر تک منصور ترکی! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب سے نمودار ہو کر بیدو خاں کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ دیر تک غور سے منصور کی طرف دیکھتا رہا، پھر بول اٹھا۔

"منصور میرے بھائی! کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو؟"

جواب میں منصور مسکرایا اور کہنے لگا۔

"شہاب الدین! میرے عزیز بھائی! اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس منصوبہ کے تحت ہر صورت میں ہم بیدو خاں کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

منصور کے بعد شہاب الدین نے اپنے دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیز بھائیو! تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال اور تاثر ہے؟"

اس پر ان سالاروں میں سے ایک اپنے ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "امیر! ہمارا ردِ عمل وہی ہے جو منصور ترکی کا ہے۔"

اپنے سالاروں کے اس جواب پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد لشکر حرکت میں آیا۔ جہاں لشکر رکا تھا اس سے پیچھے بڑی تیزی سے مورچے بنا دیئے گئے۔ لشکر کے اندر جو بہترین تیر انداز تھے، ان کو مورچوں میں بٹھا کر ان کے پاس تیر رکھ دیئے گئے۔ باقی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے منصور دریا کے اوپری طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ شہاب الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر زیریں جانب کا رخ کر رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

رات خواب لہروں پر پرواز کرتی ہوئی اپنا ہولناک اضطراب بڑھاتی چلی جا رہی تھی۔ ہر شے نیند کے ہاتھوں بک چکی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ چاند اُجالوں کی لامحدود

پرواز کرتا ہوا غروب ہو گیا تھا۔ رات اپنے اختتام کا نوحہ گانے لگی تھی۔ لوحِ زمین پر تاریکی کے نقوش ماند پڑنے لگے تھے۔ ایسے میں گور خاں کا بھتیجا بیدو خاں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے پُل کو عبور کر رہا تھا۔ دریائے آمو کے پُل سے گزرنے کے بعد کھلے میدانوں میں بیدو خاں نے اپنے لشکر کو روکا، تھوڑی دیر تک وہ وہاں رک کر اپنے سالاروں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتا رہا، ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی تھی۔ پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے بائیں جانب کا رخ کیا تھا۔ گویا وہ پھر ان بستیوں کا رخ کرنا چاہتا تھا جن کو اس سے پہلے وہ برباد کر چکا تھا۔

بیدو خاں اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ گھات میں بیٹھے ہوئے مسلمان تیر انداز فطرت کے جلال میں قضا کے گھاٹ اتار دینے والی بدبختیوں کے سایوں اور بپھرتی و کڑکتی برق کی طرح حرکت میں آئے اور بیدو خاں کے لشکر پر انہوں نے تیز تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسی لمحے جلتے ہوئے پروں تیر بھی فضا میں بلند ہو گیا تھا۔

اس اچانک اور غیر متوقع تیر اندازی نے بیدو خاں، اس کے سالاروں اور لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ بیدو خاں کے کئی لشکری چھلنی ہو کر رہ گئے تھے۔ کچھ گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ کچھ گھوڑوں پر لیٹ گئے تھے۔ زخمی ہونے والے گھوڑے ہنہنانے لگے تھے۔ ایک کہرام سا برپا ہو گیا تھا۔

اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بیدو خاں نے اب اپنے لشکر کو روک کر اس سمت حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا جس سمت سے ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔

لیکن اسی لمحہ سناٹوں سے بغل گیر فضاؤں کے اندر منصور اپنے لشکر کے ساتھ حد شوریدہ میں تقدیر کے بدترین عذاب کی طرح نمودار ہوا۔ بیدو خاں کے قریب آ منصور نے زوردار آواز میں اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے آیت پڑھی۔

لَا یُرَدُّ مَنْ سَائِلَ بِاللّٰہ

"جو اللہ سے سوال کرتا ہے وہ اسے رد نہیں کرتا۔"

اس کے ساتھ ہی منصور خزاں اور ہجر میں انحطاط و زوال کے بگولوں، پیاسے نفس بے کلی بڑھاتے موت کے نادیدہ دراز دست کی طرح بیدو خاں کے لشکر پر سامنے طرف سے حملہ آور ہو گیا تھا۔

بیدو خاں نے اب تیر اندازوں پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس لئے کہ منصور کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے اس نے اپنی ساری توجہ سامنے کر لی تھی۔ جبکہ تیر انداز اب اپنے لشکریوں کو بچاتے ہوئے بیدو خاں کے لشکر کے پشتی حصے کی طرف تیر اندازی کرنے لگے تھے اور دشمن کو خاصا نقصان پہنچانے لگے تھے۔

لیکن آخر تیر اندازوں کو اپنی یہ کارروائی بھی روکنا پڑی۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے شہاب الدین نمودار ہوا تھا۔ پہلے اس نے بدن میں مرگ کی ٹھنڈک اور دہشت کی کپکپی طاری کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد شہاب الدین نے زوردار انداز میں اپنے رب کی صفت بیان کرتے ہوئے پکارا۔

نحن صبرنا الی اقدار اللّٰہ

"ہم اللہ کی تقدیر پر صبر کرنے والے ہیں۔"

اس کے بعد شہاب الدین نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ رصد گاہِ چشم کو چندھیا دینے والے لاوے اُگلتے آتش فشاں اور وقت کے بند دروازوں پر موت کی دستک دیتے جادو کے عصا اور کسی ساحر آفاق کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ختم ہوتی رات کی ہلکی تاریکی میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے رگوں میں بے روک کرب بھرنے لگا تھا۔ زندگی کی تہوں میں موت کے زہر سنسنانے لگے تھے۔ قضا کی دُھن میں زیست کے جوہر لہولہو ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ہر نفس میں ایک طوفان، ہر سانس میں کپکپاہٹ طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مشرق سے اب روشنی کی لہریں اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئی تھیں۔ اور پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا، شہاب الدین اور منصور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیدو خاں کے لشکر پر اس طرح غالب آنے لگے تھے جیسے خداوند قدوس کی فضیلت و حاکمیت، زندہ و بیدار کی عظمت و جلالت شیطانی گماشتوں کی شوکت اور بدی کے مناووں کی صداؤں پر غالب آنا شروع ہو گئی ہو۔

بیدو خاں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو بچا کر دریائے آمو کے اس پار بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اب ایسی کوئی صورت بھی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ ایک طرف ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریائے آمو تھا جو کناروں تک

بھرپور انداز میں بہہ رہا تھا اور اس طرف جانا گویا خود موت کے دروازے پر دستک دینا تھا۔ دائیں جانب موت کے رنگ بکھیرتے تیر انداز تھے جن کے تیروں کی بوچھاڑ چھلنی کر دینے والی تھی۔ سامنے کی طرف سے منصور کرب خیز انداز میں بیدو خاں کے لشکریوں کو کاٹ رہا تھا جبکہ پشت کی جانب سے شہاب الدین موت و کرب کے کسی شہسوار کی طرح بیدو خاں کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

آخر سورج کی سرخ آنکھ نے جب مشرق سے ابھرتے ہوئے زمین کے تن سے تانک جھانک کرنا شروع کی تب چاروں طرف پھیلتی روشنی میں یہ عیاں ہوا کہ شہاب الدین، منصور اور ان کے ساتھیوں اور سالاروں نے بیدو خاں کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ پھیلتی روشنی میں بیدو خاں اور اس کے سالاروں نے جب دیکھا کہ اب مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے تب وہ ایک جگہ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ہتھیار انہوں نے پھینک دیئے اور اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے زوردار آوازوں میں وہ امان طلب کرنے لگے۔

یہ سماں بڑا کرب خیز اور ہولناک تھا کہ شہاب الدین کے لشکری بیدو خاں کے ان لشکریوں کا صفایا کرتے چلے جا رہے تھے جو تاریخ کے اوراق میں بڑے ہولناک اور بڑے خونخوار خیال کئے جاتے تھے۔

آخر جنگ اپنے انجام کو پہنچی۔ بیدو خاں کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بیدو خاں اور اس کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

★......★

◎◎◎

آخر جنگ اپنے انجام کو پہنچی اور شہاب الدین کے کہنے پر گرفتار ہونے والے بیدو خاں اور اس کے دیگر سالاروں اور لشکریوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے بیدو خاں کو شہاب الدین کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت شہاب الدین منصور اور چند دوسرے سالاروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ شہاب الدین کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں بیدو خاں کی طرف دیکھتا رہا جبکہ بیدو خاں کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس موقع پر شہاب الدین نے اسے مخاطب کیا۔

”بیدو خاں! میری طرف دیکھو...... کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں وہی ہوں جس کے ساتھ گور خاں کے دربار میں تیرا تیغ زنی کا مقابلہ ہوا تھا۔ میں نے تجھے تیری ہی سرزمینوں کے دربار میں زیر کیا تھا۔ پھر بھی تُو نے میرے سامنے آنے کی ہمت و جرأت کی۔ اور پھر تُو گور خاں کے سامنے یہ لاف و گزاف کرتا رہا کہ تُو مجھے گرفتار کر لے، مجھے زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سامنے پیش کرے گا، اس کے بعد میرا منہ کالا کر کے لاغر گدھے پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے گا...... اب ذرا اپنی حالت کو دیکھ، کیا تُو اس قابل رہا ہے کہ مجھے زنجیریں پہنائے......؟“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بیدو خاں چونک اٹھا تھا۔ چہرے اور آنکھوں میں خوف رقص کرنے لگا تھا۔ پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ”میں آپ سے اپنے لئے امان اور اپنے ساتھیوں کے لئے رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔“

کھا جانے والے انداز میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

”کیا میں تجھے اس بناء پر امان دے دوں کہ تُو ستم کے موسم کھڑے کرتا رہا، مسلمانوں کی امیدوں کی دہلیزوں پر خون انڈیلتا رہا، ان کے لئے ظلمتوں کے باب

کھولتا رہا۔ بیدو خاں! تُو ایک آگ اُگلتا اژدھا اور وقت کا سیاہ فریب ہے ...... اب تیری گرسنہ شریانوں میں آتشیں لاوے حلول کرنے لگے ہیں تو تُو امان طلب کرنے لگا ہے۔ جبر وستم کے بھوکے انسان! اب تُو دل گرفتہ، مغلوب، مغموم ہوا ہے تو امان طلب کرنے پر اتر آیا ہے۔

سن مقاصد کی خباثت رکھنے والے حیوان! کیا میں اس لئے تجھے امان دے دوں کہ تُو نے ہماری ان گنت بستیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں لُوٹا......؟ اسی لئے تجھے امان دے دوں کہ تُو نے میری قوم کے گھروں کو آگ لگائی، ان کے اثاثے کو جلا مارا، انہیں لُوٹا؟ ...... اس لئے تجھے امان دے دوں کہ میری ملت کی بیٹیوں کو برہنہ سر کیا گیا ...... انہیں بے عزت کیا گیا ...... اس لئے تجھے امان دے دوں کہ تُو نے ہماری ان گنت ماؤں کو بے فرزند کر کے رکھ دیا......؟ بتا! تیرا کون سا عمل ہے جسے تُو اپنے سامنے رکھ کر مجھ سے امان طلب کرتا ہے......؟"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین نے کچھ سوچا، پھر بیدو خاں کے ساتھ جو اس کے سالار تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم میں سے وہ کون ہے جو لشکر میں اس کی نیابت کرتا رہا ہے اور اس کے نائب کے طور پر فرائض انجام دیتا رہا ہے......؟"

اس پر بیدو خاں کا ایک سالار آگے آیا اور اپنا ہاتھ اس نے کھڑا کیا۔

شہاب الدین نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ایک طرف ہٹ جانے کو کہا۔ اس پر وہ شہاب الدین کا اشارہ پا کر ایک جانب ہٹ گیا۔

پھر شہاب الدین نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک چھوٹے سالار کو بلایا، اس کے کان میں کچھ ہدایات دیں جس کے جواب میں وہ سالار پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد چند مسلح دستوں کے ساتھ بیدو خاں اور اس کے گرفتار ہونے والے سالاروں اور ساتھیوں کو وہ ایک طرف لے گیا اور دریائے آمو کے کنارے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

جب اس کام کی تکمیل کر دی گئی تب شہاب الدین نے بیدو خاں کے نائب کو اپنے پاس بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو! تمہاری پشت پر جہاں تمہارے لشکریوں کی ان گنت لاشیں پڑی ہیں، تم لوگوں کے گھوڑے بھی دندناتے پھرتے ہیں، ان گھوڑوں میں سے کوئی ایک گھوڑا پکڑ کر

اس پر سوار ہو جاؤ، دریائے آمو کے پُل کو عبور کر کے اپنے مرکزی شہر کی طرف جاؤ اور یہاں جو جنگ ہوئی ہے اس کی پوری تفصیل جا کر اپنے بادشاہ گور خاں سے کہہ دینا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ شخص جس پر اس سے پہلے موت کے سائے لہرا رہے تھے، اب اس کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ شاید وہ وقت ضائع کئے بغیر وہاں سے ہٹ جانا چاہتا تھا۔ ایک دم بھاگنے کے انداز میں وہ پیچھے ہٹا، ایک گھوڑے کو پکڑ کر اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگاتا ہوا اور سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

شہاب الدین نے سب سے پہلے جنگ میں کام آنے والے اپنے ساتھیوں کی تجہیز و تکفین کا کام کیا ...... زخمیوں کی دیکھ بھال کی، پھر بیدو خاں کے لشکر میں جس قدر سامان ہاتھ آیا تھا، اسے ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے لشکری دشمن کے ادھر اُدھر بھاگتے گھوڑوں کو پکڑ کر ایک جگہ جمع کرنے لگے تھے۔

شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دو دن تک احتیاطاً وہیں قیام کئے رکھا تھا، اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر وہ اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہو لیا تھا۔ جس وقت دشمن کے سارے سامان کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر شہاب الدین مکتب کے سامنے اپنے پڑاؤ میں پہنچا تو آس پاس کی بستیوں کے کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بوڑھے، کیا بچے سب وہاں جمع ہو گئے تھے۔ اسے اس کے ساتھیوں، اس کے سالاروں اور لشکریوں کو اس شاندار فتح پر مبارکباد دینے لگے تھے۔

بستیوں کی ان گنت عورتیں، بچیاں، جوان، لڑکیاں ہاتھوں میں پھولوں کی پتیوں بھرے طشت لے کر آئی تھیں اور ان پر پھول و پتیاں نچھاور کرنے لگی تھیں۔ ایسے ہی موقع پر ایک طرف سے سدورہ نمودار ہوئی۔ اس کے ہاتھوں میں چھوٹا سا ایک طشت تھا۔ شہاب الدین اس وقت وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا جبکہ اس سے ذرا فاصلے پر منصور دشمن کے لشکر سے حاصل ہونے والے سامان کو ایک طرف رکھوا رہا تھا۔ قریب آ کر سدورہ نے پہلے بڑے خوش کن انداز میں مسکراتے ہوئے شہاب الدین پر پتیاں نچھاور کرنا شروع کیں، پھر وہ مزید قریب ہوئی۔ وہ چھوٹا سا طشت جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اس میں سے سرخ گلاب کے خوشبو دیتے پھولوں کا ایک ہار اس نے اٹھایا اور وہ اس نے شہاب الدین کے گلے میں ڈال

دیا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ مسکراتے ہوئے شہد برساتی آواز میں وہ کہنے لگی۔

"امیر! میں آپ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

سدورہ کے ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اتنے میں حسام الدین اور بلال بن سلیمان بھی قریب آتے دکھائی دیئے۔ دونوں باری باری پُر جوش انداز میں شہاب الدین سے گلے ملے، پھر حسام الدین، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! قسم خداوندِ مہربان و رحیم و کریم کی۔ اس وقت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کا اظہار کرنے کے لئے میں مناسب الفاظ تلاش نہیں کر پا رہا۔ اس وقت میں اپنے جن جذبات و احساسات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ان کے لئے یوں جانیں میرے پاس الفاظ کا قحط پڑ گیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد حسام الدین رکا، کچھ سوچا دوبارہ وہ شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر! آپ کی طلب کی لگن نے یہاں کے لوگوں کے لئے غمِ زمانہ کی دھول، آپ کی وفا کی آنچ نے دشمن کی خباثت و حماقت اور آپ کی جرأت مندی کی لو نے یہاں کے لوگوں کو غمِ دہر کی تلچھٹ سے نجات دے دی ہے۔ آپ نے اپنے ایمان کی طاقت اور جبروت سے دشمن کی ستم کی آندھیوں کا رخ پھیر کر رکھ دیا ہے۔ آپ جیسے نوجوان ہی آگ کے کھولتے لاوے اور ستم کی آندھیوں میں صبر کی چٹان بن کر اپنی ملت کا دفاع کر جاتے ہیں ...... جنگ میں کوہسار ثابت ہوتے ہیں اور اضطراب انگیز لمحوں میں ریاضت کا ہُنر و ثمر بن کر سامنے آتے ہیں۔ امیر! گور خاں کے یہ لشکری حشرات الارض اور برساتی کیڑوں کی طرح دریائے آمو کو عبور کر کے ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کی ٹھانے ہوئے تھے۔ لیکن آپ نے کیا خوب انہیں ہواؤں کے دوش پر دھکے کھاتے پتوں کی طرح اُڑا کر رکھ دیا۔ امیر! میں حسام الدین آپ کے جذبوں کی تابانی، آپ کی جرأت مندی کی افشانی، آپ کی وفا شعاری کے جذب کو سلام پیش کرتا ہوں۔"

حسام الدین جب خاموش ہوا تب حیرت و تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"محترم حسام الدین! شروع میں تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ مجھ سے مخاطب

ہونے کے لئے مناسب الفاظ تلاش نہیں کر پا رہے اور اب آپ میری ایسی تعریف کر بیٹھے ہیں جیسے کہ میں نے کوئی بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا ہو ...... کسی ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا ہو۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر حسام الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کی بیٹی سدورہ بول اٹھی۔

"امیر! جو کچھ میرے بابا نے کہا ہے وہ درست ہے ...... میں سمجھتی ہوں بابا نے جو آپ کی تعریف کی ہے وہ کم ہے۔ قلعہ فتح کرنا آسان ہے۔ گور خاں کے لشکریوں کے سامنے ناممکن کو ممکن بنانا بھی آسان ہے۔ لیکن آپ نے جو انہیں بدترین شکست دے کر ان کا قتل عام کیا ہے یہ ایسا کام ہے جو ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر مجھے اجازت ہوتی کہ آپ کی تعریف کروں تو قسم خدائے واحدہٗ لاشریک کی، میں اس سے بھی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ الفاظ میں آپ کی تعریف کرتی۔"

لمحہ بھر کے لئے شہاب الدین نے سدورہ کی طرف دیکھ کر خاموش نگاہوں سے شکرگزاری کے جذبات کا اظہار کیا، پھر وہ بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ سلیمان! میرے محترم! آپ مدرس ہیں، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ ہیں۔ جو تعریف میری حسام الدین نے کی ہے، میں قطعاً اس کے قابل نہیں ہوں۔ آپ بھی اگر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہہ لیں تاکہ......"

جواب میں بلال بن سلیمان مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

"شہاب الدین! میرے بیٹے! کہنے کو تو میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن حسام الدین نے اس قدر کہہ دیا ہے کہ اب میرے کہنے کے لئے کچھ نہیں رہا۔"

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب سدورہ بول اٹھی۔

"امیر! اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بنتِ حسام الدین! تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو۔ پر میں اس موقع پر التجا کرتا ہوں کہ میری تعریف نہ کرنا ...... اس لئے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے منصب کی مانگ، میرے فرائض میں شامل ہے اور مجھے ایسا کرنا چاہئے تھا۔ تاہم میں خوش ہوں

کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ میں کر گزرا ہوں۔ بے چینی سے گور خاں کے ردِ عمل کا انتظار کروں گا۔"

"امیر محترم! میں آپ کی تعریف نہیں کروں گی۔ میرے بابا نے جو الفاظ ادا کئے ہیں، یوں جانیں وہ میرے جذبات کی بھی ترجمانی ہیں۔ میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں میں، بابا اور عم بلال بن سلیمان نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں اپنی حویلی میں آپ اور آپ کے سارے سالاروں کی دعوت کرنی چاہئے۔ اس کے لئے آپ ہمیں وقت اور دن دیں کہ ہمیں یہ اہتمام کب کرنا چاہئے......؟ آپ اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت تو ہمیں شروع ہی میں کر دینی چاہئے تھی لیکن آپ ہماری حویلی میں جا چکے ہیں، ہمارے جو حالات تھے ان میں ہم اس قابل نہ تھے کہ ہم اس دعوت کا اہتمام کرتے۔ اب آپ ہی کی وجہ سے جب ہماری حالت سنوری ہے تو ہم اس دعوت کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں اور اس میں ہم سب کی خوشی شامل ہے۔" سدورہ نے بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بنتِ حسام الدین! دعوت کا اہتمام کرنے سے پہلے ہی میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ...... محترم بلال بن سلیمان اور تمہارے بابا حسام الدین جانتے ہیں کہ دشمن کے اس ٹکراؤ سے پہلے میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان بستیوں کے آب پاشی کے نظام کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد جب آب پاشی کا سارا نظام حرکت میں آنا شروع ہو جائے گا یہاں کے باغات کو پانی ملنے لگے گا، کھیت سیراب ہونے لگیں گے تو پھر میں آپ کی دعوت کو قبول کروں گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے پہلے میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ میں کسی دعوت کو قبول کروں۔ اس کے علاوہ مجھے چند یوم تو لگاتار اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال کرنا ہوگی جس کے باعث مجھے وقت بھی نہیں ملے گا۔ میرے خیال میں اب آپ کہیں بیٹھ جائیں، اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور آپ کی آمد سے پہلے میں منصور کی طرف جانے لگا تھا کہ آپ کو آتے ہوئے دیکھا اور میں رک گیا۔"

اس پر حسام الدین کہنے لگا۔ "آپ ہماری فکر نہ کریں...... چلیں ہم بھی آپ کے ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

حسام الدین کے ان الفاظ پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ چاروں اس سمت

بڑھنے لگے جہاں منصور اپنے دیگر سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ طبیبوں کی مدد سے زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

جن دنوں شہاب الدین اور منصور گور خاں کے لشکریوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے ان ہی دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے ناقابل تسخیر سالار محمد بن جریک کے خلاف ایک لشکر روانہ کیا۔ محمد بن جریک ان دنوں طالقان کے سارے علاقے پر قابض ہوا تھا اور وہ سارا علاقہ علاؤ الدین خوارزم شاہ اس سے واپس لینا چاہتا تھا۔ جو لشکر علاؤ الدین خوارزم شاہ نے محمد بن جریک پر حملہ آور ہونے کے لئے طالقان کی طرف روانہ کیا تھا، اس لشکر کی بدقسمتی کہ محمد بن جریک نے اسے بدترین شکست دی اور اس لشکر کی غالب اکثریت کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت تھوڑے لوگ جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔

یہ صورتِ حال علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لئے بڑی ناقابل برداشت تھی۔ اس وقت وہ خوارزم شہر سے باہر مستقر میں اپنے سالاروں کے ساتھ موجود تھا کہ اسے محمد بن جریک کے ہاتھوں اپنے لشکر کی تباہی کی خبر ملی اور اسی خبر کے تھوڑی دیر بعد شہاب الدین بن مسعود کی طرف سے بھی اس کے پاس قاصد گئے جنہوں نے شہاب الدین اور منصور کی پوری کارگزاری کی تفصیل سلطان سے کہی تھی۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے لشکری جہاں غوری سالار محمد بن جریک کے ہاتھوں اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی پر مغموم اور ملول تھے وہاں شہاب الدین اور منصور کی طرف سے گور خاں کے سلسلے میں جو اچھی خبریں ملی تھیں وہ ان کی طمانیت اور سکون کا باعث بھی تھیں۔

اس موقع پر سلطان علاؤ الدین کے بہت سے سالار اس کے گرد جمع تھے جن میں سے نمایاں کرتک، امین الدین ابوبکر، اغلمش، محمد بن علی اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ماموں امیر ملک زیادہ نمایاں تھے۔

دونوں طرف سے آنے والی خبریں سن کر کچھ دیر تک سلطان علاؤ الدین سوچ و بچار میں ڈوبا رہا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"طالقان کے علاقے میں محمد بن جریک کے ہاتھوں ہمارے لشکر کو تباہی و بربادی کا

سامنا کرنا پڑا ہے تو میں ہر صورت میں نہ صرف طالقان کا علاقہ واپس لینا چاہتا ہوں بلکہ محمد بن جریک کو بھی شکست سے دوچار دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب اس سلسلے میں تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ میں جو مزید لشکر طالقان کی طرف روانہ کروں اس کا سالارِ اعلیٰ کسے بناؤں...... اس سے پہلے میرے چند نمایاں سالار محمد بن جریک کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور اب میں مزید اپنے کسی سالار کا نقصان برداشت نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ پسند کروں گا کہ کسی ایسے سالار کا انتخاب کیا جائے جو محمد بن جریک کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جب رکا تب اس کا ماموں امیر ملک بول اٹھا۔

"سلطانِ محترم! اس وقت میرے ذہن میں دو ہی سالاروں کے نام آتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں محمد بن جریک کو بڑی آسانی سے زیر کیا جا سکتا ہے۔ جو سالار اس وقت میرے ذہن میں آتے ہیں اور جو محمد بن جریک کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں وہ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی ہیں۔"

اس موقع پر علاؤالدین خوارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے ماموں امیر ملک کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"قسم خداوند قدوس کی، میرے ذہن میں بھی یہی دو نام آئے تھے۔ پر میں اس سلسلے میں تم لوگوں کا عندیہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جب خاموش ہوا تو اس کا سالار محمد بن علی بن بشیر بول اٹھا۔ "سلطانِ محترم! محمد بن جریک، غوریوں کا ایک انتہائی تجربہ کار اور ناقابل تسخیر سالار شمار کیا جاتا ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے، اپنے دشمن کو زیر کرنے میں اس کے پاس انتہا درجہ کی ہنرمندی اور صناعی ہے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ منصور اور شہاب الدین دونوں کو محمد بن جریک پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دیا جائے۔"

محمد بن علی بن بشیر جب خاموش ہوا تب سلطان علاؤالدین کے تجربہ کار اور آزمودہ کار سالار امین الدین ابوبکر نے کہنا شروع کیا۔ یہ امین الدین ابوبکر عمر میں سب سے بڑا تھا۔ جنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ تجربہ کی بناء پر اس نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو

مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"سلطانِ محترم! اگر آپ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی دونوں کو محمد بن جریک کے مقابلے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ علاقہ جہاں اس وقت دونوں سالاروں نے اپنے ایک لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے وہ سارا علاقہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ گور خاں کے لشکری دندناتے ہوئے دریائے آمو کو عبور کریں گے اور ان علاقوں میں تباہی کا کھیل کھیلتے ہوئے موت کا رقص کریں گے...... اگر آپ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں ہی کو محمد بن جریک کے مقابلے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایک خفیہ طریقہ استعمال کیا جائے اور وہ یہ کہ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں کو وہاں سے بلا لیا جائے۔ لیکن ظاہر یہ کیا جائے کہ شہاب الدین بن مسعود وہیں ہے، صرف منصور ترکی کو بلایا گیا ہے۔ جبکہ دونوں کو بلایا جائے گا۔ یہاں سے جو لشکر ان دونوں کے حوالے کیا جائے گا بظاہر اس کی کمانداری بھی منصور ترکی کے ہاتھ میں دی جائے گی۔ اس کی سپہ سالاری کا اعلان بھی کیا جائے گا۔ حقیقت میں شہاب الدین بھی اسی لشکر میں شامل ہوگا اور سارے کام شہاب الدین کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہوں گے۔ ظاہری طور پر لشکر کا سردار منصور ترکی ہوگا۔ لیکن حقیقت میں اور اصلیت میں سردار شہاب الدین ہوگا اور اسی کے فیصلوں پر عمل پیرا ہوا جائے گا۔ صرف ظاہر کیا جائے گا کہ شہاب الدین دریائے آمو کی اپنی آماجگاہ ہی میں ہے، صرف منصور ترکی کو بلا کر اس لشکر کا کماندار بنا دیا گیا ہے۔"

امین الدین ابوبکر جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں امیر ملک بول اٹھا۔ "سلطانِ محترم! بظاہر یہ تجویز اچھی بھی ہے اور ممکن بھی۔ اور اس کے ذریعے محمد بن جریک کو شکست بھی دی جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ محمد بن جریک کسی بھی صورت ہمارے دو نامور سالاروں یعنی شہاب الدین اور منصور ترکی کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن جس طرح ہمارے طلایہ گر، ہمارے پرچہ نویس دشمن کے علاقوں کے علاوہ دریائے آمو کے آس پاس بھی اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اسی طرح ہمارے دو بڑے دشمنوں یعنی گور خاں اور تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے سالار بھی سرگرداں رہتے ہیں اور انہیں پتہ چل جائے گا کہ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں کو ہی دریائے آمو کے کنارے سے ہٹا دیا گیا ہے۔

سلطانِ محترم! ایسی صورت میں حالات یکسر ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ گور خاں تو اپنے لشکر کے ساتھ تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے گا ہی۔ اس لئے کہ اسے کھلی چھٹی مل جائے گی۔ کشلی خاں جو اس وقت گور خاں کے بعد ہمارا بدترین دشمن ہے وہ بھی دوسری سمت سے دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑے گا اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کشلی خاں، اس کا بھائی بغرش خاں اور ان کا نامور سالار تفتار خاں کئی بار ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہمیں زک اور نقصان پہنچا چکے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بہت سے مواقع پر آپ کے والد محترم نے خوارزم شہر میں محصور ہو کر اور دریائے آمو کے پانی کا رخ موڑ کر دشمن کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں گور خاں ہمارے علاقوں پر نظر رکھتا ہے وہاں کشلی خاں، اس کا بھائی اور ان کا سالار بھی ہمارے علاقوں کی طمع رکھتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد امیر ملک جب خاموش ہوا تب کچھ دیر مسکرانے کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ بول اٹھا۔ "میں سمجھتا ہوں شہاب الدین اور منصور دونوں کو دریائے آمو کے کنارے سے نہیں ہٹانا چاہئے۔ اگر ہٹایا جائے گا تو یقیناً منصور کو شہاب الدین کے تحت رکھا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ علاقے یقیناً غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اصل سالار شہاب الدین کو رکھا جائے اور سالار کی حیثیت سے منصور کے نام کی منادی کرائی جائے۔ اس طرح شہاب الدین کسرِ نفسی کا شکار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ان دنوں منصور اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ جب لشکر میں ہم اسے منصور کے تحت کر دیں گے تو میں سمجھتا ہوں شہاب الدین اسے محسوس بھی نہ کرے لیکن میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ "میں نے جو آخری فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ شہاب الدین کو وہیں رکھا جائے گا۔ جبکہ منصور ترکی کو فی الحال واپس بلا لیتے ہیں۔ منصور ترکی کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر محمد بن جریک کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ محمد بن جریک سے منصور ترکی خوب نمٹے گا۔ ان حالات میں اگر دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے کسی لشکر یا کشلی خاں کے حملہ آوروں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو یقیناً

شہاب الدین ان کا مقابلہ کر کے انہیں مار بھگائے گا۔

ویسے بھی میں شہاب الدین کی کارگزاری سے بے حد خوش ہوں۔ اس نے نہ صرف دریائے آمو کو عبور کر کے دشمن کے علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے مال و متاع حاصل کر کے دریائے آمو کے کنارے ہماری بستیوں کی حق تلفی کی تلافی کر دی ہے بلکہ اس نے ایک طرح سے انہیں اپنے گھروں میں آباد کر دیا ہے اور ان کے آب پاشی کے نظام کو بھی درست کر کے رواں دواں کر دیا ہے۔ ان حالات میں شہاب الدین کو وہاں سے ہٹانا اپنی ساری کارگزاری کو خطرات میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور پھر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ محمد بن جریک کی مہم کو جلد از جلد سر کر دینا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں، غیاث الدین غوری فوت ہو چکا ہے لیکن ابھی اس کا بھائی شہاب الدین غوری ہے۔ اس وقت چونکہ وہ ہندوستان میں اپنی مہموں کے سلسلے میں مصروف ہے لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں محمد بن جریک سے نمٹا جا سکتا ہے اور طالقان کے علاقے کو حاصل کیا جا سکتا ہے ورنہ بعد میں حالات ہمارے لئے خراب بھی ہو سکتے ہیں۔"

وہاں اس وقت سلطان کے جس قدر سالار تھے انہوں نے سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اپنے سالاروں کی تائید پر سلطان خوش ہوا، پھر جو قاصد شہاب الدین کی طرف سے آئے تھے ان کو مخاطب کر کے سلطان علاؤالدین کہنے لگا۔

"تم دو دن یہاں رک کر آرام کرو، اس کے بعد واپس جاؤ۔ جو گفتگو یہاں ہوئی ہے اس گفتگو کی تفصیل شہاب الدین اور منصور ترکی سے کہنا اور منصور ترکی کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ میرا پیغام سنتے ہی وہ خوارزم کے لئے روانہ ہو جائے۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ خود بھی وہاں سے ہٹ گیا تھا اور شہاب الدین کی طرف سے آنے والے قاصدوں کو بھی اس نے اپنے ایک سالار کے ساتھ مہمان خانے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

★ ...... ★

◎◎◎

شہاب الدین اور منصور ترکی کے ہاتھوں جب بیدو خاں، اس کے سالاروں او
لشکریوں کی تباہی و بربادی کی خبر گور خاں کے مرکزی شہر اخلاط پہنچی تو اخلاط کے اند
ایک کہرام مچ گیا تھا۔ لوگ اپنے لشکر کی اس تباہی و بربادی کا مسلمانوں سے انتقا
لینے کے لئے تقاضا اور شور شرابہ کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں گور خاں نے اپ
سارے سالاروں اور عمائدینِ سلطنت کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے عمائدینِ، سالار، اس کے عزیز و اقارب، اس کی بیٹیاں، اس ک
بیوی دربار میں جمع ہو گئے تب گور خاں بے پناہ غصے اور برہمی کا اظہار کرتے ہو
بول اٹھا تھا۔

”بیدو خاں کے مارے جانے، اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کے بعد ہم پر فر
ہو گیا ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ آور ہوں، اس کے سار
شہروں اور اس کی ساری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں اور ایسا ہم
گزریں گے۔“

اس موقع پر گور خاں کا دوسرا بھتیجا اور بیدو خاں کا چھوٹا بھائی تگین خاں اپنی جگہ
اٹھا اور انتہائی غضب ناکی میں بول اٹھا تھا۔

”مسلمانوں کے سالار شہاب الدین اور منصو نے میرے بھائی، ہمارے سالار
اور لشکریوں کا قتلِ عام کر کے خود اپنی موت، اپنی قضاء کے قرطاس پر مُہر لگا دی
میں ہر صورت میں شہاب الدین سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لوں گا۔ شہاب الد
اس دربار میں بیدو خاں کو شکست دے کر یہ بھی عندیہ دے گیا تھا کہ وہ ان علاقوں
ہمارے لشکریوں کو نقصان پہنچائے گا۔ اور اس طرح سے اس نے اپنا وعدہ پورا ک

ہے اور اب میں اس سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینے کا وعدہ پورا کروں گا...... میں ہر صورت میں اس کا سر کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔“

تگین خاں جب رکا تب گور خاں کے قریب ہی بیٹھی اس کی بیٹی کیرش بے پناہ غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”بابا! بیدو خاں میرا منگیتر تھا، اس کا قاتل شہاب الدین ہے۔ میں نے تیغ زنی، شہسواری اور دوسرے حرب وضرب کے فنون میں تربیت اس لئے حاصل نہیں کی تھی کہ میں خاموشی سے گھر بیٹھی رہوں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اپنے گھر کو چھوڑ کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھوں اور بیدو خاں کا انتقام لوں۔ میں آپ سے یہ بھی التماس کرتی ہوں کہ ایک لشکر علیحدہ کیجئے، اس لشکر کا کماندار اپنے دوسرے بھتیجے اور بیدو خاں کے چھوٹے بھائی تگین خاں کے سپرد کیجئے، اس لشکر میں، میں خود بھی شامل ہوں گی۔ میں اور تگین خاں دونوں مل کر شہاب الدین کے لشکریوں کا نہ صرف قتلِ عام کریں گے بلکہ بیدو خاں کے قتل کا انتقام لیتے ہوئے شہاب الدین کا سر بھی کاٹیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حسین کیرش جب خاموش ہو گئی تب اس کی طرف بڑے پُرسکون انداز میں دیکھتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”تگین خاں! پہلے تم اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، پھر میں اپنی بیٹی سے گفتگو کرتا ہوں۔“

گور خاں کے کہنے پر تگین خاں بیٹھ گیا۔ پھر قصر کے اندر گور خاں کی آواز سنائی دی تھی۔ ”بیدو خاں کا انتقام لینا ہم سب پر فرض ہو گیا ہے...... اور میں یہ بھی فیصلہ دیتا ہوں کہ جو لشکر بیدو خاں کا انتقام لینے کے لئے مقرر کیا جائے گا اس لشکر کا سالار تگین خاں کو بنایا جائے گا۔ اور کیرش، میری بیٹی! تُو خود بھی اس لشکر میں شامل ہو گی۔ لیکن اس انتقام کی ابتداء بڑے مناسب موقع پر کی جائے گی۔

اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، غور سے سنو۔ آج سے ہم اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر لے آئیں گے۔ جب ہم دیکھیں گے کہ اب علاؤ الدین خوارزم شاہ کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور خوارزم شاہ کو اس کے تاج و تخت سے ہم محروم کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تب ہم یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے۔ لشکر کی کمانداری ہمارے لشکر کا سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو کرے گا۔ یہاں سے لشکر کی روانگی سے پہلے سمرقند کے اپنے حاکم عثمان خان کو بھی اطلاع بھیج دی جائے گی کہ سمرقند میں جو ہمارا لشکر اس وقت

ہے اسے لے کر عثمان خان بھی تا نیکو سے آن ملے۔ اس طرح اس لشکر میں وہ حصہ بھی شامل ہوگا جو تگین خاں اور میری بیٹی کیرش کی سرکردگی میں دیا جائے گا۔

جب یہ متحدہ لشکر دریائے آمو کو عبور کرے گا تو وہ حصہ جو تگین خاں کی کمانداری میں ہوگا اسے تگین خاں لے کر شہاب الدین پر حملہ آور ہوگا۔ کیرش بھی اس کے ساتھ ہوگی۔ جہاں تک تا نیکو اور سمرقند کے ہمارے حاکم عثمان خان کا تعلق ہے تو وہ اپنے متحدہ لشکر کو لے کر آگے بڑھیں گے اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیں گے۔

ایسا کرنے سے ہمارے لئے فوائد ہی فوائد ہوں گے۔ اگر ہم صرف ایک لشکر تگین خاں اور کیرش کی سرکردگی میں شہاب الدین کو سزا دینے کے لئے بھیجتے ہیں تو مجھے خطرہ ہے اس کا حشر اس لشکر سے مختلف نہ ہوگا جو بیدو خاں کی کمانداری میں تھا۔ اس لئے کہ اگر ہمارا لشکر بڑا بھی ہوا تو مسلمانوں کے پرچہ نویس اور طلایہ گر اس کی خبر شہاب الدین اور خوارزم شاہ دونوں کو کر دیں گے۔ لہٰذا خوارزم شاہ ہماری شکست اور ہماری بربادی کو یقینی بنانے کے لئے شہاب الدین کی مدد کے لئے ایک اور لشکر روانہ کر دے گا۔ اس طرح ہمیں پھر نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور اگر ہم اس تجویز پر عمل کرتے ہیں جو تھوڑی دیر پہلے میں نے بیان کی ہے تب خوارزم شاہ کے پاس کوئی موقع ہی نہیں رہے گا کہ وہ اس سلسلے میں شہاب الدین کی مدد کرے۔ اس لئے کہ اسے تا نیکو اور عثمان خاں سے ٹکرانا ہوگا اور ہمارے یہ دونوں سالار یقیناً خوارزم شاہ کے لشکریوں کو تہس نہس کر کے اس کے مرکزی شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جب خوارزم شاہ کی طرف سے شہاب الدین کو کوئی مدد اور اعانت نہ ملے گی تب تگین خاں اور کیرش بھی بڑی آسانی سے شہاب الدین پر قابو پا کر اس سے اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

گور خاں کی اس تجویز سے اس کے سارے سالار، امرائے سلطنت اور اس کی بیٹیوں، بیوی اور داماد نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا گور خاں نے اپنا وہ اجلاس برخواست کر دیا۔ اس کے بعد گور خاں نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔

❀ ❀ ❀

آخر سلطان علاؤ الدین نے منصور ترکی کو شہاب الدین کے پاس سے بلا کر ایک

خاصا بڑا لشکر اس کی کمانداری میں دیا اور طالقان کے علاقے میں محمد بن جریک پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کو لے کر منصور ترکی طالقان کی طرف روانہ ہوا۔ دوسری طرف محمد بن جریک کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس بار علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے نامور سالار منصور ترکی کو روانہ کیا ہے۔

جہاں لوگ محمد بن جریک کی بہادری اور جرأت مندی کے معترف تھے، وہاں منصور ترکی کی بھی جنگ میں ہنر مندی اور صناعی سے لوگ واقف تھے۔ چنانچہ طالقان کے علاقے میں منصور ترکی اور محمد بن جریک کے درمیان خوفناک معرکہ ہوا۔ اس معرکہ میں محمد بن جریک کے پاؤں اُکھڑ گئے اور منصور ترکی نے اسے بدترین شکست دی جس کے نتیجے میں محمد بن جریک اب اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

طالقان سے بھاگ کر محمد بن جریک نے مرو شہر کا رخ کیا۔ اس شہر کے اندر وہ محصور ہو گیا اور محصور رہ کر مقابلہ کرنے لگا۔ دوسری طرف منصور ترکی اس کے تعاقب میں تھا۔ چنانچہ اس نے بھی مرو شہر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ بمشکل پندرہ دن رہنے پایا تھا کہ محمد بن جریک کے لشکر میں کھانے پینے کی اشیاء کا قحط پڑ گیا۔ جس کی بناء پر مجبوراً اس نے منصور ترکی سے صلح کے لئے گفتگو شروع کی لیکن جواب میں منصور نے اس کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ خیال کیا۔ صلح کرنے کے ارادے کو ترک کر دیا۔ آخر دونوں لشکریوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی جس کے نتیجے میں ایک روز محمد بن جریک کو پکڑ لیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

کہتے ہیں اس بہادر اور نامور سالار کی موت سے غوریوں کے اندر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ غوریوں کے اندر محمد بن جریک کی جرأت مندی اور اس کی بہادری کے باعث اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اسے قتل کیا گیا تو تمام غوری قلمرو میں محمد بن جریک کی وفات کا تین روز تک سوگ منایا گیا۔

دوسری طرف اپنے بھائی غیاث الدین کی وفات سے شہاب الدین کی کمر پہلے ہی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ غمزدہ و ملول تھا۔ دوسرے جن دنوں محمد بن جریک کا خاتمہ کیا گیا تھا ان دنوں وہ ہندوستان کی ایک مہم میں مصروف تھا۔

محمد بن جریک کے مارے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سمجھنے لگا تھا کہ اب غوریوں کی سلطنت میں اس کی کوئی راہ نہ روک سکے گا۔ لہٰذا علاؤ الدین خوارزم

شاہ نے تاریخ کے ایک دور کو دہرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ اس طرح کہ جو علاقے ان دنوں غوریوں کے تسلط میں تھے اور جن پر ان کی حکومت تھی، وہ علاقے کبھی سلجوقی سلطنت کے تھے اور غوریوں نے حملہ آور ہو کر وہ سارے علاقے سلجوقیوں سے چھین لئے تھے۔ اب علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس طرح غوریوں نے سلجوقیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے سارے علاقوں پر قبضہ کیا ہے اسی طرح وہ بھی غوریوں پر حملہ آور ہو کر ان سے وہ علاقے چھین لے گا جو کبھی سلجوقیوں کے ہوا کرتے تھے۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے علاؤ الدین خوارزم شاہ 1204ء میں ایک لشکر لے کر نکلا اور غوریوں کے شہر ہرات کا رخ کیا۔

ہرات میں غوریوں کی طرف سے اس وقت الپ غازی حاکم تھا اور یہ الپ غازی سلطان غیاث الدین غوری اور سلطان شہاب الدین غوری کا بھتیجا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر ہرات شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نے شہر کے چاروں طرف بڑی بڑی منجنیقیں نصب کر دی تھیں۔ وہ ہر صورت میں شہر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا انہی منجنیقوں کے ذریعے شہر پر سنگ باری شروع کر دی گئی تھی۔ جب ان منجنیقوں کے ذریعے شہر پر لگاتار سنگ باری شروع ہوئی تو اہلِ شہر گھبرا اٹھے اور شہر کے حاکم الپ غازی کو مجبور کیا کہ وہ سلطان سے صلح کے لئے گفت و شنید شروع کرے۔

چنانچہ الپ غازی نے اپنے امراء کے ذریعے سلطان علاؤ الدین سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔ چنانچہ صلح کی شرائط طے کی گئیں اور ان شرائطِ صلح میں طے پایا کہ آئندہ فریقین ایک دوسرے کی ملکی حدود کا احترام کریں گے نہ غوری سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے اور نہ ہی سلطان ان کے علاقوں کو ہدف بنائے گا۔ اس صلح کے معاہدے میں یہ بھی طے پایا کہ جب معاہدۂ صلح پر دستخط ہو جائیں گے تو ہرات کا والی الپ غازی ایک خاصی بڑی رقم بطورِ تاوان سلطان کو ادا کرے گا۔

اس معاہدے کی تکمیل کے بعد جب الپ غازی اظہارِ اطمینان کے لئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس کا بہترین استقبال کیا اس کا احترام کیا۔ پر مقامِ حیرت ہے کہ الپ غازی سلطان علاؤ الدین سے ملاقات کرنے کے بعد واپس ہرات شہر میں داخل ہوا اور شہر کے لوگوں سے سلطان کو تاوان کی

ادائیگی کے لئے رقم جمع کرنے لگا تو لوگ چلا اٹھے اور رقم دینے سے صاف انکار کر دیا۔

جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اس بات کا علم ہوا تو تاوان معاف کر دیا اور لشکر کو لے کر واپس اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

یہ ایک طرح سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی رحم دلی اور اس کا حلم تھا کہ اس نے ہرات کے مسلمانوں کو معاف کر دیا، ان سے تاوان لینا بھی پسند نہ کیا۔ اسی دوران الپ غازی کے ساتھ بھی عجیب و غریب معاملہ ہوا۔ جب اس نے لوگوں سے رقوم جمع کرنا چاہیں اور لوگوں نے انکار کر دیا تو وہ بیچارہ فکر اور غم میں بیمار پڑ گیا۔ جب اسے سلطان علاؤ الدین کی اس دریا دلی کا علم ہوا کہ اس نے تو تاوان ہی معاف کر دیا ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ دوبارہ سلطان علاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کرے گا۔ چنانچہ وہ شہر سے نکلا تاکہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن بیچارہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ وفات پا گیا۔

یہ سارے واقعات ان دنوں رونما ہوئے تھے جن دنوں سلطان شہاب الدین غوری بھی ہندوستان میں اپنی کچھ مہمیں سر کرنے میں مصروف تھا۔ اسے جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ غصہ اور غضب ناکی میں کانپ اٹھا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر وہ اس سے اپنے نقصانات کا انتقام لے گا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ہرات سے نکل کر جس وقت مرو شہر کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو اسے اس کے پرچہ نویسوں اور طلایہ گردوں نے سلطان شہاب الدین کے ارادے سے آگاہ کر دیا۔

اسی دوران سلطان علاؤ الدین کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی کہ عنقریب گور خاں کا سالار تانیکو اور گور خاں کے شہر سمرقند کا مسلمان حاکم عثمان خان ایک جرار لشکر کے ساتھ سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلنے والے ہیں۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان علاؤ الدین نے تیز رفتار قاصد سلطان شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کئے اور اس کو لکھا۔

''بہتری اسی میں ہے کہ اپنے لشکر کے ساتھ میرے علاقوں میں حملہ آور ہونے کے لئے جہاں پہنچے ہو، وہیں رک جاؤ۔ وہیں سے واپس چلے جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں پھر ہرات پر حملہ آور ہوں گا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔''

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس پیغام کے جواب میں سلطان شہاب الدین نے جواب میں کہلا بھیجا۔

"اب اس بات کا فیصلہ یہاں نہیں بلکہ تمہارے مرکزی شہر خوارزم کے پاس میدانِ جنگ میں ہوگا۔"

اس ساری صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان علاؤ الدین نے فیصلہ کیا کہ اب اس کا دارالسلطنت خوارزم سے باہر رہنا مناسب نہیں۔ چنانچہ اس نے مرو شہر کے نواح سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور بہ سرعت تمام اپنے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے مخبر، اپنے پرچہ نویس، اپنے طلایہ گر اور اپنے مناد غیر مسلم خطا کے ترکوں کی طرف روانہ کر دیئے اور ان کے اندر یہ افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ شہاب الدین غوری گور خاں اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ دونوں حکومتوں کا جانی دشمن ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے دونوں ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی سیاست میں پوری طرح کامیاب بھی رہا۔ اس لئے کہ گور خاں کو واقعی خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں شہاب الدین غوری اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقوں پر قبضہ نہ کر لے۔ اسے یہ بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں شہاب الدین غوری علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ مل کر غیر مسلم ترکوں کے خلاف حرکت میں نہ آ جائے اور گور خاں کی سلطنت کا ہی خاتمہ نہ کر دے۔ چنانچہ گور خاں نے ایک خاصا بڑا لشکر اپنے سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو کی سرکردگی میں دیا۔ ساتھ ہی سمرقند کے اپنے مسلمان حاکم عثمان خان کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ایک لشکر لے کر تانیکو سے مل جائے۔ اس طرح تانیکو اور عثمان خاں ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ سے پہلے شہاب الدین غوری سے نمٹا جائے گا۔ اس کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ پر ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے گا اور آئندہ گور خاں کو اپنے باپ کی طرح باقاعدگی سے خراج ادا کرتا رہے گا۔

❁❁❁

ادھر سلطان شہاب الدین غوری بھی ہندوستان کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بڑی برق رفتاری سے منزل پر منزل مارتا ہوا علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری جو لشکر لے کر آ رہا تھا۔ اس میں ہاتھیوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شامل تھی۔ آخر سلطان شہاب الدین غوری، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہوا۔ جواب میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے کوئی حرکت نہ کی، نہ ہی شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہونے میں پہل کی۔ بلکہ وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم میں ایک طرح سے محصور ہو گیا تھا۔ تاہم اس نے شہاب الدین کی نقل و حرکت کے علاوہ تانیکو اور عثمان خان کی نقل و حرکت پر بھی گہری نگاہ رکھی ہوئی تھی اور ان سب دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنی تیاریوں کو بھی آخری شکل دے رکھی تھی۔

چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری جب اپنے لشکر کو لے کر خوارزم شہر کے قریب نمودار ہوا تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ حرکت میں آیا۔ اس وقت شہاب الدین غوری نے اپنے لشکر کے ساتھ اس نہر کے کنارے پر جو دریائے جیحون سے کاٹ کر نکالی گئی تھی، پڑاؤ کر لیا تھا۔

اگرچہ اس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی کمانداری میں خوارزم شہر کے اندر 70 ہزار کا ایک جرار لشکر تھا۔ لیکن جو لشکر سلطان شہاب الدین غوری لے کر آیا تھا اس کے مقابلے میں یہ تعداد مؤرخین لکھتے ہیں بالکل معمولی تھی۔

چنانچہ دو بڑی قوتوں نے اچانک علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔ ایک گور خاں کے لشکر نے، دوسرا شہاب الدین غوری کے لشکر نے۔ لہٰذا اسے اپنے لشکر میں اضافہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب سلطان علاؤ الدین چاہتا تھا کہ اسے تھوڑی سی مہلت مل جائے تو وہ مزید لشکری بھرتی کر کے غوریوں کے مقابلے میں ڈٹ جائے گا۔ لیکن اب ایسا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کو لے کر سر پر پہنچ چکا تھا۔

آخر حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کے لئے سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ نہر کاٹ کر اس کا بہاؤ غوریوں کے پڑاؤ کی طرف موڑ دیا جائے۔ خوارزمیوں کے ہاتھ میں یہ ایک بہترین حربہ تھا اس لئے کہ اس سے پہلے سلطان علاؤ

الدین خوارزم شاہ کے باپ کے دور میں بھی جب کبھی دشمن اس پر حملہ آور ہوتے تھے تو وہ اسی نہر کا بند توڑ کر دشمن کو اپنے سامنے بے بس اور زیر کر دیا کرتا تھا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔ یہی طریقۂ کار علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھی اختیار کیا۔ چنانچہ اس کے منصوبہ پر رات کے وقت اس وقت عمل کیا گیا جس وقت سلطان شہاب الدین غوری کے لشکری آرام کر رہے تھے۔

اگلی صبح کو سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں ایک ناقابل برداشت انقلاب اور تبدیلی برپا ہوگئی ...... ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور اس کے پڑاؤ کا سارا میدان جھیل بن گیا تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکری بری طرح پھنس گئے تھے۔ قیامت کا سماں دکھائی دیتا تھا۔ کئی لشکری گہرے پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ اس کے علاوہ گھوڑے، ہاتھی اور اونٹ بھی کافی تعداد میں تھے، انہیں پانی سے نکالنے میں بڑی دقت پیش آئی اور تقریباً 40 دن اسی تگ و دو میں صرف ہو گئے۔ ان چالیس دنوں سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس دوران اس نے نہ صرف اپنے لشکر میں خوب اضافہ کر لیا بلکہ لشکریوں کو خوب کیل کانٹے سے لیس بھی کر دیا تھا۔

اب سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے درمیان ٹکراؤ شروع ہوا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکلتا۔ دونوں سلطانوں کے درمیان گھمسان کا ٹکراؤ ہوتا اور شام کو دونوں لشکری اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاتے۔ اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے ہزاروں سپاہی مارے گئے۔

دوسری طرف گور خاں اپنی جگہ پر پریشان تھا۔ اسے یہ خبر تو مل چکی تھی کہ شہاب الدین غوری اور علاؤ الدین خوارزم شاہ دونوں آپس میں ٹکرا گئے ہیں لہٰذا گور خاں نے اپنے سالار تانیکو اور سمرقند کے مسلمان حاکم عثمان خان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ خوارزم شہر کا رخ کرتے ہوئے شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کریں۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اس کے لشکری جب شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہوں تو شہاب الدین اور علاؤ الدین خوارزم شاہ دونوں آپس میں اتحاد کر کے اس کے لشکر کو تہس نہس نہ کر کے رکھ دیں۔ لہٰذا اس نے اپنے سالار تانیکو کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کو لے کر وہ غوریوں کے علاقے میں داخل ہو اور ان کے علاقوں میں دور تک یلغار کرتے ہوئے تباہی و بربادی

کا کھیل، کھیل کر لوٹ مار برپا کرتے ہوئے اپنے لئے ضرورت کا سامان حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

تانیکو اور عثمان خان نے ایسا ہی کیا۔ دریائے آمو کا پل عبور کرنے کے بعد انہوں نے بیدو خاں کے بھائی تگین خاں کے حصے کا لشکر علیحدہ کر دیا تھا۔ اس لشکر میں حسین کیرش بھی شامل تھی۔ تگین اور کیرش نے تو شہاب الدین سے ٹکرانا تھا جبکہ تانیکو اور عثمان خان اپنے لشکر کو لے کر سیدھے آگے بڑھے اور غوریوں کے علاقوں میں انہوں نے ترک و تاز کرتے ہوئے شکست و ریخت کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اسی دوران سلطان شہاب الدین غوری کو اطلاع ملی کہ گور خاں کا لشکر تانیکو اور عثمان خان کی سرکردگی میں اس کے علاقوں میں داخل ہو چکا ہے اور دور تک اس نے یلغار کرنا شروع کر دی ہے۔ اس صورتِ حال میں شہاب الدین کے لئے مزید علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانا ممکن نہ رہا تھا اس لئے اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ راتوں رات کوچ کا بندوبست کچھ اس طرح خاموشی سے کیا جائے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

لیکن سلطان علاؤ الدین غافل نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ غوریوں کو ایسا سبق دے جسے وہ تمام عمر نہ بھول سکیں۔ شہاب الدین غوری نے احتیاطاً حکم دیا کہ تمام غیر ضروری سامان کو آگ لگا دی جائے تاکہ لشکریوں کو نقل و حرکت میں دقت پیش نہ آئے۔

جب شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ آدھی رات کے وقت کوچ کیا تو انہیں اس کا خیال تک نہ تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکری ان کی نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر ہیں شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر نے بے خبری کی حالت میں پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ سے شہاب الدین کے لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ بپھرے ہوئے خوارزمی لشکری غوریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک رہے تھے اور کسی کو سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ہزاروں لشکری مارے گئے۔ جو بچ گئے وہ جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹک کر مر گئے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اپنے لشکر کی اس غیر متوقع کامیابی پر بڑی مسرت ہوئی۔ چنانچہ جب اس کے لشکری غوریوں کا تعاقب کر کے اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچے

تو اس فتح کی خوشی میں بہت بڑا جشن منانے کا اہتمام کیا گیا۔

دوسری طرف شہاب الدین غوری کے بچے کھچے لشکری جن کی تعداد مؤرخین کے مطابق 50 ہزار کے قریب تھی جب اندخود کے مقام پر پہنچے تو گور خاں کے لشکر سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ایسی تباہی مچی کہ رہی سہی کسر نکل گئی۔ سلطان شہاب الدین کے لشکر کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ 50 ہزار کے لشکریوں میں سے بمشکل ایک سو لشکری شہاب الدین غوری کے ساتھ رہ گئے۔ آخر شہاب الدین نے اندخود کے قلعے کا رخ کیا۔ لہٰذا گور خاں کے لشکری اس کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ اندخود میں آ کر شہاب الدین جب قلعے میں محصور ہوا تو گور خاں کے لشکر نے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور سلطان شہاب الدین غوری کو زندہ گرفتار کرنے کے لئے قلعے کی دیوار میں انہوں نے نقب لگانا شروع کر دی تھی۔ اس موقع پر سمرقند کے مسلمان حاکم عثمان خان نے مداخلت کی اور اس شرط پر سلطان شہاب الدین کی جان بخشی کرائی کہ وہ نقد تاوان ادا کرنے کے علاوہ تمام ساز و سامان چھوڑ کر خالی ہاتھ قلعے سے نکل جائے۔ مرتا کیا نہ کرتا، شہاب الدین نے شرط مان لی اور اس طرح اپنی اور اپنے بچنے والے لشکریوں کی جان بچا کر واپس ہوا۔

جب علاؤ الدین خوارزم شاہ کو سلطان شہاب الدین غوری کی اس عبرت ناک شکست کا علم ہوا تو اس نے ایک خط تیز رفتار قاصد کے ہاتھ دے کر سلطان شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے لکھا:

"اس افسوس ناک حادثہ کی ذمہ داری خود آپ پر عائد ہوتی ہے۔
اگر آپ نے خوارزم پر حملہ نہ کیا ہوتا تو آپ کو اس مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور اس قدر بندگانِ خدا کا خون نہ بہتا۔"

چونکہ سلطان شہاب الدین کو اپنی حالت درست کرنے کے لئے کچھ وقت چاہئے تھا اس لئے اس نے خوارزم شاہ کو یقین دلایا کہ اب وہ اس کے علاقوں پر کبھی حملہ آور نہیں ہوگا۔

★......★

◎ ◎ ◎

اُدھر بیدو خاں کا چھوٹا بھائی تگین خاں اور گور خاں کی بیٹی کیرش دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پُل عبور کرنے کے بعد بائیں جانب مڑے۔ انہوں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ ہر صورت میں شہاب الدین کے لشکر کا خاتمہ کر کے شہاب الدین کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس وقت تک منصور بھی محمد بن جریک کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد شہاب الدین کے پاس پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا دونوں نے مل کر بیدو خاں کے چھوٹے بھائی تگین خاں اور کیرش کے حملے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اس بار شہاب الدین اور منصور نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی ترکیب استعمال کی تھی۔ پہلے انہوں نے بیدو خاں کے لشکر پر سہ طرفہ حملہ کر کے ایک طرح سے اسے اپنے سامنے زیر اور بے بس کر دیا تھا۔ چونکہ گور خاں کے طلایہ گر بیدو خاں کے بھائی تگین خاں اور کیرش دونوں کو بیدو خان کی تباہی کی تفصیل بتا چکے تھے لہٰذا اس بار شہاب الدین دشمن کے خلاف ویسا ہی حربہ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس بار تگین خاں اور کیرش دونوں کو اپنے دام اور پنجرے میں پھنسانے کے لئے شہاب الدین نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ دریائے آمو کا پُل عبور کرنے کے بعد بائیں جانب جو پہلی چند بستیاں تھیں وہ ساری بستیاں شہاب الدین نے خالی کرا لی تھیں اور ان بستیوں کے مکینوں کو دائیں پہلو میں جو کوہستانی سلسلہ تھا ان کے اندر محفوظ کر دیا تھا۔ ان ساری بستیوں کے گھروں کا جو سامان تھا، ان بستیوں کے اندر جو تہہ خانے تھے وہ سارا سامان ان تہہ خانوں میں رکھوا دیا گیا تھا اور بستیوں کے سارے مکان خالی کر کے ان کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے گئے تھے۔

تگین خان اور کیرش دونوں اپنے لشکر کو لے کر جب ان پہلی بستیوں کے قریب آئے اور بستیوں کو خالی اور گھروں کے سارے دروازے کھلے اور مکانوں کو خالی دیکھ کر ایک طرح سے وہ پریشان ہوئے۔ اس بار تگین اور کیرش لشکر جو لے کر آئے تھے وہ اس لشکر سے دُگنے سے بھی زیادہ تھا جو بیدو خاں لے کر شہاب الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا۔

جب ان ساری بستیوں کو خالی پایا گیا تب کیرش کے کہنے پر تگین خاں نے اپنے لشکر کو ایک جگہ روک دیا۔ پھر کیرش، تگین خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تگین خاں میرے بھائی! یہ جو مسلمانوں کی ساری بستیاں خالی پڑی ہیں، گھروں کے دروازے بھی کھلے ہیں اور ان مکانوں میں کوئی سامان بھی نہیں ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان مکانوں کے مکین اپنا سارا سامان سمیٹ کر کہیں دوسری طرف منتقل ہو چکے ہیں۔''

کیرش کے ان الفاظ کے جواب میں تگین خاں کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

''میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ میرے بھائی بیدو خاں کے قاتل شہاب الدین کو یقیناً ہم دونوں کی آمد کی خبر ہو چکی ہے...... اسے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ جو لشکر اس سے پہلے میرا بھائی بیدو خاں لے کر آیا تھا اس بار ہم اس سے کہیں بڑا لشکر لے کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے ہیں...... میرا اندازہ ہے کہ یہ ساری خبریں سننے کے بعد وہ مرعوب ہو چکا ہے اور ان ساری بستیوں کو خالی کر کے وہ کسی اور سمت جا چکا ہے۔ لیکن ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اور یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہئے کہ آخر شہاب الدین بستیاں خالی کر کے کدھر چلا گیا ہے......؟ اور کیسے ہم سے بچ نکلا ہے......؟ اس طرح ہم نے اس کا تعاقب کر کے اس پر گرفت کرنی ہے۔''

تگین خاں جب خاموش ہوا تب کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

''کہیں یہ شہاب الدین ہمیں اپنے مکر و فریب کے جال ہی میں پھنسوانے کی کوشش نہ کر رہا ہو۔ تم جانتے ہو وہ تیغ زنی میں لاجواب ہے۔ ہمتِ مردانہ بھی رکھتا ہے...... کہیں اس نے ہمارے خلاف کوئی جال ہی نہ پھیلا دیا ہو۔''

کیرش کے ان الفاظ کے جواب میں تگین خاں کی چھاتی تن گئی۔ بڑے گھمنڈ اور تفاخر سے کہنے لگا۔

''میری بہن! کیسی باتیں کرتی ہو......؟ میرا تو ایک ہی فیصلہ ہے کہ وہ ہمارے لشکر کی تعداد کو دیکھتے ہوئے یہاں سے فرار ہو چکا ہے...... میں چاہتا ہوں اپنے لشکر کو لے کر مزید آگے بڑھیں، ایک مناسب جگہ دریائے آمو کے کنارے کھلے میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیں۔

دریائے آمو کے کنارے پڑاؤ کرنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ کم از کم ہمارے پڑاؤ کی ایک سمت دریا کی وجہ سے محفوظ ہو گی۔ باقی تین اطراف کی حفاظت کا سامان کریں گے اور وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کو حرکت میں لائیں گے اور انہیں حکم دیں گے کہ وہ اِدھر اُدھر پھیل جائیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ شہاب الدین نے ان بستیوں کو کیوں خالی کرایا ہے۔ اگر کرایا ہے تو یہاں کے مکینوں کو لے کر وہ کدھر گیا ہوا ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد تگین خاں رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''جب ہمارے طلایہ گر اور مخبر ہمیں اطلاع دیں گے کہ شہاب الدین نے ہم سے بچنے کے لئے کہاں پناہ لے رکھی ہے تو ہم اس علاقے کا رخ کریں گے اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر کے اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تگین رکا، پھر کہنے لگا۔

''اس بار ہمیں شہاب الدین اور اس کے نائب منصور سے کوئی خطرہ نہیں۔ جو لشکر ان دونوں کے پاس ہے، تعداد کے لحاظ سے وہ لشکر ہمارے لشکر کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ ساتھ ہی انہیں اپنے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے بھی کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ خوارزم شاہ تو غوری سلطان شہاب الدین کے ساتھ مصروف جنگ ہے جبکہ تانیکو اور عثمان خان نے آگے بڑھ کر غوریوں کے علاقے کے اندر دھاوا بولتے ہوئے ترک و تاز کرنا شروع کر دی ہو گی۔ لہٰذا ہمارے مقابلے میں شہاب الدین کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا اور ہم بڑی آسانی سے اسے زیر کر لیں گے۔''

بہر حال کیرش، تگین خاں کی باتوں میں آ گئی۔ اپنے لشکر کو انہوں نے آگے

بڑھایا۔ دریائے آمو کے کنارے ایک کھلے میدان میں تگین خاں اور کیرش دونوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔

کیرش اور تگین خاں دونوں اپنی جگہ خوش اور مطمئن تھے۔ دونوں یہ خیال کر رہے تھے کہ ان کے لشکر کی عددی فوقیت کو دیکھتے ہوئے شہاب الدین نہ صرف اپنے لشکر کو یہاں سے لے کر فرار ہو چکا ہے بلکہ اس نے بستیاں بھی خالی کر دی ہیں اور ان بستیوں کے مکینوں کو لے کر وہ کہیں غائب ہو چکا ہے۔

جس وقت تگین خاں اور کیرش کے لشکری پڑاؤ کر رہے تھے، کھانے پینے اور ضروریات کا دوسرا سامان ایک جگہ ڈھیر کیا جا رہا تھا اس وقت تگین خان اور کیرش دونوں ایک جگہ کھڑے اپنے لشکریوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس موقع پر کیرش کو کوئی خیال گزرا اور تگین خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تگین خاں میرے بھائی! لشکری پڑاؤ کر رہے ہیں ...... میرے خیال میں اس وقت تم سب سے پہلا یہ کام کرو کہ اپنے مخبروں کو اپنے تین اطراف میں پھیلا دو تاکہ وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ دشمن کہاں چھپا بیٹھا ہے اور انہیں یہ بھی تاکید کر دو کہ اپنی کارگزاری مکمل کرنے کے بعد وہ فوراً ہمیں دشمن کے محل وقوع سے آگاہ کریں۔ میرے خیال میں ہمارے لئے دو اطراف بڑی اہم ہو سکتی ہیں۔ ہمارا شمال دریائے آمو کی وجہ سے بالکل محفوظ ہے۔ دائیں جانب سے بھی ہمیں اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے اس لئے کہ اسی سمت سے ہم آ رہے ہیں۔ اب ہم نے اپنے جنوب اور بائیں اطراف پر زیادہ توجہ دینی ہے۔ تاہم دائیں جانب بھی کچھ مخبروں کو روانہ کر دو اور انہیں یہ بھی تاکید کرو کہ اکا دکا کہیں نہ جائیں، گروہ کی صورت میں پھیل جائیں اور دشمن کے محل وقوع کو جاننے کی کوشش کریں۔ اور جب ان میں سے کوئی کامیاب ہو جائے تو فوراً اس کی اطلاع ہمیں آ کر کرے۔"

تگین خاں نے کیرش کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا اپنے مخبروں کو روانہ کرنے کے لئے وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ کیرش وہیں کھڑی رہی۔ پُرشوق نگاہوں سے اپنے لشکریوں کو کام میں مصروف دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ پڑاؤ قائم ہو گیا۔

جب سورج غروب ہو گیا، لشکریوں نے کھانا بھی کھا لیا تب تگین خاں اس جگہ آیا جہاں کیرش کا قیام تھا اور اس کے اردگرد بہت سے محافظ بھی تھے۔ اس موقع پر کیرش کو

مخاطب کر کے تگین خاں کہنے لگا۔

"میری بہن! تمہارے پاس کوئی طلایہ گر یا مخبر آیا......؟"

تگین خاں کے اس سوال پر تجسس بھرے انداز میں کیرش نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

"میں تو یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ تمہاری طرف کوئی مخبر آئے گا اور تم اسے اپنے ساتھ لے کر مجھے کوئی اچھی خبر سنانے کے لئے آؤ گے۔ لیکن دیکھو، سورج غروب ہونے کے بعد ہم کھانا بھی کھا چکے ہیں ...... رات بھی گہری ہو گئی ہے۔ لیکن ہمارا کوئی مخبر ابھی تک پلٹا نہیں ہے۔"

اس موقع پر تگین خاں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میری بہن! جب ہم نے انہیں روانہ کیا تھا تو انہیں تاکید کی تھی کہ دشمن کو تلاش کرنے کے بعد ان کے محل وقوع سے ہمیں آگاہ کریں ...... میرے خیال میں جب تک ان میں سے کوئی بھی دشمن کے محل وقوع سے باخبر نہیں ہو جائے گا، اس وقت تک نہیں لوٹے گا۔"

تگین خاں جب خاموش ہوا تب کسی قدر تفکرات بھرے انداز میں کیرش بول اٹھی۔

"تگین خاں! تمہارا کہنا درست ہے ...... لیکن دیکھو، رات گہری ہو رہی ہے۔ اپنے لشکر کے تین اطراف میں کچھ دستے مقرر کر دو جو رات کے وقت جاگتے ہوئے لشکر کے تحفظ اور نگہبانی کا فرض ادا کریں گے۔ اس قدر دستے مقرر کرو کہ جو تھوڑے وقفے کے لئے باری باری جاگ کر لشکر کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے رہیں۔"

کیرش کے یہ الفاظ سن کر تگین خاں وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

❀❀❀

وقت کے کٹوروں سے اُجالا چراتے ہوئے رات گہری ہونے لگی تھی۔ ہواؤں کے رتھ پر سوار نیند ہوش و خرد کے پاسبانوں پر اپنا تسلط مستحکم کرنے لگی تھی۔ تگین خاں اور کیرش کے لشکری گہری نیند سو رہے تھے۔ تاہم لشکر کے تین اطراف میں مختلف دستے جاگتے ہوئے کڑا پہرہ دے رہے تھے۔ ایسے میں وہ کچھ نمودار ہوا جو ہونا ہی تھا......!

تگین خاں اور کیرش پہلے ہی اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کے واپس نہ آنے کی وجہ

سے پریشان اور جستجو میں تھے۔ اس کے بعد جب رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی تب ایسا ہوا کہ دائیں جانب سے موت کے منہ پر طمانچے مارتے اور زندگی کی راہوں کو غم انگیز تباہی سے دوچار کرتے انقلاب کی طرح شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ لامتناہی قوتوں کے غضب و عداوت اور رگ و پے میں قضا کا زہر بھر دینے والی بے اماں، دُکھ بھری رُتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ شہاب الدین کی طرف سے یہ بڑا خوفناک حملہ تھا...... آتے ہی اس نے دائیں جانب جو کیرش اور تگین خاں کے لشکری جاگ رہے تھے، ان کا کام تمام کیا اور اس کے بعد وہ دشمن کے سوئے ہوئے لشکریوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے ساتھی مجاہدوں کو للکارتے ہوئے کبھی وہ تکبیریں بلند کرتا تھا اور کبھی دھاڑتی ہوئی آواز میں ''لا تذرھُم'' یعنی ان کو مت چھوڑو پکارتا چلا جا رہا تھا۔

شہاب الدین کے اس اچانک حملے نے تگین خاں اور کیرش دونوں کو سٹپٹا کر رکھ دیا تھا۔ تاہم جلد ہی وہ سنبھل گئے۔ اتنی دیر تک دوسری سمتوں سے وہ لشکری جو پہرہ دے رہے تھے وہ بھی سمٹ کر شہاب الدین کی طرف آئے تھے تاکہ اس کے حملوں کو روکیں۔ اتنی دیر تک جو لشکری سوئے ہوئے تھے انہیں سنبھلنے کا موقع مل گیا اور وہ بھی اپنے آپ کو تیار کر کے جنگ کے لئے بالکل مستعد ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی بدقسمتی کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ تھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منصور نمودار ہوا اور وہ بھی زندگی کے درد و کرب کا باب کھولتے تلخی بھرے لمحوں قدیم اندھی صدیوں سے انتظار کرتے صحرائے گم نام سے اٹھتے آتشیں بگولوں کی طرح تگین خاں اور کیرش کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اب اس دوطرفہ حملے نے تگین خاں اور کیرش کے لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ باری باری شہاب الدین اور منصور جو نعرے بلند کر رہے تھے ان کی وجہ سے دشمن کے لشکر میں اور زیادہ افراتفری، بدنظمی اور ایک طرح کا خوف بھرا خلجان پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

دریائے آمو کے کنارے تیزی سے ختم ہوتی تاریکیوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے قحط کی سی تلخیوں، درد کی کتھاؤں، سرد راتوں کی سختیوں اور المیہ قصوں کی سی صورتِ حال پیدا ہونے لگی تھی۔ اور جب رات اپنے انجام کو پہنچی اور شب کی دررزولہ

سے خوش و خنداں سحر نے اپنا چہرہ دکھایا تب وقت کی آنکھ نے دیکھا، کیرش اور تگین خاں کے لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ جبکہ شہاب الدین اور منصور اپنے لشکریوں کے ساتھ کسی مجاہد کے تجودِ والہانہ، کسی سرفروش کے رکوع بے قیام، کسی کیمیاگر کی چشمِ بصیرت، کسی پارکھ کی دہکتی حکمت اور کسی جویائے حق کی سلگتی خواہشوں کی طرح دشمن پر ضربیں لگاتے ہوئے ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب سورج کا چہرہ تھوڑا سا بلند ہوا تو تگین خاں اور کیرش کے لشکریوں نے مکمل طور پر اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ ان کے اندر بدحواسی اور افراتفری اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی جب تگین خاں کسی گم نام لشکری کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے مرنے کی خبر اِدھر اُدھر بھاگتے گور خاں کے لشکریوں میں بھی پھیلتی چلی گئی تھی۔ اب ان کے سامنے اپنی جانیں بچانے یا بھاگنے کی کوئی صورت بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مشرق و جنوب اور مغرب کی طرف سے شہاب الدین اور منصور کے لشکری ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے ...... ان کو بری طرح کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ جبکہ ان کے شمال کی طرف دریائے آمو رگوں میں کھولتا، خوف بھرتا، نفرت کی بھڑکتی جوالا کی طرح بہہ رہا تھا اور اس میں کودنا گویا خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

آخر تگین خاں اور کیرش کے لشکریوں نے اپنے لئے آخری فیصلہ یہی سمجھا کہ وہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر امان طلب کریں۔ چنانچہ بچے کھچے لشکریوں نے اپنے ہتھیار زمین پر ڈال دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ فضاؤں کے اندر بلند کرتے ہوئے بکھرتی ولرزتی اور روتی آوازوں میں امان طلب کرنے لگے۔

ایک ہولناک سماں تھا جو صدیوں سے بہتے دریائے آمو نے اپنی چشمِ بیدار سے دیکھا تھا۔ جس وقت تگین خاں کے لشکری اپنے ہتھیار ڈالنے کے بعد ہاتھ فضا میں بلند کئے کرب خیز انداز میں امان کے لئے التجا کر رہے تھے اس وقت شہاب الدین کا ایک چھوٹا سالار بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! اس جنگ میں تگین خاں تو مارا گیا ہے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق کیرش کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اس وقت زخمی ہے اور اسے کچھ مسلح جوانوں کی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔''

اس موقع پر منصور بھی اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور شہاب الدین نے کیرش کی گرفتاری سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ پھر آنے والے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"تم واپس جاؤ ...... پہلے طبیب کو اپنے ساتھ لو، کیرش کے زخموں کی مرہم پٹی کا سامان کرو۔ لیکن اس کی حفاظت، اس کے نسوانی وقار اور احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اتنی دیر تک میں اور منصور دونوں جنگ میں کام آنے والوں کی تدفین کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ساتھ ہی دشمن کے جو لشکری امان طلب کرتے ہیں ان سے نمٹتے ہیں۔"

شہاب الدین کا حکم پا کر وہ چھوٹا سالار ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

دوسری طرف کیرش زخمی حالت میں دریائے آمو کے کنارے انتہائی بے بسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے اس کا آہنی خود اتر چکا تھا اور اس کے خوبصورت ریشمی بال ہوا میں اِدھر اُدھر بکھر کر اس کی شخصیت کو اور زیادہ جاذبِ نظر بنا رہے تھے۔

کیرش اس موقع پر انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند تھی۔ چہرے پر موت کا کرب، آنکھوں میں آنے والے لمحات کی دردخیزی کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔

وہ بے چاری انہی سوچوں میں پڑی تھی۔ اس کے اردگرد مسلح جوان کھڑے تھے کہ وہی سالار جس نے اس کے زخمی ہونے کی اطلاع شہاب الدین کو کی تھی وہ طبیب کو لے کر آ گیا، اس کی بغل میں ایک سفید رنگ کی چادر بھی تھی۔

قریب آ کر اس سالار نے صرف ایک لشکری کو وہاں کھڑے ہونے کے لئے کہا، باقی کو پیچھے ہٹا دیا۔ پھر وہ چادر جو اس نے اپنی بغل میں دبا رکھی تھی وہ اس نے نکالی، اسے کھولا، اس کا ایک سرا اس نے خود پکڑ لیا، دوسرا سرا دوسرے لشکری نے پکڑا۔ دونوں نے ایک طرح سے کیرش کے سامنے پردہ کر دیا تھا اور وہ سالار اور لشکری دونوں کیرش کی مخالف سمت منہ کر کے کھڑے ہو گئے تھے۔ ایسے میں طبیب کیرش کے پاس آیا۔ وہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک باریش شخص تھا۔ کیرش کے سامنے بیٹھا، پھر انتہائی نرمی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹی! مجھے بتایا گیا ہے کہ تُو زخمی ہے ...... تیری حیثیت میرے سامنے ایک بیٹی کی

سی ہے۔ اور باپ اور بیٹی کا رشتہ بڑا قابلِ رشک، بڑا قابلِ احترام ہوتا ہے۔ بتا، تیرے زخم کہاں ہیں تا کہ میں وہاں مرہم پٹی کر دوں۔"

یہ صورتِ حال کیرش کے لئے بڑی حیران کن تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے سامنے چادر تان کر پردہ کر دیا گیا تھا اور جن دو اشخاص نے چادر کے کونے پکڑے ہوئے تھے انہوں نے منہ بھی مخالف سمت کر لئے تھے۔ اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے کیرش مسکرائی، پھر طبیب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ نے جو مجھے بیٹی کہہ کر پکارا ہے تو اس سے میرے سارے خدشات رفع ہو گئے ہیں۔ جب آپ آ رہے تھے تو میں یہی سمجھی کہ آپ آتے ہی میری گردن کاٹ دینے کا حکم دیں گے...... لیکن آپ تو میرے زخموں پر مرہم لگانے کے لئے آئے ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ میں زخمی ہوں اور یہ کہ آپ کو کس نے میرا علاج کرنے کے لئے روانہ کیا......؟"

طبیب مسکرایا اور کہنے لگا۔

"بیٹی! میں لشکر کا طبیب ہوں ...... تمہارے زخموں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے مجھے اپنے امیر شہاب الدین نے اس طرف آنے کا حکم دیا ہے۔ میری بچی! اب تُو بتا، تیرے زخم کہاں ہیں ...... میں وہاں مرہم لگا کر پٹی باندھ دیتا ہوں۔ تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک تیری یہ سوچیں ہیں کہ تیری گردن کاٹ دی جائے گی تو میں تجھے ضمانت دیتا ہوں کہ تیرے ساتھ نہ برا سلوک کیا جائے گا نہ تجھے کوئی گزند پہنچایا جائے گا۔"

کیرش جو اس سے پہلے بدحواس ہو رہی تھی، کسی قدر مطمئن ہو گئی۔ پھر جہاں جہاں اس نے اپنے زخم دکھائے وہاں طبیب نے زخموں کو صاف کر کے مرہم پٹیاں لگا کر باندھ دی تھیں۔

اس کے بعد اس سالار اور لشکری نے چادر ہٹا دی۔ چادر انہوں نے زمین پر بچھا دی۔ پھر وہ سالار کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری عزیز بہن! اب تُو اس چادر پر بیٹھ جا...... فکر مند نہ ہونا۔ تم آرام کرو۔ اب امیر شہاب الدین کی طرف سے تمہارے لئے جو ہمیں دوسرا حکم ملے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا، ہم لوگ عورت کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

اس کی عزت، اس کی عصمت، اس کی شخصیت، اس کی ذات کا پورا احترام اور تحفظ کرتے ہیں۔ بالکل مطمئن ہو کر اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ جو لشکری اس سے پہلے تمہارے گرد کھڑے تھے وہیں تم سے ذرا ہٹ کر فاصلے پر کھڑے رہیں گے۔ وہ تم پر پہرہ نہیں دیں گے بلکہ تمہاری حفاظت کی خاطر اس جگہ موجود رہیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے کچھ لشکریوں کو سالار نے بلایا جو ذرا فاصلے پر کیرش کے تحفظ کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ جبکہ وہ سالار اور طبیب دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

ادھر شہاب الدین اور منصور دونوں اپنے چند مسلح دستوں کے ساتھ پہلے گور خاں کے ان لشکریوں کی طرف گئے جو امان طلب کر رہے تھے ...... ان کے قریب جا کر شہاب الدین نے انہیں اپنے ہتھیاروں سے دور ہٹ کر کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تب شہاب الدین انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو جنگ کے دوران تکین خاں اور کیرش کے چھوٹے سالاروں کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہو؟“

شہاب الدین کے اس استفسار پر ان میں سے دو نوجوان آگے بڑھے۔ پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

”ہم دونوں تکین خاں کے لشکر کے چھوٹے سالار ہیں۔“

ان دو کے علاوہ جو دوسرے لشکری تھے، شہاب الدین نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”تم سب نے چونکہ ہتھیار ڈال کر امان طلب کی ہے لہٰذا تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ آئندہ تم میں سے اگر کسی نے بھی ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لئے گور خاں کے لشکر میں شمولیت اختیار کی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ یہ اپنے پیچھے دیکھو! گھوڑے اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے ہیں، دندناتے پھر رہے ہیں۔ یہ سب تمہارے لشکریوں ہی کے ہیں۔ پیچھے ہٹو، ایک ایک گھوڑے پر سوار ہو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر وہ لشکری ایسے خوش ہوئے کہ آندھی اور طوفان کی طرح پیچھے ہٹے، جلدی جلدی ایک ایک گھوڑا پکڑ کر اس پر سوار ہوئے اور پھر انہیں

ایڑ لگاتے ہوئے وہ وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد ان دونوں سالاروں کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ شاید وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کا سالار ان کی گردنیں کاٹنے کا حکم دے گا۔ ان کے چہروں کی اس کیفیت کو شہاب الدین نے بھی بھانپ لیا تھا لہٰذا ان کے ساتھیوں کے جانے کے بعد شہاب الدین مزید ان کے قریب ہوا اور بڑی نرمی سے ان دونوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”تم دونوں کو بھی پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... میں جانتا ہوں تم دونوں یہ سوچ رہے ہو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو میں نے بھگا دیا ہے اور تمہارے خلاف میں کوئی تادیبی کارروائی کروں گا۔ نہیں، ہرگز نہیں۔“

پھر شہاب الدین نے اپنے دو لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ دو گھوڑے پکڑ کر لائیں۔ جس کے جواب میں وہ لشکری پیچھے ہٹے، دو گھوڑوں کو پکڑ لائے اور ان کی باگیں پکڑتے ہوئے شہاب الدین کے قریب آن کھڑے ہوئے۔ پھر شہاب الدین نے کیرش کے ان دونوں چھوٹے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”یہ دو گھوڑے میں نے تم دونوں کے لئے منگوائے ہیں ...... تم ایسا کرو دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف جانے کی بجائے جنوب کا رخ کرو۔ اپنے لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ تانیکو اور سمرقند کے حاکم عثمان خان کی طرف جاؤ، انہیں جا کر میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ جو لشکر تکین خان اور کیرش لے کر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تھے اس لشکر کا میں نے قصہ پاک کر دیا ہے اور گور خاں کی بیٹی کیرش کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ زندہ ہے اور ہماری پناہ میں ہے۔ اگر تانیکو اور عثمان خان دونوں نے ہمارے علاقوں میں گھسنے کے بعد ہمارے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کیا یا ہمارے دوسرے شہروں کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے علاقوں میں ترک و تاز اور شکست و ریخت کا کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو میں دو طرح کے ردِعمل کا اظہار کروں گا ...... اول یہ کہ میں گور خاں کی بیٹی کیرش کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور اس کا سر کاٹ کر گور خاں کے مرکزی شہر اخلاط کی طرف روانہ کر دوں گا۔ دوسرا کام میں یہ کروں گا کہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے نکلوں گا، تانیکو اور عثمان خان کے لشکر پر کسی بھی مناسب موقع پر پشت کی طرف سے ایسا حملہ کروں گا کہ

ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارتا چلا جاؤں گا۔ لہٰذا ان دونوں سے جا کر کہنا ان دونوں کی بہتری، ان دونوں کی سلامتی اور ان دونوں کا تحفظ اسی میں ہے کہ اپنے لشکر کو لے کر چپکے سے دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف چلے جائیں۔ میری طرف سے انہیں یہ بھی تسلی دینا کہ ہمارے پاس جب تک کیرش ہے، اس کی عزت، اس کی آبرو، اس کی ذات بالکل محفوظ رہے گی۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تانیکو اور عثمان خان دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر اخلاط پہنچ گئے ہیں تو گور خاں کی بیٹی کیرش کو بھی بحفاظت رہا کر کے واپس اخلاط جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین تھوڑی دیر کے لئے رکا، ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک چھوٹے سالار کو قریب بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان دونوں کو دریا کے کنارے اس جگہ لے جاؤ جہاں ان کے بادشاہ گور خاں کی بیٹی کیرش کو رکھا گیا ہے ...... وہ زخمی ہے۔ اس کے زخموں کی دیکھ بھال کر دی گئی ہے۔ یہ جا کر خود اسے اپنی آنکھوں سے حراست میں دیکھ لیں تا کہ یہ تانیکو اور عثمان خان کو یقین دلا سکیں کہ کیرش کو ہم نے واقعی گرفتار کر کے اپنے تحفظ میں رکھا ہوا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ چھوٹا سالار حرکت میں آیا اور گور خاں کے ان دونوں سالاروں کو لے کر دریائے آمو کی طرف گیا۔ وہاں ان دونوں سالاروں نے اپنی آنکھوں سے کیرش کو دیکھا۔ اس موقع پر وہ دونوں غم زدہ اور ملول ہو گئے تھے۔ پھر وہ واپس آئے اور شہاب الدین کے حکم پر دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے مرکزی شہر اخلاط کا رخ کرنے کی بجائے تانیکو اور عثمان خان کا رخ کر رہے تھے۔

ان کے جانے کے بعد شہاب الدین نے اسی سالار کو پھر اپنے قریب بلایا جو گور خاں کے ان سالاروں کو دریائے آمو کے کنارے کیرش کی طرف لے کر گیا تھا۔ جب وہ قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے شہاب الدین کہنے لگا۔

"تم ابھی اور اسی وقت محترم بلال بن سلیمان کے پاس جاؤ، اسے میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ اپنے مکتب کے ایک کمرے کو وہ گور خاں کی بیٹی کیرش کی رہائش کے لئے وقف کر دے۔ میری طرف سے اسے یہ بھی کہنا کہ اپنی بستیوں کے سردار حسام الدین سے مل کر مکتب کے ایک کمرے میں کیرش کے قیام کا بہترین بندوبست کیا

جائے اور ضرورت کی جس قدر اشیاء ممکن ہوں، اس کمرے میں رکھی جائیں۔ تھوڑی دیر تک گور خاں کی بیٹی کیرش کو اس کمرے کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ اب تم بلال بن سلیمان کی طرف چلے جاؤ۔"

شہاب الدین کا یہ حکم پا کر وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے بعد شہاب الدین اور منصور دونوں جنگ میں کام آنے والے اپنے لشکریوں کی تکفین کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

★......★

◎◎◎

حسین اور خوبصورت کیرش دریائے آمو کے کنارے سفید چادر پر اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں مسلح جوان کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ وہی سالار آیا جس نے طبیب کو لا کر اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرائی تھی۔

وہ سالار کیرش کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خاتون! اٹھو، میرے ساتھ چلو۔"

کیرش وہیں بیٹھی رہی، اپنی جگہ سے اٹھی نہیں۔ ساتھ ہی بڑی بے بسی اور لاچارگی میں اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں اس وقت تک اس چادر سے نہیں اٹھوں گی جب تک تم لوگ میری ملاقات اپنے سالار شہاب الدین سے نہیں کرا دیتے ...... میرا دل کہتا ہے کہ تم مجھے میری گردن کاٹنے کے لئے لے جانا چاہتے ہو ...... پر اس سے پہلے میں تمہارے سالار سے مل کر کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تو وہ سالار تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "خاتون! جن خدشات، جن اوہام کا تم اظہار کر رہی ہو ایسے کام تمہارے ہاں ہوتے ہیں۔ تمہارے ہاں عورت کی عزت، اس کی عفت کی کوئی قدر و اہمیت نہیں ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے ...... ہم جہاں تمہاری عزت و عصمت کی حفاظت کریں گے، وہاں تمہاری جان کے بھی پاسبان بن کر رہیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، گردن کاٹنا تو بہت دور کی بات، کوئی ہمارے ہاں میلی آنکھ سے تمہاری طرف دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے میرے امیر شہاب الدین نے ہی تمہاری طرف

بھیجا ہے۔ میں تمہاری رہائش، تمہارے قیام کا بہترین اہتمام کر چکا ہوں ...... بے فکر رہو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ جب تمہارے یہ زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو تمہیں انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ واپس اپنے شہر اخلاط کی طرف جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ مجھ پر اعتماد کرو ...... کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اس سالار کے ان الفاظ پر کیرش نے کچھ سوچا، پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس سالار نے اس موقع پر اپنے ایک لشکری کو اشارہ کیا جو ایک گھوڑا پکڑ کر وہاں لے آیا تھا۔ جب وہ کیرش کے قریب آن کھڑا ہوا تب وہ سالار اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خاتون! کیا آپ اس گھوڑے پر بیٹھ سکیں گی؟"

کیرش نے کچھ سوچا، پھر رکاب میں پاؤں جما کر آہستہ آہستہ تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے وہ گھوڑے پر ہو بیٹھی تھی۔ پھر وہ سالار بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خاتون! میرے ساتھ آئیں۔"

اس کے ساتھ ہی اس سالار نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے کیرش بھی اپنے گھوڑے کو بھگانے لگی تھی۔ یہاں تک کہ وہ سالار کیرش کو بلال بن سلیمان کے مکتب کی عمارت کے پاس لایا۔

اس وقت مکتب کے ایک کمرے کے سامنے بلال بن سلیمان، حسام الدین اور سدورہ تینوں کھڑے ہوئے تھے۔ ان تینوں کو دیکھ کر خصوصیت کے ساتھ سدورہ پر نظر پڑنے کے بعد کیرش کو کسی قدر ڈھارس ہوئی تھی۔ جب وہ سالار اپنے گھوڑے سے اترا تب وہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی۔ سب سے پہلے بلال بن سلیمان آگے بڑھا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گور خاں کی بیٹی! یہ عمارت جس کے سامنے تم گھوڑے سے اتری ہو، ہمارا مکتب ہے اور میں اس مکتب کا مدرس ہوں ...... دریائے آمو کے کنارے یہ ہماری جس قدر بستیاں ہیں ان کے سردار یہ میرے پہلو میں کھڑے ہیں۔ ان کا نام حسام الدین ہے اور ان کے ساتھ ان کی بیٹی سدورہ ہے۔"

جواب میں کیرش نے مسکراتے ہوئے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے پھر کیرش کو مخاطب کیا۔

"اب تم میرے ساتھ آؤ۔"

اس موقع پر کیرش نے ساتھ آنے والے سالار کی طرف جواب طلب انداز میں دیکھا۔ اس پر وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"چلیں، ان کے ساتھ ہو لیں...... میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔"

کیرش چپ چاپ بلال بن سلیمان کے پیچھے ہو لی تھی۔ حسام الدین، سدورہ اور وہ سالار بھی کیرش کے دائیں بائیں تھے۔

بلال مکتب کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد کیرش نے دیکھا، کمرہ ہوا دار تھا، صاف ستھرا تھا۔ اس کے اندر ایک مسہری پر خوبصورت بستر لگا دیا گیا تھا۔ کمرے میں تھوڑی بہت آرائش بھی کر دی گئی تھی۔ دروازے، کھڑکیوں پر پردے بھی لگا دیئے گئے تھے۔ جس وقت کیرش اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھی اس وقت وہ سالار جو اس کے ساتھ آیا تھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گورخاں کی بیٹی! یہ کمرہ تمہاری قیام گاہ ہے...... اس میں تم اس وقت تک رہو گی جب تک تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہوتے۔ اپنی جان، اپنی عزت، اپنی عصمت سے متعلق تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... اس کمرے کے اطراف میں ہمہ وقت تمہاری حفاظت کی خاطر پہرہ لگا رہے گا۔ تمہاری اجازت کے بغیر کوئی اس کمرے کی طرف پھٹک تک نہیں سکتا۔ یہ جو سامنے مسہری لگی ہے، اس پر آرام کرو۔ دروازہ کھلا رکھنا چاہتی ہو تب بھی تمہاری مرضی۔ اگر دروازہ بند کرنا چاہتی ہو تب بھی تم پر منحصر ہے۔ بہر حال یہ تمہاری محفوظ ترین قیام گاہ ہے...... اب میں تمہارے کھانے کا اہتمام کراتا ہوں۔"

وہ سالار جب وہاں سے ہٹنے لگا تب بڑی بے چینی اور جستجو کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

"یہ جو میری قیام گاہ کا انتخاب کیا گیا ہے اور میری رہائش کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں، کیا ایسا تم نے اپنے سالارِ اعلیٰ کی مرضی سے کیا ہے یا وہ انتظامات سے بے خبر ہے......؟"

جواب میں وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"خاتون! آپ اس وقت دریائے آمو کے جنوب کی طرف ہیں...... دریائے آ

کے شمال کے تمدن کی بات نہ کریں۔ وہ تم لوگوں کا تمدن ہے۔ ہمارا تمدن اس سے انتہائی مختلف اور خوب تر ہے۔ آپ کی رہائش کا یہ انتخاب اور سارے انتظام ہم اپنے طور پر کر ہی نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ امیر شہاب الدین بن مسعود کے حکم پر کیا گیا ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کمرے کے اردگرد محافظ ہوں گے۔ تمہیں اگر کسی بھی وقت، کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو کسی بھی محافظ سے کہہ دینا، تمہاری اس ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی کچھ مسلح جوان اس کمرے کے اطراف میں مستعد ہو گئے تھے۔ کیرش اس کمرے میں تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے اسے مخاطب کیا۔

"بچی! تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں سمجھنا کہ یہاں قیام کے دوران تمہاری حیثیت ہماری ایک بیٹی کی سی ہے۔"

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی، کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی، پھر جذبات میں مغلوب سی آواز میں کہنے لگی۔

"اس سے پہلے آپ لوگوں کے لشکر کے اندر جس طبیب نے میرے زخموں پر مرہم پٹی کی تھی، اس نے بھی مجھے بیٹی کہہ کر پکارا تھا، آپ بھی مجھے بیٹی کہہ رہے ہیں۔ میں حیران اور پریشان ہوں کہ آپ لوگ اپنے بدترین دشمنوں کے بادشاہ کی بیٹی سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔"

جواب میں پھر مسکراتے ہوئے بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

"بیٹی! تم تھکی ہوئی ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے...... اس مسہری پر لیٹ کر آرام کرو۔ تھوڑی دیر تک تمہارا کھانا آ جائے گا۔ ہم تینوں جاتے ہیں۔ جب تک تمہارا قیام ہے، ہم وقفہ وقفہ سے تمہارے پاس آتے رہیں گے۔ تمہاری ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ تمہارا دل بھی بہلاتے رہیں گے۔"

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ کے جواب میں کیرش مسکرائی، پھر سدورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ لڑکی بڑی پیاری اور انتہا درجہ کی خوبصورت ہے...... کیا میں اس کا نام پوچھ سکتی ہوں......؟"

بلال بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"یہ ہمارے سردار محترم حسام الدین کی بیٹی ہے ...... اس کا نام سدورہ ہے۔"

کیرش تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"بہت اچھا، پیارا نام ہے ...... اپنی پُرکشش شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کا نام بھی یقیناً پُرکشش ہے۔"

پھر براہ راست کیرش سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کیا تم کبھی کبھی میرے پاس آؤ گی؟ ...... تمہاری وجہ سے شاید میرا دل یہاں لگ جائے۔"

جواب میں سدورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"ابھی تھوڑی دیر تک تو میں اپنے والد محترم کے ساتھ اپنی حویلی کی طرف واپس جاؤں گی۔ امیر شہاب الدین کی طرف سے جو احکامات ہمیں ملے ہیں ان کے مطابق میں پھر آؤں گی۔ تمہارے لئے کچھ لباس لے کر آؤں گی تا کہ تم اپنا یہ خون آلود جنگی لباس اتار کر آرام کر سکو۔"

جواب میں کچھ دیر تک کیرش بڑی ممنونیت سے سدورہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر لنگڑا کر چلتی ہوئی مسہری پر بیٹھ گئی۔

بلال بن سلیمان اور حسام الدین اور سدورہ تینوں اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے جبکہ کیرش مسہری پر لیٹتے ہوئے گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔

مسہری پر لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد کیرش سونے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسی وقت وہی سالار جو اسے اس کمرے تک لے کر آیا تھا، اس کا کھانا لے آیا۔ اس کے بستر کے پاس اس نے کھانا رکھ دیا اور خود باہر نکل گیا۔ کیرش نے کھانا کھایا، کچھ دیر بیٹھ کر سوچتی رہی، پھر مسہری پر دراز ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

شام کے وقت جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا، سورج غروب ہو گیا تھا۔ چاروں طرف تاریکی پھیل رہی تھی۔ اس نے کھڑکی اور دروازے میں سے دیکھا کہ کمرے کے اردگرد مسلح جوان کھڑے تھے ...... اس کے کمرے کے اندر کسی نے مشعل بھی روشن کر دی تھی۔ باہر مکتب کے صحن کے وسطی حصے میں بھی کچھ مشعلیں روشن تھیں۔ اس موقع پر وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر آنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ عین اسی لمحے

کمرے میں سدورہ اور سمارہ داخل ہوئی تھیں۔ وہ کچھ سامان اٹھائے ہوئے تھیں۔ مسہری کے قریب جو نشست گاہ بنائی گئی تھی، دونوں وہاں بیٹھ گئیں۔ اس موقع پر کیرش بہت غور سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ پھر سدورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

"یہ جو خاتون تمہارے ساتھ آئی ہیں، میں غلطی پر نہیں تو یہ تمہاری خادمہ ہیں۔"

جواب میں سدورہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سمارہ پہلے ہی بول اٹھی۔

"بیٹی! تمہارا اندازہ درست ہے ...... میں ان کی خادمہ ہوں۔"

سمارہ کے خاموش ہو جانے پر سنجیدہ سے لہجے میں سدورہ بولی اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میں انہیں خادمہ نہیں، اپنی ماں کے برابر سمجھتی ہوں اور میں انہیں اماں ہی کہہ کر مخاطب کرتی ہوں۔ دیکھو! ہم دونوں ماں بیٹی تمہارے لئے کھانا بھی لائی ہیں اور تمہارے لئے کچھ کپڑے بھی لے کر آئی ہیں ...... پہلے لباس تبدیل کرو، اس کے بعد منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھاؤ۔"

جواب میں کیرش مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ "تمہارے آنے کے ساتھ ہی میں اٹھ کر کمرے سے نکلنے لگی تھی ...... کمرے کے باہر جو لشکری پہرہ دے رہے ہیں، ان سے پوچھنے والی تھی کہ یہاں کہیں طہارت خانہ ہے؟"

اس پر سدورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"کمرے کے اندر وہ جو سامنے دروازہ ہے، وہ طہارت خانہ کے اندر کھلتا ہے۔ تمہیں وافر پانی ملے گا۔ تمہارے زخموں پر مرہم پٹی ہوئی ہے، اس وقت تم غسل مت کرنا۔ ہاتھ منہ دھو لو۔"

کیرش خوش ہو گئی تھی۔ اپنی جگہ سے جب اٹھی تو ایک لباس سدورہ نے اسے دیا اور کہنے لگی۔

"اندر جا کر ہاتھ منہ دھونے کے ساتھ یہ کپڑے پہن لو ...... اس کے علاوہ بھی ہم تمہارے لئے بہت سے لباس لے کر آئی ہیں۔"

کیرش نے اس موقع پر بڑی ممنونیت سے سدورہ کی طرف دیکھا۔ جو لباس اس نے پیش کیا تھا وہ لباس اس نے لے لیا اور طہارت خانہ کی طرف چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے نکلی جو لباس سدورہ اس کے لئے لائی تھی اس میں وہ بڑی خوبصورت اور پُرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ طہارت خانہ سے باہر نکلنے کے بعد لحہ بھر کے اندر کیرش نے اپنے سراپا کا جائزہ لیا، پھر مسہری پر بیٹھنے کی بجائے وہ سدورہ کے پہلو میں نشست پر ہو بیٹھی تھی۔ اس موقع پر سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

''تمہیں تو بھوک لگی ہو گی۔ پہلے کھانا کھا لو۔ اس کے بعد ہم دونوں تمہارے پاس بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

کیرش نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر سدورہ کھانے کے برتن کھول کھول کر اس کے سامنے رکھنے لگی تھی۔

کیرش نے کھانے کی اشیاء کا جائزہ لیا، پتلی پتلی چپاتیاں تھیں جن کے ساتھ بکری کا شوربے دار گوشت تھا۔ ایک برتن میں خاصا بڑا پنیر کا ٹکڑا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے برتنوں میں تازہ اور خشک پھل بھی تھے۔

کھانے کی ساری اشیاء کا جائزہ لینے کے بعد کیرش سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''تم دونوں بھی تو کھاؤ۔''

جواب میں سدورہ کہنے لگی۔

''ہماری فکر نہ کرو...... ہم دونوں کھانا کھا کر آئی ہیں۔ تم کھانا شروع کرو۔''

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔

''ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے واقعی میرے کھانے کی اشتہا بڑھ گئی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی کیرش جلدی جلدی کھانا کھانے لگی تھی۔

جب وہ کھانا کھا چکی تب سدورہ نے برتن سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیئے۔ اس کے بعد تینوں نشستوں پر بیٹھ کر گفتگو کرنے لگی تھیں۔ کیرش، سدورہ اور سمارہ دونوں سے مقامی حالات کی تفصیل جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

سلطان شہاب الدین غوری کے چلے جانے کے بعد تانیکو اور سمرقند کے حاکم عثمان خان نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ اندخود نام کے قلعے کے نواح میں ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ ایک روز تانیکو اور عثمان خان دونوں صبح کا کھانا کھانے کے بعد جب اپنی لشکر گاہ میں ایک بلند جگہ اپنے کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ جمع ہوئے تو

تانیکو نے عثمان خان اور اس کے دوسرے ساتھی سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہمیں اس طرح وہم اور فریب میں مبتلا کیا تھا کہ شہاب الدین غوری ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ہمارے علاقوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، شہاب الدین کی بڑی طاقت وقوت تھی۔ اس کی سلطنت ہندوستان کے آخری کونوں سے دریائے آمو کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اب اس کی کمر ٹوٹ چکی ہے...... وہ واپس چلا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جو حالات اس نے یہاں دیکھے ہیں، ان کے تحت وہ دوبارہ ان علاقوں کا رخ نہیں کرے گا...... اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ صلح کی ہے۔ لیکن اگر اس کا سارا لشکر اس کے ساتھ ہوتا تو شاید ہم اسے صلح کرنے پر مجبور نہ کر سکتے۔ ہماری آمد سے پہلے علاؤ الدین خوارزم شاہ اس پر ضرب لگا چکا تھا اور نہر کا بند توڑ کر شہاب الدین کو ایسا نقصان پہنچا چکا تھا کہ شہاب الدین ہمارا مقابلہ نہ کر سکا اور اسے مجبوراً ہمارے ساتھ صلح کرنی پڑی۔

اب جبکہ شہاب الدین جا چکا ہے اور ہمیں اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کل اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کریں۔ مجھے امید ہے کہ خوارزم شاہ اپنے مرکزی شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔ خوارزم شہر میں محصور ہو کر ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا...... ایسی صورت میں ہم شہر کا محاصرہ کر کے پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اس پر حملے شروع کر دیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ زیادہ دن تک ہمارے سامنے اپنا دفاع جاری نہ رکھ سکے گا اور ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا...... جب ایسا ہو گا تو ہم اس پر اپنی من مانی شرائط مسلط کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تانیکو رکا، پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ میرا ذاتی ارادہ ہے...... اب تم لوگ کہو، اس کے جواب میں کیا کہتے ہو؟''

تانیکو کی اس تجویز کے جواب میں ابھی کوئی کچھ بولنے نہ پایا تھا کہ دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں تانیکو اور عثمان خاں اپنے

سالاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں ان کے قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اترے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھے تھے۔

دونوں کو اس طرح آتے دیکھ کر تانیکو زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ انہیں پہچان چکا تھا۔ وہ گور خاں کے لشکر کے چھوٹے سالار تھے۔ جب وہ قریب آئے تب تانیکو نے بڑی فکرمندی اور بڑی پریشانی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''تم دونوں کے چہروں کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے۔''

جواب میں ان میں سے ایک تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے...... ہم بری بلکہ بدترین خبر لے کر آئے ہیں...... تکین خاں اور کیرش کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ بہت کم لشکری بچے جن میں ہم دونوں بھی شامل تھے جنہوں نے امان طلب کی۔ اور مسلمانوں کے سالار نے ہم دونوں کو تو آپ کی طرف روانہ کر دیا باقی بچنے والے اخلاط کی طرف چلے گئے ہیں۔ جو بری خبریں ہم اس وقت لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ تکین خاں تو جنگ کے دوران مارا جا چکا ہے جبکہ کیرش کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔''

قاصد کے یہ الفاظ سن کر تانیکو اور عثمان خان دونوں کے رنگ پیلے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر تانیکو اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاصد پھر بول اٹھا۔

''اب مسلمانوں کے سالار شہاب الدین نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور یہ دھمکی دی ہے کہ اگر آپ اور محترم عثمان خان دونوں اپنے لشکر کو لے کر اخلاط کی طرف نہ چلے گئے تو مسلمانوں کا امیر کیرش کی گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی ہے کہ اگر آپ دونوں نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی تو ایک طرف سے علاؤ الدین خوارزم شاہ حملہ آور ہو گا اور پشت کی جانب سے مسلمانوں کا وہ سالار حملہ آور ہو گا جس کا نام شہاب الدین ہے۔ بس اس نے یہی پیغام دے کر ہمیں آپ دونوں کی طرف روانہ کیا ہے۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی افسردگی اور غمگین سے لہجے میں تانیکو اپنے پہلو میں بیٹھے عثمان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عثمان خان! میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ غوریوں کے حکمران کے واپس چلے جانے کے بعد ہم دونوں بڑی آسانی کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں ترک و تاز کر کے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ اس کے مرکزی شہر خوارزم کا بھی محاصرہ کر لیں گے۔ لیکن لگتا ہے کہ اب ہم ایسا نہیں کر پائیں گے۔ قاصد نے جو کچھ کہا ہے میں بھی سن چکا ہوں۔ عثمان خان! تم نے بھی سن لیا ہے......اب مشورہ دو، ہمیں کیا کرنا چاہئے......؟''

''اب کسی مشورے کی ضرورت ہی نہیں ہے...... جو کچھ قاصدوں نے انکشاف کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے لشکر کو لے کر واپس چلے جائیں۔'' عثمان خان نے غور سے تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

عثمان خان کے خاموش ہونے پر بڑے تاسف، بڑی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے تانیکو کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے اس سالار نے ہمیں عجیب سے دام اور پھندے میں پھنسا کر رکھ دیا ہے۔ عثمان خان! اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو پھر میرے خیال میں یہاں سے ہمیں کوچ کرتے ہوئے واپسی کا رخ کرنا چاہئے۔''

عثمان خان نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر تانیکو اور عثمان خان نے اپنے لشکر کی ہر چیز کو سمیٹا اور وہاں سے وہ دریائے آمو کا رخ کر رہے تھے۔ دریائے آمو کے پل کے قریب آ کر تانیکو نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس کی اس حرکت پر عثمان خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تانیکو! کیا معاملہ ہے......رک کیوں گئے ہو؟''

تانیکو نے کچھ سوچا پھر اپنے سر کو جھٹکا دیا، اس کے بعد عثمان خان کی طرف دیکھتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''عثمان خان! یہاں اچانک مجھے ایک خیال گزرا ہے اور میں چاہتا ہوں اس پر عمل کر دیا جائے۔ اگر ہم دونوں یہاں سے اپنا رخ موڑیں، دریائے آمو کے اس پار

جانے کی بجائے دائیں جانب مڑیں، عثمان خان! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے کنارے آگے بڑھو، میں تھوڑا سا پیچھے ہٹتا ہوں اور کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ گھات میں رہ کر پیش قدمی کرتا ہوں ...... اس طرح ہم ان علاقوں کو گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں مسلمانوں کے اس سالار نے قیام کر رکھا ہے جس نے یکے بعد دیگرے بیدو خاں اور اس کے چھوٹے بھائی تگین خاں کے لشکریوں کو تباہ و برباد کر کے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم برق رفتاری سے کام لیں تو مسلمانوں کے سارے لشکریوں کا گھیراؤ کر کے کیرش کو بھی ان کی گرفت سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

عثمان خان نے تھوڑی دیر تک بڑے مایوسانہ سے انداز میں تانیکو کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"تانیکو! میں تمہاری اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا اور تمہیں ایسا کرنے سے روکتا بھی نہیں ہوں۔ اگر تم اس تجویز پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کر گزرو۔ جبکہ میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل عبور کر کے سمرقند کی طرف چلا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے اپنی اس تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی تو نہ صرف تمہارے اپنے لشکر کو ناقابلِ تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ وہ لوگ کیرش کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میں کیرش کے قتل کا باعث بنوں اور اس کے لئے گور خاں کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو کر گزرو، پر ایک بات یاد رکھنا، تم کیا سمجھتے ہو یہ جو ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو مسلمانوں کے اس سالار نے اپنے مخبروں اور طلایہ گردوں کے ذریعہ ہم پر نگاہ نہ رکھی ہو گی؟ اس کے پرچہ نویس ہم پر گہری نگاہ رکھے ہوں گے اور اگر ہم نے دریائے آمو کو پار کر کے آگے جانے کی بجائے دائیں جانب کا رخ کیا تو یاد رکھنا مسلمانوں کا وہ سالار گھات میں چلا جائے گا اور پھر گھات سے نکل کر جب وہ ہم پر ضرب لگائے گا تو ہماری حالت ایسی ہو گی جیسے ان گنت نہتے مسافر خونخوار اور آدم خور بھیڑیوں کے درمیان پھنس گئے ہوں۔ تانیکو! میں نے مسلمانوں کے اس سالار کو دیکھ تو نہیں رکھا جس کا نام شہاب الدین ہے لیکن بقول تمہارے وہ ایک بار گور خاں کے دربار میں بھی آ چکا ہے اور وہاں تیغ زنی کے مقابلے میں بڑی آسانی سے اس نے بیدو خاں کو شکست سے دوچار کر دیا

تھا۔ کیا ایسے سالار، ایسے تیغ زن سے تم امید رکھتے ہو کہ وہ غفلت کی حالت میں پڑا ہو گا ...... اور تم جیسے اور جس طرح چاہو اس کا گھیراؤ کرتے ہوئے نہ صرف اس کے لشکریوں کے لئے خطرے کا باعث بنو بلکہ کیرش کو بھی اس کی گرفت سے نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ ...... یہ طفلانہ سوچ ہے اور اس پر میں کم از کم عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یاد رکھنا، علاؤالدین خوارزم شاہ بڑا خونخوار سالار ہے ...... اس پر حملہ کرنا اپنے آپ کو شیر کی کچھار میں ڈالنے کے مترادف ہے۔"

عثمان خان کے ان الفاظ پر تانیکو نے بھی اپنے ارادے کو ملتوی کر دیا تھا۔ پھر دونوں اپنے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل پار کر گئے تھے۔

❀ ❀ ❀

کیرش کے زخم اب ٹھیک ہو گئے تھے۔ اس کا قیام ابھی تک کتب کے اسی کمرے میں تھا۔ جب کبھی بھی کوئی اس سے ملنے کے لئے آتا تو وہ اس سے اپنے امیر شہاب الدین سے ملاقات کرانے کے لئے کہتی۔ لیکن اس وقت تک اس کی ملاقات شہاب الدین سے نہ ہو سکی تھی۔

ایک روز جب کیرش کو صبح کا کھانا مہیا کیا گیا تو کھانا کھانے کے بعد اس نے اپنا شب خوابی کا لباس تبدیل کیا پھر وہ آ کر ایک نشست پر بیٹھی تھی کہ اس کے کمرے میں بلال بن سلیمان، حسام الدین اور سدورہ کے علاوہ سارہ داخل ہوئے۔ سدورہ اور سارہ دونوں نے کچھ سامان بھی اٹھایا ہوا تھا۔ ان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کیرش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے بلال بن سلیمان نے آگے بڑھ کر اسے مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"بیٹی! تیرے زخم اب ٹھیک ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آج تُو یہاں سے رخصت ہو گی۔"

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہو گئی تھی۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں نے کئی مواقع پر بلکہ کئی بار آپ لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ اپنے سالار شہاب الدین سے میری ملاقات کرائیں لیکن آپ لوگ ایسا نہیں کر رہے۔ کیا میرا یہ پیغام اس تک نہیں پہنچایا گیا؟"

جواب میں ابنِ سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"بیٹی! مطمئن رہ ...... دریائے آمو کا پُل پار کرنے سے پہلے تیری ملاقات شہاب الدین سے ضرور ہوگی۔ یہ تمہارے ساتھ میرا وعدہ ہے۔"

ابنِ سلیمان کی اس گفتگو سے کیرش مطمئن ہوگئی تھی۔ پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس دوران سدورہ اور سارہ دونوں آگے بڑھیں، انہوں نے جو سامان اٹھایا ہوا تھا، کیرش کے پہلو میں رکھ دیا۔ کیرش نے اس موقع پر غور سے سدورہ کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

"یہ کیا ہے......؟"

کیرش کے اس سوال کے جواب میں سدورہ کا باپ اور بستیوں کا سردار حسام الدین بول اٹھا۔

"کیرش! یہ میں بتاتا ہوں کیا ہے......؟ یہاں ہمارے علاقوں میں تم نے ہماری ایک بیٹی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ قیام کیا ہے۔ ہم مسلمانوں میں یہ طریقہ ہے کہ جب بیٹی کو رخصت کرتے ہیں تو اسے خالی ہاتھ نہیں بھیجتے۔ یہ سارا سامان تمہارے لئے ہے۔ اس میں تمہارے لئے کپڑے ہیں اور ضروریات کا دوسرا سامان اور کچھ زیورات بھی ہیں جو ہم تمہیں تحفتاً پیش کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم انہیں قبول کرو گی۔"

کیرش نے مسکراتے ہوئے سارے سامان کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگی۔

"یہ بہت اچھا سامان ہے...... کیا اب مجھے تیاری کرنی چاہئے......؟"

جب حسام الدین نے اثبات میں سر ہلایا تب کیرش اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر بلال بن سلیمان اپنے ساتھ ایک چرمی خرجین لایا تھا۔ جو سامان تحفتاً کیرش کو پیش کیا گیا تھا، کیرش کو بتاتے ہوئے وہ سامان خرجین میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر سب اس کمرے سے نکلے۔ باہر کچھ مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے کہ ان کے درمیان ایک خالی گھوڑا بھی تھا۔ ان کے پاس آکر حسام الدین، کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹی! یہ مسلح جوان دریائے آمو کے پُل تک تمہارے ساتھ جائیں گے اور پُل کے اس پار تمہارا علاقہ ہے، وہاں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جیسا کہ میرے عزیز بھائی بلال بن سلیمان تمہیں بتا چکے ہیں کہ پُل پار کرنے سے پہلے کسی بھی جگہ شہاب الدین سے تمہاری ملاقات ضرور ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی سدورہ نے سامان کی خرجین آگے بڑھ کر گھوڑے کی زین سے

باندھ دی۔ کیرش نے بلال بن سلیمان اور حسام الدین کا شکریہ ادا کیا۔ پہلے سارہ سے گلے ملی، پھر سدورہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا...... ساتھ ہی اس کے کان میں کہنے لگی۔

"سدورہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نصرانی اور تم مسلمان ہو...... لیکن یہاں قیام کے دوران جو سلوک، جو رویہ تم لوگوں نے میرے ساتھ روا رکھا، اس کے تحت میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن کہتی ہوں...... کبھی موقع ملا تو تمہارے ان احسانات کا صلہ ضرور چکاؤں گی۔"

پھر کیرش علیحدہ ہوئی، پیار بھرے انداز میں اس نے سدورہ کی پیشانی چومی، ہلکی سی چپت اس کے گال پر لگائی، پیچھے ہٹی پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور ہاتھ ہلاتے ہوئے ان مسلح جوانوں کے ساتھ وہ وہاں سے کوچ کر گئی تھی۔

محافظوں کے ساتھ کیرش جب دریائے آمو کے پُل کے پاس پہنچی تو اس نے دیکھا وہاں شہاب الدین چند مسلح دستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے کیرش نے خوشی کا اظہار کیا۔ اپنے گھوڑے کو شہاب الدین کے قریب لے گئی، پھر دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"مسلمانوں کے سالار! سب سے پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ہمارے لشکر پر قابو پانے کے بعد تم نے میرے قتل کا حکم نہیں دیا، مجھے امان دی۔ ساتھ ہی میرے زخموں کا بہترین انداز میں علاج کروایا اور میرے آرام اور قیام کا بھی خیال رکھا۔ اس موقع پر اگر تم چاہتے تو میری گردن بھی کاٹ سکتے تھے۔ اس کے لئے کوئی تم سے نہ احتساب کر سکتا تھا اور نہ مواخذہ۔ اس کے لئے میں تمہاری تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔ اس سے قبل تمہارے متعلق میرے خیالات انتہا درجہ کے منفی اور برے تھے۔ میں تمہارے قتل کے درپے تھی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ تم نے اپنے اخلاق و کردار سے مجھے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین کہنے لگا۔

"گور خاں کی بیٹی! جو کچھ ہم نے کیا، یوں جانو یہ ہمارا فرض، ہماری روایت تھی اور اس پر ہم عمل کرنے کے پابند تھے۔ یہ سامنے دریائے آمو کا پُل دکھائی دے رہا ہے...... اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر پُل کے پار چلی جاؤ۔ جب تک تم پُل پار نہیں کرتیں، میں اپنے مسلح دستوں کے ساتھ یہیں کھڑا رہوں گا...... پُل کے اس پار تمہیں کوئی خطرہ

نہیں۔ تمہیں وقت ضائع کئے بغیر اب اپنے مرکزی شہر اخلاط پہنچنا چاہئے۔ اس لئے کہ تمہارے ماں باپ تمہارے لئے پریشان اور فکرمند ہوں گے۔"

انتہائی سنجیدگی اور متانت سے کیرش نے میٹھی نگاہ شہاب الدین پر ڈالی، مسکرائی. منہ سے کچھ نہ کہا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑاتی ہوئی دریائے آمو کا پل پار کرگئی تھی۔ جبکہ شہاب الدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جارہا تھا۔

★......★

◎ ◎ ◎

اس واقعہ کو بمشکل دو مہینے گزرے ہوں گے کہ ایک شخص تاج الدین زنگی جو غوریوں کی سلطنت میں بلخ کا حاکم تھا، مروشہر پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے حاکم کو قتل کر دیا۔ چونکہ یہ حملہ شہاب الدین غوری کی رضامندی حاصل کئے بغیر کیا گیا تھا اس لئے شہاب الدین نے اپنے اس سالار اور عامل تاج الدین زنگی کو سخت سرزنش کی۔ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو تاج الدین زنگی کی اس حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کی طرف پیغام بجھوایا کہ وہ تاج الدین زنگی پر حملہ آور ہوکر اس سے مرو خالی کرائے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بھائی اس پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں تاج الدین زنگی مارا گیا۔

اب ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ تاج الدین زنگی کے مارے جانے کے بعد 1206ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے بلخ کا حاکم اپنی طرف سے ایک شخص عماد الدین عمر کو بنایا۔ یہ شخص بھی غیر ذمہ دار تھا، بلخ کا حاکم بننے کے ساتھ ہی اس نے پر پُرزے نکالنے شروع کئے اور اس نے خطا کے ترکوں کے شہر ترمذ پر حملہ آور ہوکر اسے غوری مملکت میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

چنانچہ اس نے لشکر استوار کیا، ترمذ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے وہاں اپنے بیٹے بہرام شاہ کو حاکم مقرر کردیا۔

اگرچہ شہاب الدین غوری نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف چھیڑ چھاڑ بند کر دی تھی لیکن چونکہ گزشتہ دوہری پسپائی سے اسے حد درجہ ذلت اٹھانا پڑی اس لئے وہ چپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا تاکہ جب موقع ملے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے کے لئے کوشش کرے۔ ساتھ ہی اس غرض سے وہ ہندوستان کی طرف روانہ

ہو گیا تھا۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ وہاں سلطان شہاب الدین کو شہید کر دیا گیا۔

شہاب الدین کی وفات کے وقت اس کا بھتیجا غیاث الدین محمود بست کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا۔ جب اسے اپنے چچا کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ سلاطینِ غور کا جائز وارث ہونے کی حیثیت سے جانشینی کا حقدار ہے۔ اس لئے کہ سلطان شہاب الدین غوری کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔

اسی دوران ایک اور تبدیلی بھی رونما ہوئی۔ جس وقت سلطان شہاب الدین خطا کے ترکوں اور عثمان خان کے خلاف برسرِ پیکار تھا اس کے ایک سالار حسین بن خرمیل نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور وہ جا کر ہرات کا حاکم بن بیٹھا تھا اس لئے کہ ہرات شہر کا حاکم اس سے پہلے شہاب الدین غوری کا بھتیجا الپ غازی تھا جو مر چکا تھا لہٰذا ہرات پر حسین بن خرمیل کو قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے حسین خرمیل نے اراکینِ سلطنت کو طلب کر کے اس بہانے بیعت لینے کی کوشش کی کہ سلطان کی شہادت کی وجہ سے خطا کے غیر مسلم ترکوں اور خوارزم شاہ کے حملوں کا خطرہ ہے، اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ فوراً حسین بن خرمیل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

حسین بن خرمیل کی اس پیش کش کے جواب میں اراکین سلطنت نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تخت کا جائز وارث غیاث الدین محمود ہے۔ اس لئے اس کی زندگی میں کسی اور کی بیعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

چونکہ ابنِ خرمیل کی نیت اچھی نہ تھی اس لئے اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ہرات پر چڑھائی کرنے کی دعوت تھی۔

اسی دوران حسین خرمیل کو سلطان شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کا پیغام ملا کہ وہ اس کی بیعت کا اعلان کر کے عوام کے سامنے اس سے وفاداری کا وعدہ کرے۔

چونکہ ابنِ خرمیل کی نیت میں فتور تھا اس لئے اس نے تعمیلِ حکم سے انکار کر دیا۔ ادھر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی اس کے تلونِ مزاج کے پیش نظر مطمئن نہ تھا اس لئے اس نے حسین بن خرمیل کی پیش کش کو قابلِ اعتنا نہ گردانا۔

مگر چونکہ حسین بن خرمیل کو اب غیاث الدین محمود کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا اس لئے جلدی میں اپنے بیٹے کو علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دربار میں بطورِ یرغمال روانہ کر دیا کہ شاید اس طرح ہی سلطان علاؤ الدین اس کی درخواست پر غور کر سکے۔

جب اس سازش کی بھنک ہرات کے امراء کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے ابنِ خرمیل کو مجبور کر دیا کہ وہ غیاث الدین محمود سے اظہارِ فرمانبرداری کر کے اس کے نام پر خطبہ پڑھے۔

ادھر یہ پخت و پز ہو رہی تھی اور ادھر علاؤ الدین خوارزم شاہ ابنِ خرمیل کی پیش کش کے جواب میں اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکلا تھا اور ہرات پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

اب ابنِ خرمیل کی جان عذاب میں تھی نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن اسی دوران خوارزم شاہی لشکر بھی ہرات پہنچ گیا اور اس لشکر کی کمانداری خود سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نہیں کر رہا تھا بلکہ اس کا ایک سالار کر رہا تھا۔ جبکہ خود علاؤ الدین خوارزم شاہ چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ بلخ کی ایک مہم کی طرف گیا ہوا تھا۔

حسین خرمیل نے جب دیکھا کہ غیاث الدین محمود اس پر ضرب لگانے کے لئے پر تول رہا ہے تو اس نے ایک سیاسی چال چلی، ہرات شہر سے نکل کر وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کے پاس آیا اور بڑی رازداری سے اسے کہنے لگا۔

”بلخ کے نواح میں تمہارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پسپائی ہوئی ہے۔ اس لئے اس نے کہلا بھیجا ہے کہ اس کے لشکر کو ان حالات میں دوسرا محاذ کھولنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس لشکر کو سرِ دست کوچ کر کے شادیاخ کے مقام پر آ جانا چاہئے۔ سلطان علاؤ الدین کا وہ سپہ سالار ابنِ خرمیل کے جھانسے میں آ گیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا۔

جب شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کو ابنِ خرمیل کی عیاری اور منافقت کا علم ہوا تو اس نے اسے ہرات کی حکومت سے معزول کر کے اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی۔ چونکہ اہالیانِ شہر بھی ابنِ خرمیل کی ان چال بازیوں سے خوش نہ تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابنِ خرمیل کو گرفتار کر کے غیاث الدین محمود کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ اسے اس کی بد اعمالیوں کی سزا مل سکے۔

ابنِ خرمیل کو جب اہلِ شہر کے اس منصوبے کا علم ہوا تو اس نے اہلِ شہر سے گڑگڑا کر معافی مانگی اور قسم کھائی کہ وہ ہر حالت میں غیاث الدین محمود کا وفادار رہے گا اور کبھی بھی اس کے حکم سے سرتابی نہ کرے گا۔

اہلِ شہر کو اس کی باتوں پر اعتماد آ گیا اور غیاث الدین سے التجا کی کہ اس دفعہ ابنِ خرمیل کی تقصیر معاف کر دی جائے۔ چونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ پھر کبھی شکایت کا موقع نہ دے گا۔

لیکن ابنِ خرمیل کے مزاج ہی میں فتور اور فتنہ تھا۔ وہ اب بھی غداری سے باز نہ آیا۔ جس قاصد کو معافی نامے دے کر غیاث الدین محمود کے پاس لے جانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا، اسے حسین خرمیل نے تنہائی میں بلا کر ہدایت کی کہ وہ غیاث الدین محمود کے پاس فیروز کوہ جانے کی بجائے سیدھا نیشا پور کا رخ کرے۔ وہاں اس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ایک لشکر قیام کئے ہوئے ہے اور اس کے سالار کو جا کر میرا یہ پیغام دے کہ وہ فوراً ہرات شہر کی طرف آئے اور حالات ایسے ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ ہرات شہر پر قبضہ کر سکتا ہے۔

وہ قاصد ابنِ خرمیل کی باتوں اور سازش میں آ گیا۔ لہٰذا ہرات سے نکلنے کے بعد پہلے تو اس نے اپنا رخ فیروز کوہ کی طرف کیا جہاں غیاث الدین نے قیام کیا ہوا تھا اور فیروز کوہ ہی اس کا مرکزی شہر تھا۔ لیکن چند کوس چل کر اس نے فیروز کوہ کی بجائے نیشا پور شہر کی راہ لی۔ ابھی وہ دو تین منزل ہی گیا ہو گا کہ پیچھے سے اس نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو جا لیا جو ہرات کا محاصرہ ترک کر کے ہٹا تھا اور اس سالار کو اس نے ابنِ خرمیل کا پیغام دیا۔ یہ پیغام پا کر خوارزم شاہی لشکر وہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ہرات شہر پر قبضہ کر لیا اور تمام ایسے عناصر کو جو ناقابلِ اعتماد تھے اس شہر سے باہر دھکیل دیا۔

اس طرح ہرات جیسے عظیم شہر پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

اس کے بعد غیاث الدین محمود نے ہرات شہر کو واپس لینے کی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

ہرات کی شاندار فتح کے بعد سلطان علاؤ الدین نے اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کو لکھا کہ وہ بلخ پر چڑھائی کرے۔ اسے غوری سلطنت سے نکال کر خوارزم شاہی قلمرو

میں شامل کرے۔

لیکن جب ایک مہم بلخ کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی گئی تو اسے ناکامی ہوئی۔ ایک دوسرا لشکر بلخ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ 40 دن تک محاصرہ جاری رہا، ایک دوسرے پر شب خون مارنے کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن بلخ شہر پھر بھی سر نہ ہو سکا۔

بلخ شہر کا حاکم عماد الدین تھا جو غوریوں کا عامل تھا اور وہ بلخ شہر کو ہر صورت میں غوریوں کے تسلط میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ آخر جب دو مہمیں ناکام ہوئیں تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ایک سالار محمد بن علی بن بشیر کو ہدایت کی کہ وہ بلخ کے غوری حاکم عماد الدین کو اپنے شیشے میں اتارنے کی کوشش کرے تاکہ وہ شہر خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

محمد بن علی بن بشیر جہاں ایک اچھا سالار تھا وہاں وہ سفارت کاری کے آداب میں بھی بڑا ماہر تھا۔ اس سلسلے میں وہ کامیاب ہوا اور بلخ شہر پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا اور عماد الدین شہر سے نکل کر چلا گیا۔

ہرات اور بلخ کی شاندار کامیابی کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سلطان شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کو لکھا چونکہ کرزبان کا شہر اس کے باپ غیاث الدین غوری نے ایک موقع پر خوارزم شاہی سلطنت کو تحفتاً دیا تھا لہٰذا وہ شہر خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

ظاہر ہے کہ اس خواہش کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہ تھا بلکہ غیاث الدین محمود ایسی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ اس لئے سلطان نے پھر وہی چال چلی اور محمد بن علی بن بشیر کو سفیر بنا کر غیاث الدین محمود کی طرف روانہ کیا اور اس نے بہترین سفارت کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیاث الدین محمود کو کرزبان شہر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حوالے کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔

اب سلطان علاؤ الدین نے یکے بعد دیگرے تین کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ہرات شہر فتح کیا تھا، بلخ پر قبضہ کیا تھا اور اب کرزبان کا شہر بھی حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی توجہ ترمذ شہر کی طرف کی۔ ترمذ کا حاکم ان دنوں بلخ کے سابق حکمران عماد الدین کا بیٹا بہرام خان تھا۔ سلطان علاؤ الدین جب ترمذ کی طرف متوجہ ہوا

تو حاکمِ ترمذ کو کہلا بھیجا کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جس طرح تمہارے باپ نے بغیر لڑے بلخ شہر ہمارے حوالے کر دیا ہے اسی طرح تم بھی ترمذ شہر ہمارے حوالے کر دو۔

چونکہ بہرام شاہ جانتا تھا کہ خوارزم شاہ سے لڑنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے اس لئے اس نے خوارزم شاہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ترمذ شہر سلطان علاؤالدین کے حوالے کر دیا۔

جن دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ترمذ پر قبضہ کیا، انہی دنوں اس کے پرچہ نویسوں اور طلایہ گروں نے خبر دی کہ ایک طرف تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہر سے کوچ کر چکا ہے، دوسری طرف گور خاں بھی اپنے لشکر کی گزشتہ ناکامیوں کا بدلہ لینے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے۔

اس موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سیاست سے کام لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ گور خاں کو کسی طرح ٹھنڈا کر دے۔ پہلے کشلی خاں سے مقابلہ کرے اس کے بعد جب گور خاں سر اٹھائے تو اس کے خلاف بھی صف آرا ہو جائے۔ سب سے پہلا قدم علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ اٹھایا کہ اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ وقتی طور پر ترمذ شہر کو گور خاں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لئے کہ ماضی میں یہ شہر گور خاں ہی کا تھا۔ اگر یہ شہر گور خاں کو واپس دے دیا جائے گا تو گور خاں مستقل نہ سہی، وقتی طور پر سلطان علاؤالدین سے خوش ہو جائے گا اور اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے گا۔ اس دوران سلطان، کشلی خان سے نمٹ لے گا بعد میں گور خاں کو بھی دیکھا جائے گا۔

سلطان کے سالاروں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ آخر سلطان نے ترمذ شہر، گور خاں کو بطور تحفہ پیش کر دیا۔ اس کی اس حرکت سے وقتی طور پر گور خاں خوش ہو گیا اور اس نے فی الفور علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔

دوسری طرف علاؤ الدین خوارزم شاہ کی اس بخشش کو اردگرد کی اسلامی ریاستوں نے بہت برا مانا اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ لیکن سلطان احتجاج کے سامنے ٹس سے مس نہ ہوا۔ ہرچند سلطان علاؤ الدین کا یہ اقدام بظاہر قابلِ اعتراض تھا

جسے مسلمان حکمرانوں نے بہت ناپسند کیا لیکن سلطان کا اصل مقصد کچھ اور تھا۔ ترکانِ خطا نصرانی تھے اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ لہٰذا سلطان خوارزم شاہ نے وقتی طور پر ترمذ شہر گور خاں کو دے کر اسے ٹال دیا تھا۔ جبکہ تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ بڑے زور وشور سے تیاریاں کرنے لگا تھا۔ سلطان نے شہاب الدین اور منصور کو بھی واپس بلا لیا تھا اور ان علاقوں میں چھوٹا سا ایک لشکر رکھا تھا جس کی کمانداری اپنے دوسرے سالار اغلمش کے حوالے کر دی تھی۔ اس سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

دوسری طرف تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان آندھی اور طوفان کی طرح علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا جو دریائے آمو کے اس پار تھے اور جو گور خاں کے علاقوں کی بجائے کشلی خان کے علاقوں سے متصل تھے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے دریائے آمو کو عبور کیا اور اپنے سرحدی علاقوں کے قریب پڑاؤ کر کے تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کا انتظار کرنے لگا تھا۔

❀❀❀

سلطان کے طلایہ گر اور پرچہ نویس برابر کشلی خاں کے لشکر کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کر رہے تھے۔ اور جب سلطان کے طلایہ گروں نے سلطان پر یہ انکشاف کیا کہ جو لشکر کشلی خان لے کر سلطان کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے، تعداد میں کشلی خان کا وہ لشکر سلطان کے لشکر سے تین گنا سے بھی بڑا ہے۔

ان حالات میں سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا ویرانوں کے اندر اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سارے سالار جمع ہو گئے تب جو خبریں طلایہ گر لے کر آئے تھے وہ سلطان نے اپنے سارے سالاروں کے سامنے پیش کیں، پھر کشلی خان کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے صلاح و مشورہ شروع کیا۔

اس موقع پر انکساری اور عاجزی میں شہاب الدین بن مسعود، سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اگر کشلی خان ہمارے لشکر سے تین گنا بڑا لشکر لے کر ہم پر دھاوا بولنے کے لئے آ رہا ہے تو ہمیں کسی طریقے اور کسی نئے قاعدے کے مطابق اس پر

ضرب لگانی چاہئے اور ضرب بھی ایسی کہ کشلی خان کے مقدر اور جھولی میں شکست اور حزیمت کے سوا کچھ نہ رہے۔"

شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابنِ مسعود! میں ابتداء تم سے ہی کرتا ہوں ...... اگر تمہارے ذہن میں کشلی خاں سے نمٹنے کے لئے کوئی تجویز ہو تو پیش کرو۔ اس کے بعد میں دوسرے سالاروں سے بھی ایسا ہی سوال کروں گا۔"

جواب میں شہاب الدین کچھ سوچتا ہوا بول اٹھا۔

"سلطانِ محترم! میرے پاس ایک ایسی تجویز ہے جس پر عمل کر کے ہم بڑی آسانی سے کشلی خان کے لشکر کو بدترین شکست دے سکتے ہیں۔ سلطانِ محترم! جس لشکر کو لے کر میں اور منصور دونوں گور خاں کے لشکریوں سے اپنے دریائے آمو کے علاقے کی حفاظت کرتے رہے ہیں اس لشکر کو علیحدہ کر دیا جائے گا، اس لشکر کے مزید دو حصے کر دیئے جائیں گے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا میرے عزیز منصور کی کمانداری میں دے دیا جائے گا۔ اس لئے کہ میں اور منصور اب ایک دوسرے کے اشاروں کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے مزاج آشنا ہو چکے ہیں۔

جن وادیوں میں ہم نے اس وقت پڑاؤ کیا ہوا ہے ذرا ان کا جائزہ لیں، ان کے دائیں بائیں کوہستانی سلسلہ ہے اور سامنے کھلے میدان ہیں ...... انہی کھلے میدانوں میں سے کشلی خاں نے ہمارے سامنے آ کر پڑاؤ کرنا ہے اور جنگ کی ابتداء کرنی ہے۔ سلطانِ محترم! میں اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلے جائیں گے۔ میں اس میدان کے دائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلا جاؤں گا اور بائیں جانب منصور ہو جائے گا۔ یہ کارروائی آنے والی شب کو کریں گے اور اس کارروائی کی ابتداء کرنے سے پہلے آس پاس کے علاقوں کے علاوہ کوہستانی سلسلوں کے اس طرف بھی اپنے مسلح جوان پھیلا دیں گے تاکہ ان علاقوں میں اگر کشلی خان کے جاسوس اور طلایہ گر متحرک ہوں تو ان کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ وہ ہمارے اس جنگی طریقۂ کار کو کشلی خان تک نہ پہنچا دیں

جب میں اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر گھات میں چلے جائیں گے تب کشلی خان اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے سامنے پڑاؤ کرے گا۔ جب وہ

آپ کے لشکر کا جائزہ لے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کے مقابلے میں عددی لحاظ سے آپ کے لشکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تب وہ جنگ کو بہت جلد نمٹانے کے لئے خود جنگ کی ابتداء کرے گا۔ ہو سکتا ہے جس روز وہ پہنچے، صرف ایک رات اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کرے اس کے بعد وہ جنگ کی ابتداء کر دے۔

دائیں بائیں رہتے ہوئے میں اور منصور دونوں میدانِ جنگ پر نگاہ رکھیں گے۔ پھر ہم باری باری دائیں بائیں سے نکل کر جب کشلی خان کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگانا شروع کریں گے تو کشلی خان اور اس کے لشکری یہی خیال کریں گے کہ آپ کو کہیں سے کمک پہنچ گئی ہے اور اس کمک نے کشلی خاں کے دائیں بائیں حملے شروع کر دیئے ہیں۔ ہمارے ان دو طرفہ حملوں سے یاد رکھئے، کشلی خان اور اس کے لشکریوں کے پیروں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو جائے گی۔ جب ہم حملہ آور ہوں گے تو سامنے کی طرف سے پھر آپ بھی اپنے حملوں میں زور پیدا کر دیجئے گا۔ اس طرح مجھے یقین ہے کہ کشلی خان کو ہم بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

سلطان علاؤ الدین نے شہاب الدین بن مسعود کی اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ اس کے بعد جب جنگ سے متعلق سلطان نے اپنے دوسرے سالاروں سے مشورہ طلب کیا تب سب نے یک زبان ہو کر شہاب الدین کی اس تجویز پر عمل کرنے کا مشورہ دے دیا تھا۔

اپنے سارے سالاروں کو کسی مشورے پر متفق ہوتے دیکھ کر سلطان خوش ہوا، پھر سلطان اپنی جگہ سے اٹھا۔ جو لشکر اس سے پہلے دریائے آمو کے کنارے شہاب الدین اور منصور کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا اسے علیحدہ کر کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ شہاب الدین کی زیر کمان اور ایک منصور کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ باقی لشکر کو سلطان نے مزید تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔

سلطان نے مرکزی حصہ یعنی قلب اپنے پاس رکھا، اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ سلطان نے اپنے ماموں امیر ملک کو رکھا تھا۔ دوسرا حصہ جسے دایاں پہلو قرار دیا گیا تھا اس کا سالارِ اعلیٰ تجربہ کار سالار امین الدین ابوبکر کو بنایا گیا تھا۔ محمد بن علی کو اس کے نائب کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ تیسرا حصہ جسے بائیں پہلو کے طور پر استعمال کیا جانا تھا، اس حصے کا سالار سلطان نے بدر الدین چغری کو مقرر کیا تھا۔ یہ بدر الدین

چغری سلطان کی طرف سے مرو شہر کا حاکم بھی رہا تھا لیکن سلطان نے اسے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے پاس بلا لیا تھا اور بدرالدین چغری کا نائب سلطان نے اپنے ایک اور نامور سالار کرتک کو مقرر کیا تھا۔ اس طرح کشلی خان کی آمد سے پہلے پہلے سلطان نے اپنے لشکر کی تقسیم کا فرض ادا کر دیا تھا۔

یہ سارے کام دن کے وقت نمٹا دیئے گئے تھے۔ جب رات ہوئی تو مغرب کے بعد طلایہ گر اور مخبر یہ خبر لے کر آئے کہ آنے والی صبح کو کشلی خان، سلطان کے سامنے آ کر پڑاؤ کرے گا۔ یہ خبر ملنے کے بعد آدھی رات کے قریب شہاب الدین بن مسعود اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلے گئے تھے۔

اگلے روز کشلی خان اپنے لشکر کے ساتھ ان میدانوں میں نمودار ہوا جن میدانوں کے اندر سلطان علاؤالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا اور سلطان کے لشکر کے سامنے کشلی خان نے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب کشلی خان کا پڑاؤ قائم ہو گیا تب کشلی خان نے اپنے سالاروں کو اپنے اردگرد جمع کیا۔ اس سے پہلے وہ سلطان کے لشکر کا جائزہ لے چکا تھا۔ جب اس کے سارے سالار اس کے گرد جمع ہو گئے تب تمسخرانہ سے انداز میں اپنے سالاروں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کشلی خان کہنے لگا۔

"یہاں آتے ساتھ ہی میں علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کا جائزہ لے چکا ہوں۔ تم بھی اپنے سامنے دیکھتے ہو کہ اس کے لشکر کی تعداد ہمارے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جونہی پڑاؤ قائم ہو جاتا ہے، لشکر کی صفیں درست کر کے علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف جنگ کی طرح ڈال دیں گے۔ پچھلی منزل پر چونکہ ہمارے لشکری آرام کر چکے ہیں لہٰذا ہر کوئی تازہ دم ہے۔ اس لئے جنگ کی ابتداء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو؟"

جب کشلی خان کے سالاروں نے کشلی خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب لشکر کا پڑاؤ قائم ہونے کے بعد کشلی خان نے اپنے لشکر کو صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ ساری صورتِ حال سلطان بھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے کشلی خان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ درمیانی حصہ اس نے اپنے پاس رکھا، دائیں

جانب کے حصے کو اس نے اپنے بھائی کی کمانداری میں دیا جس کا نام بغرش خان تھا۔ ایک اور سالار جس کا نام دفتار خان تھا اسے بائیں پہلو کا سالار بنایا جبکہ اپنے ایک اور نامور سالار داد بیگ کو اپنے نائب کے طور پر کشلی خان نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ اس طرح اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد کشلی خان نے سلطان پر حملہ آور ہونے کے اپنے فیصلے کو آخری شکل دے دی تھی۔

لشکر کی صفیں جب درست ہو گئیں تب کشلی خان نے جنگ کی ابتداء کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کشلی خان، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر موت کے سایوں سے اٹھتے تواہم کے تلاطم اور بے کراں اُداسیوں میں مزید ویرانیاں بڑھاتے آشوب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان نے بھی اپنے آپ کو دفاع تک محدود نہیں رکھا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی جارحیت پر اترا اور کشلی خان کے لشکر پر وہ بھی دلوں کے الاؤ بجھاتے بے انت و جان لیوا عذابوں اور روح کی آخری ضو تک کو بجھاتے کڑے موسموں میں رقص کرتے قضا کے گرم موسموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کشلی خان کے لشکر کے مقابلے میں گو سلطان کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن سلطان اور اس کے لشکریوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ کے اندر محرومیوں کی داستان رقم ہونے لگی تھی۔ لوح کی گردش، زبان کی حرکت رکنے لگی تھی۔ دُشوار، کڑے ارادے مسمار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ رگ رگ میں جہاں سوز تلاطم اور کرب خیزی کی کراہیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ موت کی تشنگی بڑھاتے قضا کے بگولوں نے چارسُو اپنا رقص شروع کر دیا تھا۔

عین اس وقت جب کشلی خان اور اس کے تاتاری لشکری خاموشیوں کے حصار کو توڑتی زہریلی آوازوں میں نعرے بلند کرتے ہوئے تلخیوں کے وسوسے کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے کہ ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

دائیں جانب سے اچانک ساعتوں اور فاصلوں کو ناپتی برق کی لپکتی زبان، خواہشوں کو بے ثمر کرتی تہی دستی کے عذاب کی طرح شہاب الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اٹھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تاتاریوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر اطمینان کے سایوں کو غارت کرتے انگاروں کے افسوں اور سلامتی کے ہر گوشے کو فنا کر کے اپنی ضرورتوں کا

اسیر کرتے طلسم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت بلند آوازوں میں تکبیریں کہتا ہوا شہاب الدین تاتاریوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہوا اسی وقت منصور ترکی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور کشلی خاں کے لشکر کے دائیں پہلو پر راتوں کی نکہتوں اور مستیوں کو پائمال کرتے کرب مسلسل کے تجسّس اور خدوخال کو برباد کر دینے والے مرگ کے آشوب اور قہر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب جنگ پہلے کی نسبت زیادہ زور اور زیادہ قہر مانی پر اتر آئی تھی۔ موت اور قہر چاروں طرف رقص کرتے ہوئے ہر ایک سے پوچھنے لگی تھی، کن قافلوں سے تعلق رکھتے ہو؟ کن سرزمینوں کو جانا ہے؟ کہاں سے نکل کر مرنے کے لئے اس میدان میں آن گھسے ہو؟

میدانِ جنگ میں اب چاروں طرف قعرِ مذّلت، طوفانوں کی بلاخیزی، سرگرم ستیز کاری و رقابت، شکست و ریخت کے اندھیاؤ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جس وقت شہاب الدین اور منصور، تاتاریوں کے پہلوؤں پر حملہ آور نہیں ہونے پائے تھے اس وقت کشلی خان اور اس کے سالار یہ خیال کر رہے تھے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ ان کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے گا لیکن جب دائیں بائیں سے شہاب الدین اور منصور حملہ آور ہوئے اور اس کے بعد سامنے کی طرف سے سلطان اور اس کے سالاروں نے اپنے حملوں میں مزید تیزی اور بھیانک پن پیدا کر دیا تب کشلی خان مایوسیوں کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس لئے کہ دائیں اور بائیں پہلوؤں کی طرف سے اپنے پہلے ہی حملے میں شہاب الدین اور منصور نے ان گنت تاتاریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جس کی بناء پر حملہ آور تاتاریوں کی زیادہ توجہ اپنے پہلوؤں کی طرف ہو گئی تھی۔ اس کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جب سلطان نے سامنے کی طرف سے تیز حملے شروع کئے ا سامنے کی اَن گنت صفوں کو بھی سلطان نے کچل، مسل کر رکھ دیا تھا۔

یہاں تک کہ نوبت اس حد تک جا پہنچی کہ سامنے اور پہلوؤں، تینوں جانب سے کشلی خان کے لشکر کا قتلِ عام شروع ہو چکا تھا اور کشلی خان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے زخم خوردہ تصورات کے سائبانوں، بے چینی اور بے قراری کی اُکتاہٹ سے زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ دوسری طرف جب سلطان علاؤ الدین، امین الدین

ابوبکر اور بدر الدین چغری، کرتک اور امیر ملک نے دیکھا کہ تاتاری ان کے سامنے سے پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں اور جنگ کرنے سے جی چرانے لگے ہیں تب انہوں نے زیادہ تیزی سے ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا اور یہی طریقہ کار دائیں بائیں سے شہاب الدین اور منصور ترکی نے بھی اپنا لیا تھا۔ جس وقت تاتاری آگے بڑھنے سے جی چرا رہے تھے، اس وقت مسلمان لشکریوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ تاتاریوں پر موت کے گہرے سمندر، کرب کی خوف ناک ژالہ باری اور عذابوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرنے لگے تھے۔

کشلی خان اس کے بعد زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ جب اس کے لشکری اگلی صفوں سے پیچھے ہٹنے لگے تو پیچھے بھی ہلچل برپا ہو گئی۔ اس کے بعد کشلی خان نے اپنی شکست کو تسلیم کیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان نے کچھ دور تک بھاگتے کشلی خان کا تعاقب کر کے اسے مزید نقصان پہنچایا، پھر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ آیا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی، شہید ہونے والوں کی تدفین کا سامان کیا گیا۔

اس کے بعد کشلی خان کے پڑاؤ پر جب قبضہ کیا گیا تو سلطان کے ہاتھ جہاں ضروریاتِ زندگی کے سامان کے ڈھیر لگے وہاں بار برداری کے جانوروں کے علاوہ خوراک میں کام دینے والے ہزاروں جانور بھی سلطان کو ملے اور اسلحے کے ڈھیر کے ڈھیر بھی ہاتھ لگے۔ تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کے خلاف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی یہ شاندار فتح تھی۔

★......★

◎◎◎

سدورہ ایک روز اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ مطبخ میں کچھ کام نمٹا کر سارہ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ کچھ دیر تک وہ دروازے پر کھڑی ہو کر بڑے غور سے سدورہ کی طرف دیکھتی رہی جو چپ چاپ، پریشانی کی حالت میں نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اسے سارہ کی آمد کا احساس ہوا تو چونک سی پڑی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے سارہ کے چہرے پر تفکرات کے آثار نمودار ہوئے تھے، پھر کچھ سوچتے ہوئے آگے بڑھی، سدورہ کے پہلو میں جو خالی نشست پڑی ہوئی تھی، اس پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک گہری نگاہوں اور عجیب سے انداز میں سدورہ کی طرف دیکھتی رہی۔ اس موقع پر سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

"ماں! آج تم مجھے اس طرح دیکھ رہی ہو جیسے میری تمہاری یہ پہلی ملاقات ہے اس سے پہلے جیسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔"

جواب میں سارہ کی آواز کہیں دور سے سنائی دی۔

"بیٹی! تیرا کہنا درست ہے ...... جس روپ، جس حالت میں آج میں تمہیں دیکھ رہی ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا میری بچی! گزشتہ کئی دنوں سے میں تیری حالت کا بڑی گہری نگاہوں سے جائزہ لیتی رہی ہوں۔ دیکھ، میں تیرے بچپن سے تیرے ساتھ ہوں۔ تیری عادات، تیرے مزاج، تیری سرشت سے پوری واقفیت رکھتی ہوں لیکن اب میں تیری حالت بدلی بدلی دیکھتی ہوں اور اس کی ایک وجہ بھی میرے ذہن میں آتی ہے میری بیٹی! ہوسکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن......"

سارہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سدورہ نے اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی، اپنا سر اس نے بڑے پیارے انداز میں سارہ کے شانے پر رکھا، ساتھ ہی چہکتی

آواز میں بول اٹھی۔

"اماں! آپ نے میرے متعلق کیا اندازہ لگایا......؟"

لمحہ بھر کے لئے سارہ، سدورہ کے سر پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرتی رہی، کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

"میری بچی! اگر تُو برا نہ مانے تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تُو کسی کو چاہنے لگی ہے۔ دیکھ، میں بوڑھی ہو چکی ہوں، تیری نسبت زندگی کا تجربہ زیادہ رکھتی ہوں۔ اس بناء پر میرا اندازہ ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔"

سارہ کے ان الفاظ پر سدورہ چونک سی پڑی تھی، سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر عجیب سے انداز میں سارہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ سارہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تُو میرے ان الفاظ پر چونک کیوں گئی؟...... اگر میں غلط ہوں تو صاف کہہ دے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، یہ درست نہیں ہے...... اگر یہ درست ہے تو پھر میرے ذہن میں ایک ایسا نام بھی اٹھتا ہے جو میرے اندازوں کے مطابق تمہارے دل میں بس چکا ہے۔"

سارہ کے ان الفاظ پر سدورہ اور زیادہ چونک پڑی۔ عجیب سی بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر سارہ نے اپنے دونوں بازو آگے بڑھا کر سدورہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی اور بڑی شفقت سے کہنے لگی۔

"میری بچی! اگر میں غلطی پر نہیں تو تُو شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرنے لگی ہے۔"

اس موقع پر ایک سپردگی کے انداز میں سدورہ نے اپنا سر سارہ کی چھاتی پر رکھ دیا تھا۔ کچھ دیر ایسے ہی پڑی رہی۔ تاہم وہ بڑی سنجیدہ ہو چکی تھی۔ پھر علیحدہ ہوئی، اس کے بعد سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ میری ماں ہیں ...... آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں امیر سے محبت کرنے لگی ہوں۔ اماں! اگر محبت کرنا گناہ ہے تو پھر میں گناہ گار ہوں ...... میں جانتی ہوں کہ میں انہیں حاصل نہیں کر سکتی اس لئے کہ وہ انوں کے جلوؤں میں صبح نو کے قافلوں کی رہنمائی کرنے والے خیر و مہر کے امین ہیں

...... جبکہ میں بوند بوند کو ترستے صحرا کا ایک حقیر ذرّہ، ہواؤں کی زد میں ٹمٹماتی شمع اور گندی ساعتوں کی کوتاہی سے بھی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

اماں! وہ اپنی قوم، اپنی ملت کے لئے ہجرتوں کے اندھے سفر میں پریشان، بکھری تنظیم کو استوار اور درست کرنے والے مجاہد ہیں جبکہ میں تو ان کے مقابلے میں مقدر کا وہ مدھم حرف ہوں جو پڑھا بھی نہیں جا سکتا۔ آنسو میں ڈوبا قلم اور آندھیوں کی مار کھاتے ہوئے پتے سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

اماں! امیر شہاب الدین بن مسعود اس نگار خانۂ کن میں اندھیرے میں بدی کے متلاشیوں، طاغوت کے گماشتوں، کفر و الحاد کی خونی قوتوں کے خلاف گرم، جوال استقامت اور احساس کی بیداری ہے۔ میری ان کے سامنے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

اماں! ان سے محبت کرنے کا جذبہ کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا۔ اگر میں انہیں اپ نہیں سکتی، انہیں حاصل نہیں کرسکتی تو کم از کم میں انہیں چاہ تو سکتی ہوں، ان سے محبت تو کرسکتی ہوں۔

اماں! یقین کرنا، ہر نماز کے بعد میری یہی دعا ہوتی ہے کہ اے صاحبِ الطاف عطا! امیر کو بے ضمیری کے غلاموں، قنوطیت و منکریت کے علمبرداروں اور زندگی ک تاریک گہرائیوں میں کام کرنے والوں سے محفوظ رکھنا...... ہر نماز کے بعد میری یہی د ہوتی ہے، اے زمین و آسمان کے بنانے والے! اے خالق و رازق! تو امیر شہا الدین بن مسعود کو جنگ کی سلگتی آندھیوں اور ظلم و استبداد کے طوفانوں میں محفوظ رکھنا

اماں! آپ نے اب پوچھ ہی لیا ہے تو میں اپنی زندگی کا کوئی راز، راز نہیں رکھوں ...... میں بڑی شدت سے ان کی آمد کا انتظار کرتی ہوں۔ جب وہ یہاں نہیں ہوتے میری بے چین آنکھوں میں ان کی محبت کے خواب ہوتے ہیں ...... میرے بے تا دل میں ان سے ملنے کی خواہشوں کا سمندر ہوتا ہے۔ میری روح کے صحرا میں ہمہ وق ان کی محبت کے سائے پرواز کرتے رہتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سدورہ جب خاموش ہوئی تو سارہ کچھ دیر تک بڑے سے اس کی طرف دیکھتی رہی، اس کے بعد بول اٹھی۔

''بیٹی! تو یہ کس قسم کی مایوسی کی گفتگو کر رہی ہے؟ اگر تو امیر سے محبت کرتی ہے اسے حاصل کیوں نہیں کرسکتی؟ تو نے کبھی اپنے سراپا کا غور سے جائزہ لیا ہی نہیں ہے

تو ان لڑکیوں میں سر فہرست ہے جو حسین ترین کہی جا سکتی ہیں۔ دراز قد ہو، نوعمر ہو۔ اعضاء و جوارح کی کشش بھی رکھتی ہو۔ میری بچی! تم میں کس چیز کی کمی ہے؟''

سارہ کے ان الفاظ کے جواب میں سدورہ پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اماں! وہ عالمِ اسلام کے آسمان پر چمکتا ہوا ایک ستارہ ہیں۔ میں ان کے مقابلے میں زمین پر پڑے ہوئے ایک حقیر ذرّے کی مانند ہوں...... اماں! امیر عالمِ اسلام کی وہ آندھی اور طوفان ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم لوگوں کے دلوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور میں ان کے مقابلے میں حبس رُتوں میں پھنسا ہوا ہوا کا ایک معمولی جھونکا ہوں ...... امیر عالمِ اسلام کے خزینے کے ایک نایاب دُر ہیں اور میں دریائے آمو کے کناروں کے پاس کھڑے ان خاموش کوہستانی سلسلوں میں ایک بے کار اور کام نہ آنے والے کنکر سے بھی کم حیثیت رکھتی ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سدورہ خاموش ہوئی، کچھ دیر تک کمرے میں سکوت طاری رہا، پھر سارہ مسکرائی۔ دو تین بار اس نے بڑے پیارے انداز میں سدورہ کا شانہ تھپتھپایا، پھر کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔

''میری بچی! تو کچھ زیادہ ہی کسرِ نفسی کا شکار ہوگئی ہے ...... امیر، تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سلطان کی طرف چلے گئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد وہ واپس آئیں گے۔ ان کے واپس آنے کے بعد میں ان پر انکشاف کروں گی کہ ایک لڑکی اس کے قدموں میں اپنی محبت کے پھول نچھاور کرچکی ہے۔ امیر پر انکشاف کروں گی کہ ان وادیوں کی ایک حسین ترین لڑکی بڑی بے چینی سے آپ کی آمد کی منتظر رہتی ہے ...... امیر شہاب الدین مسعود کو بتاؤں گی کہ آپ ایک ایسی ہستی کے جذبات و احساسات سے بے خبر ہیں جو بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی ہے۔''

جب تک سارہ بولتی رہی، سدورہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر خاموش ہونے پر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اماں! اگر آپ نے اس طرح میری محبت کا انکشاف ان پر کیا اور انہوں نے میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیا تو پھر سوچو مجھ پر کیا بیتے گی ...... میں تو زندہ ہی نہ رہنے پاؤں گی۔ اس وقت جبکہ ان پر میری محبت کا احساس نہیں ہوا، کم از کم میرے دل

میں یہ وہم، یہ فریب، یہ دھوکا تو ضرور ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امیر بھی مجھے پسند کرتے ہوں ...... میں اپنے دل کو یہ کہہ کر ڈھارس اور تسلی دے سکتی ہوں کہ اگر میں امیر سے محبت کرتی ہوں تو ہوسکتا ہے کہ امیر کے دل میں بھی میرے لئے ایسے ہی جذبات ہوں۔ اس طرح میں اپنی یادوں، اپنی محبت کے انہی احساسات و جذبات کو گلے لگائے زندگی کے دن گزار سکتی ہوں۔ لیکن اگر امیر پر میری محبت کا انکشاف ہو گیا اور انہوں نے اس کا مثبت جواب نہ دیا تو یہ سوچ لینا، پھر سدورہ زندہ نہ رہ پائے گی۔''

سارہ نے ایک بار پھر سدورہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کا سر چوما، پھر کہنے لگی۔ ''میری بیٹی! پریشان اور فکرمند نہ ہو...... میرا دل کہتا ہے کہ جب میں امیر کے سامنے تمہاری محبت کا انکشاف کروں گی تو وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کریں گے۔ میری بیٹی! مطمئن رہ، میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ امیر تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔''

سارہ کے ان الفاظ کا سدورہ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ حویلی میں حسام الدین اور بلال بن سلیمان داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی دونوں باہر نکل آئی تھیں ...... اپنے باپ کو دیکھتے ہی شکووں بھری آواز میں سدورہ بول اٹھی۔

''بابا! آپ کہاں رہ گئے تھے......؟''

جواب میں حسام الدین مسکرایا۔ پہلے اپنے پہلو میں کھڑے بلال بن سلیمان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! اب تُو زیادہ فکرمند نہ رہا کر۔ ان بستیوں کے حالات اب پہلے جیسے نہیں رہے۔ جب سے گور خاں کا لشکر ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا، تُو کچھ زیادہ سہمی سہمی، خوف زدہ رہنے لگی تھی۔ پر میری بچی! اب حالات وہ نہیں رہے ...... اب تو امیر شہاب الدین نے ان علاقوں کو بھی بالکل محفوظ کر دیا اور پھر پہلے کی طرح میری بہن سارہ تیرے ساتھ ہے۔ ان حالات میں اگر مجھے گھر سے نکلے زیادہ دیر ہو جائے میری بچی! تو پریشان نہ ہوا کر...... میری بیٹی! میں اور بلال بن سلیمان آج تمہیں اور سارہ بہن دونوں کو ایک تکلیف دینا چاہتے ہیں۔''

حسام الدین کے ان الفاظ پر سدورہ تجسس بھرے انداز میں کبھی اپنے باپ حسام الدین کی طرف دیکھتی تھی، کبھی بلال بن سلیمان کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ اس موقع پر سارہ نے حسام الدین کو مخاطب کیا۔

''بھائی! آپ نے مجھے اور میری بیٹی کو ایک تجسس اور پریشانی میں ڈال دیا ہے...... ب ہم دونوں ماں بیٹی کو کیا تکلیف دینا چاہتے ہیں......؟''

سارہ کے اس سوال پر حسام الدین بول اٹھا تھا۔ کہنے لگا۔

''سارہ میری بہن! میں اور بلال بن سلیمان ابھی ابھی امیر شہاب الدین اور منصور کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں......''

یہاں تک کہتے کہتے حسام الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سدورہ نے پوچھ لیا تھا۔

''بابا! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ امیر تو یہاں ہیں ہی نہیں ...... وہ تو تاتاریوں کے شاہ کشلی خان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سلطان کی طرف جا چکے ہیں۔ اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ دونوں اُن کے پاس سے اُٹھ کر آ رہے ہیں۔''

سدورہ کے ان الفاظ پر حسام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! تُو بھی ٹھیک کہتی ہے ...... بے شک شہاب الدین اور منصور دونوں گئے ئے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے ہی وہ لوٹے ہیں۔ ان کے آنے پر لوگوں نے بے پناہ شی کا اظہار کیا ہے...... لیکن جب انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ آج رات ہی وہ یہاں ے کسی دوسری مہم کی طرف روانہ ہو جائیں گے تو یہاں کے لوگ کسی قدر پریشان اور کرمند ہو گئے۔ گروہ در گروہ لوگ اُن کے پاس گئے اور ان علاقوں کے تحفظ سے متعلق ال کرنے لگے جس پر لوگوں کو اطمینان دلا دیا گیا کہ نیا سالار لشکر کے ساتھ یہیں ہے گا۔ ویسے بھی ان دنوں غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گور خاں سے کسی خطرے کا کوئی کان نہیں ہے ...... اس لئے کہ جب سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر ر خاں کے حوالے کر دیا ہے، گور خاں کسی قدر سلطان سے خوش ہے ...... مستقبل میں ں کے کیا ارادے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے بہرحال ہمارا یہ علاقہ اب غیر محفوظ یں ہے۔

بیٹی! شہاب الدین اور منصور کی آنے والی شب کو روانگی کا سن کر میں نے ارادہ کیا ا کہ میں اپنی اس ساری بستی کے علاوہ شہاب الدین، منصور اور ان کے سالاروں کی ات کا اہتمام کروں گا۔ لیکن لوگوں نے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔ بستی کے سب لوگ اتے ہیں کہ وہ سب مل کر شہاب الدین، منصور اور اس کے ساتھیوں کی دعوت کا

اہتمام کریں۔ اس بناء پر تم دونوں کو میں یہ تکلیف دینا چاہتا ہوں کہ تم بھی بستی کی
عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ مل کر دعوت کے اہتمام میں حصہ لینا۔
میری بیٹی! بلال بن سلیمان کے مکتب کے بائیں جانب جو کھلا میدان ہے، اس
میں شہاب الدین، کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے جبکہ دائیں جانب جو میدان ہے اس
کے اندر دعوت کا اہتمام کیا جائے گا۔ آج مغرب کی نماز بھی بستی کے سب لوگ اس
میدان میں ادا کریں گے۔ میں اور بلال بن سلیمان بھی وہیں ہوں گے۔"
حسام الدین جب خاموش ہوا تب سارہ کہنے لگی۔
"بھائی! آپ بے فکر رہیں ......آپ کے جانے کے بعد میں اور سدورہ بھی بستی کی
دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر دعوت کے اہتمام میں بھرپور حصہ لیں گی......"
یہاں تک کہتے کہتے سارہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بستی میں اب عصر کی اذان
سنائی دی تھی۔ لہٰذا چاروں نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنے لگے۔

❀ ❀ ❀

مختلف بستیوں کے لوگوں نے بڑے جوش و خروش، بڑی ارادت اور عقیدت مندی
کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود، منصور اور ان کے ساتھیوں کی روانگی
دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ کیا مرد، کیا عورتیں سب بڑی جانفشانی سے اپنے اپنے کام میں
مصروف تھے۔ دراصل اس روز ان ساری بستیوں کے لوگوں نے بھی شہاب الدین بن
مسعود کے ساتھیوں کے ساتھ ہی کھانا کھانے کا اہتمام کرلیا تھا۔
یہ ایک بہت بڑی مگر انتہائی سادہ دعوت تھی۔ پہلے شہاب الدین بن مسعود کی
امامت میں لوگوں نے مغرب کی نماز ادا کی، اس کے بعد سب نے عجیب سے برادرانہ
اور اخوت بھرے ماحول میں کھانا کھایا۔ جس وقت شہاب الدین بن مسعود کھانا کھانے
کے بعد اپنے ساتھیوں سے ذرا پیچھے ہٹا، تب اچانک ایک سمت سے بڑی تیزی سے
لوگوں کے ہجوم میں سے ہوتی ہوئی سارہ، شہاب الدین بن مسعود کے پاس آئی، دھیمے
لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"امیر! میں حسام الدین کے ہاں خادمہ کی حیثیت سے کام کرتی ہوں۔"
یہاں تک کہتے کہتے اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے
ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"اس سے آگے آپ یہ کہنا چاہیں گی کہ آپ کا نام سارہ ہے۔"
سارہ بھی ہنس دی، کہنے لگی۔
"امیر! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"
سارہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔
"محترم خاتون! اگر آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں تو بلا جھجک کہیں۔"
اس پر سارہ کو کچھ حوصلہ ہوا، کہنے لگی۔
"امیر! میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتی ہوں کہ حسام الدین کی بیٹی سدورہ آپ
سے محبت کرتی ہے اور بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو آپ
سے کمتر خیال کرتے ہوئے آپ پر اپنی محبت کا انکشاف اور اظہار نہیں کر پا رہی۔ لیکن
بے چاری اُداس اور افسردہ رہتی ہے۔ اُس کی اس حالت پر جب میں نے اسے کریدا
تو اس نے میرے سامنے آپ سے اپنی محبت کا اقرار کیا۔ اب وہ بے چاری خود آپ
سے مل کر تو اظہارِ محبت کرنے سے رہی۔ اس بناء پر اس کے کام کو آسان کرنے کے
لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں اور......"
یہاں تک کہتے کہتے سارہ کو رک جانا پڑا۔ شہاب الدین بن مسعود انتہائی سنجیدہ ہو
چکا تھا۔ پھر سارہ کی بات کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"محترم خاتون! وہ اوہام اور بگولوں کے پیچھے بھاگ رہی ہے ...... کیا کوئی لڑکی
بگولوں سے بھی پیار کر سکتی ہے......؟ وہ سراب کا تعاقب کر رہی ہے خاتون! سراب
ہاتھ نہیں آتے۔ نہ ان کی اپنی کوئی حیثیت ہوتی ہے۔ بس سراب ہی ہوتے ہیں۔ یوں
جانو، محترم حسام الدین کی بیٹی سدورہ کے سامنے میری حیثیت ایک اَن دیکھے بگولے،
ایک ہاتھ نہ آنے والے سراب کی سی ہے۔ وہ نادان لڑکی میرے مقابلے میں اپنے
آپ کو کم تر خیال کرتی ہے ...... شاید وہ میرے حالات سے واقف نہیں ہے۔ اگر
میرے حالات سے واقف ہو جائے تو پھر شاید مجھ سے اپنی محبت کے جذبے کو کسی ردا یا
چادر کی طرح لپیٹ کر واپس لے لے۔"
یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر دوبارہ وہ دھیمے لہجے میں سارہ کو
مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"خاتون! میرا نہ گھر ہے نہ بار۔ میں قبچاق کے علاقے سے تعلق رکھنے والا ایک

ترک ہوں ...... غیر مسلم ترکوں نے جب ہمارے علاقوں پر حملہ کیا تو ہمارے قبیلے انہوں نے بڑی خون ریزی کی۔ میرا باپ مجھے لے کر بھاگا۔ ہم لوگ جگہ جگہ د کھاتے رہے ...... میرا باپ اسی تگ و دو میں مر گیا اس لئے کہ وہ زخمی تھا۔ اس بعد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ بکتا پھرا۔ آخر غلامی کی منزلیں طے کرتا ہوا میں خوارزم شاہی سلطنت کے وزیر کے ہاں جا پہنچا۔ اس نے مج خریدا، وہاں میں نے غلام کی حیثیت سے کام کیا اور تربیت بھی حاصل کی۔ وہ مجھ بڑے مہربان تھے۔ اس کے بعد جب مجھے خوارزم شاہی لشکر میں شامل کر لیا گیا تو ایک مہم کے دوران میں، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی نگاہ میں آ گیا۔ اس وقت وہ و عہد تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے لشکر میں شامل کر کے سالار بنا دیا۔ بس یہی میرا داستان، یہی میرا مستقبل ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دکھ بھرے انداز میں سمارہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم خاتون! جہاں تک سدورہ کا تعلق ہے، خوبصورت ہے، دراز قد ہے جاذبِ نظر ہے۔ بہت کم لڑکیاں خوبصورتی میں اس کی ہم سری، اس کی مثل ہو سکتی ہیں ...... پھر وہ ان بستیوں کے سردار حسام الدین کی بیٹی ہے۔ اس نے بڑی آزادی، بڑے ناز و انداز میں پرورش پائی ہو گی۔ جبکہ میرے حالات بالکل اس کے الٹ ہیں۔ خاتون! واپس جا کر اسے سمجھانا، تفصیل کے ساتھ اس سے میرے حالات کہنا۔ مجھے امید ہے کہ محبت کی جن راہوں پر وہ چل نکلی ہے، ان راہوں کو گرد آلود اور غبار سے اٹا ہوا دیکھ کر وہ یقیناً واپس اس جگہ جانا پسند کرے گی جہاں سے اس نے محبت کا یہ سفر شروع کیا تھا۔ میرے خیال میں میری طرف سے اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اب آپ جائیں اور اس سلسلے میں سدورہ کو سمجھا دیں۔"

شہاب الدین یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک بڑی بے بسی سے سمارہ اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر دُکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"آپ کے حالات، میرے حالات سے مختلف نہیں۔ میں ایک عرصہ سے خادمہ کی حیثیت سے کام کرتی رہی ہوں۔ خادمہ اور غلام میں فرق کوئی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک غلام دوسرے غلام کے دکھ درد کا خود بھی احساس کر سکتا ہے۔ امیر! یہ تو کہیئے کہ آپ یہاں

سے کب اور کس وقت روانہ ہوں گے......؟"

جواب میں شہاب الدین پھر بول اٹھا۔

"خاتون! جس وقت میں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں سے مقابلہ کرنے کے لئے یہاں سے منصور کے ساتھ روانہ ہوا تھا، اس وقت میں اپنا کچھ سامان جو صرف چمڑے کے ایک صندوق پر مشتمل ہے، محترم بلال بن سلیمان کے مکتب کے ایک کمرے میں رکھ گیا تھا۔ اب میں یہاں سے سیدھا اس کمرے کی طرف جاؤں گا۔ وہاں سے اپنا سامان لوں گا اور لوگوں سے ملتے ہوئے اور جو عرصہ میں نے یہاں گزارا، اس دوران اگر مجھ سے کسی کے حق میں کوئی خطا، کوئی زیادتی ہو گئی ہو تو اس کی معافی مانگتے ہوئے یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔"

"امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو پھر میں آپ سے گزارش کروں گی کہ میں سدورہ کو اسی کمرے کی طرف بھیجوں گی جس میں آپ کا سامان رکھا ہے ...... مجھ پر آپ کی بڑی مہربانی اور احسان ہو گا، آپ اس سے بات کر لیجئے۔ اگر آپ کے سمجھانے سے وہ اپنی محبت کے جذبات کو سمیٹ سکتی ہے تو سمیٹ لے۔ لیکن میں آپ پر واضح کر دوں کہ اس وقت محبت کے جس مقام، چاہت کے جس شہہ نشین پر وہ کھڑی ہے وہاں سے واپسی شاید اس کے اپنے بس کا روگ بھی نہ رہے۔"

اس کے ساتھ ہی سمارہ وہاں سے مڑی اور چلی گئی تھی۔

اس ساری گفتگو سے شہاب الدین کسی قدر سنجیدہ اور متین سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں بستیوں کے معززین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"مکتب میں میرا سامان پڑا ہے ...... اسے سمیٹنے کے بعد رخصتی ملاقات کرنے کے لئے دوبارہ ان کے پاس آتا ہے۔" اس کے ساتھ ہی وہ مکتب کی طرف ہو لیا تھا۔

مکتب کے ایک کمرے میں شہاب الدین چمڑے کے ایک صندوقچے میں اپنا سامان نکالنے کے لئے وہاں بیٹھ گیا تھا۔ شاید سدورہ کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دروازے پر سدورہ نمودار ہوئی۔ پھر تھکی تھکی سی اس کی آواز شہاب الدین کے کانوں سے ٹکرائی۔

"امیر! میں اندر آ سکتی ہوں......؟"

چونکنے کے انداز میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا

ہوا۔ سدورہ دروازے پر کھڑی کپکپا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی، جسے سنبھالے اس نے ٹیک کی خاطر اپنا کندھا دروازے کے ساتھ لگا رکھا تھا۔

کھڑا ہوتے کے بعد شہاب الدین بول اٹھا۔

''اے بنتِ حسام! اندر آ جاؤ...... تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔''

لڑکھڑاتی سی، لرزتی کانپتی سی سدورہ کمرے میں داخل ہوئی۔ قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر جو گٹھڑی اس نے پکڑ رکھی تھی وہ اس نے شہاب الدین کی طرف بڑھائی اور کپکپاتی سی، سہمی سہمی سی آواز میں کہنے لگی۔

''امیر! آپ رخصت ہو رہے ہیں...... اس رخصتی کے وقت میری طرف سے یہ قبول کیجئے گا۔ یہ آپ کے لئے کچھ لباس ہیں۔ میرے بابا آپ کے کپڑوں کا ناپ لے گئے تھے اور انہی کے مطابق میں نے اور اماں سارہ نے یہ سی دیئے ہیں۔ انکار نہ کیجئے گا۔''

شہاب الدین نے ہاتھ آگے بڑھا کر کپڑوں کی وہ گٹھڑی لے لی، پھر کہنے لگا۔

''اے بنتِ حسام الدین! تمہاری مہربانی۔ میں تمہاری طرف سے یہ کپڑے ضرور قبول کروں گا...... بلکہ میں اسے اپنے لئے ایک سعادت اور اعزاز جانوں گا۔''

''امیر! میں حسام الدین کی بیٹی ضرور ہوں...... مجھے انکار نہیں، لیکن میرا اپنا بھی ایک نام ہے۔ کیا آپ مجھ سے اتنی نفرت اور بےزاری رکھتے ہیں کہ آپ اپنی زبان پر میرا نام تک لانا پسند نہیں کرتے......؟''

سدورہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔ ''سدورہ! جس موضوع کی طرف تم مجھے لانا چاہتی ہو میں خود تمہیں اس طرف لے آتا ہوں۔ دیکھو، میرے تمہارے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے......''

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سدورہ بول اٹھی تھی۔

''امیر! اماں سارہ کی زبان سے میں پورے حالات جان چکی ہوں...... اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچپن میں آپ کے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ وقت کی ستم ظریفی نے آپ کو غلامی کی دہلیز پر کھڑا کر دیا تھا تو امیر! اس میں آپ کا کیا قصور......؟ اگر حالات نے آپ کی زندگی کی خوشیوں پر شب خون مار کر آپ کو ایک بے بس غلام کی سی

حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا تو امیر! اس میں آپ کا کیا دوش ہے؟''

یہ الفاظ سدورہ نے تقریباً روتی ہوئی آواز میں کہے تھے۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں نمی بھی اتر آئی تھی۔ پھر وہ بڑی روانگی سے کہتی چلی گئی تھی۔

''امیر! میں تو خود اپنے آپ کو آپ سے انتہا کم درجہ خیال کرتی رہی...... کہاں ملت کی تحفظ کی خاطر طوفانوں کا رخ موڑنے والے ایک مجاہد اور کہاں میں دریائے آمو کے کنارے کی بستی کی ایک بے بس لڑکی۔ کہاں ملّتِ اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے ایک پاسبان اور کہاں میں دوسروں کے تحفظ کی محتاج۔ امیر! خداوند قدوس کو دو آنکھیں بڑی محبوب ہیں، وہ آنکھیں دوزخ میں نہیں جائیں گی۔ ایک وہ آنکھ جو خشیت الٰہی میں آنسو بہائے۔ دوسری وہ آنکھ جو رات کو بیدار رہتے ہوئے اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے۔ امیر! آپ نے اماں سے کیا کچھ کہہ دیا، مجھے رفعتوں پر پہنچا کر اپنے آپ کو میرے سامنے کمتر خیال کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ میری حیثیت تو آپ کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے رات کی تنہائیوں میں چارسُو روشنی پھیلاتے فانوس کے سامنے روشنی سے محروم کوئی جگنو...... جیسے امن کے معبد کے نغموں کے سامنے سرگرداں کوئی بازگشت...... جیسے افلاک کی رفعتوں کے مقابل شام کی اُداسیوں میں بکھری قفس کی تنہائیاں۔

امیر! اگر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر میں سالار بننے سے پہلے آپ ایک غلام تھے تو قسم پیدا کرنے والے رب کی، میں آپ کی غلامی کے اس دور کو بھی سلام کرتی ہوں...... میں ان راستوں کو بھی سلام کرتی ہوں جن پر آپ لوگوں کے گھوڑے دھول اُڑاتے ہوئے دشمن کے خلاف ترک تاز کرنے کے لئے نکلتے ہیں...... میں تو آپ کے ان ارادوں کو بھی سلام پیش کرتی ہوں جن کے تحت آپ اب مسلم قوم کے فرزندوں کے تحفظ کا سامان کرتے ہیں۔ امیر! اگر آپ نے مجھ سے نفرت اور بیزاری کا اظہار نہ کیا تو میں جانوں گی کہ میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں کہ آسمان کی رفعتیں زمین کی پستی کو گلے لگانے کی خاطر جھکتی چلی گئیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سدورہ جب خاموش ہوئی تو شہاب الدین بن مسعود تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''سدورہ! جو راستہ تم نے اپنایا ہے اس پر سوچ سمجھ کر قدم رکھنا۔ دیکھو! ہو سکتا ہے

اس سلسلے میں محترم حسام الدین تمہارے سامنے ایک دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں …… ساتھ ہی یہ بھی سوچ رکھنا کہ اس وقت میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میرے پاس کوئی آسرا نہیں ہے۔ میں مستقر میں قیام کرتا ہوں۔ یہاں بھی تم نے دیکھا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیمہ گاہ کی زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ اب جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے مجھے ان علاقوں سے واپس بلا لیا ہے تو وہ کچھ مہموں کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کو زیر کرنے کے بعد وقتی طور پر سلطان اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ خیال کرنے لگے ہیں …… اس وقت سلطان کے دو بدترین دشمن ہیں، ایک تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان، دوسرا غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں۔ گور خاں اس لئے چپ اور مطمئن ہے کہ سلطان نے ترمذ شہر اس کے حوالے کر دیا ہے۔ گور خاں کی یہ خاموشی بھی وقتی ہے، مستقل نہیں۔ کچھ عرصہ خاموش رہ کر یقیناً وہ پر پرزے نکالے گا اور سلطان سے ماضی کا خراج طلب کرنے کے ساتھ ساتھ مزید رعایتوں کا متمنی ہوگا۔

دوسری طرف کشلی خان ہے …… اسے چند دن پہلے ہی بدترین شکست ہوئی ہے اور اسے ایک بار پھر خم ٹھونک کر ہمارے مقابل آنے کے لئے وقت لگے گا۔ لہٰذا اس وقفہ سے سلطان فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کو وسعت دینا چاہتا ہے تاکہ آنے والے دنوں کے لئے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر لے اور اگر کسی موقع پر گور خاں یا کشلی خان یا دونوں سے بیک وقت ٹکرانا پڑے تو ان دشمن قوتوں کا سامنا کیا جا سکے۔"

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب بڑی حسرت، بڑی بے یقینی کی سی حالت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سدورہ بول اٹھی۔

"امیر! یہاں سے آپ کی روانگی سے قبل میں آپ کی طرف سے صرف یہ اطمینان چاہتی ہوں کہ آپ نفرت و بیزاری……"

یہاں تک کہتے کہتے سدورہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں شہاب الدین بول اٹھا۔

"سدورہ! تم سے نفرت کرنا بہت ہلکی بات ہے …… اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا کر رکھنا کہ میں ایک بڑا عاجز سا انسان ہوں …… آج تک کسی سے نفرت کرنا سکھا

نہیں۔ اور پھر تم جیسی لڑکی سے نفرت کرنا گناہ خیال کرتا ہوں۔ سدورہ! اگر حالات نے کسی موقع پر میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے فریب دینے کی کوشش نہ کی تو میں تمہاری محبت اور چاہت کی قدر کروں گا۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ سے سدورہ کی حالت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے میں دور دور تک خوشیاں، اس کی آنکھوں میں حدِ نگاہ تک طمانیت کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر! آپ نے یہ الفاظ ادا کر کے میری جھولی، میرے دامن میں ڈھیروں خوشیاں ڈال دی ہیں …… اب آپ کہیں بھی جائیں، میری نگاہیں آپ کے تعاقب میں، میری محبت آپ کے پیچھے پیچھے، میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی اور میں بڑی آسانی سے آپ کا انتظار کر سکوں گی۔"

اس کے بعد سدورہ تھوڑا سا پیچھے ہٹی اور شیریں اور خوش کن آواز میں کہنے لگی۔

"امیر! میں اب جاتی ہوں۔ میں اماں سے آپ کے لئے زادِ راہ تیار کرنے کے لئے کہہ آئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ سامان ہے۔ جس وقت آپ یہاں سے رخصت ہوں گے، وہ سامان میں آپ کو پیش کروں گی۔ ساتھ ہی آپ سے رخصتی ملاقات بھی ہو جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی سدورہ بڑی تیزی سے مڑی اور کمرے سے نکل گئی تھی۔

اپنا سامان اٹھا کر شہاب الدین بن مسعود کتب کے اس کمرے سے نکلا، تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ ایک لشکری کی نگاہ اس پر پڑی، بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور شہاب الدین سے اس کا وہ خرجین نما صندوق لے لیا۔ اس کے بعد شہاب الدین اس جگہ آیا جہاں حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے علاوہ بستی کے دیگر لوگ کھڑے اسی کے منتظر تھے۔ منصور ترکی اور ان علاقوں میں نیا مقرر کیا جانے والا سالار اغلمش بھی وہاں کھڑے تھے۔ سب کے قریب آ کر شہاب الدین نے کچھ سوچا، پھر حسام الدین، بلال بن سلیمان اور دیگر بستیوں کے جس قدر لوگ وہاں کھڑے تھے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"میں تھوڑی دیر تک یہاں سے رخصت ہوں گا …… آپ لوگوں کی بستیوں میں قیام کے دوران اگر مجھ سے کسی کے حق میں ناانصافی، کسی کے ساتھ زیادتی ہو گئی ہو تو

میں معذرت خواہ ہوں ...... اگر یہاں قیام کے دوران مجھ سے کسی کی دل شکنی ہوگئی ہو، کسی کی مدد کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہو یا کسی کو مجھ سے کوئی اور شکایت ہو تو میں ایسے سب لوگوں سے معافی کا خواستگار ہوں۔"

شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ سے سب لوگ بے حد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ اس موقع پر قریب ہی کھڑا بلال بن سلیمان بڑی ارادت مندی سے شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں......؟ یہ جو معذرت یا معافی آپ طلب کر رہے ہیں یہ تو ہمیں اور یہاں کے لوگوں کو ایسا کہنا چاہئے تھا کہ یہاں آپ کے قیام کے دوران ہم آپ کی خدمت نہ کر سکے ہوں تو ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں۔"

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر شہاب الدین کچھ دیر سوچتا رہا پھر باری باری حسام الدین اور بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری جگہ اب یہاں اغلمش کام کرے گا ...... یہ بڑا ہونہار، بڑا جانثار اور محنتی سالار ہے...... اور اگر خداوند قدوس کو منظور ہوا تو جس طرح میں اور منصور ترکی نے ان علاقوں کی حفاظت کا سامان کیا ہے، مجھے امید ہے اغلمش ہم سے بھی بہتر انداز میں آپ لوگوں کے تحفظ کا سامان کرے گا۔

محترم حسام الدین! ان بستیوں کا جو آب پاشی کا نظام تھا وہ ہم نے درست کر دیا ہے اور اب ان بستیوں کے کھیت اور باغات بھی لہرانے لگے ہیں اور یہ امر میرے لئے سب سے زیادہ خوشی اور طمانیت کا باعث ہے۔ جہاں تک بلال بن سلیمان کا تعلق ہے تو ان کا مکتب بھی پہلے کی نسبت خوب آباد ہو گیا ہے۔ واپس جانے کے بعد اس سلسلے میں، میں سلطان سے بات کروں گا اور ان کے مکتب کے لئے ایک اچھی عمارت تعمیر کرنے کی خاطر میں انہیں معقول رقم دلواؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر قریب ہی کھڑے نئے سالار اغلمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اغلمش میرے بھائی! میری غیر موجودگی میں یقیناً تم محترم حسام الدین اور بلال بن سلیمان سے کافی مانوس ہو چکے ہو گے۔ میں نے جہاں بلال بن سلیمان کو اپنے لشکر کا قاضی مقرر کیا تھا، وہاں ان کے کھانے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری بھی

اپنے لشکر پر رکھی تھی۔ میرے عزیز بھائی! میرے اور منصور کے یہاں سے جانے کے بعد بلال بن سلیمان کے لئے اس منصب کو برقرار رکھنا۔"

شہاب الدین جب خاموش ہوا تو، اغلمش بڑی عقیدت سے کہنے لگا۔

"امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں......؟ آپ کا فیصلہ میرے لئے سنگ مرمر پر کندہ تحریر سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ محترم بلال بن سلیمان کے سلسلے میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔"

اتنی دیر تک کچھ لشکری شہاب الدین اور منصور ترکی اور دوسرے ساتھیوں کے گھوڑے بھی وہاں لے آئے تھے جنہوں نے شہاب الدین کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ منصور ترکی اور اغلمش وہاں لائے جانے والے گھوڑوں اور رخصت ہونے والے سالاروں اور لشکریوں سے گفتگو کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر اچانک حسام الدین چونکا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! سدورہ اور سارہ دونوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ آپ کے لئے کچھ لباس اور زادِ راہ تیار کریں گی۔ لباس تو میرے خیال میں آپ کو پہنچا دیئے گئے ہوں گے...... ابھی میرے خیال میں وہ آپ کے لئے زادِ راہ لے کر آئی ہیں۔ وہ سامنے دیکھیں، دونوں انتظار میں کھڑی ہیں کہ انہیں کس سمت جانا چاہئے۔"

اس موقع پر شہاب الدین نے دیکھا، ذرا فاصلے پر سارہ اور سدورہ دونوں کھڑی تھیں۔ ہاتھ کے اشارے سے حسام الدین نے انہیں قریب بلایا، جب وہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے پاس آئیں تب بلال بن سلیمان، سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بچی! یہ سامنے امیر کا گھوڑا کھڑا ہے ...... ان کے لئے جو چیزیں آپ دونوں لائی ہیں، گھوڑے کی زین سے باندھ دیں۔"

اس موقع پر سدورہ نے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں سوال ہی سوال، چاہتوں کے رنگ ہی رنگ تھے۔ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن اپنے باپ اور بلال بن سلیمان کی موجودگی میں کہہ نہ پا رہی تھی اور اس کی کو سارہ نے پورا کر دیا۔ اس لئے کہ سارہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! آپ ذرا ہمارے ساتھ آیئے گا تا کہ ہم آپ کو سامان دکھا دیں اور جس

طرح آپ سامان بندھوانا چاہتے ہیں، ہم باندھ دیں۔"

سارہ کے کہنے پر شہاب الدین چپ چاپ ان دونوں کے ساتھ ہو لیا تھا۔ گھوڑے کے قریب جا کر تینوں رک گئے۔ پہلے سدورہ نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ سامان شہاب الدین کو دکھایا، جس میں کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ تازہ اور خشک پھل، نمک لگا تازہ و میٹھا پنیر، شہد کی ایک بڑی کپی اور کچھ دوسرا سامان تھا۔

سدورہ سے سامان لے کر شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیا۔ اتنی دیر تک سارہ نے زین کی دوسری جانب پانی کا مشکیزہ باندھ دیا تھا۔ پھر دکھ بھرے انداز اور امید سے لبریز آواز میں سدورہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! میں بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کروں گی۔"

سدورہ کے خاموش ہونے پر سارہ بھی شہاب الدین کے قریب آئی۔ وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

"بیٹے! جو گفتگو تھوڑی دیر پہلے سدورہ آپ سے کر کے گئی ہے اس کی تفصیل اس نے مجھ سے کہہ دی ہے ...... میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں کہ آپ دونوں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہو گیا ہے اور یہ کہ آپ دونوں نے ایک دوسرے کی پسند اور ایک دوسرے کی چاہت کی قدر کی ہے۔ امیر! اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ کسی موقع پر سدورہ کی دل شکنی نہ کیجئے گا ...... یہ آپ سے ایسی محبت کرتی ہے جس کی کوئی نظیر اور جس کا کوئی مثل نہیں ہے۔"

سارہ جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین نے ایک پیار بھری نگاہ سدورہ پر ڈالی۔ اس موقع پر سدورہ بھی مسکراتے ہوئے میٹھی میٹھی تبسم بھری نگاہوں سے شہاب الدین کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ پھر سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"اماں! سدورہ جیسی لڑکی کی دل شکنی کرنا میں گناہ خیال کرتا ہوں ...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اگر میں زندہ رہا تو سدورہ کو کسی موقع پر مجھ سے شکایت نہ ہو گی۔ اماں! فی الحال میں سدورہ کے سلسلے میں محترم حسام الدین سے بات نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں فی الحال بات کرنے کے قابل ہوں۔ اس لئے کہ میرے پاس نہ کوئی ٹھکانہ ہے نہ رہائش کی جگہ ...... اگر میں سدورہ کو اپنا بھی لوں تو اسے کہاں رکھوں گا؟ ...... میں اسے خانہ بدوشوں کی سی در بدری میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں جس طرح یہ

اپنے باپ کے پاس رہتے ہوئے اپنی حویلی میں آسائشوں بھری زندگی بسر کرتی رہی ہے، اسی طرح میرے پاس آنے کے بعد اگر اسے اس سے بہتر ماحول میسر نہ ہو تو کم از کم اس جیسا ماحول تو اسے ضرور ملے۔ سدورہ کا ہاتھ مانگنے کے لئے میں محترم حسام الدین سے اس وقت بات کروں گا جب میں اپنے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بنا لوں گا۔ اس وقت میں بڑے اطمینان اور آسودگی کے ساتھ محترم حسام الدین سے سدورہ کو مانگ سکوں گا۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر سارہ اور سدورہ دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر تینوں اس جگہ آئے جہاں باقی لوگ کھڑے تھے۔ اتنی دیر تک گھوڑوں اور روانہ ہونے والے ساتھیوں کا جائزہ لینے کے بعد منصور اور اغلمش بھی وہاں آ گئے تھے۔ اس کے بعد شہاب الدین، منصور اور ان کے ساتھ روانہ ہونے والے دوسرے لوگ سب سے ملے، اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گہری ہوتی رات کی تاریکی میں وہ دریائے آمو کے کنارے کنارے خوارزم شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے......!

★......★

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے وقتی طور پر اپنے دو دشمنوں کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ فی الفور پھر اس پر حملہ آور ہوں۔ خطا کے ترکوں کو ترمذ شہر اس نے حوالے کر دیا تھا جس کی بناء پر گور خاں مطمئن تھا اور وہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اس سے دبتا ہے، ڈرتا ہے اور اسی بناء پر اس نے ترمذ شہر اس کے حوالے کر دیا ہے۔ لہٰذا گور خاں خود بھی وقتی طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔

دوسری طرف تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کو سلطان نے بدترین شکست دی تھی اور وہ اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا تھا جس کی بناء پر اسے دوبارہ سلطان کے مقابلے پر آنے کے لئے وقت اور تیاری کی ضرورت تھی۔

انہی حالات سے سلطان خوارزم شاہ نے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کیا اور اپنی سلطنت کو وسعت دے کر اسے مضبوط اور مستحکم بنانے کا تہیہ کر لیا۔

جس طرح غوریوں نے آہستہ آہستہ سلجوقیوں کی کمزور سلطنت کو اپنی گرفت میں لے کر اس پر قبضہ کر لیا تھا، یہی طریقہ سلطان خوارزم شاہ نے بھی شروع کیا تھا۔ غوریوں کی سلطنت چونکہ کمزور ہو چکی تھی لہٰذا اس نے غوریوں کے سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کا تہیہ کر لیا۔

غوریوں کی بڑی طاقت سلطان شہاب الدین غوری تھا۔ وہ قتل ہو چکا تھا۔ اس کا بڑا بھائی غیاث الدین غوری پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اب غوریوں کا سربراہ غیاث الدین محمود تھا۔

سلطان علاؤ الدین نے سب سے پہلے طالقان کے علاقے کو اپنا ہدف بنا لیا

طالقان کے علاقے کا حاکم ان دنوں سلطان شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کی طرف سے ایک شخص تاج نامی تھا۔ یہ بہترین سالار بھی تھا۔

طالقان کے قریب پہنچ کر سلطان نے وہاں کے حاکم کو کہلا بھیجا، خون ریزی سے یہ بہتر ہو گا کہ وہ شہر سلطان خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

لیکن طالقان کے حاکم نے بڑی حقارت کے ساتھ سلطان کے اس مشورے کو ٹھکرا دیا اور لشکر لے کر خم ٹھونک کر سلطان کے مقابلے پر آیا۔ اب سلطان کے لشکر میں بڑے نامی گرامی، جہاندیدہ اور تجربہ کار سالار شامل تھے۔ ان میں شہاب الدین بن مسعود، منصور ترکی، امین الدین ابوبکر اور کچھ دیگر تھے۔ چنانچہ جب طالقان کے حاکم نے جنگ کا ارادہ کر لیا تب سلطان نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا۔ وسطی حصہ میں سلطان علاؤ الدین خوارزم خود رہا، دائیں حصے کا کماندار شہاب الدین مسعود کو مقرر کیا۔ منصور کو اس کا نائب رکھا گیا جبکہ بائیں طرف کے حصے کا کماندار امین الدین ابوبکر کو رکھا گیا اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ماموں امیر ملک کو اس کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔

دوسری طرف طالقان کے حاکم نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور گھمسان کا رن پڑا...... جنگ جب اپنے عروج اور زور پر آئی تب طالقان کے حاکم نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سلطان علاؤ الدین اور اس کی سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور جنگ اگر اسی طرح جاری رہی تو بہت جلد اسے بدترین شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ادھر اُدھر سے بچتا بچاتا ہوا وہ اس جگہ پہنچا جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھار رہا تھا۔

سلطان کے پاس آتے ہی طالقان کے حاکم نے اپنی تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور آگے بڑھ کر وہ سلطان کے قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان کو اس کا یہ ڈرامائی انداز دیکھ کر گمان گزرا کہ غالباً وہ لثہ میں وحشت ہے۔

لیکن جب اس کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ وہ ہوش و حواس میں ہے۔ یہ کیفیت جان کر سلطان کو اس پر بڑا غصہ آیا اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے طالقان کے حاکم کو

مخاطب کر کے کہا۔

"کمبخت! اگر تمہیں یہ بے ہودگی ہی کرنا تھی، اس طرح میرے پاؤں پر گر گڑگڑاتے ہوئے معافی ہی مانگی تھی تو پھر سینکڑوں بندگانِ خدا کا خون بہانے کی ضرورت تھی......؟ میں نے طالقان کے قریب پہنچ کر ہی تمہیں پیغام بھجوایا تھا کہ خو ریزی سے بہتر ہوگا کہ تم شہر میرے حوالے کر دو...... لیکن تم نہیں مانے، خم ٹھونک میرے سامنے آئے اور جنگ کی ابتداء کی۔ لہٰذا تم خطا کار ہو۔ اگر تم شروع میں میری تنبیہ کے جواب میں میری بات مان لیتے اور طالقان میرے حوالے کر دیتے میں تمہیں طالقان کی حکومت پر بحال رکھتا۔" چنانچہ سلطان نے اسے معزول کر دیا اس کی تمام جائیداد ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔

طالقان کو فتح کرنے اور اس پر اپنا قبضہ مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد علاؤ الد خوارزم شاہ نے کالوین اور بور کا مدخ کیا۔ یہ دو انتہائی مضبوط اور مستحکم قلعے تھے ا ایک دوسرے سے دس میل کے فاصلے پر واقع تھے اور ان دونوں قلعوں کے حاکم کا نا علی بن علی تھا۔ ان قلعوں کے پاس بھی پہنچ کر سلطان علاؤ الدین نے طالقان جیسا طریقہ کار استعمال کیا۔ اس نے تیز رفتار قاصد قلعہ کے حاکم علی بن علی کی طرف روا کئے اور اسے یہ پیغام دیا کہ بغیر لڑے بھڑے امن و سکون کے ساتھ قلعہ جات سلطا کے حوالے کر دیئے جائیں۔

سلطان کی اس پیش کش کے جواب میں علی بن علی نے کہلا بھیجا۔ کہ وہ سلطا شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کی طرف سے ان قلعوں پر متعین ہے ا اس کی اجازت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اگر سلطان علاؤ الدین خوارزم چاہتا ہے کہ یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے جائیں تو بہتر ہوگا سلطان اس سلسلے براہِ راست غیاث الدین محمود سے گفتگو کرے۔ اگر غیاث الدین محمود مجھے حکم دے د کہ یہ دونوں قلعے سلطان علاؤ الدین کے حوالے کر دینے چاہئیں تو میں بخوشی دونو قلعے آپ کے حوالے کر دوں گا بلکہ بہترین انداز میں ان قلعوں میں آپ کا استقبال کروں گا۔"

سلطان کو ان دونوں قلعوں کے حاکم علی بن علی کا یہ جواب بڑا پسند آیا۔ اس جواب سے وہ متاثر بھی ہوا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ وہاں سے ہٹ گیا اور علی بن علی

کوئی تعرض کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔

ان دو مہموں کے بعد سلطان نے چاہا کہ ہرات کا رخ کرے اور وہاں کچھ دن اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرے۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے ہرات کا رخ کیا...... ہرات کا حاکم ان دنوں ابنِ خرمیل تھا۔ چنانچہ اس نے سلطان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ سلطان کو خوش آمدید کہا اور سلطان کے ہرات میں قیام کے دوران سلطان کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جب سلطان کو ہرات میں قیام کے چند دن ہو گئے تب ایک روز ابنِ خرمیل، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر سلطان اجازت دیں تو وہ ایک قریبی قلعے اصفرہ پر حملہ آور ہو کر اسے بھی سلطان کی سلطنت میں شامل کر لے۔

سلطان نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر ابنِ خرمیل سلطان کے لشکر کا ایک حصہ لے کر نکلا۔ اصفرہ پر اس نے چڑھائی کر دی۔ اہلِ شہر نے دروازے بند کر لئے اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے...... ابنِ خرمیل نے انہیں سمجھا بجھا کر سلطان کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اس طرح بغیر لڑائی کے اصفرہ بھی غوری قلمرو سے کٹ کر خوارزم شاہی سلطنت میں شامل ہو گیا تھا۔

اصفرہ کی فتح کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بجستان کی طرف توجہ کی۔ بجستان ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست تھی جس کا حاکم ان دنوں حرب بن محمد تھا۔ چونکہ بجستان کا حاکم سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حملے کی تاب نہیں لا سکتا تھا نہ اس میں سکت تھی کہ مقابلہ کرتا لہٰذا بجستان کا علاقہ بھی سلطان علاؤ الدین کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور سلطان نے اسے بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس طرح دن بہ دن سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت میں جہاں وسعت ہونے لگی، وہاں اس کی طاقت و قوت میں بھی اضافہ ہونے لگا تھا۔

بجستان پر قبضہ ہونے کے بعد ایک روز سلطان کا ایک سالار تاج الدین اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص سلطان کی طرف سے زوزن کے علاقے کا حاکم بھی تھا۔ بڑا بہادر، منچلا سردار تھا اور سلطان کے اچھے سالاروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے گزارش کی۔

"سلطان! مجھے کرمان و مکران اور ملحقہ علاقوں کی فتح کی اجازت دے دیجئے۔"

سلطان نے کچھ سوچ و بچار سے کام لیتے ہوئے آخر فیصلہ کیا کہ ان چھوٹے چھوٹے کاموں میں سلطان کو خود ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تاج الدین کو ان علاقوں کو فتح کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ اجازت دینے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ تاج الدین کی کمانداری میں دیا اور اس لشکر کو لے کر تاج الدین، مکران اور کرمان کے علاقوں پر چڑھ دوڑا۔ مکران و کرمان کو فتح کرنے کے ساتھ ساتھ سندھ اور کابل تک کا سارا علاقہ اس نے فتح کر لیا اور سلطان کی سلطنت میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ہرمز اور ادمان کے حاکم کو بھی سلطان کی اطاعت کرنے پر مجبور کر لیا۔ اس کے علاوہ موجودہ بلوچستان اور قلات کو بھی فتح کر کے سلطان کی قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت شمال میں دریائے جیحوں و سیحون سے لے کر جنوب میں بلوچستان کے ساحل تک پھیلتی چلی گئی تھی۔

یوں سارے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین نے ماوراء النہر کے علاقے کی طرف توجہ کی۔ یہ علاقہ غوریوں کی سلطنت میں شامل تھا اور سلطان شہاب الدین کی شہادت خاندانِ غور کے خاتمہ کا پیش خیمہ تھی۔ اس کا بھتیجا غیاث الدین محمود اس قابل نہ تھا اور نہ اس کے بازوؤں میں کس بل تھا اور نہ اس میں اہلیت و قابلیت تھی۔ وہ پرلے درجے کا بزدل، بودا اور پست حوصلہ تھا۔ نہ خود لڑ سکتا تھا نہ کسی کو لڑا سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خوارزم شاہ نے ایک ایک کر کے اس کے مقبوضہ جات پر قبضہ کر لیا اور اسے اتنی ہمت نہ پڑی کہ دبے الفاظ میں ہی سہی، سلطان کی اس زبردستی کے خلاف احتجاج کرتا۔

جس طرح 1857ء میں بہادر شاہ ظفر کی سلطنت صرف قلعۂ معلّٰی تک سمٹ کر رہ گئی تھی بالکل اسی طرح شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کا اثر و رسوخ بھی بس غور اور فیروز کوہ کے علاقوں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

شمالی ہندوستان میں قطب الدین ایبک، سندھ میں ناصر الدین قباچہ اور غزنی میں تاج الدین یلدوز خود مختار حکمران بن بیٹھے تھے۔

جب 1211ء میں غیاث الدین محمود فوت ہوا اور بہاؤ الدین سام اس کا جانشین ہوا تو اس وقت اس کے پاس صرف غور کا علاقہ رہ گیا تھا۔ وہ بھی اسی سال فوت ہو گیا۔

سلطان نے باقی ماندہ علاقے کو بھی اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ جس طرح غوریوں نے سلجوقیوں کی سلطنت کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا، اسی طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے سارے علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں اور خطا کے غیر مسلموں کے بادشاہ گور خاں کو وقتی طور پر مطمئن کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ مقصد حاصل کرنے میں وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ ان ساری مہموں کو سر کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کر لیا تھا تاکہ کچھ عرصہ اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرے۔

خوارزم میں اسی قیام کے دوران ایسا حادثہ پیش آیا جس کی بناء پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے خلاف حرکت میں آنا پڑا۔

گو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اب کافی طاقت و قوت پکڑ چکا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد اس سے پہلے گور خاں کو خراج ادا کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اگر خراج دینے سے انکار کر دیتا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن سلطان ابھی تک گور خاں کو تیس ہزار بطورِ خراج ادا کرتا چلا آ رہا تھا اور اگرچہ یہ ادائیگی اسے بہت ناگوار معلوم ہوتی تھی لیکن وہ اس لئے خاموش اور چپ تھا کہ نہ معلوم کب حالات پلٹا کھا جائیں اور اسے گور خاں کی طرف سے امداد کی ضرورت پڑ جائے۔ ساتھ ہی اسے اس موقع پر اپنے باپ کی نصیحت بھی یاد آ جاتی تھی۔ مرتے وقت اس کے باپ نے کہا تھا۔

”جہاں تک بن پڑے، ترکانِ خطا کے ساتھ بگاڑ مول نہ لینا۔ اگر تم ان کے ساتھ بنا کر رکھو گے تو تمہارے لئے دشمن کے خلاف سدِ سکندری ثابت ہوں گے۔“

لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ اس نے دشمنی کی کمان سے ایسا کڑا تیر چلایا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو گور خاں کے خلاف حرکت میں آنا پڑا۔

اس کی وجہ کچھ یوں تھی کہ گور خاں کے آدمی ہر سال خراج کی رقم وصول کرنے کے لئے سلطان کے دربار میں آتے تھے۔ ان میں سے بعض نمائندے بڑے ناشائستہ اور کندہ ناتراش ہوتے تھے۔ دربارِ خوارزم میں آتے تو سلطان کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور کبھی کبھی ایسا رویہ اختیار کر بیٹھتے کہ جو سلطان کے لئے سخت ناقابل برداشت ہوتا۔

خطا کے ترکوں کے ایسے ہی رویہ کی وجہ سے ایک موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شا کے باپ نے ایک ایسے ہی اُجڈ شخص کو جو خراج لینے کے لئے آیا تھا، قتل کرا دیا تھا۔

اپنے مرکزی شہر خوارزم میں قیام کے دوران ایک روز سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے امرائے سلطنت، اپنے سالاروں اور دوسری شخصیتوں کے ساتھ دربار لگائے ہوئے تھا اور اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ حالات کو دیکھتے ہوئے ترمذ شہر گور خاں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس وقت سلطان کی کچھ مجبوریاں تھیں۔ اس کی سلطنت کے اندر کچھ استحکام نہیں تھا۔ لہٰذا گور خاں کی راہ روکنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ اب جبکہ سلطان کی سلطنت بھی کافی وسیع ہو چکی ہے، سلطان کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے، تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کو بھی ایک بار شکست دے کر بھگا دیا گیا ہے لہٰذا اپنا ترمذ شہر واپس لے لینا چاہئے۔

ابھی ترمذ کے موضوع پر گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ سلطان علاؤ الدین کا چوبدار قصر کے اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور اس نے سلطان کو اطلاع دی کہ خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے کچھ سفیر خراج کی سالانہ رقم وصول کرنے کے لئے آئے ہیں۔

چوبدار کے اس انکشاف پر جس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، وہ موضوع تو سلطان نے بند کر دیا۔ اپنے چوبدار کو اس نے حکم دیا کہ گور خاں کے سفیروں کو اندر بھیجا جائے۔

گور خاں کے سفیر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے، تہایت متکبرانہ و نہایت گھمنڈ اور تمرد کے ساتھ چلتے ہوئے وہ آگے بڑھے پھر ان کا سربراہ انتہائی بے وقوفانہ انداز میں اس شہ نشین پر چڑھا جس پر سلطان علاؤ الدین بیٹھا ہوا تھا اور سلطان کے ساتھ جو خالی نشست تھی اس پر بیٹھ گیا اور پھر گستاخانہ انداز میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم تم سے سالانہ خراج کی رقم وصول کرنے کے لئے آئے ہیں ...... اس معاملے میں تاخیر نہ کرنا۔ یہ جو تم نے دربار لگا رکھا ہے، یہ موقوف کر دو۔ پہلے ہمارے خراج کی ادائیگی کرو۔''

سفارت کاروں کے سربراہ کی یہ گفتگو سن کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ آگ بگولہ اور غضب ناک ہو گیا، قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک

کہ وہ احمق پھر بول اٹھا۔

''اس طرح گھور کر میری طرف کیا دیکھتے ہو ...... تم ہمارے محکوم ہو اور محکوموں کی نگاہیں اپنے حاکموں کے سامنے جھکی رہنی چاہئیں ...... اسی میں ان کی عافیت اور سلامتی ہوتی ہے۔''

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اس گستاخانہ گفتگو پر ردِ عمل کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ سفارت کاروں نے ایک اور حماقت کر دی۔ وہ سفارت کار جو ابھی تک دربار میں کھڑے تھے، وہ قریبی نشستوں پر بیٹھے، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے عمائدین کو زبردستی اٹھا کر وہ وہاں بیٹھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ صورتِ حال نہ صرف سلطان بلکہ اس کے سالاروں کے لئے بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ اس موقع پر سب سے پہلے شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھا اور دھاڑتی ہوئی آواز میں گور خاں کے سفیروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''غیر مہذب قوم کے فرزندو! ہمارے دربار میں ابلیسی رویوں کا اظہار کرتے ہوئے نفرتوں کے الاؤ گرم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ منزلوں کے موہوم نقش کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر پہلے سے زیادہ غضب ناک اور دھاڑتی ہوئی آواز میں بول اٹھا تھا۔

''مہیب شیطانی گماشتو! جس جس نشست پر زبردستی بیٹھے ہو، فوراً اٹھ کر ہمارے سلطان کے سامنے با ادب اور عقیدت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ ...... ورنہ یاد رکھنا، بکھری کالی سازشوں میں ریت کی پیاس بنا دیئے جاؤ گے ...... کالک میں لپٹی بجری ساعتوں میں فتنہ انگیز ریا کاروں اور کمینہ فطرت اور سیاہ دل ابلیسوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جاؤ گے۔''

شہاب الدین کے کہنے پر بھی گور خاں کے سفارتکار جن نشستوں پر بیٹھ گئے تھے وہاں سے جب نہ اٹھے تب بڑی غضب ناکی اور غصہ میں امین الدین ابوبکر، منصور ترکی، سلطان کا ماموں امیر ملک، ایک اور سالار کرتک اور کچھ دیگر سالار بڑی خونخواری سے گور خاں کے ان سفارت کاروں کی طرف بڑھے جنہوں نے سلطنت کے کچھ عمائدین کو زبردستی اٹھا کر ان کی نشستوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان سالاروں نے ان

سفارت کاروں کو بازو سے پکڑ کر انہیں کھینچتے ہوئے نشستوں سے اٹھا کر سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔

اسی دوران شہاب الدین مسعود آندھی اور طوفان کی طرح سفارت کاروں کے اس سربراہ کی طرف بڑھا جو بڑے گستاخانہ رویے کا اظہار کرتے ہوئے شہ نشین پر چڑھ کر سلطان علاؤ الدین کے پہلو میں ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا۔

شہاب الدین مسعود نشست پر چڑھا، اپنا دایاں ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور ایک ہی ہاتھ سے اسے اٹھا کر اس نے شہ نشین سے نیچے سلطان کے سامنے پھینک دیا تھا۔

سفارت کاروں کا وہ سربراہ اٹھا، پھر انتہائی غصیلی آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم وہ لوگ ہیں جو جنگ کی بھٹی میں برق وشعلہ کی لپک کی طرح نمودار ہوتے ہیں اور رزم گاہ میں، بادوباراں میں طوفانی یلغار کا غبار ثابت ہوتے ہیں۔ تم نے شہ نشین سے اٹھا کر مجھے اس طرح شہ نشین کے سامنے پٹخ کر میری اہانت کی ہے اور اس اہانت کی سزا تمہیں ضرور بھگتنا ہوگی۔"

شہاب الدین شہ نشین سے نیچے اترا اور پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تیری اہانت کی ایسی کی تیسی ...... ہم لوگ خود وقت کے صحیفوں میں سمائے بروا جذبوں اور فطرت کی داستانوں میں آندھی اور طوفانی جذبوں کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کا ہنر جانتے ہیں ...... تم اپنے ان رویوں سے ہمیں کیا ڈراؤ گے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر سفارت کاروں کے سربراہ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور غصیلی آواز میں کہنے لگا۔

"میری طرف غور سے دیکھ! کیا میرا چہرہ تیرے لئے شناسا نہیں ہے......؟ کیا تو مجھے نہیں پہچانتا......؟ میں وہی ہوں جس نے تمہارے بادشاہ گور خاں کے بھرے دربار میں اس کے بھتیجے اور سالار بیدو خاں سے تیغ زنی کا مقابلہ کیا تھا اور تمہارے بادشاہ کے دربار میں ہی اسے مغلوب کر کے اور اسے اٹھا کر گور خاں کے قدموں میں پھینک دیا تھا۔

سفارت کاروں کے سربراہ! مجھے پھر غور سے دیکھ، میں وہی ہوں جس کا نام شہاب

الدین ہے اور جو تمہارے سالار بیدو خاں سے ٹکرایا اور اسے ایک ٹکراؤ کے دوران موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میری طرف پھر غور سے دیکھ! میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا وہی ادنیٰ سالار ہوں جس نے دریائے آمو کے کنارے بیدو خاں کے بھائی تگین خاں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور تمہارے بادشاہ گور خاں کی بیٹی کیرش کو گرفتار کر لیا تھا۔

میری طرف غور سے دیکھ! میں وہی ہوں جس نے تمہارے بادشاہ کی بیٹی کیرش کی عزت اور اس کی جان کی حفاظت کی اور عزت احترام کے ساتھ اسے واپس کر دیا۔ آنے والے سفارت کار! اب اگر تم نے اپنی حدود سے پھلانگنے کی کوشش کی تو اپنے تن سے اپنی گردن گنوا بیٹھو گے۔"

شہاب الدین جب خاموش ہوا تو بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے گور خاں کا سفیر کہنے لگا۔

"یہ تمہاری بھول ہے ...... جس دن میری گردن کٹی، اس دن تمہارے بادشاہ کی سلطنت بھی گئی ...... جب ہمارے بادشاہ گور خاں کو خبر ہو گی کہ اس کے سفیر کو تم نے قتل کر دیا ہے تو تم لوگوں پر حملہ آور ہو کر وہ تمہارا ایسا قتلِ عام کرے گا کہ کوئی بچہ، کوئی بوڑھا، کوئی عورت، کوئی جوان، کوئی لڑکی، کوئی بیمار، کوئی اپاہج محفوظ نہیں رہے گا ...... سب کے سر کاٹ کر میناروں کی صورت میں کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ اب تک جو الفاظ تم نے مجھ سے کہے ہیں، وہ واپس لیتے ہوئے مجھ سے معافی مانگو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس بھرے دربار میں تمہیں قتل کرنے کی قسم کھاؤں گا۔ اگر میں نے تمہیں قتل کرنے کی قسم کھا لی تو ہر صورت میں تمہیں قتل کر کے رہوں گا۔ زندہ نہ رہنے دوں گا۔"

وہ سفیر جب خاموش ہوا تب قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

"یہ الفاظ تو تُو ایک سفیر کی حیثیت سے مجھے کہہ رہا ہے۔ اگر تمہارا بادشاہ گور خاں مجھ سے ایسے الفاظ کہے تب بھی جو الفاظ میں تم لوگوں کے لئے ادا کر چکا ہوں وہ ہرگز واپس نہ لوں۔ ہم تمہارے نہ ذلیل ہیں نہ تمہارے محکوم۔ اب تک جو ہمارے سلطان تم لوگوں کو خراج ادا کرتے رہے ہیں تو وہ ایک خاص مصلحت کے تحت تھا...... اب اگر تم

لوگوں نے اپنی حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کی، ہمارے علاقوں میں ترک وتاز یا یلغار کرنے کی ٹھانی تو یاد رکھنا، ہمارے پاؤں تمہاری سرزمینوں میں ہوں گے اور ہم ایسے طوفان کی شکل اختیار کریں گے جس کے سامنے تمہارا بادشاہ گور خاں بند نہ باندھ سکے گا۔'' یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین جب خاموش ہوا تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جو ابھی تک بڑے تحمل سے کام لیتے ہوئے خاموش بیٹھا تھا، حرکت میں آیا۔ اس کا چہرہ اس وقت غصے میں سرخ ہو چکا تھا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔ بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے ضبط وتحمل سے کام لے رہا تھا۔ لہٰذا شہاب الدین کے خاموش ہوتے ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھا۔

''سن گور خاں کے سفیر! میرے دربار میں داخل ہونے کے بعد تم جو شہ نشین پر چڑھنے کے بعد میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گئے تو یہ ایک بہت بڑی غلطی اور گستاخی تھی۔ میں تم لوگوں کو غیر مہذب اور بدتمیز سمجھ کر شاید اس گستاخی کو معاف کر دیتا، درگزر کر جاتا۔ تمہارے ساتھیوں نے جو میرے عمائدینِ سلطنت کو ان کی نشستوں سے اٹھا کر ایک طرف دھکیل دیا اور خود ان کی نشستوں پر بیٹھ گئے تو اس رویے کو بھی میں تمہارے جاہلانہ طرزِ زندگی کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے فراموش کرتے ہوئے تمہیں معاف کر دیتا۔ لیکن اب جو تم نے میرے سامنے کھڑے ہو کر میرے سالار کو اس کے الفاظ واپس لینے کی دھمکی دی ہے اس کے بعد تم نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر اس نے یہ الفاظ واپس نہ لئے تو اس کو قتل کرنے کی قسم کھا لو گے۔ تو کیا تم ایسا کر سکو گے......؟''

اس پر سفیر نے غور سے سلطان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''آپ کے اس سالار نے میرے کہنے پر ابھی تک وہ الفاظ واپس نہیں لئے جو اس نے ہتک آمیز انداز میں ہمارے خلاف استعمال کئے۔ لہٰذا میں آپ سب لوگوں کی موجودگی میں اسے قتل کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اسے ہر صورت میں قتل کروں گا۔ خواہ کسی میدانِ جنگ میں، خواہ کہیں بھیس بدل کر، خواہ کہیں چوری چھپے لیکن اس کو ماروں گا ضرور۔''

اس سفیر کے ان الفاظ پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور زیادہ برافروختہ ہو گیا تھا۔ سفیر کو اس نے نظر انداز کر دیا پھر دھاڑتی آواز میں اپنے سالار امین الدین ابو

کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان بول اٹھا۔

''امین الدین......! گور خاں کے اس سالار کو قصر سے باہر لے جا کر اس کی گردن کاٹ دو۔''

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ پر گور خاں کے اس سفیر کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں وحشت رقص کرنے لگی تھی۔ جسم پر رعشہ اور لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ پھر جب اپنی تلوار بے نیام کرنے کے بعد امین الدین ابوبکر اس کے پاس آیا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جانے لگا تب گور خاں کے سفیر نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں ...... مجھے قتل نہ کیا جائے۔''

اس کے ان الفاظ کے جواب میں سلطان مضحکہ خیز انداز میں کہنے لگا۔

''واہ! یہ بھی تُو نے خوب کہی ...... تجھے معاف کر دیا جائے تاکہ تُو کسی رزم گاہ یا کہیں چھپ کر گھات لگا کر، کہیں بھیس بدل کر میرے سالار شہاب الدین کو قتل کر دے۔ کیوں نہ اس سے پہلے ہی میں ایسے فتنہ کا کام تمام کر دوں جو میرے لئے نقصان کا باعث بنے۔''

اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر سلطان علاؤ الدین کی دھاڑتی ہوئی آواز قصر میں گونج گئی تھی۔

''امین! اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جاؤ اور اس کی گردن کاٹ دو۔''

ردِ عمل کے طور پر امین الدین ابوبکر نے اس سفارت کار کے بازو پر اپنی گرفت مضبوط کی، بڑی تیزی سے اسے کھینچتا ہوا قصر سے باہر لے گیا اور اس کی گردن کاٹ کر واپس آ گیا تھا۔

امین الدین ابوبکر کے واپس آنے کے بعد جو باقی سفارت کار تھے، ان پر خوف اور لرزہ طاری تھا۔ جب امین الدین ابوبکر اور شہاب الدین مسعود اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب سلطان دوسرے سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم میں سے بھی اگر کوئی اب گردن کٹوانے والے ساتھی جیسا رویہ رکھنا چاہتا ہے تو وہ دو قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے کہ اسے بھی قصر سے باہر لے جا کر اس کی گردن کاٹ دی جائے تاکہ میں دیکھوں کہ تم لوگوں کے اس قتل کے جواب میں گور خاں

میرے خلاف کیا طوفان کھڑا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے؟"

سلطان کے ان الفاظ کے جواب میں جب سفارت کاروں میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا تب سلطان نے تحکمانہ انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اگر تم میں سے کوئی بھی اپنی گردن سے محروم نہیں ہونا چاہتا تو پھر سنو، میں جو پیغام تمہیں دینے لگا ہوں وہ پیغام جا کر میری طرف سے اپنے بادشاہ گور خاں تک پہنچانا۔"

اس کے بعد سلطان چند لمحے خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر گور خاں کے سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"واپس جا کر میری طرف سے گور خاں سے کہنا کہ وہ وقت گزر چکا جب وہ ا شباب کی خلیج پر کھڑے ہو کر ظلمت کے غاروں سے نکلتا تھا، لپکتے جھلساتے شعلوں او برسوں کے بھوکے بھیڑوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر دریائے آمو کے اس پار مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا کرتا تھا۔ گور خاں سے کہنا اس وقت ہم ا کمزوریوں کے ہاتھوں پک چکے تھے لیکن اب وقت تبدیل ہو چکا ہے۔ اسے جا میری طرف سے یہ بھی تنبیہہ کرنا کہ تاریخ کے بحر میں جب کوئی قوم تازہ فکر کے ابوا کھولنے کی ٹھان جاتی ہے تو وہ تپتے سایوں میں بھی کھولتی ستم آرائیوں کو ا سامنے بے بس اور مجبور کر دیتی ہے۔

گور خاں سے کہنا کہ اگر کبھی بھی اس نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو ا کے ذہن کی منڈیر پر بے مداوا غم کھڑے کرتی مرگ کو ہم اس کے سامنے لا کھڑا کر گے۔ واپس جا کر اس پر انکشاف کرنا کہ ہم نے قدیم سال خوردہ غلامی کے گیتوں لہر کو اب یکسر بدل دیا ہے۔ اب ہم پابندِ سلاسل کر دینے والے انقلاب کی طرح ا کے سامنے آئیں گے اور اس سے اپنی ماضی کی کمزوریوں کا بڑا بھیانک انتقام لیں اسے کہنا، علاؤ الدین خوارزم شاہ کہتا تھا کہ ہم نے اپنے فکر و نظر کی تبدیلی میں ا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اب ہم نے آندھیوں کے دوش پر دیے جلانے کا ہنر بھی ا لیا ہے...... اب اگر وہ ہم سے ٹکرایا تو ہم اس کی تہذیب کے ہر طاق کی شمع گل کر گے۔ اس کی ظلمت بھری گود میں سلگتی آندھیاں بھر دیں گے اور زندگی کے اسرار کھو قلعہ شکن گرزوں کی طرح اس پر ضرب لگائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین رکا، کچھ سوچا پھر فیصلہ کن انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب تم جا سکتے ہو...... میں مزید تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

اس کے ساتھ ہی گور خاں کے وہ سفارت کار ڈرے، سہمے سہمے سے خوارزم شہر کے اس قصر سے نکل گئے تھے۔

★ ...... ★

◎◎◎

دوسری طرف خطا کے بادشاہ گور خاں کی حالت بھی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے مختلف نہ تھی۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے ترمذ شہر کے ملنے کے باعث وہ سلطان کو اپنے سے کمزور اور کمتر خیال کرنے لگا تھا اور اس نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لی تھی کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کبھی بھی خم ٹھونک کر اس کے سامنے نہ آئے گا۔ وہ اس بات پر بھی خوش تھا کہ وہ اپنی کمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ ماضی کے اپنے آباؤ اجداد کی طرح ہمیں خراج ادا کرتا رہے گا۔ اب گور خاں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے ایک روز اپنے سارے سالاروں، عمائدینِ سلطنت اور دوسرے اہم لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سب لوگ گور خاں کے سامنے جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

''میں نے اپنے دو اہم فیصلوں کے سلسلے میں آپ لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے ...... پہلا فیصلہ انتہائی اہم ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی دوسری بیٹی زوزن کو سمرقند کے اپنے حاکم عثمان خان سے منسوب کر دیا تھا ...... منگنی کی کوئی باقاعدہ رسم ادا نہیں کی گئی تھی، بس میں اور میرے اہلِ خانہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ زوزن، عثمان خان سے بیاہ دی جائے گی۔ اب بہت سے عمائدینِ سلطنت کے علاوہ کچھ سالاروں نے بھی اس سلسلے میں اعتراضات کھڑے کئے ہیں۔ لہٰذا ان اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے آج میں تم سب لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ عثمان خان کو دینے سے انکار کرتا ہوں۔''

اس موقع پر گور خاں کی بیوی دونان، اس کی بیٹی جائسن، چھوٹی بیٹی کیرش کے علاوہ درمیانی بیٹی زوزن سب بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تھا۔ زوزن بھی اپنی جگہ مطمئن بیٹھی تھی۔ شاید اس نے اپنے باپ کے اس فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ گور خاں کے اس فیصلے کو سب لوگوں نے پسند کیا اور گور خاں کی تعریف کرنے لگے تھے۔ خوشی اور اطمینان کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا یہاں تک کہ گور خاں نے پھر بولنا شروع کیا۔

''اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں جس کے لئے تم سب لوگوں کو بلایا گیا ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنا شہر ترمذ ہمارے حوالے کر دیا ہے اور یہ حوالگی ایک طرح سے ہمارے لئے فخر و سعادت کا باعث ہے۔ اس حوالگی سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ ہمارا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور ہمارے سامنے دب کر ہمارے محکوم اور دبیل کی حیثیت سے رہنا چاہتا ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے اب ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ہم بھی کوشش کریں گے کہ اس کے علاقوں میں ترک و تاز کرنے کے لئے ہم کبھی پہل نہ کریں۔

یہ ساری صورت حال سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنے سالاروں سے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب ہمیں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے خلاف حرکت میں آنا ہو گا۔ ماضی میں بہت سے ایسے علاقے تھے کہ جن پر ہمارا تسلط، ہمارا قبضہ تھا اور اس کشلی خاں نے حملہ آور ہو کر زبردستی ان علاقوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ابھی تک وہ سارے علاقے اسی کے قبضہ میں ہیں۔ جو علاقے اس نے ہم سے چھینے ہیں، کھیتوں، باغات کے لحاظ سے وہ سب سے زیادہ زرخیز و شاداب ہیں۔ آمدنی کے لحاظ سے بھی وہ نہ صرف ہمارے بلکہ کشلی خاں کے سارے علاقوں سے زیادہ اہم اور نمایاں ہیں۔ ان حالات میں، میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں اور کشلی خاں سے ٹکرائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں، ماضی میں کشلی خاں کی طاقت و قوت ہم سے زیادہ تھی۔ ہم کئی بار اس سے ٹکرائے پر کسی ایک موقع پر بھی اس کے مقابلے میں ہمیں کامیابی امیب نہ ہوئی۔ لیکن اب ہم نے اپنی عسکری طاقت و قوت میں ایک انقلاب برپا کر

کے اس قوت میں کشلی خاں پر فوقیت حاصل کر لی ہے۔ اب ہم اس قابل ہیں کہ اپنے ان علاقوں کو واپس لے لیں جو کشلی خاں نے ہم سے چھین لئے تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر موقع ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ اس وقت ہمارے سامنے صرف ایک دشمن ہے اور وہ کشلی خاں ہے۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ خاموش ہے۔ وہ اپنی جگہ مطمئن ہے کہ ہمیں ایک شہر دے کر وہ ہماری طرف سے بالکل غافل ہو گیا ہے۔ اس کی اسی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں کشلی خاں سے نمٹ لینا چاہئے۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا۔ اب اس سلسلے میں تم لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرو۔ اتفاقِ رائے سے اس مسئلے کا فیصلہ کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔"

گور خاں جب خاموش ہوا تب اس کا ایک مشیر اپنی جگہ پر اٹھا۔ وہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا۔ پھر وہ گور خاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"گور خاں! جو کچھ تم نے کہا ہے، تمہارے کے اندازے کے مطابق وہ درست ہی ہو گا۔ لیکن میرے اندازے، میرے خیالات اس سے مختلف ہیں۔ گور خاں! تم مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو نظر انداز کر رہے ہو تو یہ ایک بہت بڑی غلطی اور کوتاہی ہو گی۔

تم جو کہتے ہو کہ خوارزم شاہ نے اپنا شہر ترمذ ہمارے حوالے کر کے ایک طرح سے اپنی کمزوری، اپنی ناتوانی اور اپنی محکومیت پر مہر لگا دی ہے، ایسا نہیں ہے۔ جس وقت اس نے ترمذ شہر ہمارے حوالے کیا تھا اس وقت اس کے لئے حالات مختلف تھے۔ اس کے زیرِ حکومت جو علاقہ تھا وہ ہمارے اور کشلی خاں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت وہ غوریوں کے خلاف بری طرح الجھا ہوا تھا۔ لیکن اب اس نے غوریوں کی سلطنت کو ریت کی دیوار کی طرح گرا مارا ہے...... ان کے سارے علاقوں، سارے شہروں پر وہ قابض ہو چکا ہے۔ اس طرح علاؤ الدین خوارزم شاہ نے جہاں اپنی سلطنت میں وسعت پیدا کی ہے وہاں اپنی عسکری طاقت و قوت میں بھی اضافہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے ترمذ شہر ہمیں بخوشی دے کر وقتی طور پر ہمارے منہ پر ڈھاٹا لگا دیا تھا تا کہ ہم اس کے خلاف نہ بولیں۔ اب وہ طاقت پکڑ چکا ہے تو یاد رکھئے گا، جو ڈھاٹا ترمذ کے نام کا اس نے ہمارے منہ پر باندھا تھا، کسی نہ کسی وقت

حرکت میں آتے ہوئے وہ ڈھاٹا کھولے گا اور زبردستی، بزورِ قوت ترمذ شہر ہم سے لینے کی کوشش کرے گا۔ اس کی طاقت و قوت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ دریائے آمو کو عبور کر کے وہ خم ٹھونک کر تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے مقابلے پر آیا اور کشلی خاں کو اس نے بدترین شکست دی۔ اس وقت کشلی خاں اپنی جنگی تیاریوں میں بری طرح مصروف ہے اور کسی نہ کسی وقت وہ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے کر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئے گا اور اپنی شکست کا بدلہ لے گا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میرا مشورہ یہ ہے کہ فی الحال کشلی خاں کے خلاف حرکت میں نہ آیا جائے۔ اس لئے کہ کشلی خاں اپنی عسکری طاقت اور قوت کو عروج پر لے جا رہا ہے۔ اس طاقت اور قوت کے ساتھ وہ اگر ہمارے ساتھ ٹکراتا ہے تو کہیں ہمیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں۔ فی الوقت ہمیں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے۔ اپنے دونوں دشمنوں کو آپس میں ٹکرانے دینا چاہئے۔ حالات کا انتظار کرنا چاہئے اور دیکھیں، کشلی خاں اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دوبارہ ٹکرانے کے بعد حالات کا رخ کس سمت ہوتا ہے۔ اس کے مطابق ہمیں کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں کا وہ مشیر رکا، پھر کہنے لگا۔

"اس وقت حالات عجیب و غریب رخ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جہاں اس وقت ہمارے دو دشمن ہیں، کشلی خاں اور علاؤ الدین خوارزم شاہ، وہاں کشلی خاں کے بھی دو دشمن ہیں، ہم اور خوارزم شاہ۔ تیسری طرف خوارزم شاہ کے بھی دو بدترین دشمن ہیں، وہ ہم اور کشلی خاں ہیں...... جبکہ اس سے پہلے خوارزم شاہ کے تین دشمن تھے۔ تیسری طاقت غوریوں کی سلطنت تھی، جسے اس نے جھاگ کی طرح بٹھا کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں خوارزم شاہ کے خلاف سوچ سمجھ کر حرکت میں آنا چاہئے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ اس وقت خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔ کشلی خاں اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ٹکرانے کا موقع فراہم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد ان دونوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

گور خاں اپنے اُس مشیر کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اُس کا چوبدار اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ چوبدار نے اپنے ہاتھ میں جو نیزہ پکڑا ہوا تھا، اس

کو داہنے ہاتھ میں لیتے ہوئے خود بھی جھکا اور نیزے کو بھی اس نے خوب زمین کی
طرف جھکایا۔ پھر گور خاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! آپ نے جو سفارت کار مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ کی طرف
بجھوائے تھے، وہ واپس آ گئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔“

اس انکشاف پر گور خاں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر پہلے اس کا جو مشیر
بول رہا تھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم نے جو گفتگو کی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا
لیکن جو سفارت کار میں نے خراج وصول کرنے کے لئے خوارزم شاہ کی طرف روانہ
کئے تھے وہ اب واپس آ گئے ہیں۔ ان سے گفتگو کرتے ہیں، پھر ان سے ہونے والی
گفتگو کی روشنی میں ہم کوئی آخری فیصلہ کریں گے۔“

اس پر وہ مشیر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ چوبدار پیچھے ہٹا، سفارت کاروں کو لے کر آ
اور انہیں گور خاں کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

گور خاں کچھ دیر تک ان سب کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کے
چہرے پر پریشانی اور تفکرات کے آثار بھی نمودار ہو گئے تھے۔ پھر ان سفارت کاروں
مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”میں دیکھتا ہوں کہ جس شخص کو میں نے تمہارا سربراہ بنا کر بھیجا تھا وہ تمہارے
ساتھ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری عمومی حالت اور تمہارے چہرے کے تاثرات سے
بھی میں یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ حالات کچھ ہمارے حق میں نہیں ہیں۔“

اس کے بعد گور خاں کے پوچھنے پر ایک سفارت کار نے وہ سارے حالات تفصیل
کے ساتھ بتا دیئے تھے جو خوارزم شاہ کے دربار میں پیش آئے تھے۔

سارے حالات سن کر گور خاں نے ان سفارت کاروں کو کچھ خالی نشستوں پر بیٹھنے
کے لئے کہا۔ پھر بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار شہاب الدین ہمارے لئے اب ناقابل
برداشت ہو گیا ہے۔ کیا اس کا سر پکی ہوئی فصل اختیار نہیں کر چکا جو کاٹنے کے قابل
گئی ہو؟ اس سے پہلے بھی تو ہمارے جو سفارت کار علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے
آباؤ اجداد سے خراج وصول کرنے کے لئے جاتے رہے ہیں، وہ اسی طرح کا ما

وہاں رکھتے رہے ہیں اور اکثر و بیشتر وہ خوارزم شاہیوں کے حکمرانوں کے پہلو میں جا
کر بیٹھا کرتے تھے۔ ہمارے سفارت کاروں کا ان کے پہلو میں جا کر بیٹھنا بھی ایک
طرح کی عزت افزائی ہے۔ اس بار خوارزم شاہ کے سالار شہاب الدین نے جو ہمارے
سفارت کاروں کے سالار کو گھسیٹ کر نیچے پھینک دیا تو یہ صرف ہمارے سفارت کار ہی
نہیں، ہماری پوری قوم کی تذلیل ہے اور اس کا انتقام علاؤ الدین خوارزم شاہ سے، ہر
صورت میں لیا جائے گا۔“

اتنا کہنے کے بعد گور خاں رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”اس کے علاوہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہمارے سفارت کار کا سر قلم کر کے ایک
طرح سے اپنی سلطنت کے ٹکڑے خود اپنے ہاتھوں سے کر دیئے ہیں۔ اب ہم جب اس
کی سلطنت پر حملہ آور ہوں گے تو چاروں طرف تباہی و بربادی اور خون کے کھولتے
لاووں کے سوا اسے کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اس نے ہمارے سامنے سر اٹھا کر گویا اس
بات کا ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مرکزی شہر خوارزم میں تباہی و
بربادی کے آتش فشاں اُبلتے دیکھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، کچھ سوچا، اپنے سالارِ اعلیٰ تانیکو کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تانیکو! اس دربار کے ختم ہونے کے بعد اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دو۔
عنقریب ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے نکلیں گے اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے
علاقوں میں داخل ہو کر اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اس کے ایک شہر سے دوسرے شہر، اس
کی ایک بستی سے دوسری بستی تک جست و خیز کرتے ہوئے اس کی ساری سلطنت کو
روند کر اپنی قلمرو میں شامل کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں جب خاموش ہوا تب پہلی بار اس کی حسین اور
خوبصورت چھوٹی بیٹی کیرش اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ کبھی دور تھا اور آپ
میں اتنا دم خم اور کس بل تھا کہ آپ خوارزم شاہی سلطنت پر حملہ آور ہو کر اس کے
سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر سکتے تھے۔ لیکن بابا! اب وہ دور گزر چکا
ہے۔ ایک انقلاب آ چکا ہے۔ ذرا غور سے علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت کا جائزہ

لیں۔ جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ تخت نشین ہوا تھا، اس وقت اس کے علاقے زیادہ سے زیادہ مرو سے قزوین اور خیوا سے کاشان تک پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن بابا! اب حالات مختلف ہیں۔ اس کی سلطنت اب مرو سے بہت آگے آرمینیا کے علاقوں تک اور خیوا سے لے کر شیراز، بندر عباس، کرمان حتیٰ کہ بلوچستان کے ساحل سمندر تک پھیل چکی ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ کہنا کہ آپ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اس کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیں گے، ایک ایسا دعویٰ، ایک ایسا زعم اور ظن ہے جس پر کسی بھی صورت عمل نہیں کیا جا سکتا۔''

کیرش لمحہ بھر کے لئے رکی، دم لیا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''بابا! تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کی اصل حیثیت کوئی ہم سے کم نہیں ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا علاؤ الدین خوارزم شاہ کیسے خم ٹھونک کر اس کے سامنے آیا اور اسے بدترین شکست دی۔ اس پر مزید میں یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ اس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس کچھ ایسے سالار ہیں جو ناممکن کو ممکن بنانے کا ہنر جانتے ہیں اور ہمارے سالار رزم گاہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بابا! آپ نے دیکھا اس سے پہلے بیدو خاں دریائے آمو کے اس پار بڑی آسانی سے ترک و تاز کرتا تھا، لوٹ مار کا سلسلہ ہر وقت روا رکھتا تھا اور وہاں سے مال و اسباب سے لدا ہوا واپس آتا تھا۔ لیکن جب علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ان علاقوں کے تحفظ کا بندوبست کیا تو جو ردِ عمل ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ جو لشکر ان علاقوں میں سلطان نے اپنے سالار شہاب الدین مسعود کی سرکردگی میں مقرر کیا اس لشکر نے بیدو خاں اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کیا۔ پھر بیدو خاں کے بھائی کو زعم اٹھا کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ مجھ پر بھی یہی بھوت سوار تھا لہٰذا ہم نکلے، بیدو خاں کا بھائی بھی مارا گیا اور میری بدقسمتی کہ میں اسیر ہوگئی اور ہمارے لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بھی آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اپنے سامنے نیچا دکھاتے ہوئے اس کے علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟''

کیرش جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک بڑے غور سے گور خاں اس کی طرف

دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! اب تُو بھی مجھے بدلی بدلی اور تبدیل شدہ لگتی ہے۔ پہلے کبھی تُو نے اس طرح کی مایوسانہ گفتگو نہیں کی۔ پہلے تُو نے کسی بھی موقع پر مسلمانوں کی تعریف و توصیف نہیں کی۔ اب تم اپنے سالاروں اور لشکریوں پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سالاروں اور لشکریوں کو ترجیح دے رہی ہو ...... یا ایسا اس لئے ہے کہ تم اپنی اسیری کے کچھ دن ان کے اندر گزار چکی ہو اور اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرتی ہو۔''

اپنے باپ کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لئے کیرش شرمساری سی ہوگئی تھی۔ تاہم جلدی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کہنے لگی۔

''بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... میں نے جو کچھ دیکھا اس کا اظہار آپ کے سامنے کیا ہے۔ اس سلسلے میں، میں مسلمانوں یا ان کے سالاروں، لشکریوں کی طرف داری یا تعریف کیوں کرنے لگی؟ ...... بابا! اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گی کہ آپ جو میری بڑی بہن زوزن کا رشتہ عثمان خاں کو نہ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں، میں سمجھتی ہوں یہ فیصلہ بھی درست نہیں ہے۔ آپ ایک بار عثمان خاں سے کہہ چکے ہیں کہ آپ زوزن کو اس سے بیاہ دیں گے۔ اب جب عثمان خاں کو خبر ہوگی کہ ہم نے زوزن کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ عثمان خاں ہمارے خلاف ہو جائے اور ہم سے انتقام لینے کے لئے ہماری کسی مخالف قوت کا ساتھ دینے کا عزم کر لے ...... اس مقصد کے لئے اس کی نگاہیں دو قوتوں پر جم سکتی ہیں۔ وہ تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں سے بھی اتحاد کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ کشلی خاں کی سرحدیں قریب ہی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اس سلسلے میں ہمارے خلاف علاؤ الدین خوارزم شاہ سے بھی اتحاد کرتے ہوئے اس کا حلیف بن کر ہمارے خلاف اٹھ سکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں ہماری عسکری طاقت کو ضرب نہ لگے گی؟ ...... عثمان خان سمرقند کا حاکم ہے۔ سمرقند ایک بہت بڑا شہر ہے اور اس کے اندر ایک خاصا بڑا لشکر ہے اور جو لشکر اس وقت سمرقند میں ہے وہ سارے کا سارا تقریباً مسلمانوں پر مبنی ہے۔ وہ پورا لشکر بھی عثمان خان کی طرف داری کرتے ہوئے ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ سمرقند کی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ وہ لوگ بھی عثمان خان کی حمایت کرتے ہوئے ہمارے خلاف اٹھ سکتے ہیں۔

بابا! بات یہیں پر نہیں ختم ہو جائے گی۔ سمرقند کے معاملات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہمارے دوسرے بڑے مسلم شہر بخارا میں بھی یہی حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ بخارا کا حاکم بھی مسلمان ہے۔ ہو سکتا ہے اس سلسلے میں عثمان خان، بخارا کے مسلمان حاکم سے گٹھ جوڑ کر لے اور پھر آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی بخارا کے کئی لوگ خفیہ طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے نامہ و پیام کر چکے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے جن میں زیادہ تر بخارا کے علماء شامل ہیں انہوں نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف قاصد بھجوائے تھے کہ بخارا اور سمرقند دونوں شہروں کو وہ غیر مسلم کے تسلط سے نجات دلائے۔ میرے خیال میں علاؤ الدین خوارزم شاہ جب دیکھے گا کہ اس کی قوت ایسی ہو گئی ہے کہ وہ ہم سے ٹکرا سکتا ہے تو وہ ہر صورت میں بخارا اور سمرقند ہمارے قبضہ سے نکالنے کے لئے ہم پر حملہ آور ہو گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے کیرش کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ قصر کے اس کمرے کے دروازے پر دو مسلح جوان نمودار ہوئے تھے۔ اس موقع پر چوبدار نے انہیں روکنا چاہا لیکن گور خاں نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس لئے کہ آنے والے دونوں جوان گور خاں کے مخبر تھے اور گور خاں نے حکم دیا کہ ان دونوں کو اندر آنے دیا جائے۔

اس پر عزت اور احترام کے ساتھ چوب دار ان دونوں کو اندر لے گیا اور گور خاں کے سامنے انہیں کھڑا کر دیا۔ ان دونوں نے خوب زمین کی طرف جھک کر گور خاں کو تعظیم دی۔ یہاں تک کہ ان کی سماعت سے گور خاں کی آواز ٹکرائی۔

"میں نہیں جانتا تم دونوں میرے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہو یا بری۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو، کہو۔ میں غور سے سنوں گا۔"

اس پر ان دونوں میں سے ایک بول اٹھا۔

"مالک! ہم یقیناً بری خبر ہی لے کر آئے ہیں ...... اس سے پہلے یقیناً جو ہمارے سفارت کار واپس آئے ہیں، انہوں نے آپ کو ایک بری خبر سنا دی ہو گی کہ سفارت کاروں کے سربراہ کو علاؤ الدین خوارزم شاہ نے قتل کرا دیا ہے۔ اب دوسری بری خبر یہ ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکل کر ہمارے علاقوں کا رخ کرنے والا ہے۔ سب سے پہلے وہ ترمذ شہر پر حملہ آور ہو گا اور ترمذ شہر کو ہم سے واپس لینے کی کوشش کرے گا۔ ہم آپ پر یہ بھی انکشاف کر

دیں کہ اب اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ آنے والے دور میں وہ کبھی ہمیں خراج نہیں دے گا۔ بلکہ اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ طویل گفتگو کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اب ہم سے خراج وصول کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تو گور خاں بڑے تعجب اور حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"علاؤ الدین خوارزم شاہ کی یہ ہمت اور جرأت کہ وہ ہمارے علاقوں پر دست درازی کرنے کی جرأت اور جسارت کرے۔ اگر وہ ایسا کر چکا ہے تو پھر اس کی موت اسے ترمذ کی طرف بلا رہی ہے۔"

گور خاں رکا، کچھ سوچا پھر مخبروں کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے پاس کس قدر لشکر ہے اور کب تک وہ ترمذ پہنچ پائے گا؟"

اس بار دوسرا مخبر بول اٹھا۔

"مالک! اس کے پاس خاصا بڑا لشکر ہے ...... اس کے بڑے بڑے نامی گرامی سالار اس لشکر میں شامل ہیں۔ اس لشکر کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ بڑے اہتمام اور بڑے طریقے وسلیقے سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ آگے بڑھنے کی اس کی رفتار کوئی زیادہ تیز نہیں ہے۔ بڑے آرام اور سکون سے اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے وہ ترمذ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس موقع پر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اس کا ہدف صرف ترمذ شہر ہی نہیں ہے۔ اس موقع پر شاید یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ سمرقند اور بخارا دونوں شہروں کے جو لوگ خفیہ طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور اس سے التجاء و درخواست کرتے رہے ہیں کہ ان دونوں شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں ہمارے تسلط سے نجات دے اس بناء پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ترمذ پر حملہ آور ہونے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ دم نہیں لے گا بلکہ سمرقند اور بلخ کو بھی اپنی ضرب کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا۔"

مخبر کے خوش ہونے پر بے پناہ غصے اور غضب ناکی کے اظہار میں گور خاں بول اٹھا تھا۔

"سمرقند اور بخارا پر تو وہ اس وقت ضرب لگانے کے قابل ہو گا جب ترمذ کے نواح میں اسے کامیابی نصیب ہو گی۔ جب ہم ترمذ شہر کے نواح میں اسے بدترین شکست

دیتے ہوئے اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اسے بھاگ پر مجبور کر دیں گے تو پھر علاؤ الدین خوارزم شاہ کہاں سے جرأت اور جسارت لائے گا کہ ترمذ سے اٹھ کر وہ سمرقند یا بلخ کو اپنا ہدف بنانے کی جرأت کرے۔"

گور خاں رکا، کچھ سوچا پھر لمحہ بھر کے لئے اس کی نگاہیں اپنے لشکریوں کے سالار اعلیٰ تانیکو پر جم گئیں پھر تانیکو کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

"تانیکو! آج ہی ایک لشکر مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے ترتیب دو اور اسے مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ کرو۔ ہمارا یہ مقدمتہ الجیش ایک طرح سے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کرے گا۔ کبھی ان کے سامنے کی طرف سے ضرب لگائے، کبھی اپنے بائیں سے، کبھی شب خون مارے کبھی دن کے وقت گھات میں رہتے ہوئے انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس طرح علاؤ الدین خوارزم شاہ کے آگے بڑھنے کی رفتار سست ہو جائے گی۔ اتنی دیر تک ہم اپنے لشکر کے ساتھ ترمذ پہنچ کر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کی منصوبہ بندی آخری شکل دے لیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی گور خاں نے اپنا وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

اجلاس والے کمرے سے نکل کر جس وقت کیرش اپنی خوابگاہ میں داخل ہوئی اس کے پیچھے پیچھے اس کی بڑی بہن زوزن بھی چلی آئی تھی۔ اتنی دیر تک کیرش ایک نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ زوزن آگے بڑھ کر کیرش کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی اس دوران زوزن عجیب سے انداز میں کسی قدر گہری نگاہوں سے کیرش کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر کیرش مسکرائی پھر زوزن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میری بہن! تم تو میری طرف اس طرح دیکھ رہی ہو جیسے میں تمہارے لئے اجنبی ہوں۔ میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں۔ میں کوئی اجنبی لڑکی ہوں اور جس کے سراپا کا بڑے غور سے جائزہ لے رہی ہو۔"

جواب میں زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! بات کچھ ایسی ہی ہے۔ تم پہلے والی کیرش نہیں رہی ہو۔ اب واقعی تم اجنبی کیرش ہو گئی ہو۔ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ تمہارے اندر کافی تبدیلی

انقلاب رونما ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ تو میں نے چند دن پہلے ہی لگا لیا تھا لیکن آج جو گفتگو تم نے بھرے دربار میں بابا سے کی اس گفتگو کو سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی تمہارے اندر ایک تبدیلی ہے۔ کیرش! تم مری چھوٹی بہن ہو۔ مجھے بڑی عزیز اور پیاری بھی ہو۔ اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو اسے راز اور بھید تو نہ رکھو گی۔ سچ سچ بتا دینا میری بہن! جھوٹ نہ بولنا۔ کیا مسلمانوں کے لشکر میں تم کسی کی چاہت اور محبت میں مبتلا ہو چکی ہو؟"

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی۔ اپنی جگہ سے اچھلنے کے انداز میں اس نے تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا، منہ سے کچھ نہ بولی پھر اس کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! اس طرح نہیں۔ جو کچھ میں نے تم سے پوچھا ہے اس کا اظہار اس طرح نہیں ہونا چاہئے۔ میں تو تمہاری زبان سے کچھ سننے کی متمنی ہوں۔ کیرش! تم میری بہن ہو۔ میری جان سے بھی زیادہ مجھے عزیز ہو۔ اگر تم یہ خوف کھاتی ہو کہ میں تمہارے راز کو، تمہارے بھید کو عیاں کر دوں گی تو یہ تمہاری بھول اور نا سمجھی ہے۔ تم حقیقت سے پردہ اٹھاؤ، پھر دیکھو میں کیسے تمہارا ساتھ دیتی ہوں۔"

اس موقع پر کیرش نے گردن سیدھی کی، تھکی تھکی نگاہوں سے زوزن کی طرف دیکھا پھر دھیمے لہجے میں بول اٹھی۔

"میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے، میں واقعی محبت کی اس الجھن میں پڑ چکی ہوں"

جواب میں زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔ "کیرش! اگر اس موقع پر میں یہ کہوں کہ جس شخص کی محبت میں تم مبتلا ہو چکی ہو وہ یقیناً شہاب الدین مسعود ہے تو کیا یہ درست ہو گا؟"

اس بار کیرش کے حسین اور خوبصورت لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پہلے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر پہلے جیسے دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

"ہاں...... یہ بھی درست ہے۔"

کیرش سے یہ جواب سن کر زوزن تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی، مسکراتی رہی جبکہ خود کیرش تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی یہاں

تک کہ زوزن کی آواز پھر سنائی دی۔

’’حیرت کا مقام ہے جس شخص کی تم گردن کاٹنے کو دوڑ رہی تھی، محبت کے معاملے میں تم اسی سے ملوث ہوگئی۔ اس نے بیدو خان کو بھرے دربار میں تیغ زنی میں زیر کیا۔ کیا اس موقع پر تم نے بیدو خان کو اس کی گردن کاٹنے کے لیے کہا تھا ...... بیدو خان لشکر لے کر اس کی گردن کاٹنے کے لیے گیا بھی پر اپنی گردن کٹوا بیٹھا ...... اس کے بعد تمہارے انتقامی جذبے نے مزید جوش مارا ...... بیدو خان کے بھائی کو لے کر تم نکلی وہ بھی مارا گیا اور تم اسیر ہوگئی۔ تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہارے جذبات میں یہ جو تبدیلی اور انقلاب رونما ہوا ہے یہ سب کچھ اسیری کے دوران ہی ہوا ہے۔‘‘

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش کسی قدر سنجیدہ ہوگئی تھی، کچھ سوچا پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھی۔

’’میری بہن! معاملہ ایسا نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جس وقت اس نے ہمارے دربار میں بیدو خان کو تیغ زنی میں شکست دی تھی اسی وقت میرے ذہن میں ہلکی سی ایک تبدیلی ضرور آئی تھی۔ اس لیے کہ اس سے پہلے میں بیدو خان کو سب سے عمدہ تیغ زن خیال کرتی تھی اور میں نے اپنے زعم، اپنے ظن میں یہ ٹھان رکھا تھا کہ بیدو خان ناقابل تسخیر ہے۔ ایسا شاید میں اس لیے سوچ بیٹھی تھی کہ مجھے اس سے منسوب کر دیا گیا تھا لیکن جب شہاب الدین نے اسے بھرے دربار میں تیغ زنی کے مقابلے میں ہرایا اور ذلیل و رسوا کیا اس وقت واقعی وقتی طور پر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا تھا اس لیے کہ اپنے ذہن میں میں نے بیدو خان سے متعلق جو اوہام اور ظنون پر ایک عمارت بنا رکھی تھی وہ جب ایک دم سے گری تو میں حیرت زدہ ہوئی، اسی حیرت زدگی میں میں شہاب الدین کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے پر تیار ہوگئی تھی لیکن حالات شہاب الدین کے حق میں اور ہمارے خلاف تھے۔ بیدو خان کا بھائی بھی مارا گیا ...... میں اسیر ہوگئی اور پھر اسیری کے دوران زوزن میری بہن، میرے ذہن میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہوا۔

میں شہاب الدین کی دلیری، جرأت مندی، اس کی طاقت وقوت اور تیغ زنی میں اس کی مہارت اور ہنرمندی کی تو پہلے ہی قائل تھی کیونکہ اس کا نمونہ وہ ہمارے دربار میں بیدو خان سے مقابلہ کر کے دکھا چکا تھا لیکن جب میں اس کے پاس اسیر ہوگئی

تو میری بہن! اس وقت میں پوری طرح اس کے قبضے، اس کی گرفت میں تھی۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی رکھتی ہوں اور اسے یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ میں نے اس کی گرد کاٹنے کا اعلان کر رکھا ہے پر جب میں اسیر ہوئی اور اس نے مجھ سے ملاقات تک نہ کی تو میری حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ زوزن میری بہن! اسیری کے دوران وہ میری خوبصورتی و میرے حسن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے میری عزت وعصمت سے محروم کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ...... میں اس کی گردن کاٹنے کا اعلان کرتی تھی، جواب میں وہ بھی اسیری کے دوران میری گردن کاٹ سکتا تھا ...... اس نے ایسا بھی نہیں کیا اور تیسری اور سب سے بڑی بات جس نے مجھے متاثر کیا وہ یہ کہ جتنے دن میں اس کے ہاں اسیر رہی اس نے مجھ سے ایک ملاقات بھی نہ کی، نہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے آیا، نہ ہی کوئی طنزیہ گفتگو کی کہ میں انتقام لینا چاہتی تھی، اسیر بنا دی گئی۔ تاہم وہاں قیام کے دوران اس نے مجھے بہترین آسائشیں اور ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔

میری بہن! جس دن اس نے مجھے رہا کیا، اس دن بھی وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا، میں اس کے اسی اخلاق و کردار سے بے حد متاثر تھی ...... اس سے مل کر اپنے رویئے کی معافی مانگنا چاہتی تھی، میں نے اس کے آدمی سے پوچھا بھی کہ ان کا سالار شہاب الدین کہاں ہے...... میں اس سے ملنا چاہتی ہوں تو مجھ سے کہا گیا کہ اپنے علاقوں میں داخل ہونے سے پہلے وہ مجھ سے ضرور ملے گا۔

اس طرح اس کے مسلح جوان مجھے دریائے آمو کے پل پر لے آئے ...... وہاں میں نے دیکھا وہ اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ بس وہاں اس نے مجھ سے الوداع کہا۔ اس موقع پر بھی اس نے لاف و کذاف پر مبنی کوئی گفتگو نہ کی۔ زوزن، میری بہن! اس کے اسی کردار، اس کے اسی رویئے نے مجھے ایسا متاثر کیا کہ میں اس کی طرف مائل ہوگئی۔

میری بہن! ذرا اپنے ہاں کے تمدن کا بھی جائزہ لو، اگر ہمارے کسی دشمن کی خوبصورت اور حسین لڑکی اس طرح ہمارے ہاں اسیر ہو کر رہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کی عزت و اس کی آبرو محفوظ رہ سکتی ہے ...... ہرگز نہیں۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رک گئی، پہلے کی نسبت زیادہ اداس اور افسردہ ہوگئی،

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے زوزن بھی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

''اب کیا ہوا...... تمہارے چہرے کا رنگ اچانک تبدیل ہو گیا ہے۔'' کیرش نے اس موقع پر ایک لمبا سانس لیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میری بہن! میں اپنے آپ کو اس کی محبت میں مبتلا کر چکی ہوں لیکن اب سوچتی ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوگا ...... نہ شہاب الدین کو خبر ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگی ہوں اور نہ ہی ہمارے حالات ایسے ہیں کہ میں اس سے ملاقات کر سکتی ہوں ...... جب میں اس سے مل ہی نہ پاؤں گی، اس پر اپنے جذبات کا اظہار ہی نہیں کر پاؤں گی تو کیسے میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہوں......؟''

زوزن نے اس موقع پر اس کا شانہ تھپتھپایا، کہنے لگی۔ ''اتنی جلدی پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... دیکھو حالات کیا کروٹ لیتے ہیں، ہوسکتا ہے حالات خود ہی کوئی ایسا موقع پیدا کر دیں کہ تمہیں شہاب الدین سے مل کر اپنے جذبات کے اظہار کا موقع مل جائے۔''

''میرا اندازہ ہے کہ ایک اور لڑکی بھی شہاب الدین کو پسند کرتی ہے۔'' کیرش نے غور سے زوزن کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

''کیا اس کے شہاب الدین کے پسند کرنے پر بھی تم پریشان اور فکرمند ہو......؟'' زوزن نے غور سے کیرش کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔

اس موقع پر کیرش نے اپنے سر کو جھٹکا، نفی میں گردن ہلائی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''نہیں ...... ہرگز نہیں! وہ لڑکی بہت اچھی ہے، اس کی گفتگو سے اندازہ لگاتی ہوں کہ وہ شہاب الدین کی طرف مائل ہے۔''

''وہ لڑکی کون ہے ...... کہاں رہتی ہے ...... تمہاری اس سے کہاں ملاقات ہوئی......؟'' بڑی تیزی سے زوزن نے اس سے پوچھ لیا تھا۔

''اس سے میری ملاقات اسیری کے دوران ہوئی ...... جن بستیوں پر بیدون حملہ آور ہوا تھا اور ان کی لوٹ کھسوٹ کی تھی، ان بستیوں کا ایک سردار ہے، نام اس کا حسام الدین ہے ...... وہ لڑکی اس کی بیٹی ہے، نام اس کا سدورہ ہے ...... انتہائی خوبصورت، پرکشش، دراز قد اور اعلیٰ شان دار شخصیت کی مالک لڑکی ہے۔''

''وہ اکثر و بیشتر شہاب الدین سے ملتی بھی رہتی ہو گی......؟'' اس بار کریدنے کے انداز میں زوزن نے پوچھ لیا تھا۔

''ہاں! یقیناً وہ شہاب الدین سے ملتی رہتی ہے اور وہ سب لوگ شہاب الدین کو امیر کہہ کر پکارتے ہیں۔''

''اگر شہاب الدین نے اس لڑکی سے شادی کر لی جس کا نام تم نے ابھی ابھی سدورہ بتایا ہے تب......؟'' زوزن نے کیرش کے جذبات کا اندازہ لگانے کے لیے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میرے جذبات پہلے جیسے ہی رہیں گے۔ اگر وسدورہ شہاب الدین کے قریب ہوتی ہے اور شہاب الدین اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہیں تو زوزن میری بہن! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ میں تو سدورہ سے مل کر اس سے التجاء کروں گی کہ وہ شہاب الدین سے محبت میں مجھے اپنا شریک اور ہمسفر بنا لے۔''

کیرش جب خاموش ہوئی تو زوزن تھوڑی دیر تک فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تو نے جن جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے، ان کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تم ایک روز اپنی محبت میں کامیاب ضرور ہو گی، اس لیے کہ تم میں رقابت کا جذبہ نہیں ہے اس بنا پر تم یقیناً سدورہ کے ساتھ مل کر شہاب الدین کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لیے تیار ہو۔'' یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، کچھ سوچا، دوبارہ اس نے کیرش کو مخاطب کیا۔

''کیرش، میری بہن! سب سے پہلے تو میں تمہاری شکرگزار ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کے ایک بہترین بھید کا مجھے رازدار بنایا، اب میں بھی تم پر اپنی زندگی کے ایک راز سے پردہ اٹھاتی ہوں ...... ساتھ ہی تم سے التجاء بھی کرتی ہوں کہ وہ راز، راز رکھنا ورنہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی پھر بڑی انکساری اور عاجزی میں زوزن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''زوزن! تم میری بڑی بہن ہو ...... تمہارا احترام و تمہاری عزت مجھ پر واجب

ہے ...... میں تمہارے راز کو کیسے فاش کر سکتی ہوں ...... تمہاری زندگی مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے ...... کہو! تم کس راز سے پردہ اٹھانا چاہتی ہو۔"

کیرش کے ان الفاظ سے زوزن کو کچھ حوصلہ ہوا کہنے لگی۔ "کیرش! جس وقت پہلی بار شہاب ہمارے ہاں ایک سفیر کی حیثیت سے آیا تھا اور بیدو خان سے اس کا تیغ زنی کا مقابلہ ہوا تھا، اس کے بعد جب وہ واپس جانے کے لیے روانہ ہوا تھا تو تمہیں یاد ہوگا کہ ہمارے باپ نے بیدو خان کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے کچھ مسلح جوان شہاب الدین کے پیچھے لگا دے جو اسے دریائے آمو کے پل کے پاس اس قدر زخمی کریں کہ زخمی حالت میں شہاب الدین اپنے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد تھوڑا سا آگے جا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

اس پر کیرش کہنے لگی۔ "ہاں! مجھ سب کچھ یاد ہے اور بیدو خان نے اس کے پیچھے اپنے آدمی بھی لگا دیئے تھے لیکن شہاب الدین نے کمال ہمت و جوانمردی کا مظاہرہ کیا، ان سب کا خاتمہ کر کے اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔"

زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔ "میری بہن! ایسا نہیں ہے، جس وقت شہاب الدین ہمارے دربار سے نکل کر گیا تھا اور بیدو خان اس کے پیچھے مسلح جوان روانہ کرنے کے لیے نکلا تھا، اس وقت میرے دل میں ایک جذبہ سا اٹھا تھا کہ ایسے تیغ زن، ایسے بے مثال و جنگجو و طاقتور اور دلیر انسان کو اس طرح دھوکہ دہی سے کام لے کر ہلاک نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا جس وقت دربار برخواست ہوا تو میں نے اپنے اعتماد کے کچھ لوگوں کو پل کی طرف بھجوایا جہاں انہوں نے بیدو خان کے آدمیوں پر تیراندازی کر کے انہی ہلاک کر دیا اور شہاب الدین بخیریت اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔"

زوزن کے اس انکشاف پر کیرش ایسی خوش ہوئی کہ آگے بڑھ کر اس نے زوزن کو لپٹا لیا، کئی بار اس کی پیشانی، اس کا منہ چوما پھر علیحدہ ہوئی، کہنے لگی۔

"زوزن! ایسا کر کے تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے ...... یقیناً تو نے بہت اچھا بروقت اور مناسب قدم اٹھایا تھا۔"

اس پر زوزن اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔ "آؤ اب لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ وہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حملہ آور ہونے سے متعلق کیا تاثرات ہیں ...... کچھ دیر تک بابا بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔" کیرش نے اس سے اتفاق کیا پھر

دونوں بہنیں قصر کے اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ گورخان کے سفارتکاروں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے لشکر کی تیاریوں میں لگ گیا۔ اس نے اب فی الفور گورخان سے تین شہر ترمذ و بخارا اور سمرقند لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جہاں تک بخارا اور سمرقند کا تعلق ہے تو اس سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ چونکہ ماوراء النہر کا پورا علاقہ خطا کے ترکوں کی حکومت میں شامل تھا۔ لہٰذا بخارا اور سمرقند بھی جو اسلامی علوم وفنون کے مرکز تھے ان کے تحت چلے آرہے تھے اور یہ خطا کے ترک ایسے ظالم اور مسلمانوں سے ناروا سلوک رکھتے تھے۔ کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دور تک گورخان مارا جا چکا تھا اور اس کی بیٹی حکمران بن گئی تھی لیکن دوسرے مؤرخین لکھتے ہیں کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کے زمانے تک گورخان باقاعدہ زندہ رہا اور سلطان سے مقابلہ کرتا رہا۔

بہرحال سمرقند اور بخارا دونوں مسلمانوں کے شہر تھے اور گورخان کی طرف سے وہاں حاکم بھی مسلمان تھے۔ ان دونوں شہروں میں عوام کی غالب اکثریت بھی مسلمان تھی اس کے باوجود دونوں شہروں کے مسلمانوں سے سخت غیر ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بخارا کا حاکم کمزور اور ابن الوقت قسم کا آدمی تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنے ہم مذہبوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا، الٹا اپنے ظالم آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کو ستاتا اور دکھ دینا اپنا فرض عین خیال کرتا تھا۔

ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں کی نظریں سلطان علاؤالدین پر لگی تھی، کئی خفیہ پیغام بھی سلطان تک پہنچے اور کئی وفد بھی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ خطا کے ترکوں سے ان کو نجات دلائے۔

جہاں تک سمرقند کے مسلمان حاکم عثمان خان کا تعلق ہے، اس سے متعلق مؤرخین کا کہنا ہے کہ اگرچہ وہ بھی ترکانِ خطا کے ماتحت تھا لیکن بخارا کے حاکم کی نسبت وہ کسی قدر ہمدرد، رحم دل اور مسلمانوں کا خیرخواہ تھا۔ اس سے اپنے ہم مذہبوں کی ذلت و رسوائی نہیں دیکھی جاتی تھی، وہ بھی خفیہ طور پر علاؤالدین خوارزم شاہ سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا۔

عثمان خان بھی سلطان علاؤالدین کو اپنے علاقوں کے حالات سے باخبر رکھتا اور لشکر کشی کے لیے باقاعدہ اکساتا رہتا تھا۔ دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی الت اپنی مملکت میں مضبوط اور مستحکم نہ ہوئی تھی کہ جس کی بنا پر وہ بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے معاملے کو ٹالتا چلا آ رہا تھا، اب جب سلطان علاؤالدین نے گورخان کے سفیر کو قتل کر دیا اور ساتھ ہی ماوراءالنہر کے مسلمانوں کا اصرار حد سے بڑھ گیا کہ سلطان خطا کے ترکوں سے انہیں نجات دے۔ تب سلطان نے مناسب سمجھا کہ وہ خطا کے ترکوں سے ضرور ٹکرائے گا اور ان سے اپنے تین شہر ضرور واپس لے گا۔

اب سلطان کے لیے مسئلہ یہ تھا کہ ترمذ شہر تو اس کا اپنا تھا جو اس نے گورخان کو دیا تھا، اس کو واپس لینے کا وہ تہیہ کر چکا تھا، بخارا کا مسلمان حاکم گورخان کا سختی سے طرفدار تھا۔ جہاں تک سمرقند کے حاکم عثمان خان کا تعلق ہے تو وہ ہمدرد اور رحمدل ضرور تھا لیکن متلون مزاج بھی تھا، کسی ایک معاملے پر مستقل رہتے ہوئے کام کرنے کا عادی نہ تھا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے پہلے اپنی مملکت میں کچھ تقرریاں کیں تا کہ گورخان سے ٹکراتے ہوئے مملکت کے اندر استحکام ہو، امن رہے۔ اس سلسلے میں اس نے تاج الدین علی شاہ کو طبرستان اور جرجان کا حاکم مقرر کیا۔ کنر تک کو نیشاپور کا امیر۔ چلتک کو مدینہ الجان کا، خرمیل کو ہرات کا بندوبست سپرد کیا۔ امین الدین ابوبکر جو بہترین سالار تھا اسے وقتی طور پر زوزن کے علاقے کا حاکم تو مقرر کر دیا تھا لیکن اس کی طرف سے کسی اور شخص کو زوزن روانہ کر دیا گیا تھا اور امین الدین ابوبکر کو سلطان نے لشکر ہی میں رکھ لیا تھا۔

ان سارے انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد سلطان علاؤالدین نے اپنے لشکر کو ترتیب دیا، اس کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکلا اور ترمذ شہر کا رخ کیا تھا۔ دوسری طرف گورخان کو اپنی طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں، اس کی سلطنت بڑی وسیع تھی۔ ایک طرف اس کے علاقے صحرائے گوبی کو مس کرتے تھے دوسری طرف ماوراءالنہر کا تقریباً سارا ہی علاقہ اس کی عملداری میں تھا۔ اس کے پاس علاؤالدین خوارزم شاہ سے کہیں بڑی عسکری قوت تھی۔ اس بنا پر جب اسے

علاؤالدین خوارزم شاہ کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے اس پیش قدمی کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس موقع پر گورخان نے دو قدم اٹھائے۔ پہلا یہ کہ ایک لشکر اس نے ترمذ شہر کے نواح میں متعین کیا۔ ایک اور لشکر کو اس نے اپنے ایک تجربہ کار سالار کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے مقدمتہ الجیش کا نام دیا اور اسی مقدمتہ الجیش کو اس نے روانہ کیا تا کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کی راہ روکے۔

گورخان یہ خیال کیے ہوئے تھا کہ اس نے اپنے جس لشکر کو مقدمتہ الجیش کا نام دیا ہے وہ لشکر ہی علاؤالدین خوارزم شاہ کو شکست دے کر مار بھگائے گا اور جو لشکر اس نے ترمذ شہر کے نواح میں متعین کیا ہے اس کے جنگ میں حصہ لینے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ گورخان کے تکبر اور غرور کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ کو بھی اپنے مرکزی شہر اخلاط ہی میں رکھا اور کچھ دوسرے سالاروں کے تحت دو لشکر ترتیب دے کر ایک کو ترمذ میں مقیم کر دیا۔ دوسرے کو مقدمتہ الجیش کا نام دے کر خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بھی گورخان جیسا ہی قدم اٹھایا، اسے جب اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ گورخان دو لشکروں کو حرکت میں لایا ہے، ایک لشکر اس نے ترمذ میں متعین کر دیا ہے۔ دوسرے کو مقدمتہ الجیش کا نام دے کر سلطان پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہے تب اس نے بھی اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے مقدمتہ الجیش کا نام دیا۔ اس کا سالار اور کماندار شہاب الدین مسعود کو بنایا۔ منصور ترکی کو اس کے تحت کیا اور انہیں گورخان کے مقدمتہ الجیش پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اس طرح سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان کے مقدمتہ الجیش ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے آندھی اور طوفان کی طرح ایک دوسرے کی طرف بڑھے تھے۔

دونوں مقدمتہ الجیش آخر کار ایک دوسرے کی راہ روک کے کھڑے ہوئے۔ خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان نے تو اپنے مقدمتہ الجیش کو اس لیے روانہ کیا تھا کہ وہ سلطان علاؤالدین سے ٹکرائے گا اور اسے شکست دے کر مار بھگائے گا۔ اس لیے کہ اسے اپنی طاقت وقوت کا بڑا زعم اور گھمنڈ تھا۔ وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط میں اپنے عزیز واقارب کے علاوہ اپنے بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ بالکل مطمئن تھا اور اسے

یقین تھا کہ جو مقدمتہ الجیش اس نے سلطان علاؤالدین پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہے وہ ضرور سلطان کو شکست دے کر اسے خوارزم کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔

جب دونوں مقدمتہ الجیش ایک دوسرے کے سامنے آئے تب وقت کی آنکھ نے دیکھا گور خان کے مقدمتہ الجیش کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کی خاطر اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ شہاب الدین نے سب سے پہلے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا پھر جنگ کی ابتدا سے پہلے وہ منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''منصور میرے بھائی! اس میں کوئی شک نہیں کہ گور خان کے مقدمتہ الجیش کی تعداد ہم سے زیادہ ہے لیکن ہم نے ان کی عددی فوقیت کو کوئی حیثیت نہیں دینی۔ لشکر کے میں نے دو حصے کر دیئے ہیں۔ ایک حصہ میرے تحت، دوسرا تمہاری کمانداری میں کام کرے گا۔ اپنے حصے کے لشکریوں کو بتا دینا کہ گور خان کے مقدمتہ الجیش کی عددی فوقیت سے ہرگز مرعوب نہ ہونا۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو یہ خطا کے ترک ہمارے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکیں گے۔ جہاں تک خطا کے ترکوں کا تعلق ہے تو کسی بھی صورت یہ ہم پر فوقیت نہیں رکھتے۔ جہاں یہ ترک ہیں، ہم بھی ترک ہیں۔ ہمیں ان پر فوقیت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور کسی خاص مقصد اور کسی خاص مدعا کے سامنے رکھتے ہوئے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں لہٰذا میرا دل کہتا ہے کہ اس ٹکراؤ میں کامیاب ہم ہی رہیں گے۔'' شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''منصور، میرے عزیز بھائی! اب میں اور تم اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو مزید دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ پہلے ہی میرے اور تمہارے پاس ہوگا جو مزید دو حصے بنائیں گے، انہیں اپنے چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں رکھیں گے۔ جو حصے کو جو میرے لشکر سے اٹھے گا، اسے میں اپنے بائیں جانب اور تم اس حصے کو اپنے دائیں جانب رکھنا۔ اس طرح جو حصے چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں ہوں گے وہ ہم دونوں کے درمیان رہیں گے۔

اب ہمارا جنگ کا طریق کار کچھ اس طرح ہوگا کہ پہلے پوری طاقت وقوت سے دشمن سے ٹکرائیں گے، دشمن چونکہ ہم پر عددی فوقیت رکھتا ہے، میرا خیال ہے صفیں

درست کرتے ہی وہ جنگ کی ابتدا کرے گا اور ہم پر حملہ آور ہونے میں وہ پہل کرے گا۔ کچھ دیر تک چاروں گروہ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اس کے بعد دونوں چھوٹے سالار جو میرے اور تمہارے درمیان ہوں گے وہ کچھ اس طرح پیچھے ہٹنا شروع ہوں گے گویا وہ گور خان کے لشکریوں کا دباؤ برداشت نہ کر سکے ہوں۔ اس طرح میرے اور تمہارے درمیان ایک خلاء پیدا ہو جائے گا۔ اس خلاء کو پر کرنے کے۔ یہ یقیناً گور خان کے لشکری ان خلاء میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے چھوٹے سالاروں نے اپنے لشکریوں کو پیچھے لے جاتے ہوئے جو خاصہ بڑا خلاء پیدا کر دیا ہوگا جب میرے بھائی تم دیکھو کہ وہ خلاء دشمن کے لشکریوں سے بھر گیا ہے تو تب تم ایک دم اپنا رخ پلٹنا اور دائیں جانب حملہ آور ہو جانا۔ اسی موقع پر میں بھی اپنے اندر ایک تبدیلی کروں گا اور بائیں جانب حملہ آور ہو جاؤں گا۔ اس طرح دشمن کا وہ لشکر جو ہمارے دو چھوٹے سالاروں کے تعاقب میں ہم دونوں کے اندر تک گھس آیا ہوگا اس کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، اسے ہم لوگ موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر کہنے لگا۔

''منصور میرے بھائی! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ آخری نہیں، ردوبدل کرنا چاہو تو اس میں کر سکتے ہو۔ اس لیے کہ تم ایک عمدہ سالار ہو اور جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ویسے بھی کوئی اچھی اور عمدہ دلیل لا سکتے ہو۔''

منصور مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میرے پاس فی الوقت اس سے عمدہ اور اچھی تجویز نہیں ہے، سو اسی پر عمل کر کے دیکھتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں اپنے حصے کی طرف گئے، اپنے اپنے حصے کے لشکر کے مزید حصے کیے۔ اس کے بعد اپنے اپنے حصے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ دشمن کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جنگ کی ابتداء خطا کے ترکوں کے سالاروں نے کی۔ خطا کے ترک چونکہ اپنے آپ کو قوت و عظمت کی پرشکوہ علامت خیال کرتے تھے لہٰذا جنگ کی ابتدا کرنے کا فیصلہ انہوں نے کیا۔ اس طرح خطا کے ترک حملہ آور ہونے کے لیے پہل کرنے میں آگے بڑھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خطا کے ترک مسلمانوں پر نفرتوں کی چاہتوں، عذاب راتوں کے خونی دکھ، بھوک وقحط بھرے ساموں کے ہجوم اور ہوش و

دانش سے محروم سازشی عناصر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف شہاب الدین اور منصور نے پہلے طوفانی انداز میں تکبیریں بلند کیں پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی انا کی آگ، قضاء کے طوفان، موجوں کے پیچ و تاب کی سی سرفروشی اور جان کشی صف در صف نکلتی سرکش، طغیانیوں اور انقلابی طوفان کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر سلگتی سانسیں تمام ہونے لگی تھیں۔ لمحے خون آلود ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ساعتیں غبار اڑانے لگی تھیں۔ ہر کوئی دوسرے کے درپہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک گھمسان کا رَن پڑتا رہا۔ اس دوران گور خان کے سالار کسی قدر مایوسی کا شکار ہوئے اس لیے کہ وہ تو امید لگائے ہوئے تھے کہ چونکہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں لہٰذا سلطان کا جو لشکر ان کے سامنے آیا ہے وہ چند لمحے بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا لیکن جب اس لشکر نے ان کے حملوں کو روکتے ہوئے جوابی کارروائیاں بھی کرنی شروع کیں تب گور خان کے سالاروں کو کسی قدر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ عین اسی لمحہ گور خان کے لشکریوں کو امید کی کرن دکھائی دی اور انہیں یہ یقین ہونے لگا کہ اب ان کی فتح و کامیابی یقینی ہے۔ اس لیے کہ شہاب الدین اور منصور دونوں کے درمیان جو چھوٹے چھوٹے لشکر دو چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں تھے وہ پیچھے ہٹنے لگے اور ظاہر انہوں نے ایسے کیا تھا کہ گویا وہ گور خان کے لشکریوں کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکے ہوں۔

گور خان کے سالاروں نے جب دیکھا کہ سلطان علاؤالدین کے لشکر کا وہ حصہ پیچھے ہٹنا شروع ہو چکا ہے تب انہیں اپنی کامیابی کی جھلک دکھائی دی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مزید زوردار حملے کیے جائیں تاکہ مزید وقت ضائع نہ ہو اور اپنی فتح کو یقینی بنا دیا جائے۔ اس صورتحال میں شہاب الدین اور منصور نے بھی قدم اٹھایا اور انہوں نے اپنے درمیان فاصلہ اور زیادہ کر لیا تھا۔

اس صورت حال سے گور خان کے سالاروں اور لشکریوں نے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور وہ منصور اور شہاب الدین کے درمیان بننے والے خلاء میں گھستے ہوئے اپنے سامنے پسپا ہونے والے علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جب منصور اور شہاب الدین کے درمیان پیدا ہونے والا خلاء بھر گیا تب

تیزی سے تبدیلی رونما ہوئی۔ ایک دم تکبیریں بلند کرتے ہوئے شہاب الدین نے بائیں جانب اور منصور نے بڑی تیزی سے اپنے دائیں جانب حملے شروع کر دیے تھے۔ یہ حملہ زیادہ دیر نہ رہا، بہت جلد شہاب الدین اور منصور نے اپنے دونوں لشکریوں کے درمیان گھس آنے والے گور خان کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

میدان جنگ کے اندر اب جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی گور خان کے لشکریوں کی لاشیں بکھر گئی تھیں۔ گور خان کے سالاروں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے سالاروں نے ان کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے اور ان کے لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کو انہیں بیچ میں لا کر ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے۔ تب انہوں نے آخری امید کے طور پر اپنے لشکر میں کچھ تبدیلیاں کر کے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہونا شروع کیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں مزید بے شمار اور اَن گنت لشکری مارے گئے جس کے نتیجے میں گور خان کے سالار مایوس ہو گئے اور ہر شے کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

شہاب الدین اور منصور دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا۔ مرنے والوں کی تدفین کے علاوہ اپنے زخمیوں کی انہوں نے بہترین دیکھ بھال کی۔ گور خان کا لشکر جو سازوسامان چھوڑ کر بھاگا تھا، اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اسکے بعد وہ وہیں قیام کر کے سلطان کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے تاکہ متحدہ لشکر ترمذ کا رخ کرے۔

★ ...... ★

◎ ◎ ◎

زوزن اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن کیرش اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر وہ زوزن کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ زوزن کچھ دیر تک اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی پھر کہنے لگی۔

''تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم بہت کچھ کہنا چاہتی ہو...... کیا ہمارے شہر میں کوئی نئی خبر آئی ہے......؟''

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''زوزن میری بہن! اکثر تمہاری قیافہ شناسی صحیح ہو جاتی ہے...... شہر میں واقعی نئی خبر آئی ہے اور نئی خبر یہ ہے کہ ہمارے لشکر کے ایک حصے کو شکست ہوئی ہے...... یہ خبر ابھی ابھی بابا کے پاس کچھ مخبر لے کر آئے ہیں...... بابا نے غلطی کی تھی کہ دو لشکروں کو ایک کام دیا تھا۔ ایک لشکر کو ترمذ کی حفاظت کے لیے ترمذ کے نواح میں چھوڑا، دوسرے لشکر کو مقدمتہ الجیش کا نام دے کر علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روکا۔

اب حیرت کی بات یہ ہے کہ سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہمارے مقدمتہ الجیش کا مقابلہ نہیں کیا حالانکہ ہمارے مقدمتہ الجیش کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مسلمانوں کے سلطان نے اپنے سالار شہاب الدین مسعود اور منصور ترکی دونوں کو اپنے لشکر کا ایک حصہ دے کر اپنے آگے آگے روانہ کیا اور اس لشکر کا نام بھی اس نے مقدمتہ الجیش ہی رکھا۔

پھر میری بہن کھلے میدانوں میں دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے...... جو اطلاعات مخبر بابا کے پاس لے کر آئے ہیں ان کے مطابق شہاب الدین کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی جبکہ ان کے مقابلے میں ہمارا لشکر بہت بڑا تھا۔ اس کے باوجود شہاب الدین نے

ہمارے مقدمتہ الجیش کو بدترین شکست دی ہے۔ مقدمتہ الجیش کی اکثریت کو شہاب الدین نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور وہ اب ہمارے لشکر کی ہر چیز پر قبضہ کر کے اپنے سلطان کے ساتھ ترمذ شہر کی طرف بڑھے گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''زوزن میری بہن! یہ تو وہ نئی خبر ہے جو ہمارے شہر میں آئی ہے...... ویسے نئی نہیں ہے اس لیے کہ جس وقت بابا نے مقدمتہ الجیش کو مسلمانوں کے سلطان کو مار بھگانے کے لیے اسے روانہ کیا تھا، اسی وقت ہی مجھے شک اور وہم ہو گیا تھا کہ مسلمان ہمارے اس مقدمتہ الجیش کو بدترین شکست دیں گے۔

اس کے باوجود ہمارے گھمنڈ اور تکبر کا یہ عالم ہے کہ اس وقت ہمارے سارے بڑے بڑے سالار اپنے مرکزی شہر اخلاط میں قیام کیے ہوئے ہیں...... ان میں سے کوئی بھی لشکریوں کی دلجوئی یا ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ترمذ نہیں گیا۔ یہاں تک کہ بابا بھی یہیں قیام کیے ہوئے ہیں جبکہ مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ ان کا جو لشکر ترمذ شہر پر حملہ آور ہو کر ترمذ پر قبضہ کرنے کے لیے آ رہا ہے اس لشکر کی سپہ سالاری سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ خود کر رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کے سارے بڑے بڑے اور نامی گرامی سالار اس لشکر میں شامل ہیں۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے مقدمتہ الجیش کو تو شکست ہو گئی ہے، اگر ترمذ شہر میں ہمارا جو لشکر اس وقت پڑاؤ کیے ہوئے ہے اسے بھی سلطان علاؤالدین نے شکست دے دی تو پھر آنے والے دور میں ہمیں علاؤالدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اگر ترمذ کے نواح میں ہمارا لشکر مات کھا گیا تو ترمذ کے بعد بخارا اور سمرقند کو فتح کرنے میں علاؤالدین خوارزم شاہ کو کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آئے گی۔''

کیرش جب خاموش ہوئی تب کسی قدر تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے زوزن کہنے لگی۔ ''کیرش! میرے اور تمہارے اس طرح فکرمند ہونے اور پریشانی کا اظہار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب بابا خود ہی اپنے بڑے بڑے سالاروں کو اپنے پاس روکے ہوئے ہیں اور چند چھوٹے سالاروں کو لشکر دے کر علاؤالدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا ہے تو شکست تو ہمارا مقدر بنے گی ہی۔ شاید ہمارے باپ کو اس زعم، اس گھمنڈ میں انا پرستی پر مجبور کر دیا ہے کہ اس کی سلطنت بڑی وسیع

ہے۔اس کے پاس علاؤالدین خوارزم شاہ سے کہیں زیادہ اور بڑی قوت ہے لیکن مسلمانوں میں یہ خاص صفت ہے کہ چھوٹے چھوٹے لشکریوں سے بھی اپنے سے کئی گنا بڑے لشکریوں کو شکست دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ یہی حال کہیں ہماری سرزمینوں میں نہ ہو جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی کچھ سوچا پھر اس کی آواز گونجی۔ "اچھا کیرش اس موضوع کو بند کرو، ایک اور موضوع پر بھی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش چونکی، غور سے زوزن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"میری بہن! میں بھی ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں ...... یہ موضوع تو زیر بحث اس لیے آ گیا کہ تھوڑی دیر پہلے مخبر آئے اور انہوں نے اپنے مقدمتہ الجیش کی شکست کی خبر دی۔ دوسرے موضوع پر جو میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ انتہائی اہم ہے بلکہ میں یوں کہہ سکتی ہوں کہ اس کا تعلق میری ذاتی زندگی سے ہے۔"

کیرش کے ان الفاظ پر زوزن بھی چونکی، کہنے لگی۔ "عجیب اتفاق ہے کہ جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ بھی تمہاری ذاتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔"

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہو گئی تھی کہنے لگی۔ "اگر یہ بات ہے تو پھر کہو تم کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو......؟"

زوزن نے ہلکی سی ایک چپت زوزن کے گال پر لگائی اور کہنے لگی۔ "یوں نہیں...... پہلے تم کہو، کیا کہنا چاہتی ہو...... اس کے بعد میں اپنی منصوبہ بندی کا تم پر اظہار کروں گی۔"

جواب میں کیرش نے پہلے اپنا گلا صاف کیا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ و چہرے پر اطمینان تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت میں زوزن کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"زوزن میری بہن! میں چاہتی ہوں کہ میں اور تم دونوں بابا کے پاس جائیں، اس سے التماس کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں یہ جو ہمارے مقدمتہ الجیش کو شکست ہوئی ہے تو اس کے بڑے منفی اثرات اس لشکر پر مرتب ہوں گے جو اس وقت ترمذ کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے...... میں اور تم دونوں مل کر اس بات پر بابا کو قائل کرتی ہیں کہ ہم دونوں بہنیں اس لشکر کی طرف جاتی ہیں جو ترمذ میں قیام کیے ہوئے ہے ......

بابا سے یہ بھی کہیں کہ ہمارے ساتھ وہ کچھ حفاظتی دستے روانہ کر دے۔" یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی پھر اپنی بات کو بڑھاتی چلی گئی تھی۔

"زوزن! اس موقع پر بابا ہم دونوں سے یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ آخر ہم کس مقصد کے تحت اپنے اس لشکر میں شامل ہونا چاہتی ہیں جو ترمذ کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے تو اس کے لیے میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ بابا اپنے مقدمتہ الجیش کے شکست کھانے سے لشکری بددل ہو چکے ہیں لہٰذا جب وہ ہم دونوں بہنوں کو لشکر کے اندر دیکھیں گے تو ان کے حوصلے پھر پختہ و ان کے ارادے پھر مضبوط ہو جائیں گے اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ استحکام اور جوانمردی سے مسلمانوں کا مقابلہ کر پائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ بابا کو جب ہم یہ وجہ پیش کریں گے تو وہ ہم دونوں بہنوں کو چند محافظ دستوں کے ساتھ ترمذ جانے کی اجازت دے دیں گے اور ہم اپنے لشکر میں قیام کریں گے۔ قیام کے دوران ...."

یہاں تک کہتے کہتے کیرش کو رک جانا پڑا اس لیے کہ زوزن نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا چہرہ چوما پھر کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! تم نے وہ کچھ کہہ دیا جو میں نہ کہنا چاہتی تھی، تم نے میرے لاشعور اور شعور دونوں میں اٹھنے والے خیالات کو چرا لیا ہے جہاں تک تم کہہ چکی ہو اس سے آگے میں کہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

میری عزیز بہن! اس لشکر میں پڑاؤ کے دوران ہم دونوں کوشش کریں گی کہ کوئی ایسی راہ نکل آئے جس کے ذریعہ تمہاری اور شہاب الدین بن مسعود کی ملاقات ہو جائے اور تم اس پر اپنے جذبات، اپنی محبت کا اظہار کر سکو، ایک بار تمہارا اس پر اپنی محبت کا اظہار کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ اسے یہ تو خبر ہونی چاہیے کہ اخلاط کی کوئی لڑکی بھی اسے پسند کرتی ہے تاکہ وہ تمہاری طرف توجہ دے سکے۔"

"کیا یہی تم کہنا چاہتی تھی......؟" کیرش خوش ہو گئی تھی جب اس نے اثبات میں سر ہلایا تب جست لگاتے ہوئے زوزن اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے چلو بابا کے پاس چلتی ہیں۔"

کیرش بھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جب وہ دونوں اس کمرے سے باہر آئیں تو خوش

ہوگئیں اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ غلام گردش میں ان کا باپ گورخان اور ان کی ماں دونان کچھ غلاموں کو ہدایات دے رہے تھے۔ گورخان نے جب اپنی دونوں بیٹیوں کو تیز تیز چلتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا تو غلاموں کو اس نے فارغ کر دیا پھر اپنی دونوں بیٹیوں کا انتظار کرنے لگا۔ دونوں اس کے قریب گئیں پھر زوزن گورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! ہم آپ سے التماس کرنے کے لیے آئی ہیں۔ ساتھ ہی ہم دونوں کی یہ بھی التجاء ہے کہ جو کچھ ہم کہنا چاہتی ہیں اسے ٹالئے گا نہیں۔" گورخان نے شفقت آمیز انداز میں باری باری دونوں بہنوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"لگتا ہے میری دونوں بیٹیاں آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ہمارے پاس آئی ہیں ...... بہر حال کہو تم دونوں کیا کہنا چاہتی ہو ...... اگر تم دونوں نے اچھی بات کی تو تمہارا کہا ٹالوں گا نہیں۔" اس پر زوزن کسی قدر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

"بابا! تھوڑی دیر پہلے کیرش نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے جو مقدمتہ الجیش مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا تھا اسے شکست ہوئی ہے لہٰذا ہمارے مقدمتہ الجیش کی اس شکست سے اس لشکر پر بھی برے اثرات پڑیں گے جو اس وقت ترمذ شہر کے نواح میں قیام کیے ہوئے ہے۔ اس شکست سے ہمارے وہ لشکری بددلی اور بدنظمی کا شکار ہوں گے۔ میں اور کیرش نے آپس میں مشورہ کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے التجاء کریں کہ ہم دونوں بہنوں کو اجازت دیں کہ ہم یہاں سے چند مسلح دستوں کے ساتھ اپنے اس لشکر کے ساتھ جا کر شامل ہو جائیں جس نے ترمذ کے نواح میں قیام کیا ہوا ہے۔

بابا! آپ بے فکر رہیں، گھبرائیے گا نہیں ...... ہم عملی طور پر جنگ میں حصہ نہیں لیں گی۔ ہمارا لشکر کے اندر موجود رہنا ہی لشکریوں کی خود اعتمادی میں اضافہ کا باعث بن جائے گا۔ جب لشکریوں کو یہ احساس ہوگا کہ اگر ان کا بادشاہ یا ان کے سالار اعلیٰ ان کے اندر موجود نہیں ہیں تو کم از کم ہمارے بادشاہ کی دو بیٹیاں تو ہمارے اندر موجود ہیں لہٰذا ہماری موجودگی کی وجہ سے ہمارے لشکری زیادہ پرجوش ہو کر اور زیادہ استقلال کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کر پائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن جب خاموش ہوئی تب تفکر بھرے انداز میں گور

خان کہنے لگا۔ "لیکن ...."

گورخان لیکن ہی کہنے پایا تھا کہ زوزن نے پھر اس کی بات اچک لی کہنے لگی۔

"بابا! لیکن کا مطلب ہے آپ ہماری بات ٹالنا چاہتے ہیں جبکہ میں نے آتے ہی آپ سے گزارش کی تھی کہ ہمارا کہا ٹالئے گا نہیں۔"

گورخان مسکرا دیا کہنے لگا۔ "اگر تم دونوں بہنوں کے یہی ارادے ہیں تو میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔"

اس موقع پر گورخان کی بیوی اور کیرش و زوزن کی ماں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ اپنے باپ کے اس فیصلے سے زوزن اور کیرش دونوں خوش ہوگئی تھیں پھر بعد میں کچھ مسلح دستے تیار کیے گئے۔ اس دوران زوزن اور کیرش نے بھی اپنی تیاری مکمل کر لی تھی اس کے بعد انہی محافظ دستوں کے ساتھ دونوں بہنیں ترمذ کی طرف کوچ کر گئی تھیں۔

★ ...... ★

◎◎◎

ترمذ شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسر کے سامنے صف آرا ہوئے تھے۔ سلطان نے اپنے لشکر کو حسب سابق تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا، اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے اس نے اپنے ماموں امیر ملک کو رکھا تھا۔ دائیں حصے کی کمانداری شہاب الدین بن مسعود کر رہا تھا۔ منصور ترکی اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔ بائیں جانب کی سالاری امین الدین ابوبکر کے پاس تھی اور کزتک اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

دونوں لشکریوں نے جب اپنی صفیں درست کرلیں تب شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی، شاید اس سے پہلے وہ سلطان کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر چکا تھا اور اس کے مطابق وہ حرکت میں آیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے شہاب الدین دونوں لشکریوں کے درمیانی حصے میں آیا، اپنی برہنہ تلوار اور ڈھال دونوں اس نے فضا میں بلند کی اور پھر گورخان کے لشکر کی طرف منہ کرتے ہوئے پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔

"گورخان کے لشکریو! میں شہاب الدین بن مسعود وہی شہاب الدین جو اس سے پہلے تمہارے بادشاہ گورخان کے دربار میں اس کے بھتیجے بیدو خان کو تیغ زنی کے مقابلے میں شکست دے چکا ہوں ...... میں ہی وہ شہاب الدین ہوں جس نے دریائے آمو کے بائیں کنارے بیدو خان اور پھر اس کے بھائی کا ایک جنگ کے دوران سر کاٹا ...... میں ہی وہ شہاب الدین ہوں جس نے تمہارے بادشاہ گورخان کی بیٹی کو اسیر بنالیا ...... میں تم لوگوں کو انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں، تم میں سے کوئی ایسا ہے اپنے لشکر سے نکل کر میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے۔"

اس موقع پر شہاب الدین نے اپنے نئے خود سے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا لہٰذا اس کے چہرے سے اسے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔

گورخان کے لشکر میں کچھ دیر تک سناٹا رہا، کوئی بھی انفرادی مقابلے کے لیے باہر نہ آیا یہاں تک کہ شہاب الدین نے دوسری بار انفرادی مقابلے کے لیے للکارا، اس بار بھی کوئی مقابلے کے لیے نہیں نکلا تو تیسری بار شہاب الدین نے جب للکارا تب گورخان کے لشکر سے ایک سوار سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے نکلا۔ وہ پوری طرح لوہے میں غرق تھا۔ شہاب الدین کی طرح اس نے بھی اپنا چہرہ اپنے آہنی خول سے ڈھانپ رکھا تھا، اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار اور ڈھال تھی۔

اپنے سیاہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا گورخان کا وہ لشکری شہاب الدین کے قریب آیا، شہاب الدین اپنے گھوڑے پر سوار ایک جگہ کھڑا رہا جبکہ وہ سوار شہاب الدین کے گرد دو تین چکر لگانے کے بعد اس کے سامنے آن رکا پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا، اسے دیکھتے ہوئے شہاب الدین دنگ رہ گیا تھا، وہ کیرش تھی۔

شہاب الدین کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار بھی تھے پھر کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گورخان کی بیٹی! کیا تمہارے لشکر میں کوئی جوانمرد، کوئی ایسا تیغ زن نہیں ہے جو انفرادی مقابلے میں میرے سامنے آتا، تمہیں انہوں نے کیوں موت کا ایندھن بنانے کے لیے یوں میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے بھیج دیا ہے؟"

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر ہلکے ہلکے تبسم میں کیرش کہنے لگی۔ "پہلے آپ اپنے چہرے سے اپنا نقاب ہٹائیں تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ آپ ہی شہاب الدین ہیں، اس کے بعد میں آپ سے وہ کچھ کہوں گی جو کہنا چاہتی ہوں ...... تاہم میں آپ پر یہ انکشاف کر دوں کہ میں آپ سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں نہیں اتری۔"

شہاب الدین نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا، کیرش نے دیکھا تب اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شہاب الدین نے پھر اپنے چہرے پر اپنے آہنی خول کا نقاب ڈال دیا تھا۔ کیرش نے بھی ایسا کر لیا تھا پھر کیرش کی گنگناتی ہوئی آواز سنائی دی

تھی۔

"محترم شہاب الدین! آپ کو غلط فہمی اور دھوکہ ہوا ہے، میں آپ سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے نہیں آئی ...... دراصل اسیری کے بعد مجھے کہیں بھی آپ سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جس وقت آپ نے مجھے دریائے آمو کے پل کے قریب رخصت کیا تھا اس وقت بھی آپ کے ساتھ آپ کے بہت سے ساتھی تھے۔ لہٰذا اس وقت بھی میں جو کہنا چاہتی تھی نہ کہنے پائی۔ جو کچھ میں کہنا چاہتی تھی اس کے لیے وہ موقع اور وقت حاصل نہ تھا۔

اب جو آپ کے خلاف انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے نہیں اترا تو میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا، بظاہر تو میں اپنے لشکر کو یہی تاثر دے کر نکلی ہوں کہ میں انفرادی مقابلے کے لیے اتر رہی ہوں لیکن میں تو آپ سے صرف یہ کہنے آئی ہوں کہ میں گور خان کی بیٹی کیرش آپ سے محبت کرتی ہوں ...... آپ کی زندگی کی ساتھی بننے کی خواہش رکھتی ہوں ...... میرے خیال میں آپ میری اس پیش کش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔"

کیرش کے ان الفاظ پر شہاب الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، کچھ دیر غور سے کیرش کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"گور خان کی بیٹی! یہ بھی تو نے خوب کہی ...... تم جیسی لڑکیاں جو مردوں کی زندگی کو دوزخ نما بنانے کا ہنر جانتی ہیں اور لمحوں کے اندر بے لگام ہو جاتی ہیں، میں ایسی لڑکیوں کے سامان شوق اور طغیانِ ذوق میں آنے والا شخص نہیں ہوں۔ بی بی! اگر مجھے باتوں میں لگا کر دھوکہ دہی سے مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتی ہو تو یاد رکھنا اس میں تمہیں ناامیدی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھے دھوکہ دو گی تو یاد رکھنا فاقہ کشی، قلق و اضطراب اور قطع و برید سے بھی تمہاری حالت بدتر ہو جائے گی اور تمہیں اپنے چاروں طرف ہراس و وحشت کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔

گور خان کی بیٹی! تم جیسی لڑکیاں جو آداب معاشرت اور عقائد و نظریات سے بالکل عاری ہوتی ہیں، وہ دوسروں کو اپنی محبت کا فریب دے کر مفلسی کے گرداب کی طرح بے وقعت و بے نصیب، بے شرف و بے توقیر تو کر سکتی ہیں، وفا کرنا نہیں جانتیں ...... تم جیسی لڑکیاں ہجر کی سیاہ رات میں درماندہ و غیر ماندہ اور حرماں نصیب تو بنا سکتی ہیں لیکن کسی سے خلوص پر مبنی پائیدار محبت نہیں کر سکتیں۔

گور خان کی بیٹی! اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ مجھے دھوکے اور فریب میں مبتلا کر لو گی تو یہ تمہارا وہم و تمہاری فریب نظر ہے، تمہارا یہ جمال و جذب، تمہاری خوبصورتی کا یہ سحر و انجذاب اور تمہارے حسن کے یہ رنگ و نکہت مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے لہٰذا میں تم سے کہوں گا کہ مجھے اپنی محبت کا فریب دینے کی کوشش مت کرنا۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش تاریک لحد جیسی غم زدہ ہوتے ماہ و انجم سی افسردہ اور کہکشاں کی اجڑی مانگ جیسی ملول ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر دنیا بھر کے غمِ دوراں کا سوگ رقص کر گیا تھا۔ کچھ سوچا پھر انتہائی غم زدہ آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ میرے متعلق غلط اندازہ لگا رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی میں آپ کے لیے سرابوں کی وسعت میں بھٹکتا ایک ہولناک لمحہ تھی لیکن اب انقلاب نے اس میں ایک تبدیلی کر دی ہے۔ اب آپ کے لیے میری محبت شبنم کی خنک، لطافت، خود فراموش محویت اور بے غرض انہماک سے بھی زیادہ گہری اور پرخلوص ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں اپنے پورے اسم و جسم اپنے نفس و نبض کی گہرائیوں سے آپ کو چاہنے لگی ہوں ...... میں نہیں جانتی کہ اس سلسلے میں میں کیسے آپ کو اپنے جذبات کا احساس دلا سکتی ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی اور دوبارہ شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں آپ پر صرف اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے میدان میں اتری ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی غرض و غایت نہیں ہے ...... میں اب واپس جاتی ہوں، ساتھ ہی آپ سے یہ التماس کرتی ہوں کہ اگر اس انفرادی مقابلے سے متعلق کوئی تفصیل آپ سے پوچھے تو آپ یہ کہیے گا کہ ایک لڑکی آپ کے مقابلے پر آئی تھی پر آپ نے لڑکی سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا ...... اس بنا پر یہ انفرادی مقابلہ نہ ہو سکا اور گور خان کے لشکر سے نکلنے والی لڑکی واپس چلی گئی۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین کہنے لگا۔ "میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ...... اب تم واپس جاؤ، تمہارے لشکر میں اگر تمہاری سلطنت کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ تانیکو ہے تو اسے میرے مقابلے پر بھیجو یا اور کوئی اہم سالار موجود ہے تو کم از کم اسے تیغ زنی کے انفرادی مقابلے پر میرے سامنے آنا چاہیے تھا

...... اب تم جا سکتی ہوں، میں کسی بھی موضوع پر مزید تم سے گفتگو کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

شہاب الدین کا کہا مانتے ہوئے کیرش نے اپنے گھوڑے کی باگیں موڑیں، اسے ایڑھ لگاتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلی گئی تھی۔ شہاب الدین واپس اپنے لشکریوں کی طرف ہولیا تھا۔

اسکے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے حملہ آور ہونے میں پہل گور خان کے لشکر نے کی تھی اور وہ سلطان علاؤالدین کے لشکر پر بستیاں کھنڈر کرتے آگ برساتے ابر آور اپنے آغاز و انجام دونوں میں تحیر لئے آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اسکے سالاروں نے بھی اپنی کارروائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا اور وہ بھی گور خان کے اس لشکر پر جسم و جان کا کرب بنتے دکھ کے سمندر و قفس کی ویرانیاں و جدائی کی شاموں کا دکھ پھیلاتی خشونت آمیز لامتناہی قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ ترمذ شہر کے نواح میں دونوں شکر اپنی پوری طاقت و قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ گور خان کے لشکری ترمذ شہر کا تحفظ کرنا چاہتے تھے جبکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہر صورت میں ترمذ شہر پر قبضہ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ آخر سہ پہر کے قریب گور خان کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی، اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہت کم کو بھاگنا نصیب ہوا اور بہت سوں کو اسیر بنالیا گیا تھا۔

چونکہ سلطان کے لشکر نے گور خان کے لشکر کا خوب قتل عام کیا تھا اور بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنا نصیب ہوا تھا اس کے علاوہ کچھ نے ہتھیار پھینک کر امان طلب کی تھی اور انہیں اسیر بنالیا گیا تھا لہٰذا سلطان نے بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا تھا۔

❀ ❀ ❀

دشمن کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرنے کے بعد آخر سلطان فاتح کی حیثیت سے ترمذ شہر میں داخل ہوا جس وقت ترمذ کے اکابر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے اردگرد ہجوم کیے، سلطان کو اس فتح پر مبارک باد پیش کر رہے

تھے۔ اس وقت ایک چھوٹا سالار بڑی تیزی سے سلطان کے قریب آیا اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن رازداری کے ساتھ۔"

سلطان اپنے سالار کے الفاظ پر مسکرایا، اسے جب کچھ کہنے کی اجازت دی تب وہ سلطان کے نزدیک ہو کر بڑی دھیمی سرگوشی میں سلطان سے کچھ کہنے لگا تھا۔

جب تک وہ سرگوشی کرتا رہا سلطان مسکراتا رہا، تب سلطان کے کہنے پر وہ سالار وہاں سے ہٹ کر چلا گیا، تب کچھ دیر تک وہاں علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے قریب کھڑے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے شہاب الدین کو قریب آنے کے لیے کہا۔

شہاب الدین جب سلطان کے قریب گیا تب شہاب الدین کا بازو پکڑ کر سلطان نے اسے مزید اپنے قریب کیا اور پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سلطان شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن مسعود! دشمن کے جو لشکری اسیر بنائے گئے ہیں، ان اسیروں میں گور خان کی دو بیٹیاں بھی ہیں، یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو اپنا سالار آیا ہے اس نے یہی اطلاع مجھے دی ہے۔ گرفتار ہونیوالی گور خان کی بیٹیوں میں سے ایک کا نام زوزن بتایا گیا ہے، دوسری کا نام کیرش اور وہ دونوں تم سے ملنا چاہتی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا، تھوڑی دیر تک پھر مسکراتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتا رہا۔ دوبارہ بول اٹھا۔

"ابن مسعود! مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دونوں لڑکیاں اسیر بنائی نہیں گئیں بلکہ بنی ہیں۔ اگر وہ بھاگنا چاہتیں تو بھاگ سکتی تھی۔ وہ خود اسیر اس لیے بنی ہیں کہ تم سے کسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ میرے خیال میں ان میں سے ایک لڑکی تو وہ ہے جو تمہارے ساتھ انفرادی مقابلے کے لیے نکلی تھی اور تم نے ایک لڑکی سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ مقابلے کے لیے نہیں اتری تھی اس لیے کہ جو سالار تھوڑی دیر پہلے آیا ہے اس نے دوران گفتگو مجھے یہی اشارہ دیا ہے کہ انفرادی مقابلے کے دوران وہ لڑکی کسی اور ہی موضوع پر تم سے گفتگو کرنے کے لیے آئی تھی لیکن تم نے اسے زیادہ وقت نہیں دیا۔ بہرحال اب ہم جبکہ دشمن کو شکست دے

چکے ہیں، ترمذ شہر پر قبضہ بھی کر چکے ہیں اور گور خان کے پڑاؤ پر قبضہ کر کے اس کے بہت سے لشکریوں کو اسیر بنا چکے ہیں۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ پہلے جا کر ا دونوں لڑکیوں سے ملو اور پھر میں تمہیں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ گور خان کے جس قدر لشکری ان لڑکیوں سمیت اسیر بنائے گئے ہیں، تم انہیں آزاد کر کے واپس جانے کی اجازت دے سکتے ہو۔''

اس موقع پر سلطان علاؤالدین پھر رکا، اس بار کچھ استفہامیہ سے انداز میں ا مسعود کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن مسعود! کیا ان دو میں سے کوئی ایک تمہیں چاہنے تو نہیں لگی؟ جو انفراد مقابلے کے لیے نکلی تھی تو کیا وہ اپنے جذبات ہی کا اظہار کرنے تو نہیں آئی تھی......؟''

شہاب الدین مسکرایا پھر کیرش سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل اس نے دبے د الفاظ میں سلطان سے کہہ دی تھی۔ اس پر سلطان پھر مسکرایا کہنے لگا۔

''ابن مسعود، میرے بیٹے! تم خوش قسمت ہو کہ گور خان کی لڑکی تمہیں پسند کر لگی ہے۔ دیکھو، اسے ملو، میں ایک باپ کی حیثیت سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ا سے سخت کلامی نہ کرنا، نرم روی سے پیش آنا اور پھر کسی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جب رکا تب شہاب الدین مسعود کچھ دیر تک سوچتا رہا یہاں تک کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''اب کن سوچوں میں پڑ گئے ہو......؟''

شہاب الدین بن مسعود چونک اٹھا۔ ''سلطان محترم! دراصل بات یہ ہے کہ دریائے آمو کے کنارے جن بستیوں کو میں نے آباد کیا تھا ان بستیوں کے سردار کا نا حسام الدین ہے، اس کی ایک بیٹی ہے نام اس کا سدورہ ہے، وہاں قیام کے دوران میری طرف مائل ہو گئی تھی اور پھر جس وقت میں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان مقابلہ کرنے کے لیے وہاں سے نکل کر آپ کی طرف آنے والا تھا تو اس لڑکی کے ہا جو عورت خادمہ کی حیثیت سے کام کرتی تھی اس نے مجھ پر اس لڑکی کی محبت کا انکشاف کیا۔ اس کے بعد وہ لڑکی خود بھی مجھ سے ملی اور اظہار محبت کیا۔ اب آپ ہی بتائیں ان حالات میں میں کیا کر سکتا ہوں؟''

سلطان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگا۔ ''شہاب الدین بن مسعود! تم م

محبت کے معاملے میں مجھے کچھ خام کار لگتے ہو۔ دیکھو! اگر حسام الدین کی بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے اور اس کے علاوہ گور خان کی بیٹی کیرش بھی تمہیں چاہتی ہے تو اس میں پریشان اور مضطرب ہونے کی کونسی بات ہے؟ میرے عزیز! لوگ تو آٹھ آٹھ نو نو شادیاں کر لیتے ہیں اور تم دو لڑکیوں سے محبت کرتے ہوئے شرما رہے ہو، پریشانی کا اظہار کر رہے ہو۔ دیکھو! سدورہ اپنی جگہ ہے، کیرش اپنی جگہ ہے ...... اگر تمہیں اپنی ذات کا مرکز بنا کر یہ دونوں لڑکیاں تمہارے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کر دیتی ہیں تو پھر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم جاؤ، گور خان کی ان دونوں بیٹیوں سے ملو پھر دیکھو وہ کیا کہتی ہیں۔ جو سالار مجھے یہ اطلاع دینے آیا تھا، میں نے اسے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ شہر پناہ کے شرقی دروازے کی طرف جائے، وہاں جو محافظوں کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کمرہ خالی کرا کے عزت کے ساتھ ان دونوں بہنوں کو وہاں بٹھائے اور وہیں جا کر تم ان سے گفتگو کرو۔''

سلطان کے کہنے پر شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا پھر وہ ترمذ شہر کی فصیل کے شرقی دروازے کی طرف گیا تھا۔

جب وہ دروازے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ جو سالار سلطان کی طرف تھوڑی دیر پہلے گیا تھا وہ وہاں ایک دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ شہاب الدین کو آتے دیکھتے ہی اس سالار نے مسکراتے ہوئے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا اور شہاب الدین چپ چاپ اس دروازے کے اندر داخل ہوا تھا۔

شہاب الدین نے دیکھا اندر ایک نشست پر زوزن اور کیرش دونوں فکرمند اور پریشان سی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی شہاب الدین اس کمرے میں داخل ہوا دونوں فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔ شہاب الدین ان دونوں کے سامنے آیا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ دونوں کو میرے لیے اٹھنا نہیں چاہیے تھا، بیٹھیں......''

شہاب الدین کے ان الفاظ پر دونوں کو کچھ ڈھارس ہوئی پھر دونوں بہنیں بیٹھ گئیں، یہاں تک کہ زوزن نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''اسیر شہاب الدین! یہ کیرش ہے، آپ اسے جانتے ہیں، شاید آپ مجھے نہیں جانتے ہوں گے............''

زوزن اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لیے کہ شہاب الدین بول اٹھا۔ ''میں تمہیں جانتا ہوں، تم کیرش کی بڑی بہن ہو۔ نام تمہارا زوزن ہے۔''

زوزن مسکرائی کہنے لگی۔ ''چلو اچھا ہوا کم از کم آپ مجھے بھی جانتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم اسیر بنائی نہیں گئیں، بنی ہیں۔ اگر ہم دونوں بہنیں بھاگنا چاہتیں تو اپنی جان بچا کر بھاگ سکتی تھیں لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ ہم دونوں بہنیں آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔ جو گفتگو میں کرنا چاہتی ہوں اس کی ابتداء کرنے سے پہلے میں آپ پر یہ انکشاف کر دوں کہ جس لشکر کے ساتھ آپ کا ٹکراؤ ہوا ہے، اس میں نہ ہمارا باپ شامل ہے نہ ہمارے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ اور نہ ہمارا کوئی دوسرا عزیز اقارب شامل ہوا ہے۔ ہم دونوں بہنیں اس لشکر میں ایک خاص مقصد کے تحت شامل ہوئی تھیں اور مقصد صرف یہ تھا کہ کیرش کی آپ سے ملاقات ہو جائے اس لیے کہ وہ آپ کو پسند کرتی ہے۔''

زوزن جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین مسعود کہنے لگا۔

''گور خان کی بیٹی! یہ کیسی عجوبہ اور ان ہونی سی بات ہے کہ ایک ایسی لڑکی جو کچھ عرصہ پہلے میرا سر کاٹنے کی درپہ تھی، ایک ایسی لڑکی جو مجھ سے اپنے منگیتر کی موت کا انتقام لینا چاہتی تھی، ایک ایسی لڑکی جو اپنے منگیتر کی وجہ سے بلکہ اس کے ساتھ مل کر مجھے اسیر بنا کر زنجیریں پہنا کر اور گدھے پر بٹھا کر اپنے مرکزی شہر اخلاط میں پھرانے کی خواہاں تھی۔ وہ کس طرح محبت کا بار اور بوجھ لیے میرے قریب آ گئی، کیا یہ بات تمہیں بھی ناممکن سی نہیں لگتی......؟''

جب تک شہاب الدین بولتا رہا زوزن اور کیرش دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہیں، شہاب الدین کے خاموش ہونے پر زوزن بول اٹھی۔

''یہ ناممکن نہیں ہے...... دیکھیں امیر! محبت ایک جذبہ ہے، اسی طرح نفرت بھی ایک جذبہ ہے اور یہ دونوں جذبے کبھی کبھی ایک دوسرے سے جذب ہو کر اور اپنی حالت میں تبدیلی بھی کر لیتے ہیں۔ یہی کچھ میری بہن کیرش کے ساتھ بھی ہوا۔ جب تک یہ آپ کے ہاں اسیر نہیں ہوئی تھی اس وقت تک واقعی آپ سے انتقام لینے کی درپہ تھی لیکن اس وقت بھی یہ آپ کی بہادری، جرأت مندی اور تیغ زنی میں آپ کی

مہارت سے متاثر تھی لیکن جب یہ آپ کے ہاں اسیر ہوئی تو آپ کے اخلاق، آپ کے رہن سہن سے ایسی متاثر ہوئی کہ آپ سے محبت کر بیٹھی...... اب اس بیچاری کی حالت دیکھیں، صرف آپ سے ملنے کی خاطر لشکر میں شامل ہوئی اور مجھے بھی ساتھ لے کر آئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ''میں جانتی ہوں ان حالات میں آپ کیرش کے طرزِ عمل پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کریں گے لیکن میں آپ سے ایک سوال کرتی ہوں...... امیر! پہلی بار جب آپ ہمارے مرکزی شہر اخلاط میں ایک سفیر کی حیثیت سے آئے تھے اور سفارت کا فرض ادا کرنے کے بعد جب واپس جانے لگے تو کیا دریائے آمو کے قریب کسی نے آپ کی راہ روکی تھی؟''

زوزن کے اس انکشاف پر شہاب الدین چونکا، اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ہاں! روکی تھی۔''

زوزن پھر بول اٹھی۔ ''دراصل جن لوگوں نے آپ کی راہ روکی تھی وہ آپ کو اس قدر زخمی کرنا چاہتے تھے تاکہ آپ پل کو عبور کرنے کے بعد اپنے علاقوں میں جا کر دم توڑ دیں۔ دراصل جن لوگوں نے راہ روکی تھی، انہیں میرے باپ سے مشورہ کرنے کے بعد کیرش کے مرنے والے منگیتر بیدو خان نے بھیجا تھا۔ بیدو خان کیونکہ تیغ زنی کے مقابلے میں آپ سے ہار گیا تھا لہٰذا اپنی ہار کا وہ آپ سے انتقام لینے کے درپہ ہو گیا تھا۔

امیر! اس موقع پر یہ بھی یاد رکھیے کہ کیا راہ روکنے والے آپ پر حملہ ہو سکے تھے، کیا ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی کچھ لوگوں نے تیر اندازی کر کے آپ کی حفاظت کی خاطر ان کا کام تمام نہیں کر دیا تھا اور جن لوگوں نے تیر اندازی کر کے راہ روکنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر آپ سے ملے بھی تھے اور جب آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ انہوں نے آپ کی حفاظت کیوں کی اور انہیں کس نے ایسا کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ فی الحال وہ نہیں بتائیں گے، کسی نے ایسا کرنے کے لیے کہا تھا۔'' زوزن رکی، کچھ دیر بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"امیر! ان لوگوں کو ایسا کرنے کے لیے میں نے کہا تھا، ایسا کرنے کے لیے میں نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا نہ میرے باپ کو پتہ تھا نہ ہی یہ میری بہن کیرش جانتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں نے آپ کی حفاظت کے لیے سامان کیا ہے۔ ایسا کر کے میں آپ پر کوئی احسان نہیں کرنا چاہتی تھی نہ مجھے یہ خیال تھا کہ آنے والے دور میں کبھی مجھے اس بات کو آپ کے سامنے دہرانا پڑے گا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ آپ جیسے اچھے تیغ زن جرأت مند اور دلیر شخص کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ آپ جیسے تیغ زن کی قدر کی جانی چاہیے، اس بنا پر میں نے اپنے خاص آدمیوں کو آپ کی حفاظت کے لیے روانہ کیا۔"

زوزن جب خاموش ہوئی تو تب شہاب الدین کہنے لگا۔ "جس طرح تمہاری شخصیت پرکشش، جس طرح تم خوبصورت و حسین ہو اس طرح تمہاری گفتگو میں بھی ایک جذب ہے ...... مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہارا رشتہ سمرقند کے حاکم عثمان خان کے ساتھ طے کر رکھا ہے ...... میں سمجھتا ہوں عثمان خان خوش قسمت ہے کہ اسے تم جیسی بااعتماد اور قابل بھروسہ لڑکی نصیب ہو رہی ہے۔"

اس موقع پر کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ "آپ مانیں گے کہ میری بہن زوزن مجھ سے بھی کہیں خوبصورت اور حسین ہے ساتھ ہی ...."

زوزن نے کیرش کی بات کاٹ دی، کہنے لگی۔ "امیر! برا نہ منایئے گا، میرے باپ نے عثمان خان کے ساتھ میرا رشتہ ختم کر دیا ہے لیکن اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گی کہ اگر عثمان کے ساتھ میرا رشتہ برقرار بھی رہتا تب بھی میں عثمان خان کی نسبت آپ کو زیادہ خوش قسمت خیال کرتی۔ کیرش آپ سے محبت کرتی ہے، میرا تو صرف عثمان کے ساتھ رشتہ طے ہوا تھا، میں نے عثمان خان کو دیکھا ضرور ہے، کبھی اس سے محبت نہیں کی نہ اس سے کبھی میری ملاقات ہوئی نہ ہی ہم دونوں نے باہم گفتگو کی لیکن کیرش کا معاملہ مجھ سے بالکل مختلف ہے۔

یہ تو بیچاری اپنے مرکزی شہر سے ترمذ صرف آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آئی اور پھر جس وقت یہ انفرادی مقابلے کے لیے نکل رہی تھی اس وقت سارے سالاروں نے اسے منع کیا تھا لیکن اس نے یہ بہانہ بنایا تھا، اگر مسلمانوں کے سالار کے مقابلے میں کوئی نہیں نکل رہا تو اسے تو نکلنا ہی پڑے گا۔ ایسا یہ صرف آپ سے ملنے کے لیے کر

رہی تھی اور جب مقابلے سے یہ واپس آئی تو اس نے لوگوں سے کہہ دیا کہ مسلمانوں کے اس سالار نے ایک لڑکی کے ساتھ مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

زوزن رکی پھر دوبارہ کہہ رہی تھی۔ "میں بات کو زیادہ طول نہیں دوں گی، اجمال سے کہوں گی کہ کیرش کبھی کسی بھی موقع پر آپ کو دھوکا نہیں دے گی، یہ آپ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتی ہے۔ اس کی میں آپ کو یقین دہانی کراتی ہوں، اگر یہ کسی بھی موقع پر آپ سے دھوکہ اور فریب کرے تو آپ مجھ سے عہد لے لیں، میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور اس کی غلطی پر آپ میری گردن کاٹ سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی تب شہاب الدین گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس دوران کیرش تفکر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زوزن کبھی شہاب الدین کی طرف دیکھ رہی تھی کبھی اس کی نگاہیں کیرش پر جم جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ زوزن نے پھر شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

"آپ کہاں کھو گئے ہیں......؟"

"دراصل میرے ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور الجھن ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ میں تمہاری اس گفتگو کا کیا جواب دوں۔"

اس موقع پر کیرش پہلی بار بولی اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا یہ الجھن سدورہ کی وجہ سے..........."

شہاب الدین نے چونکنے کے انداز میں کیرش کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔ "تم نے کیسے اندازہ لگا لیا۔"

کیرش بول اٹھی۔ "جب میں آپ کے ہاں اسیر تھی تو سدورہ مجھ سے ملتی رہی تھی، جس انداز میں وہ آپ کی تعریف کرتی رہی ہے یا آپ سے گفتگو کرتی تھی اس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آپ کا قرب چاہتی ہے، آپ سے محبت کرتی ہے ... اب جو آپ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں تو یقیناً یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس سلسلے میں آپ سدورہ سے کیا کہیں گے ...... میرے خیال میں یقیناً اس نے بھی آپ پر اپنی محبت کا اظہار کیا ہوگا۔

شہاب الدین کہنے لگا۔ "کیرش! اس سلسلے میں تمہارا اندازہ درست ہے ...... اس نے واقعی اپنی محبت کا اظہار کیا ہے اور میں کبھی اس کو دھوکہ نہیں دوں گا۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ اس کو دھوکہ دیں ...... کیا میں اور سدورہ ایک ساتھ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتیں ...... آپ بے فکر رہیے گا، آپ کی زندگی کا ساتھی بننے سے پہلے میں سدورہ سے بات کروں گی ...... اگر اس نے آپ کی محبت میں مجھے اپنا شریک بنانا چاہا تو میں اسے اپنے لیے سعادت جانوں گی ...... اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ سے محبت کرتی رہوں گی پر ساری عمر شادی نہیں کروں گی۔"

کیرش کے ان الفاظ پر شہاب الدین پھر چونکا تھا کہنے لگا۔ "سدورہ ایک اچھی لڑکی ہے ...... تمہارے سلسلے میں کوئی اعتراض کھڑا نہیں کرے گی۔ بہر حال تمہارے لیے دشواریاں ضرور ہیں، تم اپنے ہاں سے نکل کر کیسے ہماری طرف آؤ گی، کیا تمہارا باپ پسند کرے گا کہ تم ایک.........."

شہاب الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ زوزن بول اٹھی۔ "امیر آپ اس سلسلے میں بالکل بےفکر رہیے میں آپ کی گفتگو سے اب مطمئن ہوں کم از کم آپ اس کو ناپسند نہیں کرتے اگر سدورہ مان گئی تو آپ اسے بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہیں۔ فی الحال ہم دونوں بہنیں واپس جائیں گی وقت کا انتظار کریں گی اگر حالات نے ہمارے حق میں کروٹ لی تو پھر بہت اچھا اگر حالات اسی طرح رہے جیسے ہیں تو پھر کیرش کوئی مناسب موقع جان کر آپ کے پاس چلی جائے گی جب آپ کے پاس پہنچ گی تو مجھے امید ہے آپ اسے مایوس نہیں کریں گے۔"

شہاب الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "زوزن مطمئن رہو، اگر کیرش واقعی ہی مجھ سے وفا کرنا چاہتی ہے تو میں اسے دھوکا نہیں دوں گا، اس کی قدر کروں گا، اس کی چاہت اور اس کی محبت کو ایک قیمتی اور نایاب گوہر سمجھ کر قبول کروں گا۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر زوزن فوراً حرکت میں آئی، اپنے لباس کے اندر سے اس نے چھوٹی سی ایک خرجین نکالی، اس کا منہ کھولا، اس میں سے اس نے جواہرات جڑی تین انتہائی قیمتی انگشتریاں نکالیں پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! چونکہ کیرش کی محبت کو قبول کر رہے ہیں بلکہ کیرش کو اپنی زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے بھی قبول کر رہے ہیں، کیرش میری چھوٹی بہن ہے لہٰذا آج سے آپ میرے چھوٹے بھائی ہیں، اس ناطے سے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔"

اس کے ساتھ ہی زوزن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر شہاب الدین کا ہاتھ پکڑا اور پھر چھوٹی سی چرمی خرجین اس نے اس کے ہاتھ پر الٹ دی تھی۔

اس خرجین سے تین جواہرات جڑی انتہائی قیمتی انگشتریاں شہاب الدین کی ہتھیلی پر آ گئی تھیں۔ انہیں شہاب الدین دیکھ کر چونکا، زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بہن یہ کیا ہے......؟"

زوزن نے ایک دم آگے بڑھ کر شہاب الدین کے سر کو بوسا دیا۔ "بہن کہنے پر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں ...... یہ تین انگوٹھیاں ہیں، یہ ہم دونوں بہنیں صلاح مشورہ کر کے اپنے مرکزی شہر اخلاط سے لے کر چلی تھیں ...... اب آپ ان تین میں سے ایک کیرش کو پہنا دیں، ایک خود پہنئے اور ایک اپنے پاس رکھیں ...... جب واپس جائیں تو سدورہ کو پہنچا دیں۔ اس طرح ان انگوٹھیوں کی وجہ سے آپ تینوں کے درمیان ایک تعلق، ایک واسطہ، ایک رشتہ اور رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

اس موقعہ پر بڑے غور سے شہاب الدین نے اپنے سامنے بیٹھی کیرش کی طرف دیکھا، اس کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں پھر زوزن کو مخاطب کر کے شہاب الدین بول اٹھا۔

"زوزن! پہلے کیرش سے پوچھ لو کہ کیا اس تجویز سے متفق ہے۔"

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش تڑپ سی گئی تھی۔ اپنی جگہ پر پہلو بدل کر بیٹھی، پھر بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ تجویز میری ہے اور صرف الفاظ میری بہن زوزن کے ہیں اور اخلاط سے ترمذ شہر کے آنے سے پہلے ان انگشتریوں کا انتخاب بھی میں نے ہی کیا تھا۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب پہلے کی نسبت زیادہ اپنائیت میں شہاب الدین، زوزن کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

"زوزن! اس سلسلے میں تمہارا کردار اپنی چھوٹی بہن کے لیے قابل تعریف لیکن تمہارا اس کا ساتھ دینے کے باوجود اس سلسلے میں بہت سی الجھنیں اور بہت سے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھنا، تم دونوں بہنوں کے ماں باپ کبھی کسی بھی موقعہ پر یہ پسند نہیں کریں گے کہ کیرش کو مجھ جیسے شخص سے بیاہ دیا جائے.........."

شہاب الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کیرش بول

اٹھی تھی۔ ''کیا ہوا آپ کو ...... کیا آپ کو کانٹے لگنے ہیں جو دوسروں کو چبھ جائیں گے۔''

کیرش اس بے ساختہ الفاظ پر شہاب الدین ہنس دیا پھر کہنے لگا۔ ''کیرش! تم میری بات کا مدعا جاننے کی کوشش کرو، پہلے جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو...... اس کے بعد جواب دینا۔ زوزن! تم نے خود ہی کہا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہارا رشتہ عثمان خان سے منقطع کر دیا ہے ...... جہاں تک میری حیثیت ہے وہ تو عثمان خان سے بھی بدتر ہے ...... میں تو تم دونوں کے باپ کی نگاہوں میں ایک مجرم شخص ہوں ...... اب تم دونوں کا باپ کیسے اور کس طرح پسند کرے گا کہ میرے جیسے شخص کے ہاتھ میں کیرش کا ہاتھ دے دے ...... اس کے علاوہ کیرش! میں تم سے اپنے حالات چھپاؤں گا نہیں ...... تمہیں ابھی تک کسی نے میری زندگی کے متعلق تفصیل سے نہیں بتایا ہوگا۔''

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

''آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ سے متعلق تفصیل سے جانتی ہوں اور مزید مجھے جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''کیا جانتی ہو تم ......'' غور سے کیرش کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین نے پوچھ لیا تھا۔

اس موقع پر ہلکا سا تبسم کیرش کے چہرے پر نمودار ہوا تھا، کہنے لگی۔ ''آپ اس موقع پر یقیناً مجھے یہ کہنا چاہیں گے کہ آپ اپنی ابتدائی زندگی میں غلام تھے، ایک جنگ میں اپنی کارگزاری کی وجہ سے سلطان خوارزم شاہ کی نگاہ میں آ گئے اور سالار بنا دیئے گئے۔ آپ مجھے یہ بھی کہنا پسند کریں گے کہ آپ کے پاس اپنی کوئی رہائش نہیں ہے، کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تفصیل جو میں آپ سے کہہ رہی ہوں یہ میں اس وقت سے جانتی ہوں جس وقت میں آپ کے پاس اسیر ہوئی تھی۔ یہ ساری باتیں مجھے محترم بلال بن سلیمان نے بتائی تھیں۔ میں ان کی ذات کو بھی بے حد پسند کرتی ہوں۔ ان کے اندر ایک عاجزی اور انکساری ہے۔

جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، مجھے آپ کا ساتھ دینا ہے ...... اچھے ہوں برے ہوں ...... آپ کے ساتھ رہوں گی، جہاں رکھیں گے رہ لوں گی ...... کوئی تقاضا

کوئی مانگ نہیں کروں گی۔''

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن نے کہنا شروع کیا تھا۔ ''شہاب الدین میرے بھائی! کیرش ٹھیک کہتی ہے، یہ آپ سے کچھ نہیں مانگے گی ...... اس نے آپ کی ذات کو چاہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کچھ نہیں چاہتی ...... اب مستقبل کا لائحہ عمل جو میرے سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح ہوگا کہ ابھی میں اور کیرش واپس چلی جائیں گی۔ حالات کا جائزہ لیتی رہیں گی۔ اگر حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ اس کے اندر رہتے ہوئے آپ اور کیرش ایک ہو جائیں تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری خوش قسمتی کی علامت ہو گی اور اگر دوریاں بڑھتی رہیں، تناؤ پیدا ہوتا رہا، آپ دونوں کے ملنے کی کوئی امید دکھائی نہ دی تب میں اپنی چھوٹی بہن کیرش کے ساتھ ہوں، پھر ہم دونوں مل کر کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں گی کہ کیرش آپ کے پاس چلی آئے، ایک بار کیرش اپنے علاقوں میں نکل کر آپ کے پاس پہنچ گئی تو پھر یہ محفوظ ہو جائے گی، کوئی اس پر گرفت نہیں کر سکے گا اور یہی کیرش کا مدعا بھی ہے ...... اب آپ میرے کہنے پر عمل کریں جو تینوں انگشتریاں آپ کے پاس ہیں ان میں سے ایک آپ اپنے ہاتھ سے کیرش کو پہنائیں، دوسری انگوٹھی کیرش آپ کو پہنائے گی، تیسری انگشتری آپ لے جا کر سدورہ کو پہنا دیجئے گا اور ان سارے حالات سے اسے آگاہ بھی کر دیجئے گا ...... میں نہیں چاہتی کہ وہ معصوم بچی اس سلسلہ میں کسی اندھیرے اور تاریکی میں رہے۔''

زوزن کی اس گفتگو سے شہاب الدین خوش ہو گیا تھا پھر اپنی ہتھیلی پر رکھی ہوئی ان تین انگوٹھیوں میں سے ایک اس نے اٹھائی، لمحہ بھر کے لیے اس نے بڑے غور سے کیرش کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔ ''کیرش اپنا ہاتھ آگے کرو۔''

کیرش نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کیا اور شہاب الدین نے اسے ایک انگشتری پہنا دی تھی۔ ساتھ ہی شہاب الدین نے کیرش کا ہاتھ تھامے رکھا۔ جب کہ کیرش نے بھی سپردگی کے انداز میں اپنا ہاتھ شہاب الدین کے ہاتھ میں دیتے ہوئے مسلسل اس کی طرف محبت کے ساتھ دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ شہاب الدین نے اسے مخاطب کیا۔

''کیرش! یہ میرے اور تمہارے درمیان ایک تعلق اور ایک رشتے کا عہد ہے ...... میں اس موقع پر تمہیں یقین سے کہتا ہوں کہ میں کبھی اس عہد کو توڑوں گا نہیں۔''

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہوگئی تھی۔ اپنا ہاتھ اس نے شہاب الدین کے ہاتھ میں رہنے دیا اور کہنے لگی۔

"آپ میری طرف سے بھی بے فکر رہیے، کیرش اپنے آخری دم تک اور اپنے جسم کے خون کے آخری قطرے تک آپ کے ساتھ وفادار اور مخلص رہے گی۔"

ساتھ ہی شہاب الدین نے کیرش کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر دونوں بہنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے یہ کہو کہ تم دونوں نے کھانا کھایا ہے کہ نہیں۔"

جواب میں زوزن مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ "آپ کا چھوٹا سالار جو ہمیں یہاں بٹھا کر گیا ہے اس نے ہماری بہترین تواضع کی ہے...... ہمارے کھانے کا بھی اہتمام کیا ہے بلکہ ہمارے لشکر کے جو لوگ گرفتار کیے گئے ہیں ان کی بھی بہترین تواضع کی گئی ہے۔"

زوزن کے ان الفاظ پر شہاب الدین خوش ہوگیا تھا، دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

"اب تم دونوں مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں چند دن رہنا پسند کرو گی یا کوچ کرو گی اس لیے کہ جنگ کے دوران تمہارے لشکر کے جو افراد گرفتار کیے گئے ہیں انہیں آزاد کیا جا رہا ہے، وہ آج یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

اس بار زوزن کے بجائے کیرش شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"ان لوگوں کے آزاد ہونے کے بعد ہم دونوں بہنوں کا یہاں قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں، ہم پر شک و شبہ کیا جائے گا...... ہم دونوں بہنیں جس مقصد کے لیے آئی تھیں وہ مقصد ہم احسن طریقے سے حاصل کر چکی ہیں اس کے لیے میں آپ کی شکرگزار ہوں کیونکہ میں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ کیرش اس سلسلہ میں زندگی بھر آپ کی ممنون اور شکرگزار رہے گی۔"

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ......"

دونوں بہنیں شہاب الدین کے ساتھ ہولیں، شہاب الدین اس سمت گیا جہاں جنگ میں گرفتار ہونے والوں کو رکھا گیا تھا پھر شہاب الدین نے جب انہیں آزاد کے واپس جانے کی اجازت دے دی تب وہ لوگ بے پناہ خوشی کا اظہار کرنے

تھے اور جب انہیں یہ خبر دی گئی کہ جنگ کے دوران ان کے بادشاہ کی دونوں بیٹیاں بھی گرفتار ہوگئی تھیں، انہیں بھی باعزت طور پر رہا کیا جا رہا ہے تو ان کی خوشی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ اس طرح جنگ میں گرفتار ہونے والوں کے ساتھ زوزن اور کیرش دونوں بہنیں ترمذ شہر سے روانہ ہوگئی تھیں۔

★......★

◎◎◎

بلال بن سلیمان مسکراتے ہوئے حسام الدین بن فخرالدین کی حویلی میں داخل ہوا تھا۔ صحن میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد وہ اونچی آواز میں پکارنے لگا۔

''حسام الدین......حسام الدین! کہاں ہو تم......''

بلال بن سلیمان کی یہ آواز سن کر سدورہ اور سارا دونوں بڑی تیزی سے حویلی کے سکونتی حصے سے باہر صحن میں نکل آئی تھیں۔ سدورہ بڑی عقیدت میں بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

''عم بلال بن سلیمان! خیریت تو ہے ...... پہلے تو آپ نے کبھی اس طرح صحن میں کھڑے ہو کر میرے باپ کو نہیں پکارا تھا، آج اس طرح آپ اجنبیوں کی طرح آوازیں کیوں دے رہے ہیں ...... پہلے کی طرح آپ کو چاہیے تھا کہ حویلی میں داخل ہونے کے بعد سیدھے دیوان خانے کا رخ کرتے اس لیے کہ بابا اس وقت وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

یہاں تک کہتے کہتے سدورہ کو رک جانا پڑا، وہ اس لیے کہ اس وقت تک حسام الدین بھی دیوان خانے سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔

بلال بن سلیمان اس کی طرف دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر حسام الدین جو اس کے قریب آ چکا تھا، وہ بھی غور سے بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن سلیمان! تمہارے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم ہمارے لیے کچھ اچھی خبر لے کر آئے ہو ...... دیکھو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو یہاں کھڑے کھڑے مت کہنا۔ بات کا لطف خراب ہو جائے گا......آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں پھر تفصیل سے

بتانا کہ تم کیا بتانے آئے ہو۔''

اس کے ساتھ ہی حسام الدین مڑا، بلال بن سلیمان بھی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیا تھا جب کہ سارا اور سدورہ بھی ان دونوں کے پیچھے ہو لی تھیں۔

چاروں جب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب حسام الدین نے بڑے غور سے بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''میرے بھائی! اب بتا تیرا چہرہ کس اچھی خبر سے کھلا ہوا ہے......؟''

جواب میں ایک مسکراتی ہوئی نگاہ پہلے بلال بن سلیمان نے سدورہ اور سارا دونوں پر ڈالی پھر حسام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''حسام الدین! میں دراصل آج تمہارا ایک شکوہ، تمہاری ایک شکایت رفع کرنے کے لیے آیا ہوں...... دیکھو جس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر فتح کر کے گور خان کے حوالے کر دیا تھا تو تمہیں اس کا بڑا دکھ، بڑا صدمہ، بڑا غم اور بڑا ملال ہوا تھا اور تم نے دو دن تک کھانا بھی صحیح طرح سے نہیں کھایا تھا۔ افسردہ اور غمگین رہنے لگے تھے اور تمہیں شکوہ یہ تھا کہ آخر اتنا اچھا شہر فتح کرنے کے بعد اسے طشت میں سجا کر علاؤالدین خوارزم شاہ نے تلکہ ترکوں کے بادشاہ گور خان کے حوالے کیوں کر دیا ...... اگر ایسا ہی کرنا تھا تو شہر کو فتح کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سے عالم اسلام میں ایک طرح کی دل شکنی اور بددلی پھیلے گی ...... اب میں تمہارے لیے ایک اچھی اور نئی خبر لے کر آیا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان رکا اور وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''حسام الدین میرے عزیز! سلطان نے جو شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کو یہاں سے اپنے پا بلا لیا تھا تو اس نے یہ کام ایسے ہی بغیر سوچے سمجھے اور آنکھیں بند کر کے نہیں کیا تھا وہ دراصل اپنے دونوں سالاروں سے کام لینا چاہتا تھا۔ آج جو خبر مجھے یہاں سلطان کے سالار اغلمش نے بتائی ہے وہ یہ کہ سلطان نے مسلمانوں کے شکوے دور کر دیئے ہیں۔ سلطان نے جو ترمذ شہر کو فتح کر کے گور خان کے حوالے کر دیا تھا، گور خان نے شہر کی حفاظت کے لیے خاصہ بڑا لشکر رکھا تھا۔ اس کی پرواہ کیے بغیر سلطان ایک ہولناک قوت کے انداز میں ترمذ شہر میں حملہ آور ہوا، وہاں گور خان کا جو

لشکر تھا اسے سلطان نے بدترین شکست دی ہے اور وہ لشکر اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف بھاگ گیا ہے اور ترمذ شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ حسام الدین! میں تمہیں بھی کہا کرتا تھا کہ اگر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر کو فتح کر کے خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کے حوالے کیا ہے تو اس میں بھی علاؤالدین خوارزم شاہ کی کوئی سیاسی چال ہے۔ حسام الدین میرے بھائی! آج تم نے دیکھ لیا کہ سلطان اپنی اس سیاسی ال میں پوری طرح کامیاب رہا ہے۔ اس نے نہ صرف ترمذ شہر پر حملہ آور ہو کر وہاں گور خان کے لشکر کو شکست دے کر اس کی طاقت اور قوت کی کمر توڑ دی ہے بلکہ ترمذ شہر پر قبضہ کر کے ایک بار پھر اس نے اسلام کا سربلند کر دیا ہے۔"

یہ خبر سن کر جہاں حسام الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا وہاں سارا اور سدورہ کے چہروں پر بھی خوشیاں ہی خوشیاں اور مسرت ہی مسرت تھی۔ آخر حسام الدین، بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا ایسا ممکن نہیں تم ہمیں سارے واقعات تفصیل کے ساتھ سناؤ۔"

بلال بن سلیمان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد وہ تفصیل ان تینوں سے کہہ رہا تھا جو اغلمش نے اسے کہی تھی۔

تفصیل جاننے کے بعد خوش کن انداز میں حسام الدین کہنے لگا۔ "ہمارے سلطان نے بہت اچھا کیا جو گور خان کے سفیروں کو نہ صرف اچھا سبق سکھایا بلکہ گور خان کے لشکر کو بدترین شکست دے کر ترمذ شہر بھی اس سے چھین لیا۔ ابن سلیمان! اب یہ کہو کہ اس وقت سلطان اور شہاب الدین بن مسعود کے علاوہ منصور ترکی اور دیگر سالار اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہیں۔"

حسام الدین کے اس استفسار پر بلال بن سلیمان پہلے کی طرح خوش کن انداز میں کہنے لگا۔ "جو تفصیل مجھے اغلمش نے بتائی ہے اس کے مطابق ترمذ شہر کو فتح کرنے کے بعد سلطان علاؤالدین اور اس کے سالار اپنے لشکر کو لے کر بخارا کا رخ کریں گے۔ اغلمش نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ سلطان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ ترمذ کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ بخارا کا رخ کرے گا۔

حسام الدین میرے بھائی! بخارا اور سمرقند ہمارے وہ عظیم شہر ہیں جو ایک عرصے سے گور خان کے تسلط میں چلے آ رہے ہیں۔ اغلمش کو مخبروں نے جو اطلاع دی

اس کے مطابق سلان اب اپنے لشکر کے ساتھ ترمذ سے نکل کر بخارا کا رخ کرے گا۔ ترمذ کی طرح بخارا کو فتح کر کے اس پر قبضہ کرے گا، اس کے بعد سلطان کا ارادہ سمرقند پر حملہ آور ہونے کا ہے اور مجھے امید ہے کہ جس طرح سلطان نے گور خان کے لشکر کو بدترین شکست دے کر ترمذ شہر پر قبضہ کیا ہے اسی طرح سلطان خطا کے ترکوں سے اپنے شہر بخارا اور سمرقند بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب حسام الدین کسی قدر سنجیدگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بلال بن سلیمان! میں اغلمش سے بات کرتا اچھا نہیں لگتا کسی مناسب موقع پر باتوں باتوں میں اس سے یہ جاننے کی کوشش کرنا کہ کیا امیر شہاب الدین بن مسعود کے پھر ان علاقوں کی طرف آنے کی کوئی امید اور توقع ہے۔ ابن سلیمان! میں تو یہ جان چکا ہوں کہ میری بیٹی سدورہ شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرتی ہے اور خود شہاب الدین بھی سدورہ سے متاثر ہے...... یہ میری اور میری بیٹی کی خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک ایسے سالار کی توجہ کے مستحق ہوئے ہیں جس نے عالم اسلام کا نام سربلند رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔"

اپنے باپ حسام الدین کی اس گفتگو سے سدورہ کی گردن جھک گئی تھی کسی قدر شرما رہی تھی تاہم اس کے خوبصورت لبوں پر ہلکا سا ایک تبسم بھی تھا۔ یہاں تک حسام الدین اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

"ابن سلیمان! میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب کی بار مستقل طور پر یا کسی مہم کے سلسلے میں شہاب الدین بن مسعود ادھر آیا تو میں خود سدورہ سے متعلق اس سے بات کروں گا۔"

اس موقع پر سدورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر ہلکی مسکراہٹ میں بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

"میری بچی! تمہیں اس طرح شرما کر اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے...... اب تمہارا نام امیر شہاب الدین بن مسعود کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے...... یہ کوئی ایک طرفہ معاملہ نہیں ہے، میری بچی! اگر تو اس کی ذات میں دلچسپی رکھتی ہے تو وہ بھی تجھے پسند کرتا ہے...... دیکھ یہاں سے شرما کر اٹھ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

بلال بن سلیمان اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سدورہ کہنے لگی۔ ''عم ابن سلیمان! ایسی کوئی بات نہیں ہے ...... میرے بابا اس حقیقت سے آگاہ ہیں ...... آپ بیٹھ کر باتیں کریں، کھانے کا وقت ہو رہا ہے میں کھانا تیار کرتی ہوں پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔''

اس کے ساتھ جب سدورہ دیوان خان کے دروازے کی طرف بڑھی تو سارا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

اخلاط شہر کے گھڑ دوڑ کے میدان میں خطائی ترکوں کا بادشاہ گور خان میدان میں دوڑنے والے گھوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت اس کے پاس اس کے اہل خان عزیز و اقارب اور اس کے سالار اور عمائدین سلطنت کھڑے ہوئے تھے کہ اس کے دو مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے جہاں گور خان سب لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر وہ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ان دونوں کو آتے ہوئے گور خان اور سب لوگوں نے دیکھ لیا تھا لہٰذا گور خان تک پہنچنے کے لیے ان دونوں کے لیے ایک راستہ سا بنا دیا گیا تھا۔

گور خان کے سامنے آ کر دونوں نے اپنے سر کو خوب خم کرتے ہوئے گور خان کو تعظیم دی تھی اس کے بعد وہ سیدھے کھڑے ہونے یہاں تک کہ ان میں سے ایک گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مالک! ترمذ شہر پر علاؤالدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ آپ نے جو لشکر ترمذ شہر کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا، علاؤالدین خوارزم شاہ نے اسے بدترین شکست دی ہے۔ اس لشکر میں سے بہت سے کٹ مرے، کچھ اپنی جانیں بچا کر اخلاط کی طرف بھاگ گئے ہیں اور کچھ کو علاؤالدین خوارزم شاہ نے گرفتار کر لیا تھا۔

جس وقت حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم وہاں سے چلے اس وقت تک علاؤالدین خوارزم شاہ نے ہمارے گرفتار ہونے والے لشکریوں کو آزاد کر دیا تھا۔ سب سے بڑی، سب سے مغموم اور افسردہ خبر یہ ہے کہ اس جنگ کے دوران آپ کی دونوں بیٹیاں زوزن اور کیرش کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا لیکن مسلمانوں نے ان کی جان، ان کی عزت آبرو کی حفاظت کی اور بڑے احترام کے ساتھ ان دونوں کو آزاد کر دیا، باقی آزاد

ہونے والے لوگوں اور مسلح جوانوں کے ساتھ کیرش اور زوزن بھی اخلاط ہی کا رخ کر رہی ہیں۔''

ترمذ شہر ہاتھ سے نکل جانے کا گور خان کو بے حد دکھ اور غم ہوا۔ کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی رہی کچھ کہہ نہ پایا آخر کچھ سوچتے ہوئے وہ آنے والے دونوں مخبروں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس بار دوسرا مخبر بول اٹھا۔

''مالک! ترمذ شہر کو فتح کرنے کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ زیادہ پھیلنے کا عزم کر چکا ہے جس وقت ترمذ شہر کے نواح سے ہم آپ کی طرف روانہ ہوئے تھے اس وقت تک ترمذ شہر کے گرد و نواح میں یہ خبریں گردش کرنے لگی تھیں کہ علاؤالدین خوارزم شاہ اب بخارا کا رخ کرے گا اور ترمذ شہر کی طرح بخارا پر بھی قبضہ کرنے کے بعد شاید وہ ہمارے خلاف کوئی اور قدم اٹھائے۔''

اس خبر نے گور خان ہی نہیں وہاں کھڑے اس کے سارے سالاروں اور عمائدین سلطنت کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد گور خان مزید کچھ سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں باری باری اپنے لشکر کے سپہ سالار تانیکو اور اپنی بڑی بیٹی کے شوہر اور اپنے داماد فونا پر جم گئی تھیں۔ کچھ دیر تک ان دونوں کا جائزہ لیا پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''تانیکو! ایک اور لشکر ترتیب دو اور اسے خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کرو۔ بخارا پر قبضہ کرنا تو بہت دور کی بات خوارزم شاہ کو بخارا کی طرف پیش قدمی بھی نہیں کرنے دینی چاہیے۔ فی الحال میں تمہیں اور فونا کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر علاؤالدین خوارزم شاہ نے زیادہ پھیلنے کی کوشش کی تو پھر ہم اس پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ اسے اپنے مرکزی شہر خوارزم تک کہیں بھی پناہ لینے کو جگہ نہیں ملے گی۔

جو لشکر علاؤالدین خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کرو اس کے سالار سے کہنا کہ اپنے جو لشکری وہ ترمذ شہر کے نواح میں شکست کھانے کے بعد لوٹ رہے ہیں یا جنہیں علاؤالدین خوارزم شاہ نے گرفتار کرنے کے بعد آزاد کر دیا ہے ان سب کو اپنے لشکر میں شامل کرتے ہوئے اپنے ساتھ لے جائے تاہم میری دونوں بیٹیوں زوزن اور کیرش کو کچھ محافظ دستوں کے ساتھ اخلاط کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ فونا! تم بھی تانیکو کے ساتھ جاؤ۔ دونوں مل کر لشکر تیار کرو، اس پر ایک سالار مقرر کرو اور اسے فی الفور علاؤالدین خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کر دو۔ جس لشکر کو روانہ کرو اس کے

سپہ سالار کو تاکید کرنا کہ وہ کسی بھی صورت علاؤالدین خوارزم کو بخارا کی طرف نہ بڑھنے دے۔''

گور خان کا یہ حکم پا کر تانیکو اور فونا وہاں سے ہٹ گئے تھے جبکہ گور خان پھر پہلے کی طرح گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرف متوجہ ہونے لگا تھا کہ اتنے میں اس کی سلطنت کا کوئی اہم رکن اس کے قریب آیا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ایک طرح سے اپنی حدود سے باہر ہو کر پھیلنا ہی شروع ہو گیا ہے۔ کیا یکے بعد دیگرے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے اور ان پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بلند تو نہ ہو جائیں گے......؟''

اپنی سلطنت کے اس کارکن کے ان الفاظ پر گور خان کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

''علاؤالدین خوارزم شاہ کو کچھ عرصہ تک اپنی للچائی تمناؤں میں ہوس کے جھکڑوں اور ستم کے موسموں میں اندھیوں کا کھیل کھیلنے دو، یہ نیا نیا حکمران بنا ہے اور حکمرانی کا نیا نیا نشہ بہت سے نئے کام کرنے پر بے بس اور مجبور کر دیتا ہے۔ ہم ہر خم ٹھونک کر سامنے آئیں گے اور اس کے جذبات اور اس کی کامیابیوں کو برف کے ڈھیر پر خون کے نشان بنا کر اس کے سامنے پیش کریں گے تو یقیناً اپنی خونی تمناؤں کی تکمیل کو فراموش کر بیٹھے گا۔ فی الحال وہ پھیل رہا ہے اور ہم اس کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم اپنی پوری طاقت اور قوت کیساتھ اندھے ظلم کے پجاریوں اور خیر اور شر کے تصادم کی طرح اس علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو اس کے سارے ہنر و کسب کی ریاضت کو اپنے پاؤں تلے روند کر چوراہوں میں اس کے لیے صلیبیں کھڑی کر دیں گے اور اس کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھونک کر اس کی ساری فتوحات کو اس کی ناکامیوں میں تبدیل کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''ہم اپنی دھرتی کے امین ہیں اور اس کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں۔ علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر پر قبضہ کر کے پہلی غلطی کی ہے۔ اب بخارا کی طرف پیش قدمی کر کے اپنے شیشہ جان میں زندگی بھرے گا اور اگر اس سے بھی بڑھ کر اس نے پہلے

کی کوشش کی تو ہم اپنی تاریخ کے سنہرے حروف کو حرکت میں لائیں گے اور اس علاؤالدین خوارزم کے ساگرِ روح میں زہر بھر کر رکھ دیں گے۔ میرے عزیز یہ جنگ دو چار برسوں نہیں صدیوں کے قصوں کا نام ہے۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ یہی علاؤالدین خوارزم شاہ تھک ہار کر اور اپنی طاقت اور قوت کا جنازہ اپنے کندھوں پر لادے ہمارے پاؤں پکڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

گور خان کی سلطنت کا وہ کارکن گور خان کی اس گفتگو سے خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر گور خان ہر چیز کو فراموش کر کے پہلے کی طرح میدان میں دوڑتے گھوڑوں کا بغور جائزہ لینے لگا تھا۔

❀ ❀ ❀

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ترمذ شہر کو فتح کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق وہاں کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تھا۔ ایک بار پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ اب اس نے محور میں اٹھتے بگولوں کی طرح بخارا شہر کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف گور خان کا لشکر بھی بڑی تیزی سے بخارا شہر کے تحفظ کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا۔ بخارا شہر سے ذرا فاصلے پر بھی دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔ گور خان کا وہ لشکر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گور خان کا وہ لشکر اشتباہ و شکوک کے ہیولوں، غول و بد روح کے گروہوں، وحشت اور واہمے کھڑے کرتے آسیب اور چھاؤں کی یلغار اور انحطاط و زوال فراق و ہجر کی داستانیں کھڑی کرتے اندھیاؤ کی طرح سلطان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان کے لشکر نے پہلے سلطان کی رہنمائی میں زور دار انداز میں تکبیریں بلند کیں، ان تکبیروں کے بلند ہونے سے یوں لگا جیسے وقت کے گہرے ساگر میں سیال نغمے اپنی پوری طغیانی اور سیلابی کیفیت کے ساتھ بہہ نکلے ہوں۔ اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اس کے سالار، اس کے لشکری خطا کے ترکوں پر خون کے احوال لکھتی شب میں موت اور نیستی کی سوزش اور اضطراب کھڑے کرتے لاہوتی لذتوں کے بحر بے کراں، نا امیدی، خوف، تلخی بیچارگی اور کسمپرسی کا عالم برپا کرتی، کرشمہ طرازیوں کے طلسماتی ردعمل کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان علاؤالدین اور اس کے سالاروں کے اس طرح حملہ آور ہونے سے میدان جنگ وحشی خونخوار قرقوں کی صداؤں کی طرح گونج اٹھا تھا۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے یوں لگتا تھا گویا غیب وشہود کے سنگم پر خیر وشر کا ٹکراؤ شروع ہو گیا ہو۔

خطا کے ترک زیادہ دیر تک سلطان علاؤالدین خواارزم شاہ اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کے حملے کو برداشت نہ کر سکے لہٰذا انہیں بخارا شہر کے نواح میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور شکست اٹھا کر وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف بھاگ گئے تھے۔

انہیں شکست دے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بے روک آندھیوں کی طرح بخارا کی طرف بڑھا۔ بخارا پر اس نے قبضہ کر لیا اور وہاں کا نظم ونسق درست کرنے لگا تھا۔

بخارا کا نظم ونسق درست کرنے میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے زیادہ وقت نہیں لیا۔ وہاں سے بھی وہ نکلا اور ابھی خطا کے ترکوں کا شکست خوردہ لشکر اپنے مرکزی شہر اخلاط نہ پہنچا ہو گا کہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کیا۔ سمرقند بھی فتح کر کے اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے کہ سمرقند کے حاکم عثمان خان نے سلطان کو خوش آمدید کہا تھا جبکہ اس سے پہلے وہ گور خان کے ایک عامل کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس طرح چند ہی دنوں کے اندر سلطان علاؤلدین خوارزم شاہ نے ترمذ بخارا اور سمرقند جیسے بڑے بڑے اور اہم شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔

خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کو جب اپنے لشکر کی بدترین شکست سلطان علاؤالدین خورازم شاہ کے بخارا پر قبضہ کرنے، اس کے بعد سمرقند بھی ہاتھ سے نکل جانے کی خبر ملی تو یہ خبریں سن کر ایک طرح سے اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے فی الفور اپنے سارے سالاروں، عمائدین سلطنت اور دیگر اہم شخصیتوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

سب لوگ جب قصر میں جمع ہو گئے تب اس کی اطلاع گور خان کو دی گئی چنانچہ گور خان بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ قصر کے اس کمرے کی شہ نشیں پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک قصر کے اندر کھا جانے والی مغموم سی خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد اپنے قصر کے ان سارے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے گور خان کہہ رہا تھا۔

"عزیزانِ من! علاؤالدین خوارزم شاہ جو اس سے پہلے ہمارا باج گزار تھا اس کا باپ بھی ہمیں خراج دیتا رہا ہے۔ ان کے آباؤاجداد بھی یہی طریقہ اختیار کیے رہے تھے۔ خراج دینے کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے مطیع اور فرمانبردار بن کر خوارزم پر حکومت کرتے رہے تھے لیکن اب اس علاؤالدین خوارزم شا نے اس پرانی روش کو ترک کر کے ہمارے علاقوں پر یلغار اور ترک تاز کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

جس وقت اس نے ترمذ شہر پر قبضہ کیا تھا ہم یہ سن کر خاموش رہے تھے کہ ترمذ شہر خود ہی اس نے فتح کر کے ایک طرح سے طشت میں سجا کر تحفے کے طور پر ہمیں پیش کیا تھا۔ ہم نے قبول کر لیا تھا جب اس نے ترمذ شہر پر قبضہ کر لیا تو ہم نے سوچا یہ اس کی زندگی کی پہلی حماقت ہے۔ نیا نیا حکمران بنا ہے اور نئے نئے حکمران کے سر پر نئی نئی فتوحات کا بھوت ضرور سوار ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم نے ترمذ کے چلے جانے کے بعد کسی سخت ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

شاید ترمذ کی فتح نے اس علاؤالدین خورازم شاہ کے حوصلوں کو جوانی اور تقویت بخشی۔ اس نے مزید پر پرزے نکالے، بخارا کی طرف بڑھا، ہماری بدبختی اور اس کی خوش قسمتی کہ بخارا کے نواح میں بھی اس نے ہمارے ایک لشکر کو شکست دی اور بخارا پر قبضہ کر لیا اور بخارا کا نظم ونسق درست کرنے کے بعد وہ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھا اور سمرقند پر بھی وہ قابض ہو گیا ہے اور یہ خبر بھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر لے کر آئے ہیں۔ اس بنا پر میں نے تم سب لوگوں کو قلعہ میں طلب کر لیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان جب خاموش ہوا تو اس کی سلطنت کا ایک اہم کارکن اٹھا پھر وہ گور خان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"گور خان! جس وقت ہم نے اپنے سفیر خراج کی وصولی کے لیے علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیے تھے اور علاؤالدین خوارزم شاہ نے ستم گری اور ظلم سے کام لیتے ہوئے ہمارے ان سفیروں کو قتل کروا دیا تھا۔ اس وقت ہی میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے سفیروں کے قتل کا انتقام لینے کے لیے ہمیں فی الفور علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو جانا چاہیے۔

اگر ہم اس وقت ہی خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ کر دیتے۔ جست وخیز کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے جاتے ہوئے اس کی سلطنت

کے اہم ٹھکانوں کو روندتے تو یقیناً ہم اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی اور اس نے ہماری غلطی سے خوب فائدہ اٹھایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ترمذ شہر اس نے خود ہمیں دیا تھا لیکن یہ سوچا جائے کہ خود ہی اس نے واپس لیا ہے اور پھر اس نے ترمذ شہر ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ وہ آج کل بگولوں کی طرح حرکت میں آیا ہوا ہے۔ ترمذ کے بعد اس نے بخارا اور پھر سمرقند بھی ہم سے لے لیا ہے۔ ان تینوں شہروں کو فتح کرنے سے بے حد فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

اول یہ کہ اس کے اور اس کے لشکریوں اور سالاروں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اور وہ یہ فیصلہ کرنے لگے ہوں گے کہ خطائی ترکوں کو کسی بھی میدان میں شکست دینا مشکل اور ناممکن نہیں ہے۔

دوئم ترمذ، بخارا اور سمرقند کو فتح کرنے کے بعد جہاں اس کی سلطنت میں وسعت ہوئی ہے وہاں اس کے حوصلوں میں بھی وسعت پیدا ہو گی۔

سوئم ان تینوں شہروں کے وسائل اب ہمارے بجائے خوارزم شاہ کے ہاتھ میں آ گئے ہیں اور ان شہروں کے وسائل کو یقیناً ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔

چہارم پہلے اس نے ترمذ شہر کے نواح میں ہمارے ایک خاصے بڑے لشکر کو شکست دی، آدھے سے زیادہ لشکریوں کو اس نے کاٹ کر رکھ دیا، کچھ کو اسیر بنا لیا، آپ کی دونوں بیٹیاں بھی اسیر ہو گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کی فراخدلی تھی، دونوں بیٹیوں کے علاوہ اس نے ہمارے لشکریوں کو بھی رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے دوسری شکست ہمارے لشکر کو بخارا کے نواح میں دی اور ان دونوں لشکروں کو شکست دینے کے بعد ہمارے لشکروں کے پڑاؤ سے بھی اسے بہت کچھ مال غنیمت کی صورت میں حاصل ہوا ہو گا۔

اس طرح تین شہروں پر قبضہ کرنے اور ہمارے دو بڑے لشکروں کو شکست دینے کے بعد جہاں علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کے جذبات اور حوصلوں کو تقویت ملی ہے وہاں علاؤالدین خوارزم شاہ کو مال غنیمت حاصل ہونے کی وجہ سے مالی استحکام بھی حاصل ہوا ہے اور اب وہ زیادہ پرجوش انداز اور زیادہ قوت خونخواری کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا۔"

سلطنت کا وہ رکن جب خاموش ہوا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تب ایک اور آدمی اٹھا اور گور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سمرقند کے معاملے میں ہم سے بھی ایک غلطی ہوئی ہے۔ گور خان! آپ نے پہلے عثمان خان کو اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ دینے کی حامی بھری تھی بلکہ سلطنت کے اندر یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ عثمان خان کی منگنی زوزن کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ بعد میں آپ نے خود ہی بلا کسی وجہ سے اس رشتے کو منقطع کر دیا۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج عثمان خان اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سمرقند سے باہر نکل کر علاؤالدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرتا اور اتنی جلدی اسے سمرقند میں داخل نہ ہونے دیتا۔ اتنی دیر تک ہماری طرف سے بھی کوئی لشکر پہنچ جاتا۔ اس طرح ہم اور عثمان خان دونوں قوتیں مل کر علاؤالدین خوارزم شاہ کو سمرقند کے نواح سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص رکا دوبارہ گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم گور خان! تعلقات کو کاٹنا، تعلقات کو منقطع اور ختم کرنا بڑا آسان ہے لیکن تعلقات کو استوار کرنا ہی مشکل ہے...... آپ نے جو اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ عثمان خان سے منقطع کر دیا ہے تو میرے خیال میں آپ کے اس عمل کے جواب میں یقیناً عثمان خان نے علاؤالدین خوارزم شاہ کا مقابلہ ڈٹ کر نہیں کیا ہو گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عثمان خان ہماری طرف سے سمرقند کا عامل ہے لیکن سمرقند میں اس کی ذاتی حیثیت بھی بڑی مضبوط اور مستحکم ہے۔ سمرقند کے مسلمان اسے پسند کرتے ہیں اور ہر معاملے میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار اور مستعد رہتے ہیں۔ اگر زوزن کا رشتہ دینے سے انکار کے بعد اسے سمرقند کی ولایت سے محروم کیا جاتا ہے تو سمرقند کے اندر ہمارے خلاف بغاوت بھی کھڑی ہونے کا خدشہ پیدا ہو سکتا تھا لیکن اب تو معاملہ ہی ختم ہو گیا ہے۔ اب تو سمرقند علاؤالدین خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا اور اس وقت عثمان خان ہمارا نہیں بلکہ علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماتحت ہو گیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ سمرقند کو فتح کرنے کے بعد عثمان خان سے علاؤالدین خوارزم شاہ نے کیا سلوک کیا ہو گا۔"

سلطنت کا وہ کارکن یہیں تک کہنے پایا تھا کہ قصر کے دروازے پر گور خان کا چوبدار نمودار ہوا، اس کے اس طرح آنے پر گور خان نے اسے مخاطب کیا۔

"خیریت تو ہے...... کیا معاملہ ہے......؟"

اس پر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے عصا سمیت چوبدار نے اپنے آپ کو خوب زمین کی طرف جھکایا پھر سیدھا کھڑا ہوا اور گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک! مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم کی طرف سے ایک سفیر آیا ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

اس موقع پر گور خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، کچھ سوچا اس کے بعد اپنے چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اسے آج کے دن اور آنے والی شب کو مہمان خانے میں ٹھہراؤ کل اس سے بات کریں گے۔ آج ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اس کو نمٹائیں گے۔"

گور خان کا یہ جواب سن کر چوبدار پیچھے ہٹ گیا تھا۔ چوبدار کے جانے کے بعد گور خان نے کچھ سوچا پھر سلطنت کا وہ کارکن جو کھڑے ہو کر اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسے مخاطب کر کے گور خان کہنے لگا۔

"عثمان خان نے یقیناً علاؤالدین خوارزم شاہ کی اطاعت اختیار کر لی ہوگی اور میرے خیال میں علاؤالدین خوارزم شاہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زوزن کا رشتہ نہ دینے کی بنا پر عثمان کے دل میں یقیناً ہمارے خلاف میل آ گیا تھا لیکن کسی بھی موقع پر اس نے ہم سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ اگر علاؤالدین خوارزم شاہ نے سمرقند فتح کر کے عثمان خان کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا ہے تو آنے والے دنوں میں عثمان خان ہی سے رابطہ کر کے ہم علاؤالدین خوارزم شاہ سے سمرقند واپس لے سکتے ہیں۔"

گور خان پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا۔ اس کے بعد اپنے داماد اور لشکر کے بڑے سالار فونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"فونا جو گفتگو اب تک ہوئی اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو......؟"

فونا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں یہ پسند کروں گا کہ ایک دو دن کے اندر اپنی عسکری تیاریوں کو عروج پر لانے کے بعد ایک لشکر یہاں سے روانہ ہو اور سمرقند کا رخ کرے۔ علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس وقت سمرقند ہی میں قیام کیا ہوگا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سمرقند پر یلغار کر دیں۔ میرا

اندازہ ہے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کسی بھی صورت سمرقند شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ نہیں کرے گا۔

اس نے سمرقند پر قبضہ کرنے کے بعد اس وقت تک اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے اندر ہی قیام کیا ہوگا جو لشکر لے کر ہم اس پر حملہ آور ہونے کے لیے جائیں گے۔ اس کی تعداد یقیناً اس کے لشکر سے بہت زیادہ ہوگی لہٰذا وہ شہر کے اندر محصور رہ کر ہی مقابلہ کرنے کی ٹھانے گا۔ ہم شہر کا محاصرہ کر لیں گے۔ اس محاصرے کے دوران عثمان خان سے رابطہ قائم کریں گے۔ اسے زوزن کا رشتہ دینے کی حامی بھر لیں گے اور اسے پکا پختہ یقین دلائیں گے کہ زوزن کو اس سے بیاہ دیا جائے گا۔ جب ایسا پیغام عثمان کو ملے گا تو شہر کے اندر یقیناً علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کرے گا جس کی ہمیں بھی اطلاع دے گا جس کے تحت ہم علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو کر سمرقند اس سے لے سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فونا کچھ دیر رکا، کچھ سوچا، اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ جب ہم عثمان خان کو زوزن کا رشتہ دینے کی پیشکش کر دیں تو اس سلسلے میں اس سے پکا پختہ وعدہ کریں تو ہمارے ساتھ مل کر عثمان خان کوئی ایسا انتظام کرے کہ ہم علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اسے اور اس کے سالاروں کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں اور عثمان خان سے رابطہ کر کے ایسا کرنا کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فونا جب خاموش ہوا تو گور خان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ فونا چپ چاپ بیٹھ گیا پھر گور خان نے اپنے لشکر کے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تانیکو! اب تک جو گفتگو ہوئی تم نے بھی سنی، اب تم ذرا اپنے خیالات کا اظہار کرو، میں دیکھوں تم کیا کہتے ہو۔"

تانیکو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "مالک! جو کچھ آپ کے داماد فونا نے کہا ہے میں اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ اس سے متفق ہوں، اس لیے کہ فونا بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ پہلی بات جس سے میں اتفاق کرتا ہوں وہ یہ کہ عثمان خان کو ہمیں زوزن کا رشتہ دے دینا چاہیے اس طرح ہم عثمان خان

کو دوبارہ اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو کچھ فوتا نے کہا ہے اس سے اتفاق کرنے کے بعد میں اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

میں اس بات پر تو متفق ہوں کہ ایک دو دن میں ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر کے ہمیں سمرقند کا رخ کرنا چاہیے اور شہر پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ یقیناً علاؤالدین خوارزم شاہ سمرقند شہر میں محصور ہو کر ہمارا مقابلہ کرے گا۔ اس کے علاوہ علاؤالدین خوارزم شاہ کی طاقت اور قوت کو کمزور کرنے اور اس کے پاؤں سمرقند میں متزلزل کرنے کے لیے میرے پاس ایک تجویز ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لیے یہیں رکھا جائے، باقی دو حصوں میں سے ایک حصہ علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے سمرقند کا رخ کرے جبکہ دوسرا حصہ بڑی تیزی سے یلغار اور ترک تاز کرتا ہوا علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت میں داخل ہو کر اس کے شہروں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں سمرقند سے نکل کر اپنے علاقوں کا رخ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اس لیے کہ جب ہمارے لشکر کا یہ حصہ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا تو یقیناً اس کے مخبر اسے اس صورت حال سے آگاہ کریں گے اور اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے علاؤالدین خوارزم شاہ اپنی سلطنت بچانے کے لیے سمرقند سے نکل کر اپنے علاقوں کا رخ کرے گا اور جب وہ ایسا کرے گا تو سمرقند کے نواح میں اچانک ایک طرف نمودار ہو کر ہم اس پر حملہ کریں گے، اسے اور اس کے لشکریوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نا صرف علاؤالدین خوارزم شاہ سے اس کی گزشتہ زیادتیوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ علاؤالدین خوارزم شاہ کو گرفتار کر کے اس کی وسیع سلطنت کے وسیع حصوں قابض ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

تانیکو کی یہ ساری گفتگو سن کر گور خان خوش ہو گیا تھا۔ تانیکو جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے گور خان کہہ رہا تھا۔

”تانیکو! جو کچھ تم نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں اسی میں ہماری بہتری ہے اور اس

عمل کیا جائے گا۔ میں اب اس دربار کو ختم کرتا ہوں۔ تانیکو! تم سارے سالاروں کے ساتھ حرکت میں آؤ، لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دو، ایک حصہ اخلاط ہی میں رہے، ایک حصے کو لے کر فوتا خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہو جائے جبکہ تیسرے حصے کو تم خود لے کر سمرقند کا رخ کرو اور علاؤالدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانے کی کوشش کرو یہ آخری فیصلہ ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی گور خان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔ اور لوگ قصر کے اس کمرے سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔

★……★

◎ ◎ ◎

زوزن اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کے کمرے کے دروازے پر اس کی چھوٹی بہن کیرش نمودار ہوئی، اسے دیکھتے ہی زوزن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اندر آجاؤ، دروازے پر کھڑی نہ ہو...... مجھے تمہارا ہی انتظار تھا...... میں جانتی تھی کہ تم میرے پاس ضرور آؤ گی۔“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش پریشان ہو گئی تھی، آگے بڑھی، زوزن کے سامنے بیٹھ گئی پھر حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز میں وہ زوزن کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

”میری بہن! تم نے کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں تمہارے پاس آؤں گی اور تم کس بنا پر یا کس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میری منتظر تھیں۔

اس موقع پر زوزن نے ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگی۔ ”تم بھی میری بڑی بھولی بہن ہو...... میں یقیناً تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی جس وقت دربار میں تانیکو نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ فونا ایک لشکر لے کر علاؤالدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے اور دوسرے لشکر کے ساتھ تانیکو سمرقند کا رخ کرے اس وقت میں بڑے غور سے تمہارے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگا رہی تھی، میں بڑے غور سے تمہاری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت تمہارے چہرے پر پریشانیاں ہی پریشانیاں، تفکرات ہی تفکرات تھے اور انہی پریشانیوں اور تفکرات کو دیکھتے ہوئے میں یہاں آنے کے بعد بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرنے لگی اس لیے کہ میں جانتی تھی جس بات نے تمہیں تفکرات اور پریشانیوں میں ڈال دیا ہے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے تم میرے پاس ضرور آؤ گی اب بولو کیا کہنا چاہتی ہو۔“

زوزن جب خاموش ہوئی تب کیرش تھوڑی دیر تک اسے توصیفی انداز میں دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میری بہن! تیرا اندازہ درست ہے...... میں اس وقت سخت پریشان اور فکر مند ہوں۔ تانیکو اگر لشکر لے کر سمرقند کا رخ کرتا ہے تو یقیناً سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین اس کے ساتھ الجھ جائیں گے اس طرح جو لشکر فونا لے کر ان کے علاقوں میں داخل ہوگا اور اس کی کوئی راہ روکنے والا نہ ہوگا لہٰذا فونا ان کے علاقوں میں دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتا چلا جائے گا جبکہ میں ایسا نہیں دیکھنا چاہتی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی پھر زوزن کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ”زوزن میری بہن! میں چاہتی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اس صورتحال سے شہاب الدین کو آگاہ کر دیا جائے تاکہ جہاں وہ تانیکو کا مقابلہ کریں وہاں فونا کی راہ روکنے کا بھی اہتمام کریں۔“

کیرش رکی پھر کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبنے کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

”زوزن میری بہن! اس کے دو فوائد ہوں گے۔ اول یہ کہ شہاب الدین کو مجھ پر اعتماد اور بھروسہ ہو جائے گا کہ میں واقعی ان سے مخلص ہوں، ان سے سچی محبت کرتی ہوں...... اس طرح وہ میری قدر کریں گے اور ان کے دل میں بھی میرے لیے محبت ہو جائے گی...... اسی میں میری کامیابی اور اسی میں میری خوشی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ فونا کے لشکر کی اطلاع ملنے کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر فونا کی راہ روکنے کا اہتمام کریں گے۔ اس طرح وہ ایک بہت بڑے نقصان سے بچ جائیں گے اور یہ میری دلی خواہش ہے۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب زوزن کہنے لگی۔ ”یقیناً میں جانتی تھی کہ تم اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میرے پاس آؤ گی...... اب بولو تم کیا چاہتی ہو اور اس پر کیسے عمل ہونا چاہیے۔“

جواب میں کیرش کچھ دیر سوچتی رہی پھر زوزن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”زوزن میری بہن! کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب شہاب الدین پہلی بار ایک سفیر کی حیثیت سے ہمارے ہاں آئے تھے اور بیدو خان نے انہیں دریائے آمو کے پل کے پاس روک کر اور ان پر حملہ آور ہو کر انہیں زخمی کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے جواب میں میری بہن

تم نے کچھ آدمی مقرر کیے تھے جنہوں نے دریائے آمو کے پل سے پہلے شہاب الدین کی حفاظت کا کام سرانجام دیا تھا۔''

کیرش رکی پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔ ''زوزن! میں چاہتی ہوں کہ ان ہی آدمیوں میں سے کسی مخلص نوجوان کا انتخاب کرو جو میری طرف سے شہاب الدین کے پاس یہ پیغام لے کر جائے کہ جہاں تانیکوان پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک لشکر لے کر آ رہا ہے وہاں ویسا ہی ایک لشکر لے کر فونا ان کی مملکت میں داخل ہوگا لہٰذا اس کی راہ روک کر اپنے علاقوں کی حفاظت کریں۔''

کیرش جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک بڑے غور سے زوزن اس کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''تم نادان اور بے وقوف ہو...... ان لوگوں سے یہ کام نہیں لیا جا سکتا...... اگر ہم نے یہ کام ان سے لے بھی لیا تو کسی نہ کسی طرح ہمارا راز فاش ہو جائے گا...... جس دن ہمارا راز فاش ہو گیا اور ہمارے باپ یا ہمارے عزیز اقارب یا ہمارے سالاروں کو یہ خبر ہو گئی کہ ہم علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں تو یاد رکھنا،، وہ دن ہماری زندگی کا آخری دن ہوگا اور ہم دونوں بہنوں کے سر قلم کر دیے جائیں گے۔ لہٰذا شہاب الدین تک یہ خبر پہنچانے کے لیے ہمیں کسی بااعتماد اور بھروسے کے شخص کو استعمال کرنا چاہیے......''

زوزن اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کیرش بول اٹھی تھی۔ اس موقع پر کیرش کی آواز میں اندیشے ہی اندیشے اور تفکرات ہی تفکرات تھے، کہہ رہی تھی۔

''ایسا آدمی کہاں سے لائیں جو قابل بھروسہ بھی ہو...... ہمارا راز بھی فاش نہ کرے اور جو کچھ ہم کہنا چاہتی ہیں ہمارا وہ پیغام شہاب الدین تک بھی پہنچا دے۔''

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''اس سلسلے میں تمہیں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... ایسا آدمی آ چکا ہے...... شاید قدرت مسلمانوں پر مہربان ہے اس لیے وہ ان کی حفاظت کا اہتمام بھی کر چکی ہے۔ جس وقت دربار لگا ہوا تھا تو تم نے دیکھا دربار کے کمرے کے دروازے پر بابا کا چوبدار نمودار ہوا تھا اور اس نے بابا کو تعظیم دیتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ سلطان

علاؤالدین خوارزم شاہ کا ایک سفیر آیا ہوا ہے اور وہ ہمارے بابا سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

تم نے یہ بھی سنا ہوگا کہ بابا نے چوبدار سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس سفیر کو مہمان خانے میں ٹھہرائے، کل اس سے بات کی جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، کچھ سوچا پھر اندیشوں بھری آواز میں کہنے لگی۔ ''کیرش! میرا اندازہ ہے کہ جو سفیر علاؤالدین خوارزم کی طرف سے آیا ہے اسے ہمارا باپ موت کے گھاٹ اتار دے گا...... علاؤالدین خوارزم شاہ نے تو ہمارے سفیروں کو اس لیے موت کے گھاٹ اتارا تھا کہ وہ اس سے خراج وصول کرنے گئے تھے اور اس کے دربار میں انہوں نے بدتہذیبی اور جاہلیت کا مظاہرہ کیا تھا جو یقیناً مسلمانوں کے لیے قابل برداشت تھا۔ لہٰذا سفیروں کو ان کی گردنوں سے محروم کر دیا گیا...... میں اور تم خود بھی اپنے باپ کے مزاج اور اس کی طبیعت سے واقف ہیں...... میرا اپنا اندازہ ہے کہ جب کل مسلمانوں کے سفیر کو ہمارے باپ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اس نے اپنے سلطان کا کوئی پیغام ہمارے باپ کے سامنے پیش کرنا چاہا تب بھی، اس نے پیغام نہ بھی دیا تب بھی ہمارا باپ ہر صورت میں اس کی گردن کاٹے گا...... میں چاہتی ہوں جو کام ہم کرنا چاہتی ہیں اس سفیر کے ذریعے کیوں نہ کریں، ایسا کرنے کے دو فائدے ہوں گے۔''

اول یہ کہ تمہارا پیغام تمہاری طرف سے شہاب الدین کے پاس پہنچ جائے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ سفیر سلامتی کے ساتھ واپس جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس طرح اس کی جان بھی بچ جائے گی...... اب بولو تم کیا کہتی ہو؟''

زوزن کے ان الفاظ کو سن کر کیرش ایسی خوش ہوئی کہ آگے بڑھ کر اس نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اور بڑے تیز طوفانی انداز میں وہ اس کا چہرہ چومنے لگی تھی۔ اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ کر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھی اور زوزن کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

''میری بہن! جو اطلاع میں پہنچانا چاہتی ہوں اس کے لیے تم نے راستہ تو بڑا معقول اور مناسب بتایا ہے...... اب سوچنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس سفیر سے رابطہ کیسے قائم کیا جائے اور پھر اسے یہاں سے نکلنا بھی چاہیے ورنہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو جو پیغام میں بھیجنا چاہتی ہوں وہ پیغام بھی نہیں پہنچ پائے

گا۔"

کیرش کے خاموش ہونے پر لمحہ بھر کے لیے زوزن نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"کیرش! اس معاملے میں مجھے ذرا سوچنے دو، غور کرنے دو پھر اس کام کو اس کے انجام تک پہنچانے کا کوئی راستہ نکالتے ہیں۔"

زوزن کے خاموش ہونے پر کیرش مسکراتی ہوئی بول اٹھی۔"زوزن میری بہن! تم سوچو، اتنی دیر تک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اور میرا اندازہ ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کے سفیر سے بھی رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور اس کی جان بھی بچا سکتے ہیں اور پیغام بھی شہاب الدین تک پہنچا سکتی ہیں۔"

زوزن کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، جستجو بھرے انداز میں کیرش کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز سنائی دی۔"ایسی ترکیب اگر تمہارے شعور میں ہے تو بولو ...... رکے ہوئے کیوں ہو۔"

کیرش نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی۔"میری بہن! سورج غروب ہونے کے بعد مہمان خانے کا جو محافظ ہے وہ مستقر سے نہ صرف خود کھانا کھانے جائے گا بلکہ مسلمانوں کے سفیر کے لیے بھی کھانا لائے گا ...... میں چاہتی ہوں جس وقت مہمان خانے کا محافظ مستقر کی طرف جائے، ہم دونوں بہنیں مہمان خانے میں جائیں، مسلمانوں کے اس سفیر سے ملیں اور اسے ساری صورت حال سے آگاہ کریں ...... اسے یہ بھی بتائیں کہ یہاں قیام کرتے ہوئے اس کی زندگی خطرے میں ہے اور جو پیغام ہم تجھے دینا چاہتی ہیں وہ لے کر یہاں سے بھاگنے والی بات کرو۔

زوزن میری بہن! تم جانتی ہو سورج غروب ہونے کے بعد وہ لوگ شہر سے گروہ در گروہ نکلتے ہیں جو شہر میں کام کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ سبزی فروش بھی اسی طرح شہر سے نکلتے ہیں ...... ہم اسے کہیں گے کہ وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر ان لوگوں کے ساتھ شہر سے باہر نکل جائے اور پھر یہاں سے بھاگنے والی بات کرے ...... پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔"

کیرش کی اس گفتگو سے زوزن خوش ہو گئی تھی اور کہنے لگی۔"میری بہن! یہ سب سے اچھی اور عمدہ ترکیب ہے ...... اس میں کوئی خطرہ بھی نہیں ...... میرے خیال میں

اب ہمیں اس موضوع پر سوچنے یا فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرتی ہیں جونہی سورج غروب ہوتا ہے، مہمان خانے کی طرف جائیں گی اور اگر مہمان خانے کا محافظ مستقر کی طرف جائے گا تو ہم مہمان خانے میں گھس کر مسلمانوں کے سفیر سے رابطہ قائم کریں گی۔"

زوزن کی اس گفتگو سے کیرش بھی خوش ہو گئی تھی پھر دونوں بہنیں انتظار کرنے لگی تھی۔ سورج جب غروب ہو گیا، فضاؤں کے اندر ہلکی ہلکی تاریکی پھیلنے لگی تب کیرش اور زوزن دونوں بہنیں نکلیں، پیدل ہی چلتی شاہی مہمان خانے کی طرف گئیں، ان کی خوش قسمتی اس وقت تک مہمان خانے کا محافظ کھانا کھانے اور مسلمانوں کے سفیر کا کھانا لانے کے لیے مستقر کی طرف جا چکا تھا لہٰذا بے خطر ہو کر دونوں بہنیں مہمان خانے میں داخل ہوئیں۔

انہوں نے دیکھا مہمان خانے کے اصطبل میں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ مہمان خانے کے مختلف کمروں کا انہوں نے جائزہ لیا۔ ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ دونوں بہنیں اس کمرے کی طرف بڑھیں، اندر مسلمانوں کا سفیر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں بہنوں کو دیکھتے ہی وہ چونک سا گیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیرش اور زوزن دونوں بہنیں اس کمرے میں داخل ہوئیں، گفتگو کا آغاز کیرش نے کیا اور سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے بھائی! تمہیں ہماری اس طرح آمد پر پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ...... اپنی نشست پر بیٹھ جاؤ، ہم تمہارے لیے ایک انتہائی اہم پیغام لے کر آئی ہیں۔"

سفیر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ زوزن اور کیرش دونوں آگے بڑھ کر اس کے سامنے بیٹھ گئیں پھر گفتگو کا آغاز کیرش نے کیا۔ سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"عزیز بھائی! میرا نام کیرش ہے اور یہ میری بڑی بہن زوزن ہے ...... ہم دونو خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان کی بیٹیاں ہیں۔"

اس انکشاف پر سفیر اور زیادہ پریشان اور حیرت زدہ ہو گیا تھا۔ اس کی اس کیفیت کو بھانپتے ہوئے کیرش پھر بول اٹھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں

اسے جو کچھ میں کہنے لگی ہوں غور سے سننا اور اس پر فی الفور عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے سالار اعلیٰ محترم شہاب الدین بن مسعود کے نام ایک پیغام دینا چاہتی ہوں جو کچھ میں کہنے لگی ہوں غور سے سننا واپس جا کر شہاب الدین بن مسعود سے کہنا کہ چند روز تک ہمارے ہاں سے دو لشکر نکلیں گے ایک لشکر سمرقند کا رخ کرے گا اور اس کی سالاری ہماری سرزمینوں کا سالار اعلیٰ تانیکو کرے گا دوسرا لشکر ہمارے بہنوئی قونا کی سرکردگی میں ہوگا اور وہ تم لوگوں کے علاقوں میں داخل ہو کر ترک تاز کرتے ہوئے تمہارے مرکزی شہر کا رخ کرے گا اس طرح ہمارا باپ تانیکو کے ذریعے سلطان اور اس کے سالاروں کو سمرقند میں مصروف رکھ کر ہمارے بھائی قونا کے ذریعے سلطان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے میرا یہ پیغام جب تم شہاب الدین بن مسعود تک پہنچا دو گے تو وہ اس کا سدباب کر لیں گے دیکھو وقت ضائع نہ کرنا یہ پیغام شہاب الدین تک پہنچانا ورنہ تمہارے علاقے ایک خطرناک عذاب سے دوچار ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی پھر کہنے لگی۔ "ہم دونوں بہنوں کو جلدی ہے کہ ہم زیادہ دیر یہاں رک بھی نہیں سکتیں اس لئے کہ مہمان خانے کا محافظ اس وقت کھانے کے لئے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے اس کی آمد سے پہلے ہم ساری گفتگو کر کے واپس چلی جانا چاہتی ہیں...... جب محافظ واپس آتا ہے تو وہ یقیناً تمہیں کھانا پیش کرے گا ہوسکتا ہے اپنا کھانا بھی یہیں لے جائے تمہیں کھانا کھلانے کے بعد جب وہ برتن لے کر جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنے گھوڑے پر زین ڈال کر یہاں سے بھاگنے والی بات کرنا ورنہ کل صبح ہمارا باپ تمہاری گردن کاٹنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

یہ بھی بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ سورج غروب ہونے کے بعد شہر سے بہت سے لوگ گروہ در گروہ نکلتے ہیں ان میں کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں سبزی فروش، مزدور وغیرہ اور دوسرے شعبوں کے بہت سے لوگ جو گرد و نواح سے آتے ہیں وہ نکلتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے شہر سے نکل جانا اور شہر سے نکلنے کے بعد جس قدر تیزی سے سفر کر سکتے ہو کرنا اور سمرقند جا کر جو پیغام میں نے تمہیں دیا ہے وہ شہاب الدین بن مسعود کو دینا۔"

اس موقع پر سفیر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کیرش اور زوزن دونوں اپنی جگہ سے اٹھ

کھڑی ہوئیں کیرش کہنے لگی۔

"ہم دونوں بہنیں جاتیں ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا ورنہ جہاں تمہاری سلطنت کے حالات خراب ہو جائیں گے وہاں تم اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے" اور اس کے ساتھ ہی کیرش اور زوزن وہاں سے نکل گئی تھیں۔

ان دونوں بہنوں کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا سفیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کوئی فیصلہ کیا ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اصطبل کی طرف گیا گھوڑے کے آگے اس نے حرید چارہ ڈالا ایک طرف اس کی زین پڑی ہوئی تھی زین کے ساتھ گھوڑے کے چارے کا توبرا تھا وہ اس نے اتارا اور خوراک سے بھر کر اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا یہ کام کرتے ہوئے وہ کبھی کبھی مڑ کر مہمان خانے کے دروازے کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا اس کے بعد حرید حرکت میں آیا گھوڑے کی زین کے قریب ہی جو پانی کا مشکیزہ پڑا ہوا تھا وہ بھی اس نے پانی سے بھر کے مشکیزے کا منہ اچھی طرح باندھ کر زین کے ساتھ ہی رکھ دیا تھا یہ سارے کام کرنے کے بعد دوبارہ اس کمرے میں آ کے بیٹھ گیا جہاں سے نکل کے گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مہمان خانے کا محافظ آ گیا اس کمرے میں داخل ہوا جس میں سفیر ٹھہرا ہوا تھا اس کے سامنے کھانے کے برتن رکھے پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں اپنا کھانا کھا آیا ہوں یہ تمہارا کھانا ہے کھا لو پھر میں خالی برتن چھوڑ آؤں گا۔"

سفیر کو اب فکرمندی اور جلدی لاحق ہو گئی تھی۔ جونہی اس کے سامنے کھانا رکھا گیا اس نے کھانا شروع کر دیا۔ جلدی جلدی کھانا ختم کرنیکے بعد وہ باہر آیا اور مہمان خانے کے محافظ کو آواز دے کر پکارا۔ جب وہ آیا تو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کھانا میں کھا چکا ہوں، اب تم برتن لے جاؤ۔"

محافظ کمرے میں داخل ہوا، کھانے کے برتن اٹھا کر وہ مہمان خانے کے صدر دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔

اس کے باہر جاتے ہی سفیر تقریباً بھاگتا ہوا اصطبل کی طرف گیا۔ زین اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالی، زین کا تنگ خوب کس کر درست کیا، خوراک کا توبرا، پانی کی

چھاگل زین کے ساتھ باندھ دی۔ اس کے بعد بھاگتا ہوا اس کمرے کی طرف گیا جس میں وہ قیام کیے ہوئے تھا۔ وہاں سے ایک خرجین اٹھائی جس میں اس کا سامان تھا اس کے بعد کمرے کے اندر جلتی ہوئی مشعل کو بجھا دیا اور کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا۔

ایسا کرنے کے بعد وہ اصطبل کی طرف آیا، جلدی جلدی اس نے گھوڑے کو دھانہ چڑھایا اور پھر گھوڑے کی بھاگ پکڑ کر دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھتا ہوا اصطبل سے نکلا۔

آہستہ آہستہ بے فکری سے چلتا ہوا جب وہ شہر پناہ کے دروازے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کچھ لوگ شہر سے نکل رہے تھے لہٰذا وہ بھی بے فکری کا تاثر دیتا ہوا اپنے گھوڑے کی بھاگ پکڑے شہر سے نکل گیا۔ شہر پناہ سے تھوڑی دور جانے کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ اپنی منزل کا رخ کر رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

اگلے روز اخلاط کے ترکوں کا شہنشاہ گور خان اپنے مرکزی شہر اخلاط کے اس چوراہے پر آیا جہاں بہت بڑی صلیب نصب تھی اور جہاں مجرموں کو عبرت خیزی کے لیے سب لوگوں کے سامنے سزا دی جاتی تھی۔ اس موقع پر اس کے سارے سالار اور سرکردہ مصاحب اس کے پاس تھے کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تانیکو! اپنے کسی سالار کو مہمان خانے کی طرف بھیجو وہ مسلمانوں کے سفیر کو بلا کر یہاں لائے۔"

گور خان رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "اس علاؤالدین خوارزم شاہ نے میرے سفیروں کو قتل کیا تھا، میں اس کے سفیر کو یہاں چوراہے پر ایسا مصلوب کروں گا کہ اس کے مصلوب کیے جانے کی روداد سن کر علاؤالدین خوارزم شاہ کے خوف اور ڈر کے مارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔"

گور خان کا یہ حکم پا کر تانیکو پیچھے ہٹا پھر ایک سالار کو اس نے مہمان خانے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ سالار لوٹا، وہاں آیا جہاں گور خان، تانیکو، فونا و دیگر سالاروں کے علاوہ سلطنت کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے گور خان نے تانیکو کو مخاطب کیا۔

"تانیکو! یہ وہ سالار ہے جسے تم نے علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو لانے کے لیے روانہ کیا تھا۔"

تانیکو نے اس بات پر گردن خم کی اور ساتھ ہی آنے والے اس سالار کو اس نے مخاطب کیا۔ "تم علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو نہیں لے کر آئے؟"

اس سفیر نے اپنی گردن زمین کی طرف خوب جھکا کر گور خان کو تعظیم دی پھر کہنے لگا۔ "مالک! مسلمانوں کا سفیر مہمان خانے میں تو ہے ہی نہیں، نہ اس کا گھوڑا وہاں ہے……"

اس سالار کا جواب سن کر گور خان کی حالت ایک دم تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے غصے، غضبناکی اور برہمی کی کوئی انتہا نہ تھی کچھ دیر سوچتا رہا پھر آنیوالے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم نے اس سے متعلق مہمان خانے کے محافظ سے پوچھا……؟"

سالار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ "مالک! محافظ بھی ابھی ابھی آیا ہے…… آپ جانتے ہیں کہ محافظ رات کو مستقر میں قیام کرتا ہے…… میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے سفیر کو رات کا کھانا کھلایا پھر میں برتن لے کر چلا گیا…… میں نے وہیں قیام کیا اور صبح میں جب اس کے لیے کھانا لے کر آیا تو کمرہ خالی تھا اور اصطبل میں اس کا گھوڑا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس کی اطلاع دینے کے لیے نکلنا ہی چاہتا تھا کہ میں وہاں پہنچ گیا۔"

یہ جواب سن کر گور خان کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے اپنے دائیں جانب تانیکو، فونا کے علاوہ دوسرے سالاروں پر ڈالی پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تانیکو! میں اس معاملے کو کیا سمجھوں…… غداری یا مسلمانوں کے سفیر کی پیش قدمی…… میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر سفیر کہاں چلا گیا اور وہ کیوں بھاگ گیا…… میں نے کسی کے سامنے اس کی سزا کا ذکر بھی نہیں کیا تھا کہ اسے پتہ چل جاتا اور وہ

اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ جاتا ...... میں نے تو اس کے لیے صرف یہ حکم جاری کیا تھا کہ میں آج اس سے ملاقات کروں گا ...... اگر اس نے اسی طرح بھاگ جانا تھا تو یقیناً وہ ہمارے شہر میں داخل ہی نہ ہوتا ...... تانیکو! میرا اندازہ ہے کہ اسے کسی نے آنے والے خطرے اور خدشات سے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا وہ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا ہے۔"

گور خان جب خاموش ہوا تب تانیکو کہنے لگا۔ "مالک! جب آپ نے اس کے لیے کوئی سزا ہی نہیں کی، نہ ہی اس سے متعلق کسی سے گفتگو کی پھر اسے کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ مالک! میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی غداری نہیں ہے ...... میرے خیال میں آپ کے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہمارے کسی آدمی نے اسے چونکا دیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے ...... ہمارا آدمی تو اس وقت ایسا کرتا اگر ہم اس کے لیے کوئی سزا تجویز کر چکے ہوتے اور مہمان کو پتہ نہ ہوتا ...... ہم سمجھتے کہ ہمارے کسی آدمی نے غداری کی ہے اور اس کی غداری کی وجہ سے وہ مہمان بھاگ گیا ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ مسلمانوں کا سفیر خود اپنے لیے خطرے کی بو پا گیا تھا لہٰذا جب مہمان خانے کا محافظ اسے کھانا کھلا کر مستقر کی طرف چلا گیا تو اس کی غیر موجودگی میں وہ بھی مہمان خانے سے بھاگ گیا۔"

تانیکو کا جواب سن کر گور خان کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔ "وجہ کچھ بھی ہو اس معاملے پر نگاہ رکھو اور جاننے کی کوشش کرو اس کے بھاگنے کی کیا وجہ ہے کیا ہمارے شہر میں کسی کے ساتھ اس کا رابطہ یا تعلق ہے جس نے اسے آنے والے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے میں علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو کڑی سزا دینا چاہتا تھا اس کا یہاں سے بھاگ جانا میری ناکامی ہے بلکہ میری توہین اور اہانت ہے بہرحال اس سارے معاملے کی چھان بین کرو پھر دیکھتے ہیں کہ اس کے بھاگنے کی کیا وجہ ہے۔" اور اس کے ساتھ ہی گور خان صلیب کے اس چوراہے سے اپنے قصر کی طرف چل دیا تھا۔

★ ...... ★

◎◎◎

سمرقند شہر میں ایک روز وہی سفیر جسے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے گور خان کی طرف روانہ کیا تھا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان اسے دیکھ کر خوش ہوا، سفیر کو سلطان نے اپنے قریب بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب سلطان نے اسے تفصیل بتانے کے لیے کہا جس پر سفیر نے اخلاط شہر سے بھاگنے، کیرش، اس کی بہن زوزن سے ملاقات اور اس کے پیغام کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جان کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے خوشی کا اظہار کیا۔ سفیر کی تعریف کی کہ وہ بر وقت اخلاط شہر سے نکل کھڑا ہوا پھر سلطان نے بڑی شفقت سے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اب تم جا کر آرام کرو ...... ساتھ ہی شہاب الدین بن مسعود، منصور ترکی کزتک، امیر الدین ابوبکر اور امیر ملک کو میری طرف بھیج دو۔"

سلطان کا یہ حکم سن کر سفیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ سارے سالار جنہیں سلطان نے مخاطب کیا تھا سلطان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ جب وہ سب سلطان کے گرد بیٹھ گئے تب لمحہ بھر کے لیے سلطان نے بھرپور نگاہ شہاب الدین بن مسعود پر ڈالی، اس کے بعد اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز! سب سے پہلے تو مجھے تم پر فخر ہے کہ ہم سب نے مل کر ترمذ، بخارا، سمرقند کو فتح کیا۔ اب ہماری ان فتوحات کے جواب میں گور خان اپنے ردعمل کا اظہار کرنے لگا ہے۔ میں نے جو سفیر اس کی طرف بھجوایا تھا وہ واپس آ گیا ہے، مجھے ساری تفصیل بتا چکا ہے۔

گور خان دو بڑے لشکر تیار کر رہا ہے، ایک لشکر جس کی کمانداری اس نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کے حوالے کی ہے، اسے سمرقند کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ ہمارا مقابلہ کرے، ایسا ہی ایک اور بڑا لشکر وہ تیار کر رہا ہے اس کی کمانداری وہ اپنے داماد فونا کے سپرد کر رہا ہے اور فونا اس لشکر کو لے کر ہمارے علاقوں میں داخل ہوگا اور ہمارے شہروں اور قصبوں میں یلغار کرتا ہوا ہمارے مرکزی شہر پر ضرب لگانے کی کوشش کرے گا اس طرح اخلاط کے ترکوں کا بادشاہ گور خان بیک وقت ہم پر دو ضربیں لگانا چاہتا ہے۔ ایک ہم سے سمرقند لینا چاہتا ہے دوسرے ہماری سلطنت میں اپنے لشکر بھیج کر ہمارے نقصان کا باعث بننا چاہتا ہے جبکہ ہم سب نے مل کر اس کی ان دونوں کارروائیوں کو ناکام بنانا ہے۔"

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ رکا پھر تجسس بھرے انداز میں کہنے لگا۔ "اب میں تم سب سے پوچھتا ہوں بتاؤ گور خان کے ان دونوں لشکریوں سے ہمیں کس طرح نمٹنا چاہیے کیسے ان کی ناکامی اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنانا چاہیے۔"

سلطان خاموش ہوا تب شہاب الدین بن مسعود سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اگر آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں تو ہم سب آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد آپ کو ایسے منصوبے سے آگاہ کرتے ہیں جس پر ہم متفق ہوں گے۔"

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس تجویز کو پسند کیا لہٰذا اس نے اپنے سارے سالاروں کو مشورے کا موقع فراہم کیا جس کے جواب میں سارے سالار بڑے رازدرانہ انداز میں ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر صلاح مشورہ کرنے کے بعد آخر سارے سالاروں کی نمائندگی کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم دشمن سے نمٹنے کے لئے ہم ایک اچھی منصوبہ بندی پر متفق ہوئے ہیں جو فیصلہ ہم سب نے مل کر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت جو لشکر ہمارے پاس ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے سلطان محترم ایک حصہ تو یہیں سمرقند میں رہے گا اس کے علاوہ عثمان خان کا سمرقند میں پہلے سے جو لشکر تھا وہ بھی آپ کے تحت کام کرے گا۔ دوسرا فیصلہ ہم سب نے مل کر جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لشکر کی کمانداری میرے پاس ہوگی میرے ساتھ منصور ترکی ہوگا اور ہم گور خان کے داماد فونا کا

مقابلہ کرنے لئے روانہ ہو جائیں گے آپ سے متعلق جو منصوبہ بندی ہوئی ہے وہ یہ کہ آپ سمرقند شہر کے اندر رہیں گے اور اگر میں اور منصور ترکی فونا کے ساتھ مصروف رہتے ہیں تو آپ دیگر سالاروں کے ساتھ شہر کے اندر محصور رہ کر ہی گور خان کے لشکر کا مقابلہ کرتے رہیں گے تاہم اگر میں اور منصور ترکی فونا سے نمٹ کر پہلے چلے آئے تو پھر ہم شہر سے باہر نکل کر تانیکو کا مقابلہ کریں گے۔ سلطان محترم یہ پہلی بات ہے جس پر ہم متفق ہوئے ہیں دوسرا فیصلہ جو ہم نے کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ آج ہی اپنے کچھ مخبروں کو اخلاط کے ترکوں کے علاقوں تک پھیلا دیا جائے اور وہ یہ خبر مشہور کر دیں کہ مسلمانوں کے سلطان کو گور خان کے اس لشکر کے حملے کی خبر ہو گئی ہے جو تانیکو کی سرکردگی میں سمرقند کا رخ کرے گا اور اس لشکر سے نمٹنے کے لئے مسلمانوں کے سلطان نے اخلاط اور سمرقند کے درمیان جگہ جگہ اپنے چھوٹے چھوٹے لشکر گھات میں بٹھا دیئے ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنی گھات سے نکل کر تانیکو پر حملہ آور ہوتے رہیں گے اور اسے نقصان پہنچا کر کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنے آپ کو محفوظ کرتے رہیں گے۔

سلطان محترم! یہ خبر سن کر تانیکو پریشان ہو جائے گا سمرقند کی طرف بڑھنے کی اس کی رفتار کم ہو جائے گی، وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھائے گا، تیزی سے سمرقند کا رخ نہیں کرے گا۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے میں اور منصور ترکی دونوں فونا سے نمٹ کر واپس سمرقند پہنچ جائیں گے۔ پھر تانیکو سے نمٹنا ہمارے لیے آسان اور سہل ہو جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! میری اور منصور ترکی کی یہاں سے روانگی کے بعد محترم امین الدین ابوبکر محترم امیر ملک کزتک اور دوسرے سالار آپ کے ساتھ رہیں گے اور مجھے امید ہے کہ فونا کے علاوہ اس تانیکو سے بھی نمٹیں گے۔"

شہاب الدین بن مسعود جب خاموش ہوا تب تھوڑی دیر تک سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ مسکراتا رہا پھر بول اٹھا۔

"ابن مسعود جو منصوبہ بندی تم لوگوں نے مل کر کی ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں لیکن ایک بات کا میں اضافہ کروں گا۔ میرے عزیز! تم نے عثمان خان کے لشکر کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن عثمان خان کی ساری منصوبہ بندی میں تم نے ذکر نہیں کیا

کہ اس کے ذمے کیا کام لگانا چاہیے۔“

سلطان کے خاموش ہونے پر شاب الدین بن مسعود اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! ہم نے عثمان خان کو فراموش نہیں کیا...... ہماری بحث میں اس کا نام بھی آیا ہے اور اس سے متعلق ہم سب نے ایک فیصلہ کیا ہے۔

سلطان محترم! عثمان خان ایک عرصہ گور خان کے ایک عامل کی حیثیت سے سمرقند پر حکومت کرتا رہا ہے لہٰذا ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فی الوقت کسی بھی سلسلے میں عثمان خان پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ...... اسے آپ آرام کرنے دیں، میرے ان سارے عزیز ساتھیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عثمان خان کی نسبت اس کا چھوٹا بھائی تکنن زیادہ قابل اعتماد ہے اور وہ کھل کر ہماری طرف داری کرنے والا ہے لیکن فی الحال ہم اسے بھی ایک طرف رکھ رہے ہیں...... ہم اس ساری کارروائی میں اپنے سالاروں سے کام لیں گے۔ عثمان خان اور تکنن دونوں بھائیوں کو سلطان محترم! فی الحال ایک طرف رہنے دیں۔ مجھے امید ہے کہ گور خان کے دونوں لشکروں سے ہم خوب نمٹیں گے۔“

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے سارے سالاروں کے اس فیصلے سے خوش ہو گیا تھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم سب جاؤ، مغرب کی اذان کا وقت ہونے والا ہے ...... شہاب الدین! تم رکو، تم سے ذاتی کام ہے۔“

اس پر سب سالار اٹھ کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ جب کہ شہاب الدین بن مسعود وہیں بیٹھا رہا۔ سب کے جانے کے بعد سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر شہاب الدین سے سلطان نے وہ ساری تفصیل کہہ دی تھی جو سفیر نے کہی تھی۔ جس میں کیرش کی ملاقات اور کیرش کا پیغام بھی سلطان نے بڑی تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

یہ ساری گفتگو سن کر شہاب الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”ابن مسعود، میرے بیٹے! تم کیرش کو قابل اعتماد نہیں سمجھ رہے تھے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے ...... میں سمجھتا ہوں وہ لڑکی تمہارے لیے انتہا درجہ کی

مخلص ہے۔ ذرا سوچو کون لڑکی اپنے باپ کے منصوبوں کے خلاف اپنے دشمن کو اطلاع کر سکتی ہے ...... ہمارا جو سفیر گیا تھا اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا ...... یہ تو کیرش نے ساری تفصیل اسے بتائی کہ تانیکو ہم پر حملہ آور ہوگا جب کہ فونا ایک لشکر لے کر ہمارے علاقوں میں داخل ہوگا بلکہ اس نے تو ہمارے سفیر کی جان بھی بچائی ہے ...... میں سمجھتا ہوں کہ ایسی مخلص، ایسی خوبصورت لڑکیاں بہت کم ملتی ہیں۔“

سلطان جب خاموش ہوا تو تب شہاب الدین بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”سلطان محترم! کیرش واقعی ہی بہت اچھی لڑکی ہے اور وہ قابل اعتماد بھی ہے۔“

اس موقع پر سلطان نے تیز نگاہوں سے شہاب الدین کی طرف دیکھا ساتھ ہی پوچھ لیا۔ ”صرف خوبصورت اور قابل اعتماد ہے ...... کیا اس قابل نہیں کہ اسے اپنایا جا سکے؟ شہاب الدین بیٹے! میں جانتا ہوں سدورہ کی طرف تمہارا جھکاؤ ہے ...... سدورہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر تمہارا جھکاؤ سدورہ کی طرف ہے تو وہ انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکی ہو گی ...... میں نے اسے دیکھا تو نہیں پر تمہاری حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھی خوبصورتی میں نایاب ہو گی۔ لیکن بیٹے! کیرش کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔“

سلطان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم ابھی میں نے شادی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ابھی ہمارے ذمے بہت کام ہیں ...... انہیں نمٹانے کے بعد میں شادی سے متعلق فیصلہ کروں گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس سلسلے میں نہ کیرش کو فراموش کیا جائے گا نہ اس سے کوئی زیادتی ہو گی۔“

شہاب الدین کا یہ جواب سن کر سلطان علاؤالدین خوش ہو گیا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے شاب الدین کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

”تمہاری گفتگو، تمہارے فیصلہ نے مجھے خوش کر دیا ہے ...... اب اٹھو اور دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر لشکر کی تقسیم کا کام سارے انجام دیں ...... میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی سلطان شہاب الدین کے ساتھ اٹھ کر لشکر گاہ کی طرف

ہولیا تھا۔

❀❀❀

گور خان کا داماد فونا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے علاقوں کا رخ کر رہا تھا۔ جب وہ ایک کوہستانی سلسلے سے ہوتا ہوا کھلے میدانوں میں داخل ہوا تب اچانک ایک طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے۔ فونا اور اس کے لشکر کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

یہ صورت حال فونا کے لیے بڑی غیر متوقع تھی۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ ان کی سلطنت کا سالار اعلیٰ تانیکو ایک بہت بڑے شکر کیساتھ سمرقند کا رخ کیے ہوئے ہے لہٰذا مسلمانوں کے سلطان کو اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ تانیکو کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا وہ بڑی آسانی سے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور دور تک ترک تاز کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن جب کوہستانوں سے گھرے ہوئے کھلے میدانوں کے اندر شہاب الدین اور منصور ترکی نے اچانک ایک طرف سے نکل کر چیختی چنگھاڑتی آندھیوں اور موت کے تاریک ہیولوں کی طرح اس کی راہ روک لی۔ تب فونا اور اس کے لشکری وقتی طور پر پریشان ہوگئے اور فکر مند ضرور ہوئے تھے لیکن انہوں نے جب اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کے جس لشکر نے ان کی راہ روکی ہے وہ تعداد میں ان سے بہت کم ہیں تب انہیں کچھ حوصلہ ہوا لہٰذا شہاب الدین اور منصور ترکی پر حملہ آور ہونے کے لیے وہ بڑی تیزی سے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف ایسا ہی شہاب الدین اور منصور ترکی بھی کر رہے تھے۔

اس کے بعد اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے سامنے آئے، اپنے لشکر کو وہ دو حصوں میں تقسیم کر چکے تھے۔ ایک حصے نے شہاب الدین کی سرکردگی میں ضرب لگانی تھی، دوسرے نے منصور ترکی کی کمانداری میں اپنے کام کی ابتدا کرنا تھی۔ اس موقع پر فونا کا نام لے کر اسے مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”فونا! ہمارے علاقوں میں تم جو قسمت آزمانا چاہتے تھے اس میں ہم تمہیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ فونا! ایک بات یاد رکھنا، ہم حرب وضرب میں خام کار نہیں، یاد رکھنا جس طرح ذرہ صحرا سے آشنا ہوتا ہے، قطرے ساگر شناسا ہوتے ہیں اس

طرح ہم بھی نامساعد ماحول اور ناموافق حالات کو گرفت میں رکھ کر اپنے منصوبوں کے مطابق ڈھالنے کا ہنر جانتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”سنو منافقت کے وارثو! اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ستم کی یورش بن کر ہمارے علاقوں میں ظلم و کرب کا کھیل کھیلو گے تو تمہیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی ...... حرص و ہوس کے مردم گزیدہ گماشتو، اندھیروں کی جس شوریدگی اور صحراؤں میں جن تاریک طوفانوں کا تم ہمیں شکار بنانا چاہتے تھے، ان کا ہدف ہم تمہیں بنائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، اس کے بعد دوبارہ وقت کے بہتے سایوں میں اس کی آواز گھمبیر سمندر سے اٹھتے طوفانوں کی طرح بلند ہوئی تھی۔

”فونا! آؤ ان آشوب فضاؤں میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر دیکھیں مقدر فنا کی تختیاں کس کے لئے لکھتے ہیں۔“

فونا نے شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے پوچھا کہ اس کی راہ روکنے والے مسلمانوں کے لشکر کا سالار کون ہے وہ تو بس اس زعم میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے جس لشکر نے اس کی راہ روکی ہے وہ تعداد میں چونکہ اس سے بہت کم ہے لہٰذا وہ لمحوں کے اندر اسے بساط کی طرح لپیٹ کر رکھ دے گا لہٰذا ان ہی اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے فونا اپنے لشکر کو حرکت میں لایا پھر وہ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کے لشکر پر خزاں رتوں کے خشک پتوں کے ڈھیر اڑاتے دھکتے طوفانوں کے تند ریلوں، درد کے اتھاہ سمندر سے اٹھتے نفرت کے اداس موسموں اور عذاب راتوں کے غیر مانوس لمحوں سے اٹھتے قہر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے بھی فی الفور جوابی کاروائی کی پہلے انہوں نے سوچوں اور وسوسوں میں ڈال دینے والی آوازوں اور خوف زدہ کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کی بازگشت کوہستانی سلسلوں کے اندر چاروں طرف پھیل کر ایک عجیب سا سماں برپا کر گئی تھی اس کے بعد جوابی کاروائی کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی بھی فونا اور اس کے لشکریوں پر صدیوں سے سربستہ رازوں سے

نمودار ہوتی انتقام کی کھولتی موجوں پر زندگی کی لامحدود مسافتوں کو بے منزل صحراؤں کی بے کنار پیاس اور موجوں کو غم کا منشور، دلوں کو آہوں کا آنگن بناتے انگارے برساتے اندھیاؤ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کوہستانی سلسلوں سے گھری ان وادیوں کے اندر وحشت کے مچلتے دھارے پاؤں میں قضا کا خوف، عزائم میں دکھ کے کوہسار کھڑے کرتے ہوئے خواہشوں کو پست و بالا کرنے لگے تھے دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے قہرمانیت اگلتے ان میدانوں، موت کی ان بیکراں وادیوں میں ہر کوئی تازیانے برساتے منہ زور طوفانوں کی طرح دوسرے پر چھانے کی کوشش کرنے لگا تھا رگ رگ میں چبھ جانے والا خوف چاروں طرف دہک اٹھا تھا۔ فونا کے لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ تھی لہٰذا اس نے شروع ہی میں اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کے لشکر کو اپنا ہدف بنایا تھا جب کہ اس سے نمٹنے کے لئے شاید شہاب الدین اور منصور ترکی بھی پہلے سے کوئی لائحہ عمل طے کر چکے تھے۔

جب فونا کے لشکر کی طرف سے پورا زور ان دونوں سالاروں پر پڑا تب فونا کے سالار اور لشکری بھی بے حد خوش ہوئے وہ اس لئے کہ انہوں نے شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے درمیانی حصے کو پسپا کر دیا تھا اور یہ پسپائی اس تیزی سے بڑھی کہ فونا کے سالار اور لشکری شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے بیچ میں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے یہی ان کی غلطی اور یہی ان کی حماقت اور یہی شہاب الدین اور منصور ترکی کا لائحہ عمل تھا۔ اب عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی تھی فونا کے لشکر کا وہ حصہ جو مسلمانوں کے لشکر کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تھا جب وہ بڑھا تو اس نے دیکھا جس راستے کو بناتے ہوئے وہ وہاں پہنچے تھے وہ راستہ اب ختم ہو چکا تھا مسلمانوں کی صفیں ایک دوسرے سے گتھ اور پیوست ہو چکی تھیں اب ایک طرح سے مسلمانوں کا لشکر چار حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور یہ کاروائی آنکھ جھپکتے میں مکمل ہو گئی تھی سامنے کی طرف سے دو بڑے حصے جو شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی کمان داری میں کام کر رہے تھے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ فونا کے لشکر پر ضربیں لگا رہے تھے جب کہ پشت کی جانب مزید دو حصے بنے ایک حصہ بائیں جانب سے حرکت میں آیا اور جو فونا کے لشکری دوسری طرف نکل گئے تھے ان پر وہ کھولتی آگ

کی داستانوں، وحشی تماشے دکھاتی سیاہ تقدیر اور جبر کے شب رنگ دھوئیں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جب کہ دائیں جانب سے بھی ایک حصہ کرب ناک بیزاری کے ساتھ بحر انقلاب کی طرح ابل پڑا وہ بھی کوہستانوں اور وادیوں کو ادھیڑتی برفانی ہواؤں اور درد اور کرب کے غیر فانی جذبوں اور ابدی آرزوؤں کی طرح فونا کے لشکر کے اس حصے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح فونا کے لشکر کا وہ حصہ جو شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے درمیان گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ مسلمان لشکریوں نے دونوں طرف سے اس پر حملہ آور ہو کر مکمل طور پر ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اب شہاب الدین اور منصور ترکی پورے لشکر کے ساتھ لحہ بہ لحہ تیزی اختیار کرتے ہوئے فونا پر اپنا دباؤ بڑھانے لگے تھے۔

فونا اس کے سالاروں اور لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کا وہ بڑا حصہ جو مسلمانوں کے لشکر کو بیچ میں سے چیرتا ہوا آگے نکل گیا ہے اس کا تو مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے تو اس صورت حال سے ان کے دلوں میں ایک طرح کا خوف اور بددلی کی لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر جب اس موقع پر شہاب الدین اور منصور ترکی نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی اور شدت پیدا کی تب بڑی تیزی کے ساتھ فونا کے لشکر کی حالت زوال شب میں بجھی آگ ریت کے ٹیلوں پر ایک دم توڑتے اندھیروں اور بھاگتے تقدیر کے عذاب کے پیچھے درد کے فاصلوں اور زخموں کی کرب خیزی سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

فونا اور اس کے لشکری اور سالار زیادہ دیر تک اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکے اور شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہاب الدین اور منصور ترکی نے پھر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کچھ دور تک فونا اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد مزید کم کی اس کے بعد وہ میدان جنگ کی طرف لوٹ گئے تھے۔ شہاب الدین اور منصور ترکی کے ہاتھوں اخلاط کے ترکوں کے لشکر کی یہ بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔

میدان جنگ میں آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی تدفین اور زخمیوں کی دیکھ بھال

کرنے کے بعد شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے فونا کے لشکر کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا پھر بڑی تیزی کے ساتھ جس سمت سے آئے تھے اسی سمت کو روانہ ہو گئے۔

❀ ❀ ❀

کیرش ایک روز اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کمرے میں اس کی بڑی بہن زوزن داخل ہوئی۔ زوزن کے چہرے پر اس سمے چونکہ مسکراہٹ اور خوش گوار تاثرات تھے لہٰذا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کیرش بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے مخاطب کر کے کیرش کچھ کہنا چاہتی تھی کہ زوزن پہلے ہی بول اٹھی۔

”کیرش میری بہن! میں تیرے لیے ایک اچھی بلکہ بہت اچھی خبر لے کر آئی ہوں۔ خبر یہ ہے کہ ہمارا جو لشکر فونا کی کمانداری میں مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا وہ اپنی منزل پر پہنچ نہیں پایا تھا کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے اس کی راہ روک لی۔ دونوں میں ٹکراؤ ہوا۔ فونا کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے...... یہ خبر ابھی تھوڑی دیر پہلے کچھ مخبر لے کر بابا کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ فونا کے لشکر کی اکثریت کو مسلمانوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ فونا جس قدر سامان جنگ یہاں سے لے کر گیا تھا وہ سب اس سے چھن گیا ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور بچے کھچے لشکریوں کو لے کر فونا اب اپنے مرکزی شہر اخلاط کا رخ کیے ہوئے ہے۔“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن! یہ تو کہو مسلمانوں کے جس لشکر نے فونا کو ایسی ذلت آمیز اور بدترین شکست دی ہے اس کی کمانداری کون کر رہا تھا۔“

جواب میں ہلکی سی ایک چپت زوزن نے کیرش کے سرخ اور خوبصورت گال پر لگائی پھر کہنے لگی۔

”میری بہن! یہ تو مجھے پتا نہیں کہ فونا کو شکست دینے والا جو لشکر ہے اس کی کمانداری کون کر رہا تھا...... پر میرا دل کہتا ہے کہ اس کی کمانداری تمہارا وہ ہی کرم گل“

زوزن جب خاموش ہوئی تب دوبارہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیرش بول اٹھی۔ ”کیا تانیکو کے لشکر سے متعلق بھی کوئی خبر آئی ہے۔“

زوزن نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگی۔ ”تانیکو کے متعلق ابھی کچھ خبر نہیں...... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو مخبر آئے ہیں جنہوں نے بابا کو یہ بدترین خبر سنائی ہے...... یہ خبر سن کر بابا فکرمند ہیں، بدحواس بھی ہو گئے ہیں...... اب تم میرے ساتھ آؤ دونوں بہنیں بابا کے پاس چلتی ہیں اور اس خبر پر بابا سے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔“

کیرش نے اپنی بڑی بہن زوزن کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بہنیں کمرے سے نکل کر قصر کے اس حصے کی طرف جا رہی تھیں جہاں گور خان قیام کیے ہوئے تھا۔

دوسری طرف گور خان کا سپہ سالار اعلیٰ تانیکو جس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا وہ اب پھونک پھونک کر اور بڑی احتیاط کے ساتھ سمرقند کی طرف بڑھ رہا تھا اس لیے کہ مسلمان مخبروں اور طلایہ گروں نے چاروں طرف یہ خبریں پھیلا دی تھیں کہ تانیکو کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لیے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے جگہ جگہ اپنے لشکر کے کچھ حصے گھات میں بٹھا دیے ہیں۔ اسی بنا پر تانیکو کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی سست تھی۔ پہلے وہ اپنے مخبروں کو آگے پھیلاتا جب وہ مخبر واپس آ کر اسے مسلمانوں کے لشکر کے نہ ہونے کی اطلاع دیتے تب وہ آگے بڑھتا۔

تانیکو یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے تھا کہ رات کے وقت وہ قطعی سفر نہ کرتا تھا، پڑاؤ کر لیتا تھا۔ صرف دن کے وقت سفر کرتا تھا اور وہ بھی سفر سے پہلے اپنے چاروں طرف اپنے مخبر پھیلا دیتا تھا تاکہ مسلمانوں کا اگر کوئی لشکر ناگہانی مصیبت کی طرح اس پر نازل ہونے کی کوشش کرے تو اپنا دفاع کیا جا سکے۔

❀ ❀ ❀

ایک روز دن بھر سفر کرنے کے بعد جس وقت تانیکو ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کر رہا تھا اس کے کچھ مخبر پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ سیدھے تانیکو کے پاس آئے، انہیں دیکھتے ہوئے تانیکو تجسس میں پڑ گیا تھا، انہیں مخاطب کر کے پوچھنا چاہتا تھا کہ آنے والے میں سے ایک مخبر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم آپ کے لیے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں لیکن اس بری خبر سے ہم فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں ...... بری خبر یہ ہے کہ فونا جو لشکر لے کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لیے گیا تھا اس کی راہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے روکی اور فونا کو بدترین شکست دی ہے۔ فونا تو اب بچے کھچے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا ہے لیکن سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے جس لشکر نے فونا کو شکست دی ہے وہ یہاں سے چند میل بائیں جانب سمرقند کا رخ کیے ہوئے ہے۔ اس لشکر کی تعداد کوئی اتنی زیادہ نہیں ہے...... اگر اس پر حملہ کیا جائے تو بڑے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب دم لینے کے لیے رکا تو اس سے پہلے ہی تانیکو بول اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے اس لشکر کی تعداد کس قدر ہوگی۔"

اس پر مخبر نے کچھ سوچا پھر تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جو لشکر اس وقت آپ کی کمانداری میں ہے میرے خیال میں اس لشکر کی تعداد اس کا پانچواں چھوٹا حصہ بھی نہ ہوگی ور اس وقت اس کے پاس وہ سارا سامان ہے جو فونا اپنے مرکزی شہر سے لے کر چلا تھا۔ اس حالت میں اگر اس پر حملہ کر دیا جائے تو اس لشکر کی تباہی ممکن ہے۔"

یہ خبر سن کر تانیکو خوش ہوا۔ اس موقع پر اس کے جو سالار اس کے قریب کھڑے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمارے مخبر یہ خبر لے کر آئے ہیں ...... اگر ہم اس لشکر پر حملہ آور ہو جائیں تو ہمیں دو بڑے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

اول یہ کہ جو سامان فونا اپنے مرکزی شہر سے لے کر چلا تھا وہ تو ہمارے قبضے میں آئے گا ہی مسلمانوں کے اس لشکر کے پاس جو اپنا سامان ہے اس پر بھی ہم قبضہ کر سکتے ہیں۔

دوئم یہ کہ اگر مسلمانوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہو کر ہم اسے بدترین شکست دینے ور اس کا مکمل طور پر قتل عام کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی حربی اور عسکری قوت میں کمزوری آ جائے گی اور اسے شکست دینا اور سمرقند کے علاوہ بخارا اور ترمذ شہر اس سے چھیننا ہمارے لیے

آسان ہو جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تانیکو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "جو لشکر فونا کو شکست دینے کے بعد سمرقند کا رخ کیے ہوئے ہے وہ یقیناً سمرقند سے ہی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے فونا پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہوگا۔ اس لیے کہ مسلمان مخبروں نے فونا کی نقل و حرکت سے اپنے سلطان کو آگاہ کر دیا ہوگا جس کی بنا پر مسلمانوں کے لشکر کا وہ حصہ فونا سے ٹکرایا اور اگر ہم اس لشکر کا قتل عام کرتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں سمرقند میں علاؤالدین خوارزم شاہ کی طاقت اور قوت آدھی سے بھی کم ہو کر رہ جائے گی اس لیے کہ اس نے یقیناً اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ ہی فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تانیکو رکا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ہمیں جو یہ خبریں ملی تھیں کہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے کچھ لشکر گھات میں بٹھا دیئے ہیں تو میرے خیال میں ان خبروں میں بھی کوئی سچائی نہیں بلکہ یہ ہم پر خوف طاری کرنے کے لیے اور سمرقند کی طرف ہماری رفتار کو سست کرنے کے لیے دشمن کی ایک چال ہے اور یہ ساری خبریں افواہوں کی صورت میں مسلمان مخبروں نے پھیلائی ہیں۔ اب تک ہم نے سمرقند کی طرف آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا ہے اور کہیں بھی ہمارا ٹکراؤ مسلمانوں کے گھات میں بیٹھے اس لشکر سے نہیں ہوا جس کا مطلب ہے کہ سمرقند تک جانے کے لیے ہمارا راستہ صاف ہے اور مسلمانوں کا کوئی لشکر گھات میں نہیں بیٹھا ہوا۔

اب میں دو فیصلے کرتا ہوں، لشکر کا ایک حصہ میں علیحدہ کرتا ہوں اور مسلمانوں کا جو لشکر فونا پر حملہ آور ہونے کے بعد سمرقند کا رخ کیے ہوئے ہے، ہمارے لشکر کا وہ حصہ اس پر حملہ آور ہوگا اور اس کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔"

اس کے بعد تانیکو نے ایک سالار کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "فونا کو شکست دینے والے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لیے میں تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر تک ایک لشکر علیحدہ کر دیا جاتا ہے، تم اسے لے کر بائیں جانب کوچ کر جاؤ، اسی جگہ اچانک مسلمانوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونا کہ ان میں سے کسی بھی لشکری کو بچ کر نہ جانے دینا ...... اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد

رکھنا، میں تم سب لوگوں کو چند ہی دنوں کے اندر اندر سمرقند، بخارا اور ترمذ شہر واپس لینے کی ضمانت دیتا ہوں۔

دوسرا قدم میں یہ اٹھانے لگا ہوں کہ میں اب سمرقند کی طرف اپنی رفتار پہلے جیسی نہیں رکھوں گا، پھونک پھونک کر قدم نہیں اٹھاؤں گا ...... بڑی تیزی اور برق رفتاری سے سمرقند کا رخ کروں گا ...... اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سمرقند کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر کہیں بھی مسلمانوں کے سلطان نے اپنا کوئی لشکر گھات میں نہیں بٹھا رکھا۔"

یہ فیصلے کرنے کے بعد تانیکو نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اسے اپنے تجربہ کار سالاروں کی کمانداری میں دیا اور اس لشکر کو اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کے لیے روانہ کیا جبکہ باقی لشکر کو صرف تھوڑی دیر وہاں ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد اس نے کوچ کیا۔ اب وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سمرقند کا رخ کر رہا تھا۔

✶ ...... ✶

◎ ◎ ◎

تانیکو اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے رات کی گہری تاریکیوں میں سفر جاری رکھے ہوئے تھا رات کے پچھلے حصے میں جس وقت مشرق سے سحر کے آثار نمودار ہونے کو تھے اس نے ایک جگہ اپنے لشکر کو روک دیا اس لئے کہ اپنے لشکر کا جو حصہ اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس جگہ وہ لشکر لوٹ آیا تھا لہٰذا تانیکو نے وہیں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا جس وقت لشکری پڑاؤ قائم کر رہے تھے وہ سالار جو شہاب الدین اور منصور کا تعاقب کرنے گئے تھے وہ تانیکو کے پاس آئے اس موقع پر دوسرے سالار بھی وہاں جمع ہو گئے تھے پھر آنے والے لشکر کا سرکردہ تانیکو کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ تانیکو نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کر لی "مسلمانوں کے جس لشکر کے تعاقب میں تم لوگ گئے تھے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔"

اس پر آنے والے لشکر کا سالار بڑی فکرمندی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم وہ کچھ حاصل نہ کر سکے جو ہمیں کرنا چاہیے تھا دراصل ہم نے اس لشکر کا تعاقب کرنے میں تاخیر کر دی میں نے بڑی تیزی سے ان کا تعاقب کیا۔ ہمارے مخبر ہماری رہنمائی بھی کر رہے تھے لیکن مسلمانوں کا وہ لشکر اس تیزی اور برق رفتاری سے سمرقند کی طرف بڑھا تھا کہ وہ ہمارے ہاتھ نہ آ سکا نہ ہی ہم اسے دیکھ سکے جب ہم نے اندازہ لگایا کہ اس کے پیچھے سمرقند کی طرف جانا بے کار ہے تب ہم ناکام لوٹ آئے۔"

اپنے اس سالار کی ساری گفتگو سن کر تانیکو کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں، ہم نے کچھ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی میرے خیال میں مسلمانوں کے اس لشکر کو خبر ہو چکی ہوگی کہ ہم اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی رفتار تیز کرتا ہوا سمرقند کی طرف جانے میں کامیاب ہو گیا۔ بہرحال اس سلسلے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو لشکر اس وقت میری کمانداری میں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے پاس اس سے آدھا لشکر بھی نہیں ہوگا اور مجھے امید ہے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہمارے اس لشکر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے سمرقند شہر کے اندر محصور رہ کر ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو ہم اس شدت سے محاصرہ کریں گے کہ سلطان کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے اور وہ مسئلے کو ہماری عائد کردہ شرائط کے مطابق حل کرنے پر مجبور ہوگا اور اگر مسلمانوں کے سلطان نے اپنی گزشتہ فتوحات سامنے رکھتے ہوئے سمرقند شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو مجھے امید ہے کہ وہ زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا، شکست کھا جائے گا اور اگر اس نے شکست کھا کر واپس سمرقند شہر میں محصور ہونا چاہا تب بھی ہم اسے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اس کی ناکہ بندی کریں گے اور میدان جنگ ہی میں اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کریں گے۔"

اس کے بعد تانیکو نے اپنے سارے سالاروں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ نصب کرنے کے بعد لشکریوں کے آرام اور ان کے کھانے کا اہتمام کریں۔ اس کے ساتھ ہی سارے لشکری وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

تانیکو نے وہاں دن کا کچھ حصہ قیام کر کے اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد پھر اس نے سمرقند کی طرف کوچ کیا تھا اور اگلے روز رات کے پچھلے حصے میں وہ سمرقند کے نواح میں پہنچا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت تانیکو اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کے نواح میں کھلے میدانوں میں آیا اس وقت چاروں طرف تاریکی تھی، رات اپنے آخری لمحوں میں داخل ہو چکی تھی۔ سمرقند شہر بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا تاہم شہر کی فصیل کے اوپر مشعلیں روشن تھیں۔ شہر کے اندر اور کبھی کبھی باہر بھی سائے ضرور دکھائی دیتے تھے۔

یہ صورتحال دیکھ کر تانیکو خوش ہوا تھا اس لیے کہ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو اس کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے لشکر کیساتھ شہر سے باہر پڑاؤ کر چکا ہوتا اور اس کا مقابلہ کرتا لیکن کیونکہ شہر سے باہر مسلمانوں کا کوئی لشکر نہیں ہے لہٰذا مسلمانوں کا سلطان شہر میں محصور رہ کر ہی مقابلہ کرے گا اور یہ تاثر یقیناً تانیکو کے لیے بڑا تسکین دہ اور طمانیت کا باعث تھا اس لیے کہ وہ پہلے ہی ارادہ کر چکا تھا کہ اگر مسلمانوں کے سلطان نے سمرقند شہر میں محصور رہ کر مقابلہ کرنا چاہا تو وہ اس شدت سے شہر کا محاصرہ کرے گا کہ سلطان کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دے گا۔

لیکن جب اگلے روز سورج طلوع ہوا تو اس کے سالار اور لشکری دنگ رہ گئے اس لیے کہ ان کے شمال میں بڑے زوردار انداز میں طبل اور دفیں بجنے کی آوازیں سنائی دی تھیں پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے شہر کی شمالی طرف سے ایک لشکر نمودار ہوا اور اس لشکر نے تانیکو کے لشکر کے دائیں جانب ذرا فاصلہ پر پڑاؤ کر لیا تھا اور اس کے سالار ابھی شمال کی جانب سے نمودار ہونے والے اس لشکر کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ جس میں خود سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ موجود تھا اس کے ساتھ اس کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر سلطان سلطان کا ماموں امیر ملک، کرتک، محمد بن علی اور دیگر سرکردہ سالار تھے۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے ان سالاروں اور اپنے اس لشکر کے ساتھ سمرقند کے شمالی دروازے سے نکل کر تانیکو کے لشکر کے دائیں جانب آ کر پڑاؤ کر گیا تھا۔

تانیکو ابھی سلطان کے اس لشکر کا جائزہ ہی لے رہا تھا اور اطمینان اور خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ مسلمانوں کا جو لشکر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے دائیں جانب آ کر پڑاؤ کر گیا ہے۔ عددی لحاظ سے تانیکو کے سامنے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے عین اسی لمحہ تانیکو اور اس کے لشکری پھر چونکے اس لیے کہ اب ان کے بائیں جانب یعنی جنوب کی طرف بھی اسی طرح طبل اور دفیں بجنے کی آوازیں سنائی دی تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جنوب سے بھی ایک لشکر نمودار ہوا تھا۔

جس وقت تانیکو دائیں بائیں نمودار ہونے والے مسلمانوں کے دونوں لشکروں کا جائزہ لے رہا تھا اس موقع پر اس کے بڑے سالاروں میں سے ایک ایدر خان جو

اس کے سامنے کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو میرے عزیز بھائی! مسلمانوں کا سلطان اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمارے دائیں بائیں اس لیے لایا ہے تاکہ ہم پر ایک طرح کی بدحواسی اور بدحوصلگی طاری کرنے کی کوشش کرے۔ مسلمان ہمیں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ ہم پر دوطرفہ حملہ کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں گے لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ جو دو لشکر لے کر ہمارا مقابلہ کرنے کی ٹھان چکے ہیں ان دونوں لشکریوں کو ملا کر عددی لحاظ سے وہ ہمارے نصف کے برابر بھی نہیں بنتے۔

تانیکو! ہمیں عددی فوقیت تو ہے ہی اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو میرے خیال میں سمرقند کے نواحی کھلے میدانوں کے اندر ہم مسلمانوں کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

اپنے سالار ایدر خان کے ان الفاظ سے تانیکو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، غور سے ایدر خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ایدر خان! کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو......؟“

ایدر خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔ ”تانیکو! تم جانتے ہو کہ بیدو خان اور تگین خان دونوں میرے چچازاد تھے اور ان دونوں کا قاتل مسلمانوں کا سالار شہاب الدین بن مسعود ہے جو ترکیب اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمارے لشکریوں کو زیادہ نقصان شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے پہنچایا اور کئی مواقع پر ان دو سالاروں ہی کی وجہ سے ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب جو مسلمانوں کی ناکامی اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لیے جو ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

میں پہلے بائیں جانب کے لشکر کی طرف جاتا ہوں اور کھلے میدانوں میں جا کر مسلمانوں کے سالار شہاب الدین بن مسعود کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کے لیے للکارتا ہوں، اگر وہ میرے مقابلے پر نکلتا ہے تو مجھے امید ہے کہ میں اسے زیر کر لوں گا اس لیے کہ اپنے مرنے والے دونوں چچازاد بیدو خان اور تگین خان سے میں طاقت اور فن حرب میں ہمیشہ اعلیٰ اور رفیع رہا ہوں۔

شہاب الدین بن مسعود کا خاتمہ کرنے کے بعد میں واپس لشکر میں نہیں آؤں گا

بلکہ وہیں کھڑا ہو کر مسلمانوں کے دوسرے سالار منصور ترکی کو انفرادی مقابلے کی دعوت دوں گا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ جب مسلمانوں کے یہ دو بڑے سالار انفرادی مقابلے میں کام آ جائیں گے تو تانیکو یاد رکھنا اس صورت حال کا نا صرف مسلمانوں کے سلطان اور اس کے سالاروں پر برا اثر پڑے گا بلکہ مسلمان لشکری بھی بددلی کا شکار ہو جائیں گے اس صورت میں جب ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد پوری طاقت اور قوت سے ان پر ضرب لگائیں گے تو ہماری فتح یقینی اور دشمن کی ناکامی یقینی ہو جائے گی۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔“

ایدر خان جب خاموش ہوا تب تانیکو اور دوسرے سالار کچھ دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہے پھر تانیکو کہنے لگا۔

”ایدر خان! میں تمہارے اس جذبے اور تمہاری اس پیشکش کی تعریف کرتا ہوں اور تمہاری جرأت مندی کو سلام پیش کرتا ہوں جو ترکیب تم نے پیش کی ہے اس پر عمل کر کے ہم یقیناً مسلمانوں کو بدترین شکست دے سکتے ہیں۔ بس ذرا ٹھہرو میں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لوں۔ اس پر سالار بھی مقرر کر لوں تاکہ اگر اپنے دونوں سالاروں کے مارے جانے کے بعد مسلمان اچانک ہم پر دوطرفہ حملہ کر دیں تو ہم آسانی سے ان کے دونوں حملوں کو روک کر جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہیں پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ایدر خان کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی تانیکو کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا پھر سارے سالاروں نے مل کر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور دونوں حصوں پر سالار بھی مقرر کر دیئے۔ جب ایسا ہو چکا تب ایدر خان جو انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہوا نکلا، پہلے وہ بائیں جانب گیا اس کی بدقسمتی کہ بائیں جانب کے لشکر ہی میں شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی تھے میدان کے وسط میں جا کر ایدر خان نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر تین بار اس نے شہاب الدین بن مسعود کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لیے پکارا۔

اس کے اس طرح پکارنے پر شہاب الدین بن مسعود نے تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے سامنے منصور ترکی سے صلاح مشورہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو انگیخت کر دینے والی ایڑ لگاتا ہوا انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں اترا تھا۔

شہاب الدین جسم پر زرہ پہنے ہوئے تھا، سر پر آہنی خود تھا جس کا نقاب اس نے اپنے چہرے پر ڈالا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی حفاظتی سامان نہ تھا نہ ہی اس نے اپنے بازو پر جوشن باندھ رکھے تھے نہ ہی شانوں کی حفاظت کے لیے ان پر لوہے کے خول چڑھا رکھے تھے جبکہ مقابلے کے لیے آنے والے ایدر خان نے ایسا سارا سامان اور اہتمام کر رکھا تھا۔

شہاب الدین بن مسعود نے جب ایدر خان کے سامنے آ کر اپنے گھوڑے کو روکا تب ایدر خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم نے اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈال رکھا ہے اس لیے میں پوچھنے پر مجبور ہوں کہ کیا تم ہی شہاب الدین بن مسعود ہو۔“

شہاب الدین نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”تم نے شہاب الدین مسعود کو انفرادی مقابلے کے لیے للکارا تھا لہٰذا وہی تمہارے مقابلے پر آئے گا...... میں ہی شہاب الدین بن مسعود ہوں تو کہہ تو کون ہے۔“

ایدر خان نے اس موقع پر قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ ”یقیناً تمہارے شعور میں دو نام محفوظ ہوں گے۔ ایک بیدو خان اور دوسرا تگین خان جو دونوں بھائی تھے جنہیں تم نے قتل کیا تھا...... میں ان کا چچا زاد بھائی ہوں۔ نام میرا ایدر خان ہے اور اپنے ان دونوں چچا زاد بھائیوں کے تمہارے ہاتھوں مارے جانے کی وجہ سے ان کا انتقام لینے کی خاطر انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں اترا ہوں۔ جب تک تمہیں اپنے سامنے زیر نہیں کروں گا، تمہارا سر نہیں کاٹوں گا اس وقت تک نہ میرا ضمیر مطمئن ہوگا اور نہ مجھے دلی قلبی سکول حاصل ہوگا۔“

ایدر خان کے ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے ہولناک آواز میں کہنے لگا۔

”ایدر خان! تیرے جیسے ناکامی کے گماشتے اس سے پہلے میں نے ان گنت دیکھ رکھے ہیں...... سن جو ضمیر کا اطمینان اور قلبی سکون تو چاہتا ہے وہ تو صرف موت کے بعد ہی میسر ہوتا ہے اور یہ میدان جس میں تو اترا ہے یوں جان یہ تیرے لیے موت ہی کا میدان ہے اور موت کے اس میدان میں تجھے یقیناً روح کا آرام اور قلب کا سکون میسر ہوگا۔ ایدر خان اگر تو اپنے آپ کو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں چھپا کر لاتا

ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یاد رکھنا ہماری تلواریں انسانی جسم نہیں لوہا بھی کاٹتی ہیں۔ یہ میدان جس میں تو اترا ہے میں جانتا ہوں تیرا اترنا بے مقصد نہیں یقیناً تم لوگوں نے یہی سوچا ہوگا کہ انفرادی مقابلے میں کامیابی حاصل کر کے تم لوگ ہمارے لشکریوں پر بے دلی اور اپنے لشکر کے حوصلے اور ولولوں کا نیا جوش نیا جذبہ دو گے۔

پر ایدر خان! ساری خواہشیں، سارے ارادے انسان کی اپنی مرضی کے مطابق تو پورے نہیں ہوتے...... اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو کہ اس میدان میں، میں زمین کی چھاتی پر تیرے خون کی لکیریں بناؤں گا...... موت کے اس میدان میں تیری قضا کی زنجیریں کھولوں گا...... تیرے لوح دل پر ہزیمت کے نقوش اور شکست کو تیرے پاؤں کی زنجیر بناؤں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکا تب ایدر خان نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر طنزیہ سے انداز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”شہاب الدین! یہ تمہاری طلسم کی تابکاری اور شعلوں کے لرزاں رنگوں جیسی گفتگو مجھے متاثر نہیں کرے گی تو بھی اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ کہ میں تیری زیست کے ریگزاروں میں دکھ کی گراں باری اور تیری عروس زندگی پر ستم کی ستیزہ کاری بن کر وارد ہوں گا بس مقابلہ شروع ہونے کی دیر ہے پھر دیکھنا اسی میدان میں میرا مقابلہ کرتے ہوئے تو نارسائی کے دکھ اداسی کی تھکن، سوختہ جان ویرانوں کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔“

ایدر خان کی اس گفتگو کے جواب میں شہاب الدین نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ ”اگر یہ بات ہے تو پھر دیر کا ہے کی آؤ ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر وقت فیصلہ کرے گا کہ سوختہ جان ویرانیاں کس کو اپنا ہدف بناتی ہیں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر اپنی ڈھال کو اپنے آگے کرتا ہوا اور تلوار کو لہراتا ہوا ایدر خان اپنے آدرش کو تابش کرتی بے لگام گرفتگی اور فاقہ کشی، آئینوں کو دھندلاتے، شعلوں کو بجھاتے انجانے موسموں کی گرد کے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ شہاب الدین بن مسعود نے پہلے اس کے جان لیوا حملوں کو بڑے پرسکون انداز میں روکا پھر وہ بھی جارحیت پر اترا اس کے بعد وہ بھی خاموشی کے حلقوں سے اٹھتے خواہشوں کے منہ زور سمندر، اندھیروں کے حصار توڑتے روشنی کے ابلتے اولے اور زمین کا سینہ ادھیڑتی طوفانوں کی زلزلہ انگیزی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر

موت کے لاوے، آگ کے طوفان، سیاہ رات کے پھیلاؤ اور قضا کی گردش کی طرح حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ایدر خان کو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا لیکن شہاب الدین کے جان لیوا حملوں نے لوہے میں بند ہونے کے باوجود اسے بوکھلا کر رکھ دیا تھا دوسری طرف شہاب الدین کے حملوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس پر کوئی جان لیوا ضرب نہیں لگا رہا بلکہ وہ اسے تھکا مارنا چاہتا ہے اس کے بعد اپنا مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے۔

شہاب الدین اس میں کامیاب بھی ہوا اس لئے کہ تھوڑی دیر کے مزید مقابلے کے بعد ایدر خان کی حالت منزلوں کے موہوم ہوتے نشانات، بحرانی کیفیت طاری کرتی قضا کی گردش جیسی ہو گئی تھی پہلے وہ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا اب اس کے حملوں میں سستی آ گئی تھی بلکہ گا ہے بگا ہے وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اپنی تھکاوٹ پر قابو پانے اور اپنی ہیجان خیز کیفیت کو سنبھالا دینے کی کوشش کر رہا تھا اس کی اس حالت کو شہاب الدین نے بھی بھانپ لیا تھا لہٰذا ایک موقعے پر جب دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں اور دونوں نے ڈھالیں بھی ایک دوسرے پر دے ماریں تب شہاب الدین نے اپنی تلوار اور ڈھال کو زور دار جھٹکا دیا ایدر خان پر پہلے ہی تھکاوٹ کے آثار نمودار ہو چکے تھے اس جھٹکے کے باعث وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا تھا۔ اس موقع پر ذرا فاصلے پر شہاب الدین نے ایک قہقہہ لگایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بے آبروئی کے شیطان! کذب کے گماشتے اس موقع پر میں چاہوں تو آگے بڑھ کر تیری گردن کاٹ سکتا ہوں تو نے یہ جو لوہا پہن رکھا ہے یاد رکھنا یہ میری تلوار اور تیرے جسم کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتا میری تلوار اسے بھی کاٹتی ہوئی نکل جائے گی پر گناہوں کے سراب! اٹھ پھر میرا مقابلہ کر میں ایک بار پھر تجھے اس مقابلے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔“

ایدر خان شاید تھک چکا تھا مقابلے کو جاری رکھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا لہٰذا شہاب الدین نے پھر اسے مخاطب کیا ”مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو موت کے کھولتے لاوے، آگ کے بگولوں، خونی نفرت اور زہریلے جبر کی سی گفتگو کرتا تھا اب تو کیسی بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں زمین پر پڑا ہے کیا تو تسلیم کرتا ہے کہ اس انفرادی مقابلے میں میں نے تیری خواہشوں کو مقفل اور تیری آرزوؤں کو مضمحل کر دیا ہے۔“

ایدر خان نے شہاب الدین کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا شہاب الدین بھی شاید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا وہ آگے بڑھا اس موقع پر زمین پر پڑے ہوئے ایدا خان نے مکروفریب سے کام لیتے ہوئے ایک دم حرکت میں آ کر اپنی تلوار کا پھل شہاب الدین کے پیٹ میں گھونپ دینا چاہا لیکن شہاب الدین بھی چوکس تھا اس نے اپنی ڈھال مار کر ایدر خان کی تلوار کو ایک طرف ہٹا دیا اس کے بعد جب اس کی تلوار بلند ہو کر برق کی طرح گری تو ایدر خان کو دو حصوں میں کاٹتی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔ شہاب الدین نے اسی کے لباس سے اپنی خون آلود تلوار صاف کی پھر واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

جس وقت شہاب الدین اور ایدر خان کے درمیان یہ انفرادی مقابلہ ہو رہا تھا اس وقت خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان کا سالار تا نیکو اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ لشکر کے حصے کے سامنے کھڑا تھا اس لئے کہ اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ دونوں حصوں نے اپنی اپنی پشتیں ایک دوسرے سے ملا لی تھیں۔ ایک حصے نے جس کی کمانداری خود تا نیکو کر رہا تھا، شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی جبکہ دوسرے حصے نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جس وقت شہاب الدین کے ہاتھوں ایدر خان مارا گیا اور شہاب الدین فاتح کی حیثیت سے واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تب تا نیکو کا چہرہ اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ میدان کے اس مرکزی حصے کی طرف دیکھتا رہا جہاں شہاب الدین اور ایدا خان کا مقابلہ ہوا تھا اور جہاں اب ایدر خان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پھر اپنے پہلو میں گھوڑوں پر سوار اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”میرے ساتھیو! میں سمجھتا ہوں مقابلے کی ابتداء ہی ہمارے لئے منحوس ثابت ہوئی ہے۔ ایدر خان نے جس وقت شہاب الدین کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو اپنی گفتگو، اپنے جوش اور ولولے سے اس نے ایک طرح سے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وہ شہاب الدین کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنے چچا زاد بیدو خان اور تکین خان دونوں سے اچھا تیغ زن ہے۔ لیکن اس ایدر خان کی بدقسمتی کہ وہ تھوڑی دیر بھی شہاب الدین کے سامنے ٹھہر نہیں سکا

اور شہاب الدین نے اس کی گردن کاٹ دی ہے۔ ایدر خان یہ انفرادی مقابلہ اس لئے کرنا چاہتا تھا کہ یہ مقابلہ جیت کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھائے اور مسلمانوں کے لشکر میں بد دلی پھیلائے۔ لیکن اب تو معاملہ بالکل الٹ ہو گیا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے تانیکو کو خاموش ہو جانا پڑا...... اس لئے کہ اُس نے بڑی تیزی سے سارے سالاروں کو اپنے اپنے حصے کے لشکر کو آگے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ کیونکہ ایک ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے ایک طرف سے سلطان خود اور دوسری طرف سے شہاب الدین اپنے لشکروں کو لے کر آگے بڑھے تھے۔

اس کے بعد دونوں لشکریوں کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔ دونوں طرف کے لشکری زندگی کی بے کراں مسافتوں میں درد کے قلزم، صدیوں کے سربستہ راز کھولتے عذاب کے گرم لمحوں، رگوں میں اُداسی، خون میں ویرانی پھیلاتی نفرتوں کی کھولتی رُتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

تانیکو نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک طرف سے سلطان اور دوسری طرف سے شہاب الدین اور منصور ترکی کا مقابلہ کرے۔ سلطان اور شہاب الدین دونوں کے اجتماعی لشکر سے تانیکو کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے باوجود ایک طرف سے سلطان اور دوسری طرف سے شہاب الدین اور منصور ترکی نے حملہ آور ہو کر تانیکو کے لشکر کو بڑی تیزی سے کاٹتے ہوئے نہایت سرعت کے ساتھ اس کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

سمرقند کے نواح میں کچھ دیر تک ہولناک رن پڑا۔ ہر کوئی دوسرے کو زیر کرنے میں مصروف رہا۔ مسلمانوں نے گور خان کے لشکر کو کاٹتے ہوئے ان کی تعداد آدھی سے بھی کم کر دی تھی۔ اس کے بعد تانیکو نے جب دیکھا کہ اس کا لشکر بڑی تیزی سے قتل کیا جانے لگا ہے اور اس کے لشکری اگلی صفوں میں جانے سے جی چرانے لگے ہیں اور اپنی جان بچانے کی خاطر پچھلی صفوں میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں تب اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اپنی شکست قبول کر کے فرار اختیار کر لیا جائے۔

جب اُس نے اپنے لشکر کو فرار ہونے کا حکم دیا تب ایک طرف سے سلطان اور دوسری طرف سے شہاب الدین نے تعاقب شروع کیا۔ تانیکو کی بدقسمتی کہ تعاقب کے دوران اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا جبکہ اس کے لشکر کو کاٹتے ہوئے اس کی تعداد مزید کم کر

دی گئی تھی۔

تانیکو کے جو لشکری اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف چلے گئے تھے۔

جنگ کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے دونوں حصوں کو یکجا کیا، پہلے جنگ میں کام آنے والوں کی تدفین کا کام سرانجام دیا گیا پھر طبیبوں کی مدد سے سارے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد سلطان کے حکم پر تانیکو کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس موقع پر سلطان کے سارے سالار بھی اس کے پاس تھے۔ تانیکو کو جب سلطان کے سامنے لایا گیا تو اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ گردن اس کی جھکی ہوئی تھی۔ سلطان کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر جو سالار تانیکو کو لے کر آیا تھا اسے سلطان نے مخاطب کیا۔

"اس کے ہاتھ کھول دو۔"

اُس سالار نے تانیکو کے ہاتھ کھول دیئے۔ پھر تانیکو کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہنا شروع کیا۔

"میں جانتا ہوں یہ جو تم ہم سے ٹکرائے ہو تو یہ تمہارا ذاتی فیصلہ نہیں ہے۔ ایسا تم نے اپنے بادشاہ گور خان کے کہنے پر کیا ہے........... میں دیکھتا ہوں تمہارے چہرے پر خوف کی کیفیت طاری ہے۔ فکرمند نہ ہو۔ تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن تمہیں تمہارے مرکزی شہر اخلاط بھی نہیں بھیجا جائے گا۔ تم کیونکہ ایک اچھے سالار ہو لہٰذا ہم تمہیں بری موت نہیں ماریں گے۔ میں آج کچھ دستوں کے ساتھ تمہیں اپنے مرکزی شہر خوارزم بھجواتا ہوں۔ وہاں تم زندان میں رہو گے لیکن تمہاری جان محفوظ ہو گی اور کسی مناسب وقت پر تمہیں رہا بھی کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تم بالکل بے فکر رہو۔"

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اِن الفاظ سے تانیکو کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ سلطان کے حکم پر کچھ دستے اُسی روز تانیکو کو لے کر خوارزم کی طرف چلے گئے تھے۔

★......★

◎◎◎

اپنے مرکزی شہر اخلاط کے قصر میں ایک روز خطا کے ترکوں کا بادشاہ گورخان اپنے عمائدین سلطنت، سارے سالاروں، قریبی عزیزوں، رشتہ داروں اور دیگر اہم شخصیتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

سب سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں فونا کی بدترین شکست پر دُکھ اور افسوس کا اظہار کیا گیا اس کے بعد وہ اپنے سالاروں کے ساتھ ایک اور لشکر کو مسلمانوں کے علاقوں میں گھس کر حملہ آور ہونے سے متعلق گفتگو کرنے لگا تھا کہ ایسے میں اس کا چوبدار قصر کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں وہی پرانا سانپ کے منہ والا عصا تھا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر وہ زمین کی طرف جھکا، اپنے عصا کو بھی اسی انداز میں جھکایا اور گورخان کو تعظیم دی۔

اپنے چوبدار کے اس وقت آنے پر گورخان چونکا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ چوبدار ضرور کوئی اہم خبر لایا ہے جو وہ اجلاس کے درمیان آ نمودار ہوا ہے۔ جس موضوع پر وہ گفتگو کر رہا تھا وہ گفتگو اس نے بند کر دی تھی۔ پھر جب اس کا چوبدار اُسے تعظیم دے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا تب گورخان نے اُسے مخاطب کیا۔

"کیا تم ہمارے لئے کوئی اور بری خبر تو نہیں لے کر آئے؟"

گورخان کے ان الفاظ پر چوبدار کے چہرے پر ویرانیاں اور اُداسیاں رقص کر گئی تھیں۔ پھر کپکپاتی آواز میں کہنے لگا۔

"مالک! سمرقند کے محاذ سے ہمارے کچھ مخبر آئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

اپنے چوبدار کے ان الفاظ پر پھر گورخان پہلے چونکا تھا، پھر کسی قدر فکرمند بھی ہو

گیا تھا۔ پھر بھاری آواز میں کہنے لگا۔

"ان مخبروں کو اندر بلاؤ تاکہ میں جانوں وہ کیا کہتے ہیں۔"

چوبدار نے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے عصا کو جھکاتے ہوئے گورخان کو تعظیم دی پھر وہ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو مخبروں کو لے کر آیا۔ مخبر بھی جب جھک کر گورخان کو تعظیم دے چکے تب گورخان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"مجھے چوبدار نے بتایا ہے کہ تم سمرقند کے محاذ سے آئے ہو........ بولو تمہارے پاس ہمارے لئے کیا خبر ہے؟"

گورخان کے اس استفسار پر آنے والے ان دو مخبروں نے لمحہ بھر کے لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے کوئی فیصلہ کیا، پھر ایک گورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک ہم ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں .... سمرقند کے نواح میں مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم کے ساتھ ہمارے لشکر کا انتہائی خوفناک ٹکراؤ ہوا۔ مسلمانوں کا سلطان جو لشکر لے کر ہمارے مقابلے میں آیا تھا اس کی تعداد ہمارے لشکر سے کافی کم تھی اس کے باوجود قسمت ہم سے ناراض رہی۔ مسلمانوں کے سلطان نے ہمارے لشکر کو بدترین شکست دی ہے۔ اس شکست کے نتیجے میں مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ نے ہمارے سالار تانیکو کو گرفتار کر لیا ہے اور اسے زندان میں ڈالنے کے لئے اپنے مرکزی شہر خوارزم بھیج دیا ہے .... جبکہ ہمارے بچے کھچے لشکری اب اپنی جانیں بچا کر اپنے مرکزی شہر کی طرف آ رہے ہیں۔" اس کے بعد اس نے جنگ کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

اس خبر نے گورخان کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے چہرے پر دنیا بھر کی فکرمندیاں اور ویرانیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ کچھ دیر تک اس کی ایسی ہی کیفیت رہی، اس کے بعد اُس نے اپنے سارے سالاروں کو تو وہیں بیٹھے رہنے کا حکم دیا جبکہ باقی لوگوں کے لئے اُس نے اجلاس ختم کر دیا تھا اور انہیں جانے کی اجازت دے دی تھی۔

جب سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور گورخان کے قریبی عزیز، اُس کی بیٹیاں، اُس کی بیوی تک وہاں سے نکل گئے اور صرف اس کے سالار قصر کے اس کمرے میں بیٹھے رہ گئے تب کچھ دیر تک گورخان کسی موضوع پر غور و فکر کرتا رہا، پھر

اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”فونا اور اس کے بعد اب تانیکو کی اس شکست نے مجھے نہ صرف پریشان اور فکرمند کر دیا ہے بلکہ میرے ارادوں اور میرے عزائم میں ان دو شکستوں نے ایک طرح سے توڑ پھوڑ کا عمل جاری کر کے رکھ دیا ہے .... اس موقع پر میرے ذہن میں کچھ شکوک و شبہات بھی اٹھتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گورخان رکا، پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! ہم نے جو دو لشکر مقرر کیے تھے تو اس تقرری کو ہم نے بڑی رازداری میں رکھا تھا۔ جہاں تک تانیکو کے لشکر کا تعلق ہے تو سب کو علم ہو گیا ہو گا کہ وہ سمرقند کے نواح میں مسلمانوں کے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے .... لیکن فونا کے لشکر کی روانگی کو ہم نے بڑی رازداری میں رکھا تھا اور فونا کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے مسلمانوں کے لشکر کا آنا ہماری توقعات کے سراسر خلاف تھا اس لئے کہ جو خبریں ہمارے مخبروں نے دی تھیں ان کے مطابق علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے سارے سالاروں کے ساتھ سمرقند میں قیام کیے ہوئے تھا۔ فونا کی راہ روکنے کے لئے جو لشکر آیا وہ یقیناً سمرقند کی طرف سے آیا۔ پہلے ہمیں خبر نہ تھی کہ راہ روکنے والے سالار کون ہیں۔ بعد میں ہمارے مخبروں نے اطلاع کر دی کہ راہ روکنے والے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سالار شہاب الدین منصور ترکی تھے۔

اب میں ایک طرح سے اس شک اور وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ ہماری ساری کارروائیوں اور حتیٰ کہ ہمارے لشکریوں کی نقل و حرکت کی بھی جاسوسی کی جاتی ہے .... اس کارروائی کے سامنے صرف دو ہی عوامل ہو سکتے ہیں۔ یا تو مسلمانوں کے طلایہ گر بڑی سرگرمی سے ہمارے علاقوں میں اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہمارے مرکزی شہر اخلاط میں بھی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے اپنے آدمیوں میں سے کوئی ہمارے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق مسلمانوں کے سلطان کو آگاہ کرتا ہے۔ اور اسی آگاہی کی وجہ سے ہماری ہر مہم ناکام ہو جاتی ہے۔

اس سے پہلے مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ نے جو اپنا سفیر ہماری طرف بھجوایا تھا جس روز وہ سفیر آیا اس روز ہم نے اس سے گفتگو نہیں کی تھی۔ اسے مہمان خانے

میں ٹھہرایا تھا اور یہ حکم جاری کیا تھا کہ اگلے روز ہم اس سے گفتگو کریں گے۔ لیکن یہ جان کر اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی تھی کہ اگلے روز مسلمانوں کے سلطان کا وہ سفیر شاہی مہمان خانے میں نہیں تھا .... ہم نے اپنے دل میں اس کے لئے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگلے روز ہم اسے شہر کے بڑے چوک میں جو صلیب نصب ہے وہاں عبرت خیز موت ماریں گے۔ لیکن کسی نے ہمارے ارادوں کو بھانپ لیا اور ہمارے چہرے کے تاثرات سے یا ہماری گفتگو سے اندازہ لگا کر صورتِ حال سے مسلمانوں کے سفیر کو آگاہ کر دیا اور وہ سفیر اپنی جان بچا کر ہمارے شہر سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

میں سمجھتا ہوں یہ کام مسلمانوں کا کوئی سفیر یہاں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یہ فیصلہ میں نے اپنے ایک اجلاس میں کیا تھا۔ جس میں صرف عمائدینِ سلطنت، میرے رشتے دار اور قریبی عزیز اور سالار شامل تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کے سفیر کو بھگانے میں اگر کوئی سازش ہے تو اس سازش میں مسلمانوں کا کوئی سفیر نہیں بلکہ ہمارا کوئی اپنا آدمی ہی ملوث ہے۔ اس وقت میں نے اس معاملے کو اتنی اہمیت نہ دی تھی لیکن بعد میں جب مسلمانوں کے لشکر نے فونا کے لشکر کی راہ روکی اور اسے شکست دی تب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ کوئی ہماری جاسوسی کرتا ہے .... ہمارے ارادوں، ہمارے عزائم کو پہلے سے مسلمانوں تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنی حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جو کوئی بھی یہ کام ہمارے خلاف کر رہا ہے اس کی وجہ سے ہمیں بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمانوں کا سفیر بغیر سزا کے بھاگ گیا اور پھر یہی اطلاع پہنچانے کی وجہ سے فونا کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور فونا کے بہت سے لشکری موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اور اب ہمارے لئے یہ خبر آ گئی ہے کہ سمرقند کے نواح میں مسلمانوں نے تانیکو کو بھی شکست دی اور تانیکو گرفتار ہو گیا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! بولو، اس سلسلے میں تم کیا مشورہ، کیا رائے دیتے ہو؟ لیکن کچھ کہنے سے پہلے ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ فی الحال ہماری عسکری طاقت ایسی نہیں ہے کہ ہم علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آ سکیں۔ جو لشکر ہم نے فونا کی سرکردگی میں بھجوایا تھا، اُسے بھی بے پناہ نقصان ہوا ہے اور جس لشکر کو سمرقند کے

نواح میں شکست ہوئی ہے وہ بھی کافی حد تک تباہ و برباد ہو چکا ہے.......... پھر سب سے بڑی اور تکلیف دہ بات یہ کہ ہمارے سپہ سالارِ اعلیٰ تانیکو کو بھی گرفتار کرلیا گیا ہے۔ تانیکو کی گرفتاری جہاں ہمارے لشکر کے اندر بد دلی کا باعث بنے گی وہاں اس کی گرفتاری ہماری سلطنت کے لئے بھی ذلت اور رسوائی کا باعث بنی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان خاموش ہو گیا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس کا ایک سالار اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم سے ماضی میں کچھ غلطیاں ہوئیں جن کی بناء پر ہمیں ان شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یکے بعد دیگرے ترمذ، بخارا اور سمرقند ہم سے چھین لئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا، پھر کچھ لمحے بعد گور خان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا آپ برا نہ مانئے گا.......... آپ نے اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ سمرقند کے اپنے حاکم عثمان خان کے ساتھ طے کر دیا تھا۔ لیکن آپ نے اپنی بیٹی کے سلسلے میں یہ غلطی کی کہ بغیر سوچے سمجھے عثمان خان کو اس کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ ایسا کرنے سے پہلے یہ سوچا جانا چاہئے تھا کہ عثمان خان نہ صرف سمرقند کا حاکم ہے بلکہ ایک مسلمان ہے۔ یہ بات بھی غور طلب تھی کہ سمرقند کی آبادی زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل ہے اس لئے حالات کیسے بھی گزرے کیوں نہ ہوں۔ سمرقند کے لوگ عثمان خان یا اس جیسے کسی مسلمان حاکم کی ہی طرف داری کریں گے۔

اگر آپ نے اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ عثمان خان سے منقطع نہ کر دیا ہوتا تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ثمرقند ہمارے ہاتھ سے نہ نکلتا۔ اگر علاؤ الدین خوارزم شاہ ترمذ اور بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد سمرقند کا رخ کرتا تو یقیناً شہر کے اندر سے عثمان خان، باہر سے تانیکو، علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوتے۔ ایسی صورت میں خوارزم شاہ کی شکست اور ہماری فتح یقینی ہوتی۔

اور اگر ہم ایک بار سمرقند کے نواح میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کو شکست دیتے تو خوارزم شاہ یقیناً سمرقند سے اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف راہِ فرار اختیار کرنے ہی میں اپنے لئے سلامتی اور عافیت سمجھتا۔ ایسی صورت میں ہمارا لشکر سمرقند سے لوٹتا اور

بڑی آسانی کے ساتھ بخارا اور ترمذ پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر سکتا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا، دم لیا، اس کے بعد سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے خیال میں اب بھی اگر ہم تالیفِ قلوب سے کام لیتے ہوئے عثمان خان سے رابطہ قائم کریں تو جو کچھ ہم نے کھویا ہے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور آنے والے دور میں سمرقند، بخارا اور ترمذ تو کیا، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر بھی قابض ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ایک بار پھر ہم سمرقند کے حاکم عثمان خان کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان کا وہ سالار جب خاموش ہوا تب گور خان کچھ دیر تک ہلکے ہلکے تبسم میں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے اور میں اسے تسلیم بھی کرتا ہوں کہ اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان سے منقطع کرنا ہماری طرف سے ایک غلطی ہے۔ لیکن اب جبکہ خوارزم شاہ سمرقند پر قابض ہو چکا ہے تو یقیناً عثمان خان اب اس کا حمایتی ہے۔ اس کا طرف دار ہے۔ اور اگر خوارزم شاہ عثمان کو سمرقند کے حاکم کی حیثیت سے بحال رکھتا ہے تو آنے والے دور میں عثمان خان یقیناً ہمارا ساتھ دینے کی بجائے خوارزم شاہ کا ساتھ دے گا۔"

گور خان رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"ان حالات میں اگر ہم عثمان کو پھر زوزن کے رشتے کی پیشکش کریں تو ہو سکتا ہے وہ اس رشتے سے انکار کر دے اور خوارزم شاہ کا ساتھ دینے پر بضد رہے۔ ایسی صورت میں ہم اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی بھی نہیں کر سکتے۔"

گور خان جب خاموش ہوا تب وہی سالار اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عثمان خان کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایک اور بھی ترغیب دی جا سکتی ہے۔"

اس سالار کے ان الفاظ پر گور خان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی۔ غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تمہارا اشارہ کس طرف ہے.......... کھل کر کہو۔"

اس پر سالار نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"مالک! آپ جانتے ہیں عثمان خان کا ایک بھائی بھی ہے۔ نام اس کا کنکن ہے۔ وہ عثمان خان سے چھوٹا ہے۔ ان حالات میں یقیناً عثمان خان آپ کی بیٹی زوزن کا رشتہ لینے سے انکار کر دے گا۔ اس لئے کہ وہ خوارزم شاہ کی گرفت میں ہوگا۔ اگر ہم اُسے ایک اور پیشکش کریں جو اس کے بھائی کے لئے ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عثمان خان ہمارا کہا ماننے کے لئے تیار ہو جائے گا۔"

"تمہارا اشارہ کس پیشکش کی طرف ہے؟" گور خان نے غور سے اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

اس موقع پر اس سالار نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ان حالات میں جب آپ عثمان خان کو اپنی بیٹی زوزن کے رشتے کی دوبارہ پیشکش کریں تو اسے یہ بھی پیشکش کریں کہ اگر وہ خوارزم شاہ کا ساتھ ترک کر کے پہلے کی طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے تو آپ اپنی دوسری بیٹی کیرش کا رشتہ اس کے چھوٹے بھائی کنکن سے کر دیں گے۔ اگر آپ یہ پیشکش کر دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عثمان خان ہر صورت میں خوارزم شاہ کا ساتھ ترک کر کے پہلے کی طرح ہمارا حمایتی اور ہمارا ہمنوا بن جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار خاموش ہو گیا تھا۔ قصر کے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی، پھر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے گور خان کہنے لگا۔

"جو کچھ تم نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں یہ بہتر تجویز ہے اور اس پیشکش سے شاید ہم عثمان خان کو پھر اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

گور خان رکا، کچھ سوچا اور اس بار اس نے اپنے داماد اور سالار فونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"فونا، میرے بیٹے! اب تک تم بالکل خاموش رہے ہو۔ لیکن میں تمہاری طرف سے کچھ سننا پسند کروں گا۔ فونا! میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ماضی میں عثمان خان کے ساتھ تمہارے تعلقات دوستانہ بلکہ برادرانہ رہے ہیں .... اور ان حالات میں جس قدر تم عثمان خان پر اثر انداز ہو سکتے ہو، کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا۔"

گور خان کے خاموش ہونے پر فونا نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"ہمارے ساتھی نے جو تجویز پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں وہ بہترین تجویز ہے۔ پر پہلے انتظار کیا جائے۔ اس وقت خوارزم شاہ سمرقند شہر میں قیام کئے ہوئے ہے۔ سمرقند چھوڑنے سے پہلے وہ یقیناً سمرقند میں اپنا ایک لشکر بھی رکھے گا۔ اس کے بعد خوارزم کا رُخ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے کہ خوارزم شاہ کب سمرقند چھوڑ کر خوارزم کا رخ کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم حرکت میں آئیں گے۔ عثمان خان کو زوزن اور کنکن کے لئے کیرش کا رشتہ پیش کریں گے تو میرے خیال میں عثمان خان پھر پہلے کی طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لیکن اس سلسلے میں ہمیں زوزن اور کیرش دونوں سے بات کرنا پڑے گی۔ زوزن پہلے تو اس رشتے کے لئے تیار تھی لیکن رشتہ آپ نے منقطع کیا تھا لہٰذا دوبارہ وہ اس کے لئے تیار ہوتی ہے کہ نہیں، یہ اس سے پوچھا جانا چاہئے۔ جہاں تک کیرش کا تعلق ہے تو اس کے لئے کسی رشتے کا یہ پہلا موقع ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں اس سے بھی پوچھا جانا چاہئے۔ اگر ہم نے یہ رشتے بغیر پوچھے عثمان خان اور کنکن کے ساتھ کر دیئے تو ہو سکتا ہے بعد کے دور میں تعلقات خراب ہوں، بد مزگی پیدا ہو، جن حالات کا اب ہم سامنا کر رہے ہیں اس سے بھی بدتر حالات کا ہمیں سامنا کرنا پڑے۔"

فونا جب خاموش ہوا تو گور خان اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"فونا، میرے بیٹے! پہلے دیکھتے ہیں کہ حالات کس کروٹ جاتے ہیں۔ کب خوارزم شاہ سمرقند سے نکل کر خوارزم کا رخ کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں عثمان خان کس ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔ بہرحال زوزن اور کیرش کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے میں تمہارا اور اپنی بیٹی جانسی کا انتخاب کرتا ہوں۔ تم دونوں میاں بیوی ان سے بات کرنا۔ لیکن یہ گفتگو اس وقت کرنا جب علاؤالدین خوارزم شاہ سمرقند سے نکل کر خوارزم کی طرف چلا جائے۔ اور اگر زوزن اور کیرش مان جائیں تو پھر میں سمجھتا ہوں فونا! تم سمرقند کا رخ کرنا۔ اس سلسلے میں عثمان خان سے بات کرنا۔ عثمان خان تمہارا بہترین دوست ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہارا کہا نہیں ٹالے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے زوزن یا کیرش نے ان رشتوں سے انکار کر دیا تب میں ان دونوں کو خود سمجھاؤں گا۔ اور اگر مجھے سختی بھی کرنی پڑی تو میں کروں گا۔ اس لئے کہ عثمان خان کو واپس لانا

ہمارے لئے اب انتہائی ضروری اور اہم ہے اور اس میں ہماری سلامتی اور عافیت ہے۔"

فونا سے اس قدر گفتگو کرنے کے بعد گور خان اب اپنے دوسرے سالار کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہارے ذمے میں یہ کام لگاتا ہوں کہ اپنے مخبروں کو یہ کام سونپو کہ وہ جانے کی کوشش کریں وہ کون سے عوامل تھے جن کی بناء پر خوارزم شاہ کے لشکر کو خبر ہو گئی کہ فونا ایک لشکر لے کر اس کے علاقوں میں ترک تاز کرنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے اور وہ کون سا شخص ہے جو یہاں کام کر رہا ہے جس نے خوارزم شاہ کے سفیر کو رونما ہونے والے حالات سے پہلے آگاہ کر دیا۔ حالانکہ میں نے اس کے لئے ابھی سزا تجویز نہ کی تھی۔ کسی نے میرے ارادوں کو میرے چہرے سے بھانپ لیا اور اس سفیر کو یہاں سے بھگا دیا۔ یہ کام میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں۔ دیکھو، ایسے کام کرنے والا کون ہے؟"

اس کے ساتھ ہی گور خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سالاروں کو بھی اس نے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار وہاں سے اٹھ کر قصر کے اس کمرے سے نکلنے لگے تھے۔

★......★

◎ ◎ ◎

زوزن اور کیرش دونوں قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوئیں.......... جس کمرے میں وہ داخل ہوئی تھیں وہ کیرش کی خواب گاہ تھی۔ دونوں نشستوں پر بیٹھ گئیں پھر گفتگو کا آغاز زوزن نے کیا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! شہاب الدین کی جرأت اور اس کی شجاعت اور اس کی کارگزاری قابلِ تعریف ہے۔ اس نے جہاں پہلے فونا کے لشکر کو بدترین شکست دی، اس کے لشکر کی اکثریت کو اس نے ادھیڑ مارا، اس کے بعد جیسا کہ آنے والے مخبروں نے اطلاع دی ہے، اس نے سمرقند کے نواح میں بھی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے اور انفرادی مقابلے میں بیدو خان اور تگین خان کے چچا زاد بھائی ایدا خان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے.......... میری بہن! اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں تو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہے جو شہاب الدین تمہاری طرف مائل ہوا ہے اور تم نے اسے اپنی زندگی کا محور اور مقصد بنا لیا ہے۔"

اس موقع پر کیرش نے بڑے غور سے زوزن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"زوزن میری بہن! اس طرح شہاب الدین کی تعریف کرتے کرتے کہیں تم بھی اسے چاہنے نہ لگ جانا.......... اس طرح میرا مستقبل تو بالکل تاریک ہو جائے گا۔"

کیرش نے گویا الفاظ ازراہِ مذاق کہے تھے لیکن زوزن سنجیدہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! آج میں تمہارے سامنے جھوٹ نہیں کہوں گی.......... اگر تم شہاب الدین کی طرف مائل نہ ہو چکی ہوتی تو یقیناً اب تک میں اُس کی طرف مائل ہو چکی ہوتی۔ کیرش، میری بہن! سچ یہ ہے کہ جس وقت پہلی بار شہاب الدین ایک سفیر کی

حیثیت سے ہمارے ہاں آیا تھا اور بھرے دربار میں اس نے بیدو خان کو شکست دی تم اس وقت میرے خیالات ان خیالات سے مختلف تھے جو اب ہیں۔ اس وقت کیونکہ شہاب الدین کی طرف مائل نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جس وقت اس نے بیدو خان کو شکست دی تھی تم نے اس سے نفرت کا اظہار بھی کیا تھا .... میری بہن! یہ عجیب بات ہے جس وقت تم نے اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا، میں اس کی طرف مائل ہو گئی تھی اور اس مائل ہونے کے نتیجے میں جس وقت بیدو خان نے ارادہ کیا تھا کہ دریا آمو کے پل پر اُس پر حملہ کرا کر اسے زخمی کیا جائے گا، میں نے اُس کی حفاظت، اُس کے تحفظ کا سامان کیا تھا۔ میری بہن! اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ اگر حالات نے کبھی میرا ساتھ دیا تو میں اس شہاب الدین کو اپنی زندگی کا ساتھی ضرور بناؤں گی .... لیکن یہ بات میں نے مخفی اور چھپا کر رکھی۔ اور جب بعد میں تم شہاب الدین کی طرف مائل ہو گئیں تو میری بہن! میں نے تمہارا پورا ساتھ دیا اور پیچھے ہٹ گئی اس لئے کہ ....“

یہاں تک کہتے کہتے زوزن کو خاموش ہو جانا پڑا۔ کیرش نے آگے بڑھ کر اُسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ کئی بار اُس کی پیشانی، اُس کے گال چومے، پھر کہنے لگی۔

”میری عزیز بہن! میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو .... تمہاری شخصیت بھی مجھ سے کہیں زیادہ پُرکشش ہے۔ میں تمہارا شکرگزار اور ممنون ہوں کہ تم نے شہاب الدین کو میرے لئے وقف کر دیا۔ ورنہ میری بہن! اگر ہم دونوں بہنیں اپنی اپنی محبت لے کر شہاب الدین کے سامنے کھڑی ہوتیں تو یقیناً میری بجائے شہاب الدین تمہارا انتخاب کرتا۔ اس لئے کہ میری نسبت تمہاری شخصیت میں زیادہ کشش ہے .... اور میں اس بات پر بھی تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں بلکہ مجھے تمہارا ممنون ہونا چاہئے کہ جس وقت بیدو خان نے شہاب الدین کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کی تھی اس وقت تم نے شہاب الدین کا دفاع کیا۔ حالانکہ میں اس وقت شہاب الدین کی طرف مائل نہیں تھی۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تو زوزن اس بار دھیمے اور کسی قدر رازدارانہ انداز میں کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیرش! اب مجھے اور تمہیں دونوں کو اپنی گفتگو اور اپنی حرکات اور سکنات میں

زیادہ احتیاط برتنا ہو گی .... پہلے ہمارے باپ کو صرف اس بات پر شک تھا کہ کسی نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سفیر کو مہمان خانے سے بھگا دیا ہے۔ میرے خیال میں ہمارا باپ اس معاملے کو درگزر کر گیا تھا لیکن اب جو فونا کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے تو وہ شش و پنج میں پڑ چکا ہے۔ کئی مواقع پر اس کی گفتگو کے دوران میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہ اس بات کا بھید اور راز جاننے کے درپے ہے کہ آخر کون ہے جس کے کہنے پر مسلمانوں کا سفیر یہاں سے بھاگ گیا اور کون ہے جس نے فونا کے لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع کر دی اور مسلمانوں نے نہ صرف اپنے علاقوں کا دفاع کیا بلکہ فونا کو بدترین شکست دی اور فونا کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، کچھ سوچا پھر اپنا منہ کیرش کے کان کے قریب لے گئی اور بڑی اپنائیت میں کہنے لگی۔

”کیرش! اگر کسی موقع پر ہمارے باپ کو یہ خبر ہو گئی کہ ان کاموں میں ہم دونوں ملوث ہیں تو یاد رکھنا ہمارا باپ بڑی سختی سے ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا اور ہمارے اور اس کے درمیان جو رشتہ ہے اسے یکسر ہی فراموش کر دے گا اور اخلاط کے لوگوں کے لئے ہمیں ایک طرح سے عبرت بنا کر رکھ دے گا۔“

اس کے ساتھ ہی زوزن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور دوبارہ دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

”اب تم آرام کرو .... میں اپنی خواب گاہ میں جاتی ہوں۔ ایک بار پھر کہتی ہوں کہ میرے اور کسی اور کے ساتھ آئندہ اپنی گفتگو کے دوران انتہا درجے کی احتیاط برتنا۔“

کیرش بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اثبات میں گردن ہلائی۔ اس کے بعد زوزن اس کی خواب گاہ سے نکل گئی تھی جبکہ کیرش پھر اسی نشست پر بیٹھ کر گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سمرقند کو فتح کرنے کے بعد چند ہفتوں تک وہیں قیام کیا تھا۔ شہر کا نظم و نسق اس نے اپنے طور پر درست کیا۔ شہر کے اندر عثمان خان کے

لشکر کے علاوہ اس نے اپنا ایک لشکر بھی متعین کیا۔شہر کے اندر ناظم کی حیثیت سے اپنے ایک سالار کو اُس نے مقرر کیا اور عثمان خان کو اپنے ساتھ خوارزم لے گیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان کے کردار سے بے حد خوش اور مطمئن تھا کہ اس نے گور خان کا ساتھ چھوڑ کر اس کا ساتھ دینا پسند کیا ہے۔لہٰذا اس کے اس رویے کو دیکھتے ہوئے سلطان نے اس کی عزت افزائی کا ارادہ کر لیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان کی اس کارگزاری سے خوش تو تھا ہی کہ سمرقند بڑی آسانی سے اس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اب سلطان علاؤ الدین عثمان خان کے ساتھ اپنے تعلقات، اس کے ساتھ یگانگت اور اپنائیت کو اور زیادہ گہرا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ عثمان خان کے خوارزم شہر میں قیام کے دوران سلطان علاؤ الدین نے اپنی حسین و جمیل بیٹی خان سلطان کی شادی عثمان خان کے ساتھ کر دی تھی۔ اس شادی پر جشن کا سماں برپا کیا گیا......... پوری سلطنت میں عثمان کے ساتھ ان تعلقات کو نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا بلکہ اس نئے رشتے پر بھی سب لوگوں نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد بڑے مطمئن انداز میں عثمان خان نے کچھ عرصہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس اس کے مرکزی شہر خوارزم ہی میں گزارا تھا۔

جتنا عرصہ عثمان خان نے شادی کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس اس کے مرکزی شہر خوارزم میں گزارا اس عرصے سے گور خان اور اس کے سالاروں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ پہلے فونا اور اس کے بعد تانیکو کی شکست اور ان کے لشکریوں کے قتل عام نے اس کی عسکری طاقت کو کافی حد تک کمزور اور ناتواں کر دیا تھا۔ اب گور خان نے اس وقفے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑی تیزی سے نہ صرف اپنے لشکر میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا بلکہ اس کی بہترین تربیت کا بھی اس نے اہتمام کر ڈالا تھا۔ اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے گور خان اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج پر لے گیا تھا۔

کچھ عرصہ خوارزم میں گزارنے کے بعد عثمان خان اپنی بیوی خان سلطان کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کے وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کے کچھ دستے بھی اس کے ہمراہ کر دیئے تھے اور ان دستوں کو روانہ

کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دستے پہلا کام یہ کریں گے کہ عثمان خان کی حرکات اور سکنات پر نگاہ رکھیں گے۔ دوسرے اس کی بیٹی سلطان خان کی حفاظت کا سامان بھی کریں گے۔

دوسری طرف گور خان کو یہ خبر ہو گئی تھی کہ عثمان خان نے سلطان خوارزم شاہ کی بیٹی سے شادی کر لی ہے اور اب وہ خوارزم سے نکل کر واپس سمرقند آ گیا ہے۔ یہ خبریں بھی اس تک پہنچ گئی تھیں کہ عثمان خان کی غیر موجودگی میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سمرقند کی حفاظت کے لئے جو لشکر اور سالار مقرر کیا تھا وہ واپس خوارزم چلا گیا ہے۔ تب گور خان نے ایک بار پھر عثمان خان پر جال پھینکتے ہوئے اسے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی اور اس مقصد کے لئے اس نے احکامات جاری کر دیئے تھے کہ فونا عثمان خان سے گفتگو کرنے کے لئے سمرقند کا رخ کرلے۔

فونا اور اس کی بیوی یعنی گور خان کی بڑی بیٹی جائسی ایک روز زوزن کی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ زوزن اس وقت اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ جونہی وہ داخل ہوئے زوزن ان کے استقبال کے لئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں میاں بیوی آگے بڑھے، نشستوں پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ساتھ ہی جائسی نے اپنی چھوٹی بہن زوزن کی طرف دیکھا پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”زوزن! میں اور تمہارا بھائی فونا دونوں آج ایک انتہائی اہم مسئلہ پر تم سے اور کیرش سے گفتگو کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا جاؤ کیرش کو یہیں بلا کر لے آؤ۔“

جائسی کے ان الفاظ پر زوزن کا ماتھا ٹھنکا تھا......... وہ کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ جائسی نے شاید اُس کی اس کیفیت کو بھانپ لیا تھا لہٰذا فوراً بول اٹھی۔

”رکو نہیں...... جاؤ۔ میں جانتی ہوں اس موقع پر تم مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہو گی......... پہلے کیرش کو بلا لو اس کے بعد جو کچھ پوچھو گی اس کا تمہیں مناسب جواب ملے گا۔“

جائسی کے ان الفاظ کے ساتھ ہی زوزن باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد لوٹی۔ اس کے ساتھ کیرش بھی تھی۔

جائسی نے دونوں کو اپنے سامنے والی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئیں تب جائسی نے اپنے شوہر فونا کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے

کہنے لگی۔

"آپ جو گفتگو ان دونوں سے کرنا چاہتے ہیں اس کی ابتداء کریں......... اس لئے کہ یہ گفتگو کرنے کے لئے آپ ہی سے کہا گیا تھا۔"

اس موقع پر فونا نے پہلے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی جانسی کی طرف دیکھا، پھر سنبھلا، ہونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد زوزن اور کیرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری دونوں عزیز بہنو! جس موضوع پر میں تم دونوں سے گفتگو کرنے لگا ہوں اس کا جواب سوچ سمجھ کر دینا۔ اس لئے کہ تمہارا نا مناسب جواب تمہارے بابا کو غلطی کرنے پر بھی مجبور کرسکتا ہے۔"

فونا کے ان الفاظ کے جواب میں زوزن اور کیرش نے ایک دوسرے کی طرف بڑے غور سے دیکھا تھا۔ دونوں کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ ان کی اس کیفیت کو بھانپتے ہوئے فونا کہنے لگا۔

"تم دونوں بہنیں کسی وہم میں نہ پڑنا نہ ہی خدشات کا شکار ہونا......... جو بات تم سے کہنے کے لئے مجھے تمہارے بابا نے بھیجا ہے وہ یہ ہے کہ........."

فونا مزید کچھ دیر کے لئے رک گیا، مناسب الفاظ تلاش کئے، پھر کہنے لگا۔

"دراصل تمہارے بابا کو اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ زوزن کا جو رشتہ عثمان خان سے اس نے منقطع کیا تھا وہ اس کی غلطی تھی۔ عثمان خان کو جب زوزن کا رشتہ دینے سے انکار کیا گیا تو وہ بد دل ہو گیا اور ہمارا ساتھ دینے کی بجائے اس نے مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ساتھ دیا۔ اور اب جو صورت حال ہمارے سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ عثمان خان کچھ عرصے کے لئے مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین کے ساتھ خوارزم چلا گیا تھا۔ چونکہ عثمان خان نے بخوشی سمرقند کو خوارزم شاہ کے حوالے کیا تھا لہٰذا اس کی کارگزاری سے خوارزم شاہ خوش تھا اور اسی خوشی کی بناء پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی خان سلطان کی شادی عثمان خان سے کر دی ہے۔ اب اپنی بیوی کو لے کر عثمان خان سمرقند پہنچ چکا ہے۔

اب تمہارے بابا کا میرے لئے یہ حکم ہے کہ میں اپنے چند قریبی ساتھیوں کے ساتھ سمرقند کا رخ کروں......... وہاں عثمان خان سے ملوں اور اسے یہ پیشکش کروں

کہ ہم نہ صرف اسے زوزن کا رشتہ دینے کے لئے تیار ہیں بلکہ ہم کیرش کا رشتہ دینے پر بھی آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔"

فونا کے ان الفاظ پر کیرش کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ پریشانی اور فکرمندی میں وہ گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کبھی جانسی، کبھی فونا، کبھی زوزن کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ زوزن نے جانسی اور فونا کی نگاہ بچا کر اُسے ہلکی سی کہنی مار کر حالات کی سنجیدگی سے آگاہ کیا تھا۔ ساتھ ہی زوزن، فونا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ دونوں بہنیں ایک ہی شخص کے نکاح میں کیسے جا سکتی ہیں؟"

زوزن کے ان الفاظ پر فونا مسکرایا۔ جانسی بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر ہلکا سا ہاتھ زوزن کے سر پر مارتے ہوئے فونا کہنے لگا۔

"میری بہن! تم غلط سمجھی ہو......... دونوں بہنیں عثمان خان کے نکاح میں نہیں جائیں گی۔ بلکہ تمہارے بابا نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا نکاح عثمان خان سے اور کیرش کا نکاح عثمان خان کے چھوٹے بھائی کنگن سے کر دیا جائے گا......... اب بابا اس سلسلے میں تم دونوں بہنیں کیا کہتی ہو؟ تم اپنی جس آراء، جس فیصلے کا اظہار کرو گی، وہی میں اور تمہاری بہن جانسی جا کر تمہارے بابا سے کہہ دیں گے۔ پر ایک بات یاد رکھنا، تمہارے بابا نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ تم دونوں بہنوں میں سے کسی نے بھی اس خواہش کی تکمیل سے انکار کیا تو تمہارا بابا اس سلسلے میں جبر اور سختی سے بھی کام لے سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فونا رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میری عزیز بہنو! تمہارے باپ نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری آراء جاننے کے بعد میں اپنے کچھ ساتھیوں اور مسلح دستوں کے ساتھ عثمان خان کی طرف جاؤں گا۔ اس سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔ اگر اس نے ہماری اس تجویز سے انکار کر دیا تو پھر ہمارے اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے درمیان نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ہم ہر صورت میں سمرقند، بخارا اور ترمذ شہر واپس لینے کے ساتھ ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کو بھی اپنے سامنے زیر کر کے رہیں گے۔ اور اگر

تمہارے بابا کی اس تجویز سے عثمان خان نے اتفاق کر لیا تو پھر عثمان خان اور اس کے بھائی کنگن کو یہاں بلایا جائے گا۔ عثمان خان کا نکاح زوزن! تمہارے ساتھ، کیرش کا کنگن کے ساتھ ہوگا۔ لیکن صرف نکاح ہوگا، تم دونوں کو رخصت نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کے بعد تمہارا بابا عثمان خان کے سامنے یہ معاملہ پیش کرے گا کہ پہلے وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو طلاق دے کر فارغ کر دے۔ جب وہ ایسا کرے گا تب تم دونوں بہنوں کو پورے شاہانہ وقار کے ساتھ رخصت کیا جائے گا اور اخلاط سے سمرقند بھیج دیا جائے گا۔ بس میں تم سے یہی کچھ کہنے آیا تھا...... اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو، کہو۔"

اس موقع پر زوزن نے پھر جانسی اور فونا کی نظر بچا کر اپنی ایک انگلی سے کیرش کی ران کو دبایا۔ شاید یہ زوزن کا اشارہ تھا کہ تم چپ رہو۔ ساتھ ہی وہ بول اٹھی تھی۔

"میں کیرش کی بڑی بہن ہوں ...... میری اور اس کی عمر میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اور پھر ہم دونوں بہنیں کیونکہ زیادہ عرصہ تک اکٹھی رہی ہیں، ایک دوسرے کے مزاج، ایک دوسرے کی طبیعت سے بھی خوب واقف ہیں۔ لہٰذا کیرش کی طرف سے میں ہی جواب دوں گی اور کیرش کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

اگر یہ فیصلہ ہمارے بابا نے کیا ہے کہ میرا نکاح عثمان خان سے اور کیرش کا اس کے چھوٹے بھائی کنگن سے کر دیا جائے تو پھر فونا میرے بھائی! آپ جا سکتے ہیں اور جا کر بابا سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم دونوں بہنوں کو بابا کا یہ فیصلہ بخوشی منظور ہے۔"

اس موقع پر کیرش نے چونکنے کے انداز میں زوزن کی طرف دیکھا تھا۔ زوزن نے پھر اپنی انگلی سے اس کی ران کو دباتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

اس کے ساتھ ہی فونا اور جانسی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر فونا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری عزیز بہنو! تم دونوں نے یہ فیصلہ دے کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب میں بابا کے پاس جاتا ہوں ...... اُسے تم دونوں کے اس فیصلے سے آگاہ کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تمہارا یہ فیصلہ سن کر بابا مجھے آج ہی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کر دیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی فونا اور اس کی بیوی جانسی دونوں اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے

زوزن کی خواب گاہ سے نکل گئے تھے۔

فونا اور جانسی کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد کیرش آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھی۔ پہلے اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے والی نشست پر جا بیٹھی، پھر زوزن کو مخاطب کر کے انتہائی غصے اور غضب ناکی میں کہنے لگی۔

"یہ تم نے میرے متعلق کیا فیصلہ دے دیا...... تم بار بار میری ران پر انگلی دبا کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کرتی رہی۔ اس بناء پر میں اپنے جذبات کا اظہار نہ کر سکی۔ آخر تم نے میری طرف سے یہ فیصلہ کیسے دے دیا کہ میں عثمان خان کے چھوٹے بھائی کنگن کے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہوں؟ ...... میں اس کے منہ پر تھوکنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں اور تم نے میری طرف سے حامی بھر لی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی، پھر پہلے کی نسبت ذرا تلخ لہجے میں کہنے لگی۔

"کیا تم مجھے اس بناء پر شہاب الدین سے محروم کرنا چاہتی ہو کہ تم نے خود بھی اسے چاہا تھا؟ ...... اور پھر میری چاہت کی وجہ سے تم نے اپنی اس چاہت کو واپس لے لیا۔ کیا اب پھر شہاب الدین سے تمہاری چاہت جاگ اٹھی ہے اور مجھے اس کا ساتھی بنتے نہیں دیکھ سکتی ہو؟"

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش جب خاموش ہوئی تو زوزن نے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر ایک چپت لگائی، پھر کہنے لگی۔

"ساری عمر بیوقوف کی بیوقوف ہی رہو گی ...... اس موقع پر اگر تم کنگن کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیتی تو یاد رکھنا، بابا تمہارے اس فیصلے کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیتے۔ تم نے فونا کی گفتگو سنی نہ تھی؟ ...... اُس نے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ بابا نے جو فیصلہ کیا ہے اگر اس فیصلے سے ہم نے روگردانی کی یا اس فیصلے کو ہم نے ماننے سے انکار کر دیا تو بابا ہم دونوں پر سختی بھی کر سکتے ہیں۔ میری عزیز بہن! میں نے تمہارے جذبات، تمہاری محبت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اگر میں نے تمہارے جذبات کے خلاف ہی کوئی کارروائی کرنی ہوتی تو میں شروع سے ہی شہاب الدین کی طرف راغب رہتی۔ اُسے اپنی زندگی کا مرکز بنا لیتی۔ لیکن میں نے تمہاری وجہ سے اپنی محبت میں پسپائی اختیار کی۔ اب تم مجھ پر ہی شک کرنے لگ گئی ہو۔"

اب جو کچھ میں کہنے لگی ہوں، غور سے سننا...... بے وقوف لڑکی! میں نے

صرف تمہاری طرف سے حامی بھری ہے۔ دیکھو، ہم دونوں بہنوں کے ہاں کرنے پر جہاں بابا مطمئن رہیں گے وہاں فونا پہلے سمرقند کا رخ کرے گا۔ اُسے پہلے سمرقند تو جانے دو۔ ہوسکتا ہے عثمان خان میرا اپنے لئے اور تمہارا اپنے بھائی تکنش کے لئے رشتہ لینے سے ہی انکار کر دے .... اس لئے کہ اس کی شادی علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان سے بھی ہو چکی ہے۔ میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ وہ کسی بھی صورت خان سلطان کو طلاق دے کر فارغ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھڑک اٹھے گا، اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور عثمان خان کو زندہ نہیں چھوڑے گا .... اگر عثمان خان انکار کر دیتا ہے تو پھر تیرا اور میرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا .... اس وقت بابا میرا رشتہ عثمان کو اور تمہارا رشتہ تکنش کو اس لئے دینا چاہتا ہے کہ وہ عثمان خان کو علاؤ الدین خوارزم شاہ سے توڑ کر اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔ اس موقع پر اگر ہم نے انکار کر دیا تو یاد رکھنا ہمارا باپ اس رشتے کو بھی بھول جائے گا جو اس کے اور ہمارے درمیان ہے۔ اور ہم پر ایسی سختی کرے گا جس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتی ہو .... اس بناء پر تمہارے اور اپنے رشتے کے لئے ہاں کرنا ایک طرح سے میرا درست فیصلہ ہے اور مصلحتِ وقت بھی اسی میں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، پھر سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”میری بہن! اگر عثمان خان نے میرا اور تمہارا رشتہ لینے سے انکار کر دیا تو سارا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ نہ تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت ہوگی نہ میں پریشان ہوں گی۔ اور اگر اس نے میرے اور تمہارے رشتے کے لئے حامی بھر لی تو پھر ہم کوئی دوسرا قدم اٹھائیں گی۔

اس صورت میں کیرش، میری بہن! سب سے پہلے میں تمہارے یہاں سے بھاگنے کا کوئی نہ کوئی بندوبست کروں گی۔ میں چاہوں گی کہ تم کسی نہ کسی طرح یہاں سے بھاگ کر شہاب الدین کے پاس پہنچ جاؤ۔ وہاں تم محفوظ ہو جاؤ گی اور شہاب الدین کی ساتھی کی حیثیت سے پُرسکون زندگی بسر کرو گی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے یہ قربانی دینا ہوگی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی عثمان خان کی بیوی بنوں .... میں چاہتی ہوں جب عثمان خان سلطان علاؤ الدین

خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان کو طلاق دینے کے بعد مجھ سے شادی کرے گا تو وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا۔ خوارزم شاہ ضرور اس کو موت کے گھاٹ اتارے گا۔ ایسی صورت میں بیوہ ہونا میرا مقدر بنے گا .... اس کے بعد میں کہیں گوشہ گیری اور تنہائی کی زندگی بسر کرتی رہوں گی۔ پر میں کھل کر اپنے باپ سے اس رشتے سے انکار بھی نہیں کر سکتی۔ انکار کروں گی تو کہاں جاؤں گی؟ .... میری بہن! تمہارے سامنے شہاب الدین ہے۔ جس کے پاس جا کر تم محفوظ ہو سکتی ہو۔

میرے سامنے شہاب الدین جیسی کوئی منزل نہیں ہے جہاں جا کر میں محفوظ رہ سکوں گی۔ لہٰذا سمجھتی ہوں کہ جو فیصلہ میں نے اپنے اور تمہارے متعلق کیا ہے اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے .... کیا تم یہ ساری گفتگو سن کر میرے اس فیصلے سے اتفاق کرتی ہو؟“

کیرش، زوزن کی اس گفتگو سے کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر آگے بڑھی، زوزن کو گلے لگایا اور کہنے لگی۔

”زوزن! میری بہن! مجھے معاف کرنا .... میں نے تمہارے لئے سخت الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی کیرش نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ جواب میں زوزن نے اس کے سر کو بوسہ دیا، اس کے گال پر پیار دیا، پھر کہنے لگی۔

”بس، اب سارے معاملے کو بھول جاؤ .... جو کچھ ہوا، یوں جانو وہ ایک خواب تھا۔“

زوزن مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی بات کاٹتے ہوئے کیرش بول اٹھی۔

”میری بہن! کیا اس سلسلے میں ہم اپنی ماں کو اعتماد میں نہ لیں؟“

کیرش کے ان الفاظ پر زوزن چونک سی پڑی تھی، گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، ساتھ ہی اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔

”کیرش میری بہن! بھول کر بھی ایسی غلطی مت کرنا .... تم جانتی ہو، ہماری ماں ہمارے باپ پر اندھا اعتماد اور بھروسہ رکھتی ہے۔ ماضی کے بہت سے واقعات تمہارے ذہن میں محفوظ ہوں گے جب ہم نے کبھی سچی بات بھی کی اور ہمارے باپ نے کوئی ایسا مشورہ دیا جو غلطی پر مبنی تھا اور جس میں ہمارا نقصان تھا تو ہماری ماں نے

ہمیشہ آنکھیں بند کر کے اندھے بھروسے سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ ہماری مخالفت ہی کی۔ اس بناء پر میں تمہیں تنبیہہ کرتی ہوں کہ بھول کر اس بات کی بھنک بھی ماں کے کانوں میں نہ پڑنے دینا.......... اگر ایسا تم کرو گی تو یاد رکھنا، شہاب الدین سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ گی۔ میرا یہ بھی اندازہ ہے اگر تم نے اس معاملے میں اماں سے مشورہ کرنے کی کوشش کی تو اماں سارا معاملہ بابا کے سامنے پیش کر دے گی۔ اور پھر تمہاری حالت بڑی ابتر ہو گی۔ میں ابھی سے کہہ سکتی ہوں کہ اگر تمہارے حالات بابا پر کھل گئے تو وہ تم پر پہرہ بٹھا دیں گے.......... تمہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو پھر تمہاری منزل شہاب الدین بن مسعود نہیں رہے گا، کنگن ہو گا۔"

زوزن کی اس گفتگو سے کیرش مطمئن اور خوش ہو گئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

"اچھا میری بہن! لعنت بھیجو اس معاملے پر.......... یہ راز ہم دونوں بہنیں آپس میں ہی رکھیں گی۔ اماں سے اس سلسلے میں مشورہ نہیں کریں گی۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ اس کی بھنک ہماری بہن جانسی اور اس کے شوہر فونا کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔"

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔"

ساتھ ہی زوزن، کیرش کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

"اب ان باتوں کو بھول جاؤ.......... آؤ اصطبل کی طرف چلیں کہ ہمارا گھوڑ دوڑ کا وقت ہو گیا ہے۔"

کیرش نے زوزن کے ان الفاظ سے اتفاق کیا تھا۔ جست لگانے کے انداز میں وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی پہلے دونوں بہنوں نے گھوڑ دوڑ کی تیاری کی، پھر وہ دونوں اصطبل کا رُخ کر رہی تھیں۔

★......★

◎◎◎

حاکم سمرقند عثمان خان ایک روز اپنے چھوٹے بھائی کنگن اور دوسرے کچھ رفقاء کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے میں اُس کا ایک سالار اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا پھر عثمان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کا داماد فونا یہاں آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہے۔"

فونا کا نام سن کر عثمان خان اور اس کا چھوٹا بھائی کنگن دونوں چونکے تھے، لمحہ بھر کے لئے دونوں نے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر کوئی فیصلہ کیا۔ یہاں تک کہ عثمان خان اپنے اُس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"فونا اکیلا ہے یا اُس کے ساتھ کچھ ساتھی بھی ہیں؟"

اس پر سالار کہنے لگا۔

"اس کے ساتھ کافی مسلح ساتھی ہیں جنہیں ہمارا ایک سالار مستقر کی طرف لے گیا ہے۔ فونا اس وقت اکیلا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔"

عثمان خان کے پاس اس وقت جو اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے، ہاتھ کے اشارے سے اس نے انہیں فارغ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس کا اشارہ پاتے ہی وہ وہاں سے نکل گئے تھے۔ جبکہ عثمان خان نے اپنے بھائی کنگن خان کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ دیا تھا، اس کے بعد عثمان خان اٹھا۔ جب وہ اس کمرے سے باہر نکلا تو باہر فونا کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عثمان مسکرا دیا، آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے گیا۔ اسے دیکھتے ہی کنگن بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ کنگن بھی آگے بڑھ کر فونا سے گلے ملا، پھر دونوں بھائیوں نے فونا کو ان نشستوں کے درمیان بٹھا لیا جہاں وہ

پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔

گفتگو کا آغاز خود عثمان خان نے ہی کیا اور فونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"فونا! تمہارا آنا کسی علت، کسی مقصد کے بغیر نہیں۔ پر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کس مقصد کے لئے آئے ہو۔"

اس موقع پر فونا نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"اگر تم جان چکے ہو کہ میں کس غرض سے آیا ہوں تو پھر گفتگو کا آغاز کرو۔ عثمان خان! تم ایک عرصے سے میرے دوست چلے آ رہے ہو۔ میں جو کچھ بھی کروں گا تمہاری بہتری، بھلائی کے لئے کروں گا۔ اب میری آمد پر تم نے جو کچھ اندازہ لگایا ہے اس کا اظہار کرو، پھر جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔"

اس موقع پر عثمان خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"تمہاری آمد سے میں یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ تمہارے بادشاہ گور خان کو میری شادی کا علم ہو گیا ہے۔ فونا! جہاں تک سمرقند کا تعلق ہے تو یہ خبر اب بہت پرانی ہو چکی ہے .... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سمرقند کے سلطان خوارزم شاہ کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد ایک عرصہ میں خوارزم میں رہ کر آیا ہوں اور وہاں میں نے سلطان کی بیٹی سے شادی بھی کر لی ہے۔ اب وہ میری بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ ہی رہ رہی ہے۔ نام اس کا خان سلطان ہے.......... فونا! گور خان کو اس بات کا صدمہ اور دکھ تو ہونا چاہئے کہ سمرقند اس کے ہاتھوں سے نکل گیا لیکن یقیناً اُسے اس بات کا دکھ اور افسوس نہیں ہو گا کہ میں نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی سے شادی کر لی ہے۔"

عثمان خان یہاں تک کہنے کے بعد رکا، کچھ سوچا، اس کے بعد وہ فونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"فونا! میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جتنا عرصہ میں نے سمرقند سے باہر خوارزم میں قیام کیا ہے اس دوران تمہارے بادشاہ گور خان نے اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا اور اس عرصے میں اُس نے اپنی عسکری قوت اور طاقت کو بحال کر لیا ہے .... اب پھر اس کی طاقت اپنے عروج اور جوبن پر آ چکی ہے۔ مجھے یہ بھی خبریں مل چکی ہیں کہ گور خان اب آنے والے دور میں پوری طاقت اور قوت کے ساتھ

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئے گا.......... اگر ایسا ہوا تو مجھے تو نقصان پہنچے گا ہی، گور خان بھی تباہی اور بربادی کے طوفان سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔

فونا! اگر تم مجھے یہ دھمکی دینے آئے ہو کہ میں پہلے کی طرح سمرقند شہر کو گور خان کے تحت کر دوں اور اس کے ایک عامل کی حیثیت سے کام کروں تو میں تم پر انکشاف کروں کہ میں تو بڑی نرمی، بڑی فرمانبرداری کے ساتھ گور خان کے ایک عامل کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ سمرقند کو میں نے اس کا مطیع اور فرمانبردار بنا رکھا تھا۔ لیکن ان تعلقات کے درمیان دراڑ خود گور خان نے پیدا کی۔ ان تعلقات کے سامنے دیوار گور خان نے ہی کھڑی کی۔ اس نے پہلے مجھے اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ دیا، اس کے بعد کوئی وجہ بتائے بغیر یہ رشتہ منقطع کر دیا۔ اگر وہ مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے کر وجہ بتائے بغیر منقطع کر سکتا ہے تو میں بھی سمرقند کے حاکم کی حیثیت سے اسے وجہ بتائے بغیر سمرقند اُس کی عملداری سے نکال کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی عملداری میں شامل کر سکتا ہوں اور مجھے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عثمان خان رک گیا تھا۔ جب تک وہ بولتا رہا، فونا چپ چاپ بیٹھا رہا۔ بس گاہے گاہے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اُس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ جب عثمان خان خاموش ہوا تب فونا نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"مزید کچھ کہنا چاہتے ہو یا اپنے دل کی بھڑاس نکال کر جو کہنا چاہتے ہو، کہہ چکے ہو؟"

جواب میں عثمان خان بھی مسکرایا اور کہنے لگا۔

"نہیں فونا! میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب تم کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

فونا نے کھنکارتے ہوئے گلا صاف کیا، اچٹتی ہوئی ایک نگاہ باری باری اس نے عثمان خان اور تنگن پر ڈالی، اس کے بعد کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیز بھائیو! میں تمہارے لئے اچھی خبریں لے کر آیا ہوں۔ عثمان خان! جہاں تک تمہارا یہ اندازہ ہے کہ ہمارے بادشاہ نے اپنی عسکری طاقت اور قوت کو بحال کر لیا ہے تو تمہارا یہ اندازہ غلط نہیں ہے۔ لیکن وہ کسی بھی موقع پر کسی بھی صورت میں اپنی عسکری قوت کو تمہارے خلاف استعمال نہیں کرے گا .... اُس نے

جو زوزان کا رشتہ تم سے منقطع کیا تھا، اپنے اس فعل، اپنے اس عمل پر وہ نادم ہے۔ اُسے اپنی غلطی کا بھی احساس ہو گیا ہے اب مجھے اس نے اپنی اس غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے ہی بھیجا ہے۔

عثمان خان! گور خان کی نگاہوں میں تم ایک پسندیدہ شخصیت ہو۔ گور خان ہی نہیں، اس کے سارے عمائدینِ سلطنت بھی تمہیں اپنا ایک ہر دلعزیز عامل اور سالار سمجھتے ہیں۔ ہر کوئی تم سے محبت کرتا ہے۔ عثمان خان! اگر ایسا نہ ہوتا تو جس وقت تم سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ سمرقند سے نکل کر خوارزم کی طرف چلے گئے تھے تو تمہاری غیر موجودگی میں گور خان ضرور سمرقند پر حملہ آور ہو کر قسمت آزمائی کی کوشش کرتا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔

اب جبکہ گور خان کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر آ گئی ہے، تب بھی وہ تمہارے خلاف حرکت میں آ سکتا تھا۔ عثمان خان! سمرقند ہمارے کئی مستقر سے قریب پڑتا ہے، جبکہ خوارزم اس سے دُور ہے .... اپنی عسکری قوت کو عروج پر لانے کے بعد گور خان اگر چاہتا تو تم پر حملہ آور ہو کر سمرقند پر قبضہ کر کے تمہیں گرفتار کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔

میں اپنے مرکزی شہر اخلاط سے تمہارے لئے محبت اور خیر سگالی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اور جو پیغام میں لے کر آیا ہوں، میرا دل کہتا ہے عثمان خان اور کنگن! تم دونوں اسے سن کر خوش ہو جاؤ گے۔

عثمان خان! میں یہ تو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ گور خان نے جو اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ تم سے منقطع کیا تھا اس پر وہ نادم اور شرمندہ ہے .... اب مجھے اُس نے اس پیغام دے کر بھیجا ہے وہ غور سے سننا۔ گور خان چاہتا ہے کہ زوزن کی شادی تم سے کر دے اور اپنی چھوٹی بیٹی کیرش کو تمہارے چھوٹے بھائی کنگن کے عقد میں دے دے۔ اب بولو، تم دونوں بھائی کیا کہتے ہو؟"

فونا کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لئے عثمان خان کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمودار ہوئے، پھر اس نے ذومعنی انداز میں اپنے بھائی کنگن کی طرف دیکھا نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں بھائیوں نے کوئی فیصلہ کیا، اس کے بعد عثمان خان سوچ بچار میں پڑ گیا تھا۔ یہاں تک کہ فونا نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

"عثمان خان! تمہاری خاموشی بتاتی ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم اس پر اعتبار نہیں کر رہے ہے .... جو کچھ میں نے کہا ہے اگر تمہیں اس پر بھروسہ نہیں تو تم دونوں میرے ساتھ اخلاط چلو .... میں دونوں کی سلامتی، تم دونوں کے تحفظ کا ضامن ہوں گا۔ وہاں تم دونوں بھائیوں کا نکاح زوزن اور کیرش سے ہو گا۔ لیکن ایک بات میں تم پر واضح کر دوں کہ فی الحال تم دونوں بھائیوں کا نکاح ہو گا۔ زوزن اور کیرش کو رخصت کر کے تمہارے ساتھ نہیں بھیجا جائے گا .... نکاح کرنے کے بعد تم دونوں بھائی واپس سمرقند آ جاؤ گے۔ گور خان چاہتا ہے کہ جب تم اپنی پہلی بیوی یعنی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو فارغ کر دو گے تو پھر زوزن کو تمہارے پاس سمرقند بھیج دیا جائے گا۔ کیرش بھی اس کے ساتھ کنگن کی بیوی کی حیثیت سے سمرقند پہنچ جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فونا رکا، کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عثمان خان! نکاح کے ساتھ ہی اگر گور خان زوزن اور کیرش دونوں کو رخصت کر کے سمرقند بھیج دے تو تمہارے لئے ان گنت مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے .... سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان اور زوزن ایک ساتھ تمہاری بیوی کی حیثیت سے رہ ہی نہیں سکتیں۔ دونوں میں الجھنیں اور نا اتفاقی پیدا ہو گی۔ ہر روز تکرار اور جھگڑا ہو گا۔ اس طرح دونوں کا الجھاؤ تمہارے لئے دردِ سر بن کر رہ جائے گا اور ہم یہ نہیں چاہتے۔

عثمان خان! جب تم خان سلطان کو فارغ کر دو گے تو پھر زوزن کے ساتھ تم پیار زندگی بسر کر سکو گے۔ تم جانتے ہو کہ گور خان کی مملکت میں کوئی بھی لڑکی حُسن و جمال، خوبصورتی اور اعلیٰ شخصیت میں زوزن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تم نے زوزن اور کیرش دونوں کو دیکھ رکھا ہے۔ گو کیرش بھی انتہا درجہ کی خوبصورت ہے لیکن اپنی اعلیٰ شخصیت اور اپنے حُسن و جمال میں وہ بھی زوزن کا مقابلہ نہیں کر سکتی .... اس لئے اب زوزن تمہاری بیوی کی حیثیت سے سمرقند پہنچے گی اور خان سلطان فارغ ہو کر خوارزم جا چکی ہو گی تو زوزن تمہاری زندگی کو جنت بنا کر رکھ دے گی۔ اب معاملات تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ جیسا چاہو کرو۔"

فونا کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ دیر تک عثمان خان خاموش رہا۔ اس کی

خاموشی کو دیکھتے ہوئے فونا پھر بول اٹھا۔

''جہاں تک میرا اندازہ ہے اب تم ان سوچوں میں پڑ گئے ہو گے کہ جب تم دونوں میرے ساتھ نکاح کے لئے ہمارے مرکزی شہر اخلاط جاؤ گے تو کہیں گور خان تم دونوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کرے اور اپنی بیٹیاں تم دونوں کے نکاح میں دینے کی بجائے کہیں تمہیں زندان میں نہ ڈال دے۔

عثمان خان! مجھ پر اعتماد کرو .... گور خان ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو میں تم دونوں کا ساتھ دوں گا اور جس طرح تم چاہو، میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس معاملے میں گور خان بالکل مخلص ہے اور بڑی نیک نیتی کے ساتھ اپنی دونوں بیٹیوں کو تم دونوں کے عقد میں دینا چاہتا ہے۔''

فونا جب خاموش ہوا تب عثمان خان تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں اس بات سے خوفزدہ نہیں ہوں کہ جب میں اور کنگن تمہارے ساتھ اخلاط جائیں گے تو گور خان اپنی بیٹیوں کے رشتے دینے کی بجائے ہمیں زندان میں ڈال دے گا۔ بلکہ میں تو اس وجہ سے فکر مند ہوں کہ میں خان سلطان کو فارغ کرنے کا کیا بہانہ بناؤں؟''

جواب میں فونا بھی کچھ دیر خاموش رہا، کچھ سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''عثمان خان! یہ معاملہ کوئی اتنا پیچیدہ اور مشکل نہیں ہے .... تم آہستہ آہستہ خان سلطان کے ہر کام میں کیڑے نکالنا شروع کر دو۔ اس کی ہر بات، اس کے ہر عمل پر تنقید کرو .... آہستہ آہستہ اس کے اور تمہارے درمیان تناؤ، تکرار اور ایک الجھن پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور اسی الجھن کو تم طول دیتے جاؤ۔ خان سلطان سے بار بار نفرت کا اظہار کرتے چلے جاؤ۔ اس طرح معاملہ خود ہی بھاگتا ہوا طلاق کی نوبت تک پہنچ جائے گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

عثمان خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''فونا! جو تجویز تم لے کر آئے ہو وہ اچھی ہے۔ لیکن اس موقع پر میں بھی ایک تجویز پیش کرتا ہوں، وہ یہ کہ پہلے میں تمہارے ساتھ اخلاط جاؤں گا۔ میرا بھائی یہیں رہے گا۔ میری بیوی خان سلطان تمہیں نہیں جانتی، لہٰذا اسے خبر نہیں ہو گی کہ کون مجھ سے ملنے آیا ہے اور نہ اسے بتایا جائے گا کہ گور خان کا داماد یہاں آیا ہے ....

دو دن یہاں قیام کرو۔ اس دوران میں خان سلطان سے کہوں گا کہ میں کچھ عسکری امور کے سلسلے میں سمرقند سے چند دن کے لئے باہر رہنا چاہتا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں کنگن یہاں کے سارے کام کو سنبھالے گا اور میں جلد ہی لوٹ آؤں گا۔ اس طرح اس سے میں یہ بہانہ کر کے تمہارے ساتھ اخلاط جاؤں گا زوزن سے نکاح کر کے واپس آ جاؤں گا۔ اس کے بعد میں خان سلطان کے ساتھ تناؤ اور الجھاؤ کا معاملہ شروع کر دوں گا۔ اس دوران میں کنگن کو اخلاط بھیج دوں گا۔ وہاں اس کا نکاح کیرش سے ہو جائے گا اور یہ واپس آ جائے گی۔ پھر جب میرے اور خان سلطان کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے اور یہ کشیدگی اپنے عروج پر پہنچ جائے گی تو میں خان سلطان کو طلاق دے کر واپس نہیں بھیجوں گا، کسی طریقے سے اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کروں گا اور اس کے خاتمے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو یہ کہلا بھیجا جائے گا کہ خان سلطان گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گئی ہے .... اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی بیٹی کا انتقام لینے کے لئے میرے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کرے گا۔ خان سلطان بھی راستے سے ہٹ جائے گی۔ جو پیشکش تم لے کر آئے ہو، اس کی بھی تکمیل ہو جائے گی۔ اس کے بعد میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے تعلقات بالکل منقطع کر لوں گا۔ سمرقند اس کی عملداری سے نکال کر گور خان کی عملداری میں شامل کرنے کا اعلان کر دوں گا اور زوزن اور کیرش دونوں کو بیاہ کر ہم سمرقند لے آئیں گے اور جس طرح میں اور گور خان ماضی میں مل کر سمرقند اور دوسرے شہروں کا تحفظ کرتے رہے ہیں اسی طرح سمرقند کی حفاظت کا انتظام کر لیں گے۔''

عثمان خان کی اس غیر ذمہ دارانہ گفتگو پر فونا بڑا مطمئن اور خوش ہوا تھا۔ اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اس نے عثمان خان کو گلے لگا لیا تھا۔ اس موقع پر عثمان خان اور کنگن بھی بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر فونا علیحدہ ہوا اور عثمان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے .... میں جس مقصد کے لئے آیا تھا اس میں کامیاب ہوا ہوں۔ لہٰذا میرے عزیز بھائی! میں یہاں قیام نہیں کروں گا، فوراً واپس جانا چاہوں گا اور گور خان سے جا کر کہوں گا کہ جو مہم اس نے میرے ذمے کی تھی، اسے میں نے کامیابی کے ساتھ سر کر لیا ہے۔''

اس پر عثمان خان نے تعجب سے فونا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"فونا! چند دن تو ہمارے ہاں رُکو، قیام کرو۔ ہمیں خدمت اور تواضع کا موقع دو۔"

فونا نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی! نہ میں تھکا ہوا ہوں نہ ہی میرے ساتھی اور ہمارے گھوڑے پچھلی منزل پر ہم آرام کر چکے ہیں .... میں ابھی یوں جانو تم دونوں بھائیوں کے پاس سے اٹھ کر واپسی کا سفر شروع کر دوں گا۔ تاہم اس موقع پر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ اخلاط کا رخ کرو گے تاکہ تمہارے اور زوزن کے نکاح کا اہتمام کر دیا جائے؟"

فونا کے اس استفسار پر عثمان خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"فونا! اگر تم آج ہی جانے کا ارادہ کر چکے ہو تو پھر میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ مجھے سمرقند سے اخلاط کی طرف جانے کے لئے چند دن کی مہلت چاہئے .... اس سلسلے میں اپنی بیوی خان سلطان سے بات کر کے، اسے مطمئن کر کے اس کے بعد میں اخلاط کا رخ کروں گا۔"

عثمان خان کے ان الفاظ کے جواب میں فونا کہنے لگا۔

"عثمان خان! اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے اپنے ہاتھ سے ایک تحریر لکھ دو، جس میں میرے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل تحریر کر دو تاکہ وہ تحریر میں گور خان کو دکھا کر اسے مطمئن کر سکوں .... اس طرح تمہاری طرف سے اس کا دل صاف ہو جائے گا۔"

عثمان خان نے اسے قبول کر لیا۔ فونا کو اس نے اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ کر دی۔ یہ تحریر اس نے گور خان کے نام لکھی جس میں اپنے ماضی کی غلطیوں کی معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لئے اس نے گور خان کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا عہد کیا تھا اور ساتھ ہی اس کی بیٹی زوزن سے شادی کرنے پر بھی آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔

اس طرح فونا وہ تحریر لے کر سمرقند سے واپس اخلاط کی طرف چلا گیا تھا۔

چند دن کا وقفہ ڈال کر عثمان خان بھی سمرقند کی طرف گیا۔ گور خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگی اور گور خان نے خوش ہو کر اپنی بیٹی زوزن کا نکاح اس سے کر دیا تھا لیکن رخصتی بعد میں کرنے کا وعدہ کیا۔ اس صورت

حال کو مؤرخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"عثمان خان نے گور خان سے ندامت کا اظہار کیا۔ اس نے گور خان سے بذریعہ خط و کتابت معذرت بھی کی۔ گور خان کو جو سلطان علاؤالدین کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی، اس پر رنج اور افسوس کا اظہار کیا۔"

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ:

"عثمان خان کی معذرت اور اس کے رویے کو گور خان نے غنیمت جانا اور اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے دیا۔"

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"عثمان خان اور گور خان کے بگاڑ کی وجہ یہی تھی کہ گور خان نے عثمان خان کی شادی کی درخواست کو مسترد کر دیا تھا اور وہ ایک طرح سے ناراض ہو کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے مل گیا تھا۔ اب چونکہ گور خان کی بیٹی سے شادی کی اس کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی تھی تو نکاح کے بعد جب وہ واپس سمرقند آیا تو اس نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان سے نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔"

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"اس صورتِ حال کے نتیجے میں عثمان خان نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بیٹی سے بدسلوکی کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ اس بے گناہ لڑکی کی جان عثمان خان کے سلوک سے عذاب میں آ گئی تھی۔"

★......★

◎◎◎

ترکستان کا تاتاری بادشاہ کشلی خان ایک روز اپنے بھائی بخزش خان، اپنے بڑے سالاروں دار بگ اور تفتار خان کے علاوہ کچھ دوسرے سالاروں اور اپنی مملکت کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر اپنے سامنے بیٹھے سارے ساتھیوں کا جائزہ لیتا رہا، پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ماضی میں خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان نے ہمارے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا......... ہم نے کئی مواقع پر اس سے ٹکرا کر اپنے علاقے واپس لینا چاہے لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمیں اس میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اب میرے خیال میں وقت آ گیا ہے کہ ہم گور خان پر ضرب لگائیں اور ماضی میں اپنی طاقت اور قوت کے بل بوتے پر جو علاقے اس نے ہمارے آباؤ اجداد اور ہم سے چھینے تھے وہ اس سے واپس لینے کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ علاقوں پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کریں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کشلی خان جب رکا تب اس کی سلطنت کا کوئی اہم رکن اپنی جگہ پر اٹھا اور کشلی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کشلی خان! میں سمجھتا ہوں گور خان پر ضرب لگانے کے لئے اس سے اچھا موقع ہمیں کبھی میسر نہ ہوگا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے نہ صرف گور خان سے ترمذ، بخارا اور سمرقند جیسے اہم شہر چھین لئے ہیں بلکہ کئی مواقع پر اس کے بہت سے لشکروں کو پے در پے شکستیں دے کر اس کی عسکری حیثیت کو بھی کمزور کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین نے گور خان کے لشکر کو کبھی ترمذ شہر کے باہر کبھی بخارا اور کبھی سمرقند کے نواح میں بدترین شکستیں دیں۔ حتیٰ کہ اس نے جو ایک بہت بڑا لشکر اپنے داماد فونا کی سرکردگی میں علاؤ الدین کی سلطنت میں داخل

ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس لشکر کی بھی اکثریت کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور پھر حد یہ کہ گور خان نے جو اس سے بھی بڑا لشکر سمرقند میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانے کے لئے بھیجا تھا اس میں سے بھی بہت سوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ حتیٰ کہ گور خان کے لشکریوں کے سالار اعلیٰ تانیکو کو بھی گرفتار کر کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے مرکزی شہر خوارزم بھیج دیا......... اب چونکہ ایک طرح سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے گور خان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے لہٰذا اس وقت اگر ہم اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں اور گور خان پر حملہ آور ہوں تو گور خان کو بدترین شکست دے کر ہم اس سے نہ صرف اپنے علاقے واپس لے سکتے ہیں بلکہ اس کے کچھ علاقوں پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کشلی خان کی سلطنت کا وہ رکن جب خاموش ہوا تب کشلی خان کا بڑا سالار تفتار خان اپنی جگہ پر اٹھا، سلطنت کے جس رکن نے یہ مشورہ دیا تھا، چند ثانیوں تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کشلی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھی نے جو مشورہ دیا ہے میں سمجھتا ہوں یہ قطعی طور پر نامناسب ہے......... اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد گور خان کی عسکری قوت میں کمزوری اور ناتوانی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں تو یہ اپنے آپ کو فریب دینے کے علاوہ کچھ نہیں......... یہ بہت بڑی غلط فہمی ہو گی۔ میں اس سے تو اتفاق کرتا ہوں کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے کئی مواقع پر گور خان کے کئی لشکروں کو بدترین شکستیں دیں اور اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی فتح مندی کا اعلان کیا اور گور خان سے تین بڑے اور اہم شہر بھی چھین لئے......... اس کے باوجود اگر ہم یہ خیال کریں کہ گور خان کی عسکری قوت کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور اگر ہم اس موقع پر حملہ آور ہوں تو اپنے علاقے اس سے واپس لے سکتے ہیں۔ یہ ساری امید خود فریبی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تفتار خان رکا، دم لیا، اس کے بعد کشلی خان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"گور خان پر ضرب لگانے کے لئے یہ وقت، یہ موقع مناسب نہیں ہے.........

اس میں کوئی شک نہیں، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے مختلف موقع پر ٹکراؤ کے بعد اس کی عسکری طاقت میں ضعف آیا تھا لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ اس کی سلطنت کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی ہے .... اس کے علاقے ایک طرف صحرائے گوبی کو مس کرتے ہیں تو دوسری طرف ماوراالنہر کا سارا علاقہ اس کی گرفت میں ہے۔ اور پھر اسے اپنی عسکری طاقت بحال کرنے کا موقع بھی خوب ملا۔

جس وقت سمرقند فتح کرنے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ خوارزم گیا تو سمرقند کے حاکم عثمان خان کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں اُس نے عثمان خان کے ساتھ اپنی بیٹی کو بیاہ دیا اور کچھ عرصہ وہاں جشن منایا جاتا رہا......... گور خان نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اس دوران اس نے بالکل چپ کی چادر اوڑھ لی اور اندر ہی اندر اپنی عسکری طاقت اور قوت کو بحال کرتا رہا اور اب تک جو خبریں ہمارے مخبر اس سے متعلق لائے ہیں وہ یہ ہیں کہ گور خان نے اپنی عسکری طاقت پہلے سے دُگنی کر لی ہے اور اس کے علاوہ اسے جو بہت زیادہ تقویت ملی ہے وہ یہ کہ سمرقند کا حاکم عثمان خان جس نے گور خان سے تعلقات منقطع کر کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ تعلقات بحال کئے تھے اور سمرقند بھی اس کے حوالے کر دیا تھا، جواب میں خوش ہو کر خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی خان سلطان کی اس سے شادی کر دی۔

لیکن اس کے بعد کے حالات پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ اس صورتِ حال کو گور خان بھی زیر غور لایا۔ چونکہ کسی دور میں گور خان نے اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان کو دینے کا وعدہ کیا تھا جب وہ اس وعدے سے پھر گیا اور اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان کو دینے سے انکار کر دیا تب عثمان خان انتقامی طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے مل گیا۔

لیکن اب جو خبریں ہمارے پاس آئی ہیں جنہیں آخری خبریں کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہ عثمان خان ایک بار پھر گور خان کے ساتھ جا ملا ہے، اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے گور خان نے اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی حامی بھر لی تھی اور جو خبریں ہمارے مخبروں نے بتائی ہیں ان کے مطابق عثمان خان گور خان کے مرکزی شہر اخلاط گیا تھا۔ وہاں اس کا نکاح اس نے اپنی بیٹی سے کر دیا ہے لیکن رخصتی بعد میں ہو گی۔ اب گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد عثمان خان واپس سمرقند پہنچ گیا ہے اور اپنی بیوی یعنی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان کو اس نے تنگ کرنا شروع کر دیا

ہے۔ لہٰذا ان حالات میں اگر ہم گور خان پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یاد رکھئے گا، ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس لئے کہ گور خان کی طاقت اور قوت تو پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے، ساتھ ہی سمرقند کا حاکم عثمان خان بھی اس کا ساتھ دے گا۔ لہٰذا ایسی صورت میں گور خان کے خلاف ہماری کامیابیوں کی بہت کم امید ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے کشلی خان کے بڑے سالار تفتار خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کشلی خان کی مملکت کا ایک اور امیر اپنی جگہ پر اٹھا اور تفتار خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تفتار خان! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ اپنی جگہ درست ہے۔ اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ صرف گور خان نے ہی ہمارے کچھ علاقوں پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ہمیں مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھنا چاہئے، وہ بھی ہمارے بہت سے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ اگر گور خان نے اپنی طاقت اور قوت میں بے حد اضافہ کر دیا ہے تو پھر ہمیں ایسا کیوں نہ کرنا چاہئے کہ گور خان سے اپنے تعلقات بہتر اور رفیقانہ بنانے چاہئیں اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانی چاہئے اور ماضی میں خوارزم شاہ نے ہمارے جن علاقوں پر قبضہ کیا تھا گور خان کی مدد سے وہ علاقے با آسانی ہم واپس لے سکتے ہیں۔"

جب وہ امیر یہاں تک کہنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب کشلی خان نے مسکراتے ہوئے اپنے سالار تفتار خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اب بولو تفتار خان......... تم کیا کہتے ہو؟"

جواب میں تفتار خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

"میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ پہلی بات یہ کہ گور خان ہمارے ساتھ اتحاد کرے گا ہی نہیں۔ اگر کر بھی لے تو یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہم اور گور خان مل کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور گور خان کی مدد سے اپنے مفتوحہ اور مقبوضہ علاقے واپس لے سکتے ہیں۔

اگر ایسا کرتے ہیں تو اس کے دو خدشات اٹھیں گے۔ اگر ہم گور خان کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں اور ہمیں اور گور خان کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں تو یاد رکھنا، ہمارے وہ علاقے جو بہت زرخیز اور پیداوار میں

سر فہرست ہیں اور جو اس وقت گور خان کے قبضے میں ہیں وہ تو گور خان کے پاس ہی رہیں گے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس جو ہمارے علاقے ہیں وہ پیداوار کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں لیکن گور خان کے ساتھ مل کر جب ہم اپنے علاقے واپس لیں گے تو یاد رکھئے گا، گور خان ان علاقوں میں سے ہم سے کچھ علاقے حاصل کرنے کا تقاضا کرے گا۔ ساتھ ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے وہ ہم سے کسی بڑی رقم کا تقاضا بھی کر سکتا ہے۔

یہ پہلا خدشہ ہے۔ دوسرا خدشہ یہ ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس کافی بڑا لشکر ہے اور ایک اچھا لشکر رکھنے کے ساتھ ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس بڑے عمدہ اور نایاب قسم کے سالار ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی حربہ استعمال کر کے ہمیں اور گور خان دونوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھئے گا گور خان تو اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جائے گا۔ اس سے علاؤ الدین خوارزم شاہ بعد میں نبٹے گا۔ چونکہ ہم نے گور خان سے اتحاد کر کے علاؤ الدین خوارزم شاہ پر چڑھائی کی ہو گی لہٰذا علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنا غصہ، اپنا غضب فرو کرنے کے لئے پہلے ہمیں اپنی غضب ناکی کا ہدف بنائے گا اور ایسا ہدف بنائے گا کہ ہمارے علاقوں میں دور تک ترک تاز کرتا چلا جائے گا۔ اس لئے کہ جب ہم اس کے ہاتھوں شکست اٹھا جائیں گے تو کہیں بھی ہم اس کی راہ نہ روک پائیں گے۔ اس لئے خدشہ ہے کہ وہ ہمارے علاقوں کے اندر دور تک یلغار کرتا ہوا ہمارے مرکزی شہر تک پہنچ سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو یاد رکھئے گا، علاؤ الدین کی وجہ سے ہماری مملکت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے تفتار خان کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کشلی خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر تمہیں یہ دونوں تجویزیں قبول نہیں ہیں تو پھر تم خود ہی کہو کہ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

جواب میں تفتار خان نے لمحہ بھر کے لئے کشلی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے ساتھی سالار دار بگ اور آپ کے بھائی بغرش خان سے صلاح مشورہ کر لوں۔ اس کے بعد میں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

کشلی خان نے اُسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر کشلی خان کا دوسرا سالار دار بگ تفتار خان کے بائیں جانب تھا جبکہ کشلی خان کا چھوٹا بھائی بغرش خان اس کے دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا لہٰذا وہ اپنی نشست پر بیٹھ کر دونوں سے صلاح مشورہ کرنے لگا تھا۔

تینوں کچھ دیر تک رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد پہلے کی طرح تفتار خان اپنی نشست پر اٹھ کھڑا ہوا اور کشلی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے اپنے ساتھیوں دار بگ اور بغرش خان کے سامنے ایک تجویز پیش کی تھی۔ میں ان دونوں کا شکر گزار ہوں کہ میری اس تجویز سے ان دونوں نے مکمل طور پر اتفاق کیا ہے اور میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم اس تجویز پر عمل کریں تو گور خان ہی نہیں، مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف بھی ہماری کامیابی اور کامرانی یقینی ہے۔"

اپنے سالار اعلیٰ تفتار خان کے ان الفاظ پر کشلی خان بے حد خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ کچھ دیر مسکراتا رہا، پھر خوش کن انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم نے جو تجویز دار بگ اور بغرش خان کے سامنے پیش کی ہے، میں بھی سنوں کہ وہ کیا ہے؟ اور اس میں ہماری کس قدر بھلائی اور بہتری ہے۔"

کشلی خان کے خاموش ہوتے پر تفتار خان نے کہنا شروع کیا۔

"آپ جانتے ہیں کہ سمرقند کے حاکم عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا قدم نہیں، ایک بہت بڑا فیصلہ ہے۔ گور خان کی بیٹی سے نکاح کر کے عثمان خان نے ایک طرح سے آگ اور خون کے ہیجان کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ ساتھ ہی ہمارے مخبر یہ بھی خبریں لائے ہیں کہ گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد عثمان خان اپنی بیوی یعنی علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو تنگ کرنے لگا ہے۔ اس پر اس نے ظلم اور جور روا رکھنا شروع کر دیا ہے اور یہ ساری باتیں ہمارے حق میں جاتی ہیں۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو میرے خیال میں ابھی تک خبر نہیں ہے کہ عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ جس دن اُسے اس کی خبر ہو گئی تو وہ زیادہ دن تک عثمان کے سخت رویے کو برداشت نہیں کرے گی۔ وہ پہلا قدم یہ اٹھا سکتی

ہے کہ عثمان خان کو اس کے رویے کے سامنے ترکی بہ ترکی جواب دے سکتی ہے اور اگر اس نے اپنے شوہر کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے خود ایسا نہ کیا تب وہ پورے حالات کی اطلاع اپنے باپ کو کر سکتی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس روز علاؤ الدین خوارزم شاہ کو یہ خبر ہو گئی کہ عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی بیٹی کے ساتھ سخت رویہ شروع کر دیا ہے، اس پر اس نے مظالم روا رکھنے شروع کر دیئے ہیں تو وہ عثمان خان کے اس رویے کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ میں کہتا ہوں وہ آگ بگولا ہو جائے گا .... ہو سکتا ہے پہلے وہ عثمان خان کو سمجھانے کی کوشش کرے اور اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے لیکن عثمان خان اب دور جا چکا ہے۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بات نہیں مانے گا۔ اگر ایسا ہونا ہوتا تو اس کی بیٹی سے وہ سخت رویہ شروع نہ کرتا۔ لہٰذا عثمان خان کے سخت رویے کی وجہ سے حالات میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تغتار خان رکا، کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان جب عثمان خان کے اس رویے کی شکایت اپنے باپ سے کرے گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسی صورت میں خطا کے ترک یقیناً خوارزم شاہ کے مقابلے میں عثمان خان کی مدد کو لپکیں گے۔ اس مقصد کے لئے اگر گور خان خود نہ آیا تو اپنے کسی بہت بڑے لشکر سے وہ عثمان خان کی مدد ضرور کرے گا۔ جب ایسا ہو گا تو یاد رکھئے گا سمرقند کے نواح میں علاؤ الدین خوارزم شاہ اور گور خان کے لشکر آپس میں ٹکرائیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کر دیں گے۔ امکان ہے کہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں علاؤ الدین خوارزم شاہ فتح مند ہو کر نکلے گا۔ اس لئے کہ ماضی میں کئی مواقع پر وہ گور خان کے لشکریوں کو شکست دیتا رہا ہے اور اس کی ایک بہت بڑی وجہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ گور خان کی نسبت علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس بہتر اور انتہائی آزمودہ کار، دلیر اور جانثار سالار ہیں جو نہ صرف تجربہ کار اور ناتجربہ کار دونوں قسم کے لشکریوں سے کام لینا بہتر جانتے ہیں بلکہ ناممکن کو ممکن بنانے کی ہنرمندی سے لیس ہیں۔

اس موقع پر ہم ایک قدم اٹھائیں گے .... اگر اس جنگ میں علاؤ الدین

خوارزم شاہ فتح مند ہوتا ہے، فتح کے بعد گور خان سے اپنی شرائط منوانے کے بعد جب وہ واپس خوارزم چلا جائے گا تب حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے، گور خان پر چڑھ دوڑیں گے .... علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانے کی وجہ سے گور خان کی طاقت کمزور ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا ہم گور خان سے نہ صرف اپنے مفتوحہ علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ گور خان سے کچھ ایسی شرائط منوانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے جس میں ہمارے لئے سود مندی ہو۔

اس کے بعد حالات کو دیکھتے ہوئے ہم دو قدم اٹھا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنی اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کی عسکری قوت کا موازنہ کریں گے۔ اگر اس طاقت کا توازن ہمارے حق میں ہوا تو علاؤ الدین خوارزم شاہ سے براہِ راست ٹکرائیں گے اور گور خان کی طرح اس سے بھی اپنے علاقے واپس لے کر رہیں گے۔ اور اگر ہم نے یہ دیکھا کہ اس موقع پر تنہا علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانا ہمارے لئے سود مند نہیں ہے تو پھر ہم گور خان کو زیر کرنے کے بعد اسے اپنے ساتھ ملائیں گے۔ صرف اپنے علاقے اپنے پاس رکھیں گے، باقی علاقے واپس کر دیں گے۔ اس طرح اس کا دل ہماری طرف سے صاف ہو جائے گا اور اُسے ساتھ ملا کر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ ایسی صورت میں یقیناً ہم علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اپنے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تغتار خان کچھ دیر تک سوالیہ سے انداز میں کشلی خان کی طرف دیکھتا رہا۔ جواب میں کشلی خان ابھی تک مسکرا رہا تھا۔ پھر تغتار خان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ اس کمرے میں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کی آواز سنائی دی تھی۔

"تغتار خان! جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے تمہاری جانثاری اور فداکاری، تمہاری حب الوطنی اور وطن پروری کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ میں تمہاری اس تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ اب ہم انتظار کرتے ہیں اور تمہاری تجویز کے مطابق ہی عمل کرتے ہوئے ایک طرف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان سے، دوسری طرف مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اپنے علاقے واپس لینے کی کوشش

کریں گے۔"

کشلی خان کے ان الفاظ سے اس کے سارے سالار ہی نہیں، دوسرے عمائدینِ سلطنت بھی مطمئن اور خوش ہو گئے تھے۔

پھر کشلی خان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

★......★

◎ ◎ ◎

سہ پہر کے قریب زوزن تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کیرش کے کمرے میں داخل ہوئی تھی .... اس کے چہرے سے فکرمندی اور پریشانی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کیرش خود بھی فکرمند ہو گئی تھی وہ جس نشست پر بیٹھی ہوئی تھی اس نشست پر کھڑی ہو گئی اور بڑی فکرمندی سے زوزن کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد زوزن نے دروازے کے دونوں پٹ بند کر دیئے تھے۔ تیزی سے آگے بڑھی، ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی کیرش کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اس موقع پر زوزن گفتگو کا آغاز کرنا چاہتی تھی کہ بڑی رازداری میں کیرش نے اُسے مخاطب کیا۔

"زوزن، میری بہن! خیریت تو ہے .... تمہارا چہرہ، تمہاری آنکھیں صاف بتاتی ہیں کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے یا پیش آنے والا ہے۔"

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن کہنے لگی۔

"کیرش، میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے .... واقعی ایک غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہے۔ دیکھو، ابھی تھوڑی دیر پہلے بابا، اماں، جانسی اور بھائی فونا کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ میں ان کے درمیان تو نہیں بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کمرے سے باہر کھڑے ہو کر ان کی ساری گفتگو سن رہی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ کل ایک قاصد سمرقند کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ وہاں سے ننگن کو یہاں بلایا جائے گا۔ اس سے تمہارے نکاح کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ لہٰذا میں تم سے کہتی ہوں کہ قبل اس کے وہ موقع آئے، اپنی جان ان لوگوں سے بچا کر بھاگ جاؤ۔ سیدھا خوارزم کا رخ کرو۔ شہاب الدین بن مسعود ان دنوں وہیں ہے، اس کے پاس جا کر اُسے اپنی زندگی کا

ساتھی بنالینا اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، پھر پہلے کی نسبت بڑے رازدارانہ انداز میں کہنے لگی۔

"آج شام سے کچھ پہلے تم گھوڑ دوڑ کے لئے اکیلی نکلنا .... میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ گھوڑ دوڑ پر نکلنے سے پہلے ایک چرمی خرجین میں اپنی ضرورت کا سارا سامان اور فالتو کپڑے ڈال لینا اور اسے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ کر گھوڑ دوڑ کے لئے نکلنا۔ کچھ دیر تک حسب سابق اپنے گھوڑے کو دوڑاتے رہنا، پھر اس کا رخ موڑ کر دریائے آمو کا رخ کرنا اور جس قدر جلد ممکن ہو، دریا کو پار کر کے خوارزم کی طرف چلی جانا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رُکی، پھر کہنے لگی۔

"کیرش، میری بہن! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا، جو گفتگو میں نے بابا، اماں، فونا اور جانسی کے درمیان سنی ہے اس کے مطابق وہ ہر صورت میں تمہارا نکاح کنگن سے کرانے کی کوشش کریں گے۔ ان کی گفتگو سے مجھے یہ بھی اشارے ملے ہیں کہ شاید بابا کو اس بات کی بھنک پڑ گئی ہے کہ تم کنگن سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہو گی۔ لہٰذا اس سلسلے میں بابا اپنی بات منوانے کے لئے یقیناً تم پر سختی اور جبر کریں گے۔ کیا اس زبردستی اور جبر کے سامنے تم جھک کر شہاب الدین کی بجائے کنگن کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی رضامندی کا اظہار کر دو گی؟"

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش غصے میں بپھر گئی تھی، کہنے لگی۔

"زوزن، میری بہن! کیسی باتیں کرتی ہو؟ میری زندگی کی منزل شہاب الدین ہے، کنگن نہیں۔ شہاب الدین کو حاصل کرنے کے لئے میں قضا کے ساگر میں بھی چھلانگ لگا سکتی ہوں لیکن کنگن کے ساتھ سمرقند کا رخ نہیں کر سکتی۔ میری بہن! میں تمہاری ممنون اور شکر گزار ہوں کہ رونما ہونے والے حالات سے پہلے ہی تم نے مجھے آگاہ کر دیا ہے .... اب تم لوگوں کی نظریں بچا کر اپنے کمرے کی طرف چلی جاؤ۔ میں چاہتی ہوں کہ جب میں یہاں سے بھاگوں تو میرے بھاگنے کے سلسلے میں تم پر شبہ نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں، میں نہیں چاہتی کہ تم پر کوئی حرف آئے۔ بہرحال تمہاری اس تجویز کے مطابق میں آج یہاں سے بھاگ نکلوں گی۔"

کیرش کے ان الفاظ سے زوزن بھی خوش ہو گئی تھی۔ لہٰذا اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ دائیں بائیں دیکھتی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

اس گفتگو نے کیرش کو فکر مند اور پریشان کر دیا تھا۔ تاہم وہ اپنے کمرے میں ہی پڑی رہی۔ ایک بڑی خرجین میں اس نے اپنا سامان ڈال کر اپنی تیاری مکمل کر لی تھی۔ شام سے تھوڑی دیر پہلے وہ لوگوں کی نگاہیں بچا کر اصطبل کی طرف گئی، خرجین وہاں رکھی، پہلے گھوڑے پر زین ڈالی پھر خرجین کو بھی زین سے باندھا، گھوڑے پر سوار ہوئی اور پھر گھوڑ دوڑ کے لئے نکل گئی۔

جس جگہ کیرش اور زوزن ہر روز اپنے گھوڑوں کو دوڑایا کرتی تھی، کیرش کچھ دیر تک اپنے گھوڑے کو اِدھر اُدھر دوڑاتی رہی۔ جب سورج مغرب کی طرف جھکتے ہوئے سرخی مائل ہونے لگا تب کیرش نے اپنے دائیں بائیں دیکھا، پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر اخلاط شہر سے باہر ہی باہر اسے سرپٹ دوڑاتی ہوئی وہ اس شاہراہ کا رخ کر رہی تھی جو دریائے آمو کی طرف جاتی تھی۔

جس وقت دور مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا اور دریائے آمو کی طرف جاتی ہوئی ٹمیالی شاہراہ پر روشنی اپنے دامن کو مکمل طور پر سمیٹتی ہوئی سایوں کو دراز کر گئی تھی، کیرش اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی اخلاط شہر سے لگ بھگ دو فرسنگ کے فاصلے پر گئی ہو گی کہ اچانک اس کے سامنے شاہراہ پر کچھ سوار نمودار ہوئے اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

یہ صورت حال کیرش کے لئے غیر متوقع تھی۔ اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے کیرش نے اسے روک لیا۔ راہ روکنے والوں کو وہ پہچان گئی تھی۔ وہ اس کے باپ کے محافظ دستوں کے لشکری تھے۔ اس موقع پر غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے کیرش اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گئی۔ تب راہ روکنے والوں میں سے ایک انتہائی نرمی سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بہن! ہم تمہارے دشمن نہیں .... یوں جانو، ہم تمہارے محافظ ہیں۔ اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر نہ لے جاؤ۔ ہم خود سے ادھر نہیں آئے، تمہارے بابا کو کسی نے اس طرح تمہارے بھاگنے کی خبر کر دی تھی۔ لہٰذا اس نے پہلے سے ہی ہمیں

تمہاری راہ روک کر تمہیں پکڑ کر اس کے پاس لے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ لہٰذا ہم حکم کے پابند ہیں۔ ہمیں مجبور نہ کرنا کہ ہم تم پر سختی کریں۔ حالانکہ تمہارے باپ نے ہمیں اجازت دے رکھی ہے کہ اگر تم ہماری بات نہ مانو تو ہم ہر سختی اور جبر سے کام لیتے ہوئے تمہیں پکڑ کر اس کے پاس لے جائیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم عزت اور احترام کے ساتھ ہمارے درمیان رہتے ہوئے واپس اخلاط شہر کی طرف چلو۔"

یہ صورت حال کیرش کے لئے بڑی افسردہ اور مایوس کن تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے بھاگنے نہیں دیں گے۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اس کے بھاگنے کی خبر اس کے باپ کو کیسے ہو گئی؟ کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنی تلوار کے دستے سے ہاتھ ہٹا لیا، پھر اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے موڑ لیا تھا۔ اس طرح راہ روکنے والے وہ مسلح جوان کیرش کو اپنے نرغے میں لے کر اخلاط شہر کا رخ کر رہے تھے۔

وہ مسلح جوان کیرش کو اخلاط کے قصر میں لائے۔ کیرش جب اپنے گھوڑے سے اتری تب کچھ جوان اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

"آپ یہاں تھوڑی دیر رکیں۔ فی الحال آپ جا نہیں سکتیں۔"

کیرش عجیب سے کش مکش میں مبتلا تھی۔ وہاں رک گئی۔

اس موقع پر ایک مسلح جوان آگے بڑھا۔ اس کے گھوڑے کو پکڑ کر اس نے اصطبل میں باندھ دیا تھا۔ اس کا دھانہ اور زین اتار دی تھی۔ ساتھ ہی زین کے ساتھ بندھی ہوئی کیرش کی خرجین بھی کھول لی تھی۔ پھر وہ کیرش کو لے کر قصر کے عقبی حصے کی طرف گئے۔ وہ کیرش کو اس کی خواب گاہ کی طرف لے کر نہیں گئے تھے۔ دو مسلح جوانوں نے قصر کے پشتی حصے میں ایک کمرہ کھولا جس کا دروازہ زندان کے دروازوں کی طرح آہنی سلاخوں جیسا تھا۔ شاید یہ کمرہ شاہی قیدیوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ کمرے کے اندر آرام کرنے اور ضروریات کا دوسرا پورا سامان تھا۔

کیرش چپ تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ اس کی حیثیت اس کمرے میں ایک قیدی کی سی ہو گی۔ جو لشکری اس کی خرجین اٹھائے ہوئے تھا وہ بھی کمرے میں داخل ہوا اور کمرے کے اندر جو مسہری لگی ہوئی تھی خرجین اس نے اس کے اوپر رکھ دی۔ پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ ان میں سے ایک نے کمرے کو باہر سے قفل لگا دیا تھا۔

عین اسی وقت گور خان اور اس کی بیوی دوتان قصر کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر دوتان نے عجیب سی پریشانی میں گور خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ کیرش مسلمانوں کے سالار شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرتی ہے اور کشلن کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لئے قطعی تیار نہیں ہو گی اور بھاگ کھڑی ہو گی؟"

دوتان کے اس استفسار پر گور خان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

"ہماری مملکت کے اندر کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے تھے جنہوں نے مجھے شک و شبے میں مبتلا کر دیا تھا لہٰذا میں نے اپنے سالار کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ہمارے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے لئے کون کام کرتا ہے؟...... اس سالار نے اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ تحقیق کرنے کے بعد چند روز پہلے مجھے پوری تفصیل بتا دی تھی۔ اس بناء پر میں محتاط ہو گیا تھا لیکن میں نے تم سے ذکر نہیں کیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ عملی طور پر کچھ ہو، پھر تمہیں اعتماد میں لوں۔

تمہیں یاد ہو گا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنا ایک سفیر میری طرف بھجوایا تھا جو رات ہی رات بھاگ گیا تھا۔ اسے بھاگنے میں کیرش نے مدد دی تھی اور اس مدد میں ہماری دوسری بیٹی زوزن بھی شامل تھی۔ یہ بات مجھے میرے مخبر بتا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مخبروں نے مجھے یہ بھی بتا دیا ہے کہ جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ترمذ پر حملہ کیا تھا تو یہ دونوں بہنیں خاص مقصد کے تحت لشکر میں شامل ہوئی تھیں۔ جس وقت ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تھی تو یہ بھاگ سکتی تھیں لیکن جان بوجھ کر یہ اسیر ہوئیں اور اسی اسیری کے دوران ان دونوں بہنوں نے شہاب الدین سے ملاقات کر کے طویل گفتگو کی تھی۔ مسلمانوں کے سفیر کے ہاتھ ہی کیرش نے شہاب الدین مسعود کو پیغام بھجوایا تھا کہ ہمارا ایک لشکر تانیکو کی سرکردگی میں سمرقند اور دوسرا فونا کی سرکردگی میں خوارزم شاہ کے علاقوں کا رخ کرے گا .... لہٰذا اس کے پیغام کے جواب میں شہاب الدین ایک لشکر لے کر نکلا اور فونا کو شکست دی اور ہمارے سارے مقاصد پر پانی پھیر کر رکھ دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان رکا، پھر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے

ہوئے کہنے لگا۔

”میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری بیٹیاں میرے علاوہ میری مملکت کے خلاف کام کرنا شروع کر دیں گی۔ اس موقع پر میں زوزن سے کوئی باز پرس نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اس کا نکاح عثمان خان سے ہو چکا ہے۔ لیکن اب میں اسے زیادہ دن یہاں نہیں رکھوں گا۔ چند دن تک اسے بھی سمرقند روانہ کر دوں گا۔ وہ اپنے شوہر کے پاس جا کر رہے۔ اگر میں اس کے خلاف حرکت میں آتا ہوں تو پھر بات بگڑ جائے گی۔ عثمان خان بھی میرے خلاف ہو جائے گا۔ لہٰذا زوزن کی ان ساری حرکات کو میں فراموش کرتے ہوئے چند دن تک کچھ مسلح دستوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کر دوں گا۔

جہاں تک کیرش کا تعلق ہے تو اسی کے سلسلے میں، میں نے تمہیں بلایا ہے ...... کیرش میری بیٹی ہے۔ چھوٹی بیٹی کی حیثیت سے وہ ہمیشہ مجھے سب سے زیادہ عزیز رہی ہے۔ میری بیٹیوں میں سے کیونکہ زوزن سب سے زیادہ خوبصورت، دراز قد اور اعلیٰ شخصیت کی مالک ہے اور میں جانتا ہوں تم اپنی بیٹیوں میں زوزن ہی کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہو۔ لہٰذا جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی ہے اس کا ذکر کسی بھی صورت زوزن سے نہ کرنا۔ اس پر ہم نے یہ ظاہر کرنا ہے جیسے وہ اس کام میں ملوث ہی نہیں ہے .... ہم دونوں نے مل کر ایک طرح سے کیرش کو راہِ راست پر لانا ہے۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ برے اور بدترین حالات کا سامنا کرے۔

میں کل کچھ قاصد سمرقند کی طرف روانہ کروں گا اور وہاں عثمان خان کو پیغام بھیجوں گا کہ وہ اپنے بھائی کنگن کو ہمارے پاس بھیج دے۔ اس کی آمد پر کنگن اور کیرش کے نکاح کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب تم میرے کہنے پر کیرش کے پاس جاؤ، اسے سمجھاؤ کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جائے۔ ہم بھی اس پر مٹی ڈال دیں گے۔ اس نے اپنی حکومت اور اپنے باپ کے خلاف جو کچھ کیا اسے بھی ہم فراموش کر دیں گے بشرطیکہ وہ کنگن کے ساتھ رشتہ جوڑنے پر اپنی آمادگی اور خوشی کا اظہار کر دے۔

جب تک کنگن یہاں نہیں آتا اس وقت تک کیرش اس زندان نما کمرے میں رہے گی۔ ہاں، کنگن کی آمد تک اگر وہ اس کے ساتھ رشتہ جوڑنے پر آمادہ رہی، پھر یہ رشتہ جوڑ کر کنگن کے ساتھ کیرش اور زوزن دونوں کو محافظ دستوں کے ساتھ روانہ کر دیا

جائے گا۔ اگر وہ اس رشتے سے انکار کرے تو پھر اسے صاف بتا دینا کہ موت کے علاوہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان رکا، پھر دوبارہ بڑے غور سے اپنی بیوی دونان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم ابھی اور اسی وقت کیرش کے پاس جاؤ۔ رونما ہونے والے پورے حالات سے اُسے آگاہ کرو، پھر میری طرف سے اسے پیغام دینا کہ اب اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں، ایک راستہ کنگن کی بیوی کی حیثیت سے سمرقند کی طرف جاتا ہے اور دوسرا راستہ قبرستان کا رخ کرتا ہے .... ان دونوں راستوں میں سے جس کا وہ چاہے انتخاب کر لے، ہم اسے اسی راستے پر روانہ کر دیں گے۔“

گور خان جب خاموش ہوا تب دونان کچھ دیر تک دکھ بھرے انداز میں بیٹھی رہی، پھر انتہائی تاسف آمیز انداز میں کہنے لگی۔

”میں حیران، پریشان اور فکرمند ہوں کہ میری یہ دونوں بیٹیاں اس قدر بڑا قدم اٹھا سکتی ہیں۔ اپنے باپ، اپنی سلطنت کے خلاف سازش کر سکتی ہیں۔ اگر آپ نے منع نہ کر دیا ہوتا تو میں اس سلسلے میں سختی کے ساتھ زوزن سے ہی بات کرتی۔ ٹھیک ہے میں زوزن کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور وہ شروع سے ہی میری پسندیدہ اور ہر دلعزیز بیٹی رہی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کیرش کے ساتھ مل کر اپنی سلطنت اور اپنے باپ کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھائے اور ہم بالکل اس کی اس حرکت کو فراموش کر دیں۔ بہرحال آپ کے کہنے کے مطابق میں زوزن سے تو کوئی بات نہیں کروں گی، کیرش سے اس موضوع پر ضرور بات کرتی ہوں۔ اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ اگر نہ سمجھی تو پھر میں سمجھوں گی موت اس کا مقدر ہے اور اس سلسلے میں، میں پوری طرح آپ کے ساتھ ہوں۔“

دونان کی اس گفتگو سے گور خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے آواز دے کر اپنے چوبدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ کچھ مسلح جوانوں کو دونان کے ساتھ اس کمرے میں بھیجے جس میں کیرش کو رکھا گیا تھا۔ اس پر چوبدار دونوں کو تعظیم دیتا ہوا باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو لے کر آیا اور پھر کیرش کی ماں دونان اُن مسلح جوانوں کے ساتھ اس کمرے کی طرف ہو لی جس کے اندر کیرش کو رکھا گیا تھا۔

دوتان مسلح جوانوں کے ساتھ اس کمرے کے سامنے آ کر رکی، ایک مسلح جوان نے لوہے کی سلاخوں پر مشتمل دروازے کا قفل کھولا۔ دوتان اندر داخل ہو گئی۔ اس وقت کیرش انتہائی افسردہ حالت میں مسہری پر لیٹی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کو آتے دیکھ کر وہ بیٹھ گئی تھی.......... مسلح جوان دروازے کے سامنے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے۔

دوتان آگے بڑھی، مسہری پر بیٹھ گئی۔ پہلے کیرش کو اپنے ساتھ لپٹایا، اس کا منہ اور سر چوما۔ اس موقع پر کیرش نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا تھا۔ پھر دوتان نے گفتگو کا آغاز کیا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بیٹی! تُو نے یہ کیا کیا کہ اپنے بدترین دشمن شہاب الدین بن مسعود کے ساتھ اپنی محبت کے تعلقات کو استوار کیا اور اس کی خاطر اپنے باپ اور اپنی مملکت کو نقصان پہنچانے کی ٹھان لی۔''

اس کے بعد دوتان نے تھوڑی دیر پہلے گور خان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل کیرش سے کہہ دی تھی۔

دوتان جب خاموش ہوئی تب کیرش بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''ماں! جو فیصلہ میں نے کیا وہ درست تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شروع میں، میں نے شہاب الدین مسعود سے انتہا درجہ کی نفرت کی تھی۔ لیکن بعد میں جب اس کے ہاں اسیر کی حیثیت سے رہی تو میرے اندر ایک انقلاب برپا ہو گیا.......... ماں! تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو، ایسی تبدیلیاں، ایسے انقلاب برپا نہیں کئے جاتے، آپ سے آپ ہو جاتے ہیں۔ مجھ پر بھی یہی بیتی لہٰذا میں اس کی طرف مائل ہو گئی اور اس کے لئے ہر کام کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ یہ میرے دل کا فیصلہ تھا اور میں نے اپنے دل کے فیصلے کے سامنے اپنے آپ کو ختم کر دیا۔''

کیرش جب خاموش ہوئی تب دوتان پھر بول اٹھی۔

''میری بچی! جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ.......... تمہارا باپ کہتا ہے کہ ہم بھی اس کو فراموش کر دیں گے۔ اب تم یوں جانو کہ شہاب الدین مسعود نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں۔ اب تمہارا مقدر صرف کنگن سے وابستہ ہے۔''

دوتان کے ان الفاظ کے جواب میں کیرش نے کھا جانے والے انداز میں اس کی

طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''ماں! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟.......... میں یہ کیسے سمجھ لوں کہ شہاب الدین مسعود نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں؟ جبکہ وہ میرے دل، میرے دماغ، میرے جذبات، میرے احساسات پر حاوی ہے۔ اماں! میرا مستقبل کنگن سے نہیں شہاب الدین بن مسعود سے وابستہ ہے۔''

اس موقع پر دوتان نے پہلے بڑی نرمی، بڑی محبت سے کافی دیر تک کیرش کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب کیرش نے اس کی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تب دوتان بھی غصے پر اتر آئی اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مجھے امید تھی کہ تم میرا کہا مان جاؤ گی.......... جو کچھ میں کہوں گی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ گی۔ لیکن تم ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم ہو۔ اور یاد رکھنا جو فیصلے ہٹ دھرمی پر رہ کر کئے جاتے ہیں ان پر ہمیشہ پچھتانا پڑتا ہے۔

اب تمہارے باپ نے تمہارے سامنے صرف دو راستے رکھے ہیں ایک راستہ کنگن کے ساتھ سمرقند کی طرف جاتا ہے اور دوسرا قبرستان کا رخ کرتا ہے۔ تمہارے باپ کا تمہارے لئے حکم ہے کہ ان دو راستوں میں سے تم جس راستے کا چاہو انتخاب کر لو۔''

اپنی ماں دوتان کے ان الفاظ پر کیرش کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔ ''اماں! اگر مجھے ہزار بار بھی زندگی ملے تب بھی میں کنگن کے ساتھ سمرقند کی طرف جانے سے انکار کر دوں۔ اگر مجھے زندان میں رکھ کر کنگن کو بلایا گیا اور میرا نکاح زبردستی اس سے کرانے کی کوشش کی گئی تب بھی میں چیخ چیخ کر، چلّا چلّا کر سب سے کہوں گی کہ میں کنگن کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے اور ماننے کے لئے تیار ہی نہیں۔ اگر مجھے زبردستی اس کی زندگی کا ساتھی بنا بھی دیا گیا تو اماں! ایک بات واپس جا کر بابا سے کہہ دینا کہ جس روز ایسا ہوا، اس روز میرے اور کنگن دونوں میں سے کسی کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ یا تو میں کنگن کا خاتمہ کر دوں گی یا کنگن مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی، پھر پہلے سے بھی زیادہ غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے دوتان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اماں! جس طرح ابا نے میرے سامنے دو راستے رکھے ہیں، ایک راستہ کنگن کے ساتھ سمرقند کی طرف، دوسرا قبرستان کی طرف جاتا ہے تو واپس جا کر ابا سے کہنا میرے سامنے بھی دو ہی راستے ہیں .... ایک راستہ خوارزم کی طرف جاتا ہے جہاں شہاب الدین بن مسعود کی صورت میں میری منزل ہے۔ دوسرا راستہ قبرستان کی طرف جاتا ہے .... میں ان دونوں راستوں میں سے ایک کا انتخاب کروں گی۔ بس اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ آپ اب جائیں اور میرے فیصلے سے جا کر بابا کو آگاہ کر دیں۔"

دونان مجبوراً افسردہ سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے نکل گئی۔ جو محافظ اس کے ساتھ آئے تھے انہوں نے پہلے کی طرح کمرے کو باہر سے قفل لگا دیا تھا۔

دونان واپس گور خان کے پاس گئی اور کیرش کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس سے کہہ دی تھی۔ ساری گفتگو سن کر گور خان بڑا مایوس ہوا تھا۔ غصے اور خفگی کا بھی اظہار کیا تھا۔ پھر دونان کو اس نے آرام کرنے کا مشورہ دیا .... دونان جب اس کے پاس سے نکل گئی تب آواز دے کر گور خان نے اپنے چوبدار کو بلایا، چوبدار نے جب دروازے پر کھڑے ہو کر اسے تعظیم دی، تب ہاتھ کے اشارے سے گور خان نے اسے قریب آنے کے لئے کہا۔

چوبدار جب قریب آیا تو گور خان آہستہ سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اپنا کان ذرا میرے قریب کرو۔"

چوبدار نے اپنا کان جب قریب کیا تو سرگوشی کے انداز میں گور خان کہنے لگا۔

"آج رات زہر خورانی سے کام لیتے ہوئے میری بیٹی کیرش کا خاتمہ کر دو اب تم جاؤ اور یہ سارا بندوبست کرو۔"

اس موقع پر گور خان کے چہرے پر غضب اور غصے کے آثار تھے جب کہ اس کے یہ الفاظ سن کر اس کا چوبدار اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

★ ...... ★

◎ ◎ ◎

رات کی گہری تاریکی میں گور خان کے چوبدار نے زہر خورانی سے کام لیتے ہوئے کیرش کا خاتمہ کر دیا تھا اگلے روز کیرش کی لاش کو دفن کر دیا گیا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی کہ اس پر کیا بیتی اس کا کیا حشر ہوا اور وہ اس انجام کو کیسے اور کس طرح پہنچی۔

کیرش کا خاتمہ کرنے کے بعد اب گور خان نے اپنی بیٹی زوزن کو اپنے مرکزی شہر اخلاط سے سمرقند عثمان خان کے پاس بھیجنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

اسی دوران سمرقند کے حاکم عثمان خان سے بھی کچھ بے اعتدالیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئیں اس کی ایک عرصے سے خواہش تھی کہ گور خان کی حسین و جمیل لڑکی سے شادی ہو جائے اب جب اس کی یہ دیرینہ خواہش پوری ہو گئی تو وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے بے زاری کا اظہار کرنے لگا۔ اسی بیزاری کے نتیجے میں عثمان خان نے سلطان علاؤالدین کی بیٹی خان سلطان سے بدسلوکی کرنا شروع کر دی تھی عثمان خان کی طرف سے خان سلطان کے ساتھ یہ بدسلوکی اور ناروا سلوک اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ اس ناکردہ گناہ لڑکی کی جان عذاب میں پڑ گئی تھی اور پھر حد سے گزرتے ہوئے عثمان خان نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جس وقت، علاؤالدین نے اپنی بیٹی خان سلطان کی شادی عثمان خان سے کی تھی اس وقت اس نے خوارزمی سپاہ کے کچھ دستے بھی اپنی بیٹی کے ساتھ سمرقند روانہ کیے تھے گور خان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کے بعد عثمان خان کا دماغ ایسا خراب ہوا کہ وہ دستے جو علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ سمرقند بھجوائے تھے ان سب کو قتل کرا دیا، ان کی لاشیں بازار میں لٹکا دیں۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بیٹی پہلے ہی عثمان خان کے رویے اور اس کی بدسلوکی سے تنگ اور نالاں تھی جب عثمان خان نے خوارزمی سپاہ کے دستوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشیں سمرقند کے دروازوں پر لٹکا دیں تب خان سلطان کا پیمانہ

صبر لبریز ہو گیا اور اس نے سمر قند میں رونما ہونے والے سارے واقعات لکھ کر اپنے باپ علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف بھیج دیئے اور باپ سے اس نے درخواست کی کہ وہ عثمان خان کو اس کی گستاخی اس کی بدسلوکی اور بداعتدالیوں کی پوری پوری سزا دے۔

سلطان کو جب اپنی بیٹی کا یہ خط ملا تب وہ بڑا غضبناک ہوا لہٰذا عثمان کو سبق سکھانے کے لیے وہ اپنا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلا علاؤالدین خوارزم شاہ جانتا تھا کہ عثمان خان کیونکہ گور خان سے مل چکا ہے لہٰذا اگر اس نے سمر قند پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو گور خان ضرور عثمان خان کی مدد کرے گا لہٰذا علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کی اچھی خاصی قوت لے کر سمر قند کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف جب خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کو خبر ہوئی کہ علاؤالدین خوارزم شاہ عثمان خان پر حملہ آور ہونے کے لیے سمر قند کا رخ کر رہا ہے تب اس نے عثمان خان کا دفاع کرنے کا تہیہ کر لیا اس لیے کہ عثمان خان اب اس کا داماد تھا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر کا کماندار اعلیٰ اس نے اپنے داماد فونا کو بنایا، اس کے ماتحت کافی بڑے بڑے سالار کیے اسی لشکر کے اندر اس نے اپنی بیٹی زوزن کو بھی روانہ کر دیا تھا گور خان کو پورا یقین تھا کہ فونا کی سرکردگی میں جو لشکر وہ سمر قند کی طرف روانہ کر رہا ہے وہ یقیناً فتح مند رہے گا اس لیے کہ گور خان یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ جب علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ سمر قند پہنچے گا تو اسے دو قوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس لیے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ جب سمر قند کے نواح میں پڑاؤ کرے گا تو باہر کی طرف سے فونا اپنے لشکر کے ساتھ ضرب لگائے گا اور شہر کی طرف سے عثمان خان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو گا یوں جب مسلمانوں کے سلطان پر دو طرفہ ضرب پڑے گی تو گور خان کے لشکر کی فتح یقینی ہو جائے گی۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بھی اس سارے حالات کو نگاہ میں رکھے ہوئے تھا وہ بھی جانتا تھا کہ جب وہ سمر قند پر حملہ آور ہوا تو گور خان اپنے لشکر کے ساتھ ضرور عثمان خان کی مدد کرے گا اس لیے کہ عثمان خان اب گور خان کا بھی داماد تھا۔

چنانچہ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے علاؤالدین خوارزم شاہ نے ایک

سیاسی بلکہ جنگی چال چلی وہ بڑی برق رفتاری اور تیزی سے سمر قند کی طرف بڑھا اور سمر قند کے نواح میں ایک مناسب جگہ اس نے پڑاؤ کر لیا تھا جہاں قریب ہی کوہستانی سلسلہ بھی پڑتا تھا پڑاؤ کرنے کے بعد سلطان نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے چاروں طرف اپنے تیز رفتار مخبر پھیلا دیے تھے تاکہ وہ سمر قند کے نواح میں ہونے والی نقل و حرکت کے علاوہ گور خان کے لشکر کی پیش قدمی سے بھی اسے مطلع کرتے رہیں۔

سمر قند پہنچ کر سلطان نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ معاملہ اگر جنگ کے بجائے صلح سے طے ہو جائے تو وہ بہتر ہے اس لیے اس نے عثمان خان کے بھائی کنگن کو بلایا کنگن سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے تفصیل کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور دھمکی دی کہ عثمان خان کو سمجھائے کہ وہ راہ راست پر آ جائے اگر وہ نہ آیا تو نقصان اٹھائے گا بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا پر عثمان خان اپنے بھائی کنگن کی بات کہاں ماننے والا تھا اس پر تو گور خان کی حسین اور خوبصورت بیٹی کو حاصل کرنے کا بھوت سوار تھا اور اب اسے یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ گور خان کی بیٹی جس سے اس کا نکاح ہو چکا ہے وہ اس کے پاس سمر قند آ رہی ہے اور ساتھ ہی گور خان کا ایک بہت بڑا لشکر بھی سلطان کے خلاف اس کی مدد کرنے کے لیے برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہا ہے۔

جب کنگن سے گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے خیمے میں اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا۔

جب شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی کرتک امین الدین ابوبکر امیر مملکت محمد بن علی بن بشیر اور کچھ دوسرے سالار بھی سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں کنگن سے ہونے والی گفتگو کی ناکامی کے علاوہ ایک طرف سے عثمان خان اور دوسری طرف سے گور خان کے لشکر کے حملہ آور ہونے کی تفصیل بتا دی تھی اس لیے کہ سلطان کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ گور خان کا لشکر بڑی برق رفتاری سے سمر قند کا رخ کیے ہوئے ہے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب بزرگ اور معمر سالار امین الدین ابوبکر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا......

"سلطان محترم! آپ کے بلانے سے پہلے ہم سب ایک جگہ بیٹھے اس موضوع

پر گفتگو کر رہے تھے اور ہم نے متفقہ طور پر ایک فیصلہ بھی کیا ہے یہ فیصلہ ہم نے شہاب الدین مسعود کی تجویز پر کیا ہے اور شہاب الدین نے ہی پیش کرنے کے لیے کہا ہے۔

سلطان محترم دشمن ضرور ہم پر دو طرف سے ضرب لگائے گا ایک طرف سے گور خان کا لشکر جس کی کمانداری اس کا داماد کر رہا ہے اور دوسری طرف سے شہر سے باہر نکل کر عثمان خان ہم پر حملہ آور ہوگا۔

مخبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ جو لشکر فونا لے کر آ رہا ہے اس لشکر میں گور خان کی بیٹی بھی شامل ہے جس کا نکاح عثمان خان سے ہو چکا ہے ہم نے باہم مل کر ان دو قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی ہے اس کے مطابق لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ شہاب الدین بن مسعود کی کمانداری میں ہو جبکہ منصور ترکی حسب سابق شہاب الدین کے ساتھ کام کرے اس لیے کہ ان دونوں میں انتہا درجہ کا اتحاد اور اتفاق ہے پھر یہ ہمارے ایسے خوش قسمت سالار ہیں کہ دشمن کے جس حصے پر بھی انہوں نے یلغار کی اس کی شکست اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنایا۔

مجھے امید ہے کہ جب شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی فونا سے ٹکرائیں گے تو فتح شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی جھولی ہی میں پڑے گی۔

سلطان محترم دوسرا حصہ آپ کے پاس رہے گا اس حصے کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا ایک حصہ کی کمانداری محمد بن علی کے سپرد کی جائے گی اور کرتک کو اس کے ساتھ رکھا جائے گا یہ حصہ کسی روز آدھی رات کے قریب رات کی گہری تاریکی اور اندھیرے میں نواحی کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات میں چلا جائے گا۔

سلطان محترم دوسرا حصہ آپ کی کمانداری میں رہے گا اور اس حصے میں میرے علاوہ آپ کے ماموں امیر ملک بھی شامل ہوں گے اب ہماری کارروائی کی ابتدا کچھ اس طرح ہوگی۔

شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی تو فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے یہاں سے ہٹ کر مشرق کا رخ کریں گے یہ فونا سے ٹکرائیں گے سلطان محترم ہم جانتے ہیں فونا کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن ہمیں امید ہے کہ شہاب الدین اور منصور ترکی ان سے خوب نبٹیں گے۔

جب لشکر کے ایک حصے کو لے کر شہاب الدین اور منصور ترکی یہاں سے ہٹیں

گے اس کی اطلاع یقیناً عثمان خان کو بھی ہو جائے گی لہٰذا وہ شہر سے باہر نکل کر ہمارے اس حصے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا جو اس وقت آپ کے علاوہ میرے اور امیر ملک کے پاس ہوگا ہم عثمان خان کا مقابلہ کریں گے اس دوران ہمارے لشکر کا وہ حصہ جو محمد بن علی کی کمانداری میں ہوگا اور جو کوہستانی سلسلے میں چھپا ہوگا وہ بھی دو طرح کی منصوبہ بندی کے لیے تیار رہے گا۔

اگر تو عثمان خان اس قدر لشکر لے کر آیا کہ مجھے اور آپ کو اس کے سامنے سے پیچھے ہٹنا پڑا تب کوہستانی سلسلے کے اندر محمد علی کی کمانداری میں جس لشکر نے گھات لگا رکھی ہوگی وہ پشت کی جانب سے عثمان خان پر حملہ آور ہوگا اور اس کے لشکر کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا اس طرح عثمان خان کی قوت کا جب خاتمہ ہو جائے گا پھر ہم پورے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف بڑھیں گے اور فونا کا مقابلہ کریں گے۔

اور اگر عثمان خان کے لشکر کا ہم نے مقابلہ کیا اور اس مقابلے کے دوران ہم نے عثمان خان کو پسپا کر دیا تب جس حصے نے کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا رکھی ہو گی وہ بھی بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آئے گا اور سمرقند شہر میں داخل ہو جائے گا اس طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد عثمان خان جب سمرقند میں محصور ہونے کے لیے بڑھے گا تو اس وقت تک ہمارے لشکر نے سمرقند پر قبضہ کر لیا ہوگا اس طرح عثمان خان کے لشکر کا خاتمہ کر کے عثمان خان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

جب ایسا ہو جائے گا تب ہم پلٹیں گے اور فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی سے جا ملیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر رکا کچھ سوچا پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! ابھی تک تو ہم نے یہیں تک منصوبہ بندی کی ہے اگر آپ اس کے علاوہ کوئی لائحہ عمل چاہتے ہیں یا اس میں تبدیلی کے خواہاں ہیں تو اس وقت ہم سب اکٹھے بیٹھے ہیں اس تجویز کو آخری شکل دی جا سکتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر اپنی جگہ بیٹھ گیا اور سب سالار خاموشی سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ردعمل کا انتظار کرنے لگے تھے اس دوران سلطان ہلکے ہلکے مسکراتا بھی رہا اور بڑے غور سے اپنے سالاروں کی طرف دیکھتا

رہا پھر توصیفی انداز میں ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز ساتھیو! جو فیصلہ تم نے کیا ہے یہ آخری ہے۔ میرے خیال میں فونا اور عثمان خان سے نبٹنے کے لیے اس سے بہتر تجویز فی الحال ہمارے پاس ہے ہی نہیں لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

اس کے بعد سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا پھر اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر سلطان نے اپنی موجودگی میں لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دے دیا تھا اور جب یہ دیکھا گیا کہ فونا اپنے لشکر کو لے کر قریب آ گیا ہے تب آدھی رات کے وقت لشکر کا ایک حصہ محمد بن علی اور کزتک لے کر کوہستانی سلسلے کے اندر جا کر گھات میں بیٹھ گئے تھے جبکہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ سلطان اپنے پڑاؤ میں امین الدین ابوبکر اور اپنے ماموں امیر ملک کے ساتھ مستعد ہو گیا تھا جبکہ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی آدھے لشکر کو لے کر فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل گئے تھے۔

اس موقع پر عثمان خان سے ایک غلطی اور جلد بازی ہوئی اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے لشکر کا بڑا حصہ اس نے فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیج دیا ہے اور چھوٹا سا ایک لشکر اپنے پڑاؤ میں رکھا ہے تو اس نے سلطان پر حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اس موقع پر عثمان خان کے مخبروں سے بھی ایک غلطی ہوئی تھی انہیں یہ نہ پتہ چل پایا تھا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا لشکر جس کی کمانداری محمد بن علی کر رہا تھا وہ کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات میں بیٹھ گیا ہے انہوں نے عثمان خان کو یہی اطلاع کی تھی کہ سلطان نے اپنے پاس چھوٹا سا لشکر رکھا ہے اور لشکر کا بڑا حصہ اس نے شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی کی سرکردگی میں فونا کی راہ روکنے کے لیے روانہ کر دیا ہے۔

عثمان خان بھی شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی کارکردگی اور حرب و ضرب میں ان کی مہارت سے خوب آگاہ تھا، وہ ان دونوں ہی سالاروں سے ہی خوفزدہ تھا جب اسے یہ خبر ہوئی کہ دونوں تو فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے چلے گئے ہیں اور سلطان کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے تو اس نے وہ غلطی اور جلد بازی کی جس کا اسے خمیازہ بھگتنا پڑا۔

ایک دم اگلے روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند شہر سے نکلا اور سلطان کے

لشکر پر آشیانوں کو درہم برہم کر دینے والی وحشت خیز آندھیوں، اچانک قضا کے در کھول دینے والے پرسوز شعلوں اور قدم قدم پر زیست کو سلگا دینے والی موت کی اندھی چاپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عثمان خان نے اپنے طور پر یہ ایک انتہائی اچانک اور ہولناک حملہ کیا تھا جبکہ دوسری طرف عثمان علاؤالدین امین الدین ابوبکر اور امیر ملک عثمان خان کے اس حملے کے لیے بالکل تیار تھے لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی عثمان خان کے لشکر پر زندگی کے قفس میں موت کا منظر پیش کرتی فطرت کی بدترین درشتگی اور تلخی زوال و فنا کا پابند کر کے آگ کی لپٹوں کے بحر انقلاب اور چہروں کے خوش رنگ قرطاس پر دہکتی داستانیں رقم کرتے بدنصیبی کے سایوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اسے عثمان خان کی بدقسمتی کہیے اور اس کے مقدر کا زوال کہ ابھی شہاب الدین اور منصور ترکی فونا سے ٹکرائے ہی نہیں تھے نہ ہی اس کے سامنے گئے تھے کہ اس نے شہر سے نکل کر سلطان پر حملہ کر دیا عثمان خان کا خیال تھا کہ سلطان کے پاس کیونکہ چھوٹا لشکر ہے جس کے خلاف وہ کامیابی حاصل کرلے گا لیکن جب سلطان نے امین الدین ابوبکر اور اپنے ماموں امیر ملک کے ساتھ جان لیوا حملے شروع کیے تب اس کے مقابلے میں عثمان خان اور اس کے لشکریوں کی حالت بدنصیبی کے سایوں اور بے پایاں خروش میں آنسوؤں کی نمی اور آہوں کی جلن سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اب شاید جبکہ شکست عثمان خان کے سامنے اسے دکھائی دے رہی تھی اسے اپنی غلطی اور کوتاہی کا احساس ہوا اب اس نے فیصلہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر اور پسپائی اختیار کر کے سمرقند میں محصور ہو جائے گا پر عثمان خان کی مزید بدقسمتی کہ اس کے خلاف ایک اور انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

جس وقت سلطان خوارزم شاہ اور اس کے دونوں سالار امین الدین ابوبکر اور امیر ملک بڑھ چڑھ کر عثمان خان اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور عثمان خان کے لشکر میں پسپائی کے آثار دکھائی دے رہے تھے عین اس لمحہ محمد بن علی بن شیر اور کزتک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلے۔ اس موقع پر انہوں نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا وہ عثمان خان پر پشت کی جانب سے حوصلوں کی زنجیریں توڑتے ہولناک طاقتور گرداب کتبہ دل پر تھکن طاری کرتی بدترین اور سیاہ تقدیر اور زندگی کے ہولناک

سامنے کھڑے کرتی کڑکتی گرتی برق کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس دوطرفہ حملے کے نتیجے میں عثمان خان اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے زنگ آلود آئینوں اور سکون کو ترستی دار کی ساعتوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اس طرح لمحوں کے اندر عثمان خان کے لشکر کو مکمل طور پر موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے ان کا صفایا کر دیا گیا تھا جبکہ عثمان خان کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

اس موقع پر سلطان نے ایک زبردست قدم اٹھایا عثمان خان کو گرفتار کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا شہر میں کسی نے مزاحمت نہ کی لہٰذا سلطان اس سے بڑا مطمئن ہوا اب سلطان نے محمد بن علی اور کزتک دونوں کو ان کے حصے کے لشکر کے ساتھ سمرقند میں چھوڑا اور خود امین الدین ابوبکر اور امیر ملک کے ساتھ فونا کے مقابلے میں شہاب الدین بن مسعود کی مدد کے لیے روانہ ہوا تھا۔

فونا نے جب سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کو اپنے لشکر کے ساتھ آتے دیکھا تب اس نے اپنے لشکر کو روک لیا اور اپنی صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں۔

جب شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اس کے سامنے آئے اور اس سے ٹکرانے کے لیے اپنی صفیں درست کرنے لگے تب فونا بے حد خوش ہوا اس نے دیکھا جو لشکر وہ لے کر آیا تھا اس کے مقابلے میں اس لشکر کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی جس کی صفیں شہاب الدین درست کر رہا تھا اس موقع پر فونا کے چہرے پر حقارت انگیز طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس وقت جو سالار اس کے قریب تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

شاید آسمان کی بے روک قوت ہماری مدد پر آمادہ ہے مسلمانوں کا جو لشکر ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے سامنے آیا ہے یہ تو لحہ بھر کے لیے بھی ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا اس لیے کہ عددی لحاظ سے یہ ہمارے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا آؤ اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں اسے مار بھگائیں اس کے بعد ان کے سلطان پر ضرب لگائیں۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہر سالار اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلا گیا تھا پھر

فونا اور اس کے سالار مخدوش اور شکستہ کر دینے والے سرکشیدہ شعلوں اور صحرا میں دفن کر دینے والی گرم طوفانی صرصر کی طرح شہاب الدین مسعود اور منصور ترکی کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں شہاب الدین اور منصور ترکی نے بھی کمال جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا دفاع تک محدود رہنے کے بجائے انہوں نے شروع ہی سے جارحیت اختیار کی اور فونا کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے وہ بھی اوہام کی زنجیریں توڑتے سوچوں کے سمندر سے اٹھتے طوفانوں اور وقت کے بھاگتے سایوں میں خدوخال کی ساری رعنائی اور اعضاء کی تمام جاذبیت کو مسخ کر دینے والی گرم رو وحشت کی طرح فونا اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

جب وقت فونا اور شہاب الدین بن مسعود کے لشکروں کے درمیان ہولناک جنگ اپنے عروج پر آ گئی تھی اسی لحہ ایک اور انقلاب ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔

ایک طرف سے اچانک سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا امین الدین ابوبکر اور اس کا ماموں امیر ملک اس کے ساتھ تھے اور آتے ہی سلطان فونا کے لشکر کے ایک پہلو پر چہروں کے آثار بگاڑتی خشمناک فطرت در بدری طاری کر دینے والی غم میں سلگتی خواہشوں، آگ میں نہائے ارادوں اور انگاروں کی برسات کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

گور خان کا داماد فونا جو تھوڑی دیر پہلے اپنی فتح اور اپنی کامیابی کو یقینی سمجھے ہوئے تھا اور شہاب الدین بن مسعود کے لشکر کی قلت کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ بھی نمودار ہوئی تھی اب وہ ایک طرح سے گھبراہٹ اور بددلی کا شکار ہونا شروع ہو گیا تھا اس لیے کہ جونہی امین الدین ابوبکر اور امیر ملک کے ساتھ مل کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے فونا کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکریوں کو کاٹنا شروع کیا سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے بھی پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں اور زیادہ ہولناکی اور شدت پیدا کر لی اور وہ بھی تیزی سے فونا کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف فونا کے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ سامنے کی طرف سے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ناقابل تسخیر سالار شہاب الدین بن مسعود اور منصور

ترکی ان پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور اب اچانک ان کے لشکر کے ایک پہلو پر مسلمانوں کا سلطان خود حملہ آور ہو گیا ہے تب ان پر ایک خوف اور لرزہ طاری ہونا شروع ہو گیا تھا۔

عین اسی لمحہ ہی جب فونا کے لشکر کے اندر یہ خبریں پھیلنا شروع ہوئیں کہ عثمان خان نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کیا اور سلطان نے اسے بدترین شکست دی عثمان خان کے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور عثمان خان کو گرفتار کر لیا گیا ہے تب فونا کے لشکریوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے وہ انتہا درجہ کی بددلی خوف اور وحشت کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی جب کہ پہلو کی طرف سے خود سلطان علاؤالدین امین الدین ابوبکر اور امیر ملک نے بھی فونا کے لشکریوں کی اس حالت کو بھانپ لیا تھا لہٰذا اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے سب سے پہلے شہاب الدین نے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کیں ان تکبیروں کے جواب میں اس کے پہلو سے ذرا ہٹ کر دشمن سے ٹکراتے منصور ترکی نے بھی اسی انداز میں تکبیریں بلند کیں ان کی طرف سے جب تکبیریں بلند ہوئیں تو علاؤالدین خوارزم شاہ امین الدین ابوبکر اور امیر ملک نے بھی تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کے بلند ہونے کے ساتھ ہی سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی اور پہلو کی طرف سے سلطان نے فونا کے لشکر پر اپنے حملوں میں اور زیادہ شدت اور ہولناکی پیدا کر لی تھی۔

اب صورت حال یہ سامنے آنے لگی تھی کہ دونوں طرف سے مسلمانوں کے لشکری آگے بڑھتے ہوئے فونا کے لشکریوں کی لاشوں کے انبار لگانے لگے تھے بڑی تیزی کے ساتھ شہاب الدین اور سلطان فونا کے لشکر کی اگلی صفوں کو روندتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ نازک صورت حال فونا کے لیے ناقابل برداشت تھی لہٰذا شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑا ہوا اس کے کچھ لشکری بھی اس کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے کچھ کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود نے گرفتار کر لیا گرفتار ہونے والوں میں گور خان کی حسین اور خوبصورت بیٹی زوزن بھی شامل تھی۔

★......★

◎◎◎

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ فونا کو شکست دینے کے بعد پلٹا ہی تھا کہ اسے ایک بری خبر ملی اور بری خبر یہ تھی کہ ہرات کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے ہرات کے حالات خراب ہونے کی وجہ مؤرخین کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خوارزمی لشکری اپنی بے قاعدگیوں کی وجہ سے بہت بدنام تھے چنانچہ بعض اوقات وہ ایسی حرکات کا ارتکاب بھی کر بیٹھتے جنہیں عوام سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف سے اس کے لشکر کے چند دستے ہرات میں مقیم تھے ان کی غیر ذمہ داریوں اور بے قاعدگیوں سے اہل شہر ازحد نالاں ہو گئے۔

مؤرخین مزید یہ لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک ایسی صورت پیش آئی کہ خوارزمی دستوں نے کئی باشندگان شہر کو لوٹ لیا لشکریوں کی طرف سے یہ بڑا غیر معمولی فعل تھا چنانچہ جن لوگوں کو ان لشکریوں سے شکایت تھی وہ ان خوارزمی دستوں کی شکایت لے کر ہرات کے والی حسین بن خرمیل کے پاس پہنچے۔

یہ حسین بن خرمیل وہی تھا جو پہلے سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں ایک نامور سالار ہوا کرتا تھا اور پھر سلطان شہاب الدین غوری سے بے وفائی کرنے کے بعد اور اس کے لشکر سے نکل کر ہرات کی طرف چلا گیا تھا۔

چنانچہ جن لوگوں کو شکایت تھی وہ شکایت لے کر حسین بن خرمیل کے پاس پہنچے تو یہ شکایت سن کر حسین بن خرمیل غصے میں آ گیا اور اس نے فوراً حکم دے دیا کہ لشکر کے جن افراد نے یہ جرم کیا ہے انہیں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد حسین خرمیل نے اہل شہر سے لشکریوں کی زیادتی اہل شہر کے ردعمل حالات کی نزاکت اور اپنے اقدام کی اطلاع سلطان علاؤالدین خوارزم

شاہ کو دے دی یہ اطلاع سلطان کو اس وقت ملی تھی جس وقت سلطان عثمان پر ضرب لگانے کے لیے سمرقند کا رخ کیے ہوئے تھا۔

یہ شکایت سن کر مؤرخین لکھتے ہیں بظاہر تو سلطان نے حسین بن خرمیل کے اقدام کو سراہا لیکن دل میں بہت برا مانا اور ارادہ کرلیا کہ سلطان کے لشکریوں کے ساتھ حاکم ہرات حسین بن خرمیل نے جو ذلت آمیز سلوک کیا ہے اسے اس کی ضرور سزا دینی چاہیے۔

چنانچہ سلطان نے حسین خرمیل کو لکھا

لشکر کے جن دستوں نے لوٹ مار کے جرم کا ارتکاب کیا ہے انہیں خوارزم واپس کر دیا جائے تاکہ انہیں قرار واقعی سزا دی جائے نیز حسین بن خرمیل کو سلطان نے یہ بھی لکھا کہ میں اپنے ایک سالار جلاک بن طغرل کو اس کی مدد کے لیے روانہ کر رہا ہوں تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات رونما نہ ہونے پائیں۔

چنانچہ سلطان کے حکم پر جلاک بن طغرل دو ہزار لشکری لے کر ہرات کو روانہ ہوا جلاک کو ہرات کی طرف روانہ کرتے وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ ہرات پہنچ کر حسین بن خرمیل کو ہرات کی ولایت سے علیحدہ کر دیا جائے اور اسے گرفتار کرلیا جائے۔

چنانچہ جلاک جب ہرات کے قریب پہنچا تو اس موقع پر حسین بن خرمیل کے ایک مشیر نے جو خوارزمیوں کے طور طریقوں سے واقف تھا ابن خرمیل کو مشورہ دیا کہ نہ وہ جلاک کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور نہ اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے۔

لیکن ابن خرمیل نے اپنے مشیر کے اس مشورے کو بے جا بدگمانی سے تعبیر کیا لہٰذا اس نے اپنے مشیر کے بروقت انتباہ کو درخور اعتنا نہ خیال کیا۔

چنانچہ جب ابن خرمیل شہر سے نکل کر جلاک بن طغرل کے استقبال کے لیے گیا دونوں ایک دوسرے سے ملے دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر بغلگیر ہوئے تو جلاک کے کچھ لشکریوں نے جلاک کی ہدایت کے مطابق ابن خرمیل کو قابو کرلیا اور ایک طرح سے اسے گرفتار کرلیا۔

جس وقت ابن خرمیل شہر سے باہر نکل کر جلاک بن طغرل سے ملنے کے لیے

آیا تھا اس وقت اس کے ساتھ اس کا مشیر بھی تھا جس نے ابن خرمیل کو مشورہ دیا تھا کہ وہ جلاک سے نہ ملے نہ ہی اس کا استقبال کرے اس نے ایک طرح سے انتہائی دیانتداری کے ساتھ ابن خرمیل کو جلاک کے استقبال سے منع کیا تھا۔

جب اس مشیر نے یہ حالت دیکھی تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی جان بچاتے ہوئے ہرات شہر میں داخل ہوا اور شہر کے دروازے اس نے بند کرا دیئے۔

اب ابن خرمیل کو گرفتار کرنے کے بعد جلاک بن طغرل اپنے لشکر کے ساتھ ہرات شہر کی طرف بڑھا جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دیکھا شہر کے دروازے بند تھے اس نے جب اس کی وجہ پوچھی تو اسے بتایا گیا کہ ابن خرمیل کا مشیر ابن خرمیل کے ساتھ جلاک سے ملنے کے لیے گیا تھا اور جب جلاک نے ابن خرمیل کو گرفتار کرلیا تو وہ مشیر بھاگ کر ہرات آیا اور شہر کے سارے دروازے اس نے بند کرا دیئے ہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے جلاک بن طغرل نے اس مشیر کو کہلا بھیجا کہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے اور شہر سلطان کے لشکر کے حوالے کر دے۔

جلاک کے اس حکم کے جواب میں اس مشیر نے بڑا عمدہ جواب دیا اس نے کہا

یہ شہر آج سے کچھ عرصہ پہلے سلطان شہاب الدین غوری کی سلطنت کا حصہ تھا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اب بھی اس خاندان کا وفادار ہوں اس لیے شہر کے دروازے صرف اس خاندان کے جائز وارث کے لیے کھولے جا سکتے ہیں۔

اس مشیر نے جلاک بن طغرل سے یہ بھی کہا آپ خواہ مخواہ انتظار کی زحمت نہ اٹھائیں۔

یہ صورت حال جلاک بن طغرل کے لیے بڑی پریشان کن تھی اسے تو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بھیجا تھا کہ وہ ابن خرمیل کو ہرات کی ولایت سے محروم کر کے خود وہاں کا حاکم بن جائے جب اس نے دیکھا کہ مشیر شہر پناہ کے دروازے نہیں کھولتا تب اس نے ابن خرمیل کو کہا کہ وہ اپنے مشیر سے کہے کہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے۔

چنانچہ ابن خرمیل نے اپنے اس مشیر کو شہر پناہ پر طلب کیا جب وہ مشیر آیا تو

ابن خرمیل نے اسے شہر پناہ کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا اس موقع پر ابن خرمیل نے اسے بڑا سمجھایا اس کی بڑی منت سماجت کی لیکن وہ شہر پناہ کا دروازہ کھولنے پر آمادہ نہ ہوا۔

تنگ آ کر جلاک بن طغرل نے یہ دھمکی دی۔

شہر پناہ کا دروازہ کھول دو ورنہ ابن خرمیل کو باشندگان شہر کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔

یہ صورت حال ابن خرمیل کے لیے بڑی خطرناک تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے مشیر کو پھر سمجھایا کہ وہ دروازہ کھول دے ورنہ اس کی جان چلی جائے گی وہ مشیر کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے خاندان کا بڑا وفادار تھا اور ابن خرمیل نے ایک انتہائی اہم مہم کے موقع پر سلطان شہاب الدین غوری سے بے وفائی کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا لہٰذا اس مشیر نے ابن خرمیل کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی بات پر ڈٹا رہا۔

جب ابن خرمیل کی التجا اور منت خوشامد پر بھی مشیر موصوف کا دل نہ پسیجا تو جلاک نے ہرات شہر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے ابن خرمیل کو قتل کر دیا۔

لیکن ابن طغرل کے اس اقدام سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اس کے ساتھ صرف دو ہزار لشکری تھے جن کے ساتھ وہ زبردستی اور بزور قوت شہر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ شہر کے اردگرد بڑی گہری اور چوڑی خندق تھی اور شہر کی کئی فصیلیں تھیں اور بڑے سے بڑا لشکر بھی اسے آسانی سے عبور کر کے شہر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

جب ابن طغرل حالات سے تنگ پڑ گیا اور شہر میں داخل ہونے کی کوئی صورت اسے نظر نہ آئی تب اس نے تیز رفتار قاصد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیے یہی قاصد اس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس وقت سلطان علاؤالدین شہاب الدین اور منصور ترکی کے ساتھ فونا کو شکست دینے کے بعد فارغ ہوا ہی تھا۔

ہرات شہر کی یہ صورت حال یقیناً سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لیے فکر انگیز تھی چنانچہ اس نے اپنے معمر سالار امین الدین ابوبکر کو جو سلطان کے برگزیدہ امراء میں سے تھا دس ہزار کا ایک لشکر دے کر ہرات کے حالات درست کرنے کے لیے روانہ کیا۔

امین الدین ابوبکر بڑا وفادار بڑا جہاں دیدہ اور جنگ وجدل کا وسیع تجربہ بھی رکھتا تھا لیکن ہرات کے سامنے اس کی بھی کوشش ناکام ہوئی۔ اس نے بھی مشیر کو بڑا سمجھایا کہ وہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے لیکن اس کے دم خم میں کوئی فرق نہ آیا امین الدین ابوبکر اور اس کے نائب سالاروں نے بھی مشیر کو بڑا سمجھایا اسے مائل با صلح کرنے کے لیے تمام نسخے آزمائے لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی وہ مشیر اپنی جگہ اپنے ارادے میں ڈٹا رہا شہر پناہ کے دروازے کھولنے سے اس نے قطعی انکار کر دیا تھا۔

اس مشیر کی ہٹ دھرمی کی بھی ایک وجہ تھی وہ جانتا تھا کہ کوئی چھوٹا موٹا لشکر ہرات شہر کو فتح کر ہی نہیں سکتا اس لیے کہ ابن خرمیل نے جبکہ وہ ہرات کا گورنر تھا خوارزم شاہ کی طرف سے مطمئن نہ تھا اسے خدشہ تھا کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کسی بھی وقت اسے ہرات کی حاکمیت سے معزول کر سکتا ہے لہٰذا اس نے اپنی نظامت کے زمانے میں ہرات کو ناقابل تسخیر بنانے کے لیے اس کے اردگرد یکے بعد دیگرے چار مضبوط فصیلیں ایک وسیع اور گہری خندق تیار کر دی تھی اور ہر خندق ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی اس کے علاوہ اس نے ہرات شہر کی چاروں فصیلیں انتہائی مضبوط اور مستحکم تعمیر کرائی تھیں جہاں تک خندق کا تعلق تھا وہ کافی گہری چوڑی تھی اور پانی سے خوب بھری رہتی تھی چنانچہ خوارزمی لشکری اپنی پوری کوشش کے باوجود اس خندق کو پار نہ کر سکے اور نہ ہی چاروں فصیلوں میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچا سکے۔

اسی دوران امین الدین ابوبکر برابر اس سے رابطہ قائم کیے رہا اس سے گفتگو کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ اسے شہر کی فصیل کے اوپر بلایا جاتا جو خندق کے اس پار تھی اور خندق کے کنارے کھڑے ہو کر اس سے گفتگو کی جاتی تھی جب امین الدین ابوبکر کئی بار اس سے گفتگو کر چکا اور ہر مرتبہ سمجھایا کہ شہر پناہ کے دروازے نہ کھولنے کے بھیانک نتائج ہوں گے اس لیے کہ اس کی ضد اور ہٹ دھرمی اسے ہی نہیں شہر کے لوگوں کو بھی خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

اس صورت حال اور اس دھمکی کو سامنے رکھتے ہوئے وہ مشیر آخر اس شرط پر شہر پناہ کے دروازے کھول دینے پر آمادہ ہوا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ خود آ کر اس سے درخواست کرے تب وہ شہر پناہ کے دروازے کھولے گا۔

لیکن سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ چونکہ اس وقت سمرقند میں اپنی مہم میں

مصروف تھا لہٰذا مستقبل قریب میں اس کے وہاں آنے اور اس شرط کو پورا ہونے کے کوئی امکان نہ تھا۔

اس دوران ہرات کے ایک باشندے نے خفیہ طور پر جلاک بن طغرل اور امین الدین ابوبکر کو بتایا کہ خندق کی کھدائی اور فصیلوں کی تعمیر کے بعد بھی اکثر ابن خرمیل کہا کرتا تھا۔

اگرچہ میں نے ہرات کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا لیکن اب بھی ایک کمی ایسی باقی ہے جس کا میرے پاس کوئی توڑ نہیں۔

یعنی اگر کوئی شخص اس نہر کے پانی کو جو شہر کے درمیان سے گزرتی ہے روک کر فصیل کی طرف موڑ دے تو فصیلیں پانی کے ریلے سے کمزور ہو کر گر پڑیں گی اور شہر فتح ہو جائے گا۔

چنانچہ ہرات کے جس باشندے نے یہ خفیہ خبر دی تھی اس کی اس خبر کے جواب میں سلطان کے لشکریوں نے اس تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اس لیے کہ خوارزمی لشکری اس غیر یقینی حالت سے پہلے ہی بڑے بے زار تھے چنانچہ فوراً نہر کا پانی روک لیا گیا اور اس کا رخ فصیلوں کی طرف موڑ دیا گیا

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ خلاف توقع اس پانی سے نہ کسی فصیل میں کوئی شگاف پڑا اور نہ ہی کوئی فصیل گری بلکہ الٹا ارد گرد کا سارا علاقہ دلدل بن گیا جہاں جلاک بن طغرل اور امین الدین ابوبکر نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا وہاں بھی پانی آ گیا لہٰذا وہ اپنے لشکریوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے چاروں طرف اب دلدل کا سماں تھا چنانچہ امین الدین ابوبکر اور جلاک بن طغرل کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اب وہ اس انتظار میں بیٹھ گئے تھے کہ شہر کے ارد گرد پانی پھیلنے سے جو کیچڑ اور دلدل کی کیفیت طاری ہو گئی ہے وہ خشک ہو تو پھر وہ شہر پر حملے شروع کریں۔ اب ایک طرح سے سلطان علاؤ الدین کے تین سالار امین الدین، کزتک اور جلاک ہرات کے نواح میں ناساعد حالات کے اندر پھنس کر رہ گئے تھے۔

★......★

◎◎◎

سمرقند کے حاکم عثمان خان کو جب سمرقند کے نواح میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سامنے پیش کیا گیا تب سلطان کچھ دیر تک قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا جبکہ عثمان خان سلطان کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا پھر سلطان نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میں نے تجھے اوج اور بلندی کی طرف لیجانا چاہا لیکن تو پستی اور نشیب کی طرف گرا میں نے تیری جھولی میں ستاروں کے ترانوں بہاروں کے افسانوں جیسی خوشیاں ڈالنا چاہئیں پر تو خونی لمحوں کے طوفانوں اور جنگل کی کالی راتوں میں آگ کے دریا کی طرف مائل رہا۔

عثمان خان میں نے تیرے دامن میں گاتی مسکراتی خوشبوئیں فردوس جمال نغموں اور بے خزاں پھولوں کی خوشیاں ڈالیں پر تو غرض کا بندہ بن کر بوند بوند پانی کو ترساتی چلچلاتی دھوپ اور رگ رگ میں بل بل تاریکی پھیلاتے گردابوں کو میری عنایات پر فوقیت دیتا رہا۔

سن میں نے تیرے دست طلب میں ذہنی افق کی رفعتیں قلب کی دل بستگی کی خوشیاں رکھ دیں پر تو ایسا بدقسمت ایسا احسان فراموش ثابت ہوا کہ فتنہ پردازی کی طرف بھاگا اور میرے خلوص کے اوراق پر حقیر لفظوں کے جال بنتا رہا ریت پر لکھی تحریروں کا متلاشی بنتا رہا۔

اب ذرا اپنی حالت کی طرف دیکھ ایک مجرم ایک اسیر ایک بے بس قیدی کی طرح میرے سامنے کھڑا ہے۔

عثمان خان نے کیونکہ غلطی کی تھی لہٰذا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اس کی باتوں کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر رحمدلی سے کام لیتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان کو معاف کر دینا چاہتا تھا پر

عثمان کی بیوی اور سلطان کی بیٹی خان سلطان آڑے آئی اس نے عثمان خان کے بدترین سلوک بیدردی کے ساتھ سلطان کے محافظ دستوں کے قتل کی روداد پیش کرتے ہوئے سلطان کو عثمان خان کے قتل کا مشورہ دیا جس کے جواب میں عثمان خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ عثمان خان سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کا ایک چھوٹا سالار اس کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت سلطان کے پاس اس کی بیٹی خان سلطان بھی بیٹھی ہوئی تھی باقی سالار زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے وہ سالار سلطان کے سامنے آیا اور انتہائی مؤدب ہو کر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم فونا کی شکست کے بعد گور خان کے جن لشکریوں کو گرفتار کیا گیا ہے ان لشکریوں میں گور خان کی بیٹی بھی شامل ہے یہ وہی لڑکی ہے جس کا نکاح گور خان نے عثمان خان سے کیا تھا اور اس لشکر میں گور خان نے اپنی بیٹی کو سمرقند میں عثمان کی طرف روانہ کیا تھا اس وقت وہ لڑکی اسیروں میں شامل ہے۔

اس سالار کے اس انکشاف پر سلطان چونکا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

واپس جاؤ اور عزت و احترام کے ساتھ اس لڑکی کو میرے پاس لے کر آؤ، اس پر وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس سالار کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر سلطان کی بیٹی خان سلطان بولی اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی ......

بابا! گور خان کی اس لڑکی کو کچھ نہ کہیے گا اس کا نکاح اس کے باپ نے عثمان خان سے ایسے ہی کرا دیا ہوگا جس طرح آپ نے میری شادی عثمان خان سے کرا دی تھی اس سلسلے میں قصور یا غلطی ہے تو وہ صرف گور خان اور عثمان کی کم از کم گور خان کی بیٹی اس میں ملوث نہیں ہے اور میں آپ سے استدعا کرتی ہوں کہ آپ اس سلسلے میں عثمان خان کی وجہ سے اس لڑکی کو کوئی سزا نہ دیجئے گا۔

جب تک خان سلطان بولتی رہی سلطان مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تب اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر دو تین بار اس کا سر تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''میری بچی بے فکر رہ گور خان کی بیٹی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔''

سلطان کے ان الفاظ پر خان سلطان مطمئن اور خوش ہوگئی تھی تھوڑی دیر بعد جو سالار گیا تھا وہ زوزن کو اپنے ساتھ لے کر آیا زوزن ایک انتہائی قیمتی اور زرق برق لباس پہنے ہوئے تھی دراز قد انتہا درجہ کی پرکشش شخصیت کی مالک تھی اس موقع پر اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا جب وہ سالار کے ساتھ سلطان کے سامنے آئی تو کسی مجرم کی طرح سلطان کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

سلطان کچھ دیر تک بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر شفقت بھرے انداز میں کہنے لگا!

میں علاؤالدین خوارزم شاہ ہوں تمہاری حیثیت میرے پاس ایک بیٹی کی سی ہوگی میرے دائیں جانب میری بیٹی خان سلطان بیٹھی ہوئی ہے اس کے بعد سلطان نے اپنے بائیں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

یہاں میرے قریب آ کر بیٹھو اگر تم چاہو تو چہرے سے نقاب ہٹا سکتی ہو کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سلطان کے ان الفاظ سے زوزن کسی قدر خوش اور مطمئن ہوگئی تھی کھڑے ہی کھڑے اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا اور اپنے لباس کو سمیٹتی ہوئی سلطان کے بائیں جانب ہو بیٹھی اس موقع پر سلطان کی بیٹی خان سلطان بول اٹھی تھی زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میرے بابا کیونکہ تمہیں بیٹی کہہ چکے ہیں لہٰذا اب تم میری بہن ہو میں تمہیں ایک عام سی لڑکی خیال کرتی تھی لیکن میں سمجھتی ہوں میں نے اپنی زندگی میں تم جیسی حسین خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہیں دیکھی میں تمہیں اپنے ہاں خوش آمدید کہتی ہوں ساتھ ہی ......

خان سلطان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ سلطان زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی میں جانتا ہوں تیرا نکاح عثمان خان سے ہوا تھا میں تجھ سے کوئی چیز چھپاؤں گا نہیں ہو سکتا ہے تو عثمان خان کو پسند کرتی رہی ہو تمہاری پسند ہی کی وجہ سے تمہاری اس کے ساتھ شادی ہوئی ہو لیکن میں تم پر واضح کروں کہ جنگ میں کیونکر ممکن

ناممکن اور ناممکن ممکن ہو جاتا ہے لہٰذا عثمان خان اس وقت اس دنیا میں نہیں ہے وہ مارا جا چکا ہے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب دھیمے لہجے میں زوزن کہنے لگی۔

سلطان محترم نہ میں نے کبھی عثمان خان سے محبت کی اور نہ ہی میرا نکاح میری مرضی سے اس کے ساتھ ہوا میرے باپ نے ایسا کیا اور میں نے اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکا دیا اس لیے کہ ان دنوں میرے اور میری چھوٹی بہن کیرش کے حالات بڑے ابتر تھے۔

ان الفاظ پر سلطان چونکا زوزن کو مخاطب کیا میری بیٹی تمہارے اور تمہاری بہن کیرش کے کون سے ایسے حالات تھے جن کی بنا پر تجھے مجبور ہونا پڑا جواب میں زوزن نے پہلی بار شہاب الدین بن مسعود کے سفیر بن کر گور خان کے پاس جانے بعد ازاں ان کو شکست دینے اور اپنے شہاب الدین بن مسعود کی طرف مائل ہونے کے ساتھ ساتھ بعد میں کیرش کے شہاب الدین سے محبت کرنے کی وجہ سے پیچھے ہٹ جانے اپنی چھوٹی بہن کیرش کے لیے قربانی دینے اس کے بعد کیرش کے وہاں سے بھاگنے اور زہر خورانی سے اس کے مارے جانے کے سارے واقعات تفصیل سے کہہ سنائے تھے۔

یہ سارے واقعات سن کر سلطان تھوڑی دیر تک دم بخود سا بیٹھا رہا، خان سلطان بھی فکر مند اور پریشان سی ہوگئی تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر سلطان نے زوزن کو مخاطب کیا۔

دیکھ بیٹی اب جبکہ عثمان خان اس دنیا میں نہیں رہا تو میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ چند دن ہمارے ہاں آرام کرو اس کے بعد میں کچھ محافظوں کے ساتھ تمہیں عزت اور احترام کے ساتھ تمہارے باپ گور خان کی طرف روانہ کر دوں گا اور رخصت کرتے وقت ایک بیٹی کی حیثیت سے تمہیں تحائف سے بھی نوازوں گا تاکہ تمہارے باپ کو احساس ہو کہ ہمارے ہاں عورت کی کیسی قدر ہے اور اس کا کیسا احترام کیا جاتا ہے۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن چونکی تھی پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم! اگر میں واپس اپنے باپ کی طرف نہ جانا چاہوں تب بھی آپ مجھے اس کی طرف بھجوائیں گے؟

زوزن کے اس جواب پر سلطان پھر چونکا تھا کچھ دیر خاموش رہ کر سوچا اس کے بعد زوزن کو مخاطب کیا۔

بچی اگر تو واپس گور خان کے پاس نہیں جانا چاہتی تو جہاں تو چاہے گی وہاں تجھے بھجوانے کا انتظام کر دیا جائے گا اگر تو سمرقند میں رہنا چاہے تو یہاں بھی تیری رہائش تیری حفاظت کا اعلیٰ سامان کیا جائے گا۔

سلطان محترم اگر میں باپ کے پاس واپس نہ جانا چاہوں اور ساتھ ہی میں سمرقند میں بھی رہائش نہ رکھنا چاہوں تو پھر آپ کیا کہیں گے غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے زوزن نے کہا تھا۔

اگر تو اپنے باپ کے پاس نہیں جانا چاہتی سمرقند میں بھی نہیں رہنا چاہتی تو بیٹی جو تو چاہے گی ویسا ہی کیا جائے گا۔

اگر میں آپ کے لشکر میں قیام کرنا چاہوں تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا۔

سلطان مسکرایا پھر بول اٹھا۔

میری بچی تو میرے لشکر میں کب تک رہے گی میرا لشکر ہمیشہ تو یہاں سمرقند کے نواح میں قیام نہیں کرے گا چند روز تک یہاں قیام کرنے کے بعد سمرقند کا نظم ونسق درست کر کے میں اپنے لشکر کو لے کر خوارزم کی طرف چلا جاؤں گا ہاں میرے لشکر میں اگر تو کسی سے شادی کرے تو میری بچی پھر بات بن جاتی ہے۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

سلطان محترم! یہی تو میں چاہتی ہوں سلطان محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ شہاب الدین مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں میں کائنات کے مالک خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ شہاب الدین پہلے شخص تھے جنہیں میں نے اپنے دل میں جگہ دی اور جن سے میں نے محبت کرنا شروع کی گو اپنی چھوٹی بہن کیرش کے شہاب الدین کی طرف مائل ہو جانے کے بعد میں پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن شہاب الدین کے ساتھ پہلی ملاقات سے لے کر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا ہوگا جب میں شہاب الدین کی محبت کو اپنے دل سے نکال سکی ہوں گی، شہاب الدین وہ شخص ہیں جسے میں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے

چاہا یہ الگ بات ہے کہ میں اپنی چھوٹی بہن کی خوشیوں کے لیے پیچھے ہٹ گئی تھی ورنہ وہ ہر لحہ ہر آن اور ہمیشہ میری محبت اور چاہت کا مرکز رہے ہیں۔

زوزن کی اس گفتگو سے سلطان بے حد متاثر دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر خاموشی رہی سلطان سوچتا رہا پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بچی اس سلسلے میں سب سے پہلے تو شہاب الدین سے گفتگو کی جائے گی میں سمجھتا ہوں کیرش کے مرنے کا اس کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوگا ساتھ ہی میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ شہاب الدین کی زندگی میں ایک اور لڑکی بھی ہے یہ نہ ہو بعد میں تمہیں......

سلطان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ زوزن فی الفور بول اٹھی سلطان محترم میں پورے حالات سے واقف اور آگاہ ہوں میں یہ جانتی ہوں شہاب الدین بن مسعود سے سدورا بھی محبت کرتی ہے اور امیر بھی اسے پسند کرتے ہیں سلطان محترم میری اس میں خوشی اور طمانیت ہوگی اگر سدورا کے ساتھ ساتھ مجھے امیر شہاب الدین بن مسعود کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے آپ اس سلسلے میں امیر سے بات کریں اگر انہوں نے مجھے اپنا لیا، مجھ سے شادی کرنے کی حامی بھر لی تو میں سمجھوں گی میں نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں کھویا اور جو کچھ میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا ہے اور اگر امیر نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تب میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ اپنے مرکزی شہر خوارزم میں میری رہائش کا کوئی چھوٹا موٹا بندوبست کر دیں میں واپس اپنے باپ کے پاس نہیں جاؤں گی زندگی کے باقی دن خوارزم ہی میں گزار دوں گی۔

زوزن کے ان الفاظ کے جواب میں پہلی بار خان سلطان بول اٹھی۔

زوزن میری بہن ایسا نہیں ہوگا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ بھائی شہاب الدین تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی ضرور بنائیں گے میرے بابا نے شہاب الدین کو اپنا بیٹا کہا ہے لہٰذا اس رشتے سے وہ میرے بھائی ہیں اور انہوں نے بھی ہمیشہ بہن ہی کی طرح میری عزت اور احترام کیا ہے اس سلسلے میں میں خود بھی بھائی شہاب الدین سے بات کروں گی تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

زوزن نے مسکراتے ہوئے خان سلطان کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم آپ نے عثمان خان اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر کے عثمان خان کو اس کے کیے کی سزا دی ہے ساتھ ہی فونا کے لشکر کو بھی بدترین شکست دے کر اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور فونا کو بچے کھچے لشکر کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے تو میں آپ کو پہلے سے آگاہ کر دوں کہ میرا باپ اس کا انتقام ضرور لے گا میں اس کی طبیعت اس کے مزاج سے خوب واقف ہوں اور پھر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ اس نے اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا رکھا ہے فونا کو جس قدر لشکر دے کر اس نے سمرقند روانہ کیا تھا ابھی اس کے پاس اس سے چار گنا بڑا لشکر ہے جسے وہ کسی نہ کسی روز کبھی نہ کبھی آپ کے خلاف ضرور حرکت میں لائے گا اور آپ سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے کی کوشش کرے گا اس بنا پر میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ آنے والے ان حالات کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے کر رکھیں۔

زوزن کے ان الفاظ پر سلطان نے خوشی کا اظہار کیا پھر کہنے لگا۔

میری بیٹی میں تیرے ان الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں ابھی شہاب الدین کو یہاں بلاتا ہوں اس لیے کہ وہ ابھی اپنے سالاروں کے ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگا اور اس کے سامنے تیرے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔

اس پر زوزن چونک سی پڑی اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سلطان محترم آپ کی مہربانی آپ اس سلسلے میں ان سے گفتگو کریں لیکن میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ گفتگو میری موجودگی میں نہ کریں بہتر ہوگا کہ مجھے کہیں اور بٹھا دیں۔

سلطان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

میری بچی سمرقند کے نواح میں میرا پڑاؤ پہلے سے قائم ہے جہاں میں کسی کو بھیجتا ہوں کہ وہ شہاب الدین کو بلا کر میرے پاس لائے وہاں میں تمہیں خان سلطان کے ساتھ بھیجتا ہوں تمہیں شہاب الدین کے خیمے میں لے کر جائے گی تم وہاں بالکل مطمئن ہو کر آرام کرو اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ شہاب الدین تمہیں اپناتے ہوئے خوشی محسوس کرے گا اسی بنا پر ہی میں تمہیں کہیں اور بٹھانے کے بجائے اس کے خیمے کی طرف بھجوانا چاہتا ہوں۔

سلطان کی گفتگو سے زوزن مطمئن ہو گئی تھی پھر سلطان کے کہنے پر خان سلطان زوزن کو لے کر اٹھی ہی تھی کہ چونک پڑی اور اپنے ذرا فاصلے پر اشارہ کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سلطان محترم وہ سامنے امیر شہاب الدین بن مسعود ادھر ہی آ رہے ہیں۔

زوزن کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا بیٹی میں نے تو چاہا تھا کہ تجھے شہاب الدین کے خیمے میں بھیج کر علیحدگی میں شہاب الدین سے گفتگو کروں اب اگر تم نے شہاب الدین کو دیکھ لیا ہے تو وہ بھی تمہیں دیکھ چکا ہوگا بہتر یہی ہے کہ میری بیٹی بیٹھ جاؤ اب ساری گفتگو تمہاری موجودگی ہی میں ہوگی۔

زوزن مجبوراً نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر بعد شہاب الدین جو وہاں پہنچ گیا تھا قریب آ کر اس نے سلطان سے سلام کیا پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے فکرمندی میں کہنے لگا۔

زوزن تم یہاں؟ مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے پتا چلا ہے کہ فونا کے جو لشکری گرفتار ہوئے تھے ان گرفتار ہونے والوں میں تم بھی تھی اسیر ہوتے ہی کم از کم تمہیں میرا پوچھنا چاہیے تھا سیدھا میرے پاس چلے آنا چاہیے تھا۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر زوزن خوش ہو گئی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سلطان علاؤالدین شہاب الدین کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

شہاب الدین زوزن نہ قیدی ہے نہ اسیر اب یہ میری بیٹی ہے تمہاری آمد سے پہلے میں اس سے تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں جو گفتگو ہوئی ہے اس کی تفصیل میں تم سے بھی کہتا ہوں پہلے تم بیٹھ جاؤ۔

شہاب الدین جب سلطان کے سامنے بیٹھنے لگا تب سلطان کہنے لگا۔

یہاں میرے سامنے نہیں یہاں زوزن کے پہلو میں آ کر بیٹھو۔

سلطان کے ان الفاظ پر شہاب الدین چونکا وہ شپٹا سا رہا تھا اس کی اس حرکت پر زوزن بھی مسکرا رہی تھی پھر سلطان کے کہنے پر شہاب الدین زوزن کے پہلو میں جب بیٹھ گیا تب سلطان نے وہ سارے حالات تفصیل سے کہہ دیئے تھے جو تھوڑی دیر پہلے زوزن نے سلطان سے کہے تھے۔

ساری تفصیل جان کر شہاب الدین فکرمند ہو گیا تھا اس موقع پر شہاب

الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

شہاب الدین میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گور خان اس قدر بے رحمی اس قدر بربریت سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کیرش کا خاتمہ کرا دے گا شہاب الدین زوزن نے اپنے جن جذبات اور احساسات کا اظہار کیا ہے کیا تم اس سے پہلے زوزن کے ان جذبات سے واقف تھے۔

اس موقع پر شرم کے باعث زوزن کی گردن جھکی ہوئی تھی لمحہ بھر کے لیے بڑے شوق اور دلچسپی میں شہاب الدین نے زوزن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم خدا گواہ ہے میں اس سے پہلے زوزن کے جذبات سے واقف اور آگاہ نہیں تھا یہ اس کی بلند ہمتی اور فراخدلی ہے کہ اس نے اپنی چھوٹی بہن کیرش کی خاطر اپنی محبت سے پسپائی اختیار کی اور ایسا بہت کم لڑکیاں کرتی ہیں۔ سلطان محترم مجھے کیرش کے اس طرح مرنے کا بہت دکھ اور صدمہ ہے جہاں تک زوزن کا تعلق ہے یہ نہ میرے لیے اجنبی ہے نہ ہی نا آشنا اگر یہ میری زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ میری خوش بختی میری خوش نصیبی ہے کہ زوزن......

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں زوزن بول اٹھی تھی۔

جو الفاظ مجھے کہنے چاہیے تھے وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔

یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد زوزن لمحہ بھر کے لیے رکی کچھ سوچا پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم اگر اس موقع پر میں براہ راست امیر شہاب الدین سے کچھ کہوں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔

زوزن کے ان الفاظ پر جہاں خان سلطان کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا وہاں سلطان علاؤالدین بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی تم دونوں ایک دوسرے کو زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے قبول کر چکے ہو اب تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق بنتا ہے اگر تم اس موقع پر شہاب الدین سے کچھ کہنا چاہتی ہو تو میری بیٹی تم اس کا حق رکھتی ہو مجھے یا کسی اور کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن خوش ہو گئی تھی پھر کسی قدر بے تکلفی کا اظہار

کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا قبول کیا جہاں تک عثمان خان کا تعلق ہے میں اس سے پہلے بلکہ آج تک میں نے نہ اسے کبھی دیکھا نہ میری اس سے ملاقات ہوئی نہ شادی یا کسی دوسرے موضوع پر میں نے اس سے گفتگو کی یہ فیصلہ میرے باپ کا تھا میں اس فیصلے کے سامنے چپ اور خاموش رہی اب جبکہ وقت اور حالات ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے وقف کر چکے ہیں تو اس موقع پر میں کچھ کہنا چاہتی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے کسی قدر حیرت اور جستجو میں پوچھ لیا۔

بیٹی شہاب الدین سے شادی کرنے کے لیے کیا تمہاری کوئی شرط ہے۔

ہلکا سا تبسم اس موقع پر زوزن کے چہرے پر نمودار ہوا تھا پھر کہنے لگی۔

سلطان محترم! اسے شرط ہی سمجھ لیجیے اور مجھے امید ہے کہ شہاب الدین میری اس شرط کو قبول کر لیں گے۔

زوزن کے ان الفاظ پر خان سلطان اور شہاب الدین بھی حیرت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے یہاں تک کہ زوزن نے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا رشتہ میری بہن کیرش کے ساتھ طے ہو چکا تھا یہ رشتہ نہ میری ماں نہ میرے باپ نے طے کیا بلکہ ایک طرح سے کیرش کے ساتھ آپ کا رشتہ میں نے ہی طے کر دیا تھا اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جس دن آپ سفیر بن کر میرے باپ کے دربار میں گئے تھے اور آپ نے تیغ زنی کے مقابلے میں بیرہ خان کو چت کیا تھا اسی دن سے میں نے آپ کو پسند کر لیا تھا اور تہیہ کر لیا تھا کہ اگر کبھی حالات نے میرے حق میں کروٹ لی تو میں آپ کو اپنی زندگی کا ساتھی ضرور بناؤں گی لیکن جب میری بہن آپ سے بیزاری اور نفرت کرنے کے باوجود بعد میں آپ کی اسیری میں رہنے کے بعد آپ کی طرف جھک گئی تب میں نے اپنی بہن کے لیے قربانی دی اور پیچھے ہٹ گئی شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں آپ کی زندگی کی ساتھی بنوں

مجھے کیرش کے مرنے کا بے حد دکھ ہے اور زندگی بھر اس کے دکھ کو بھلا نہیں سکوں گی۔

امیر شہاب الدین یہ تو میری بہن کیرش کے ساتھ آپ کا تعلق تھا لیکن کیرش سے بھی پہلے ایک لڑکی کا آپ پر حق ہے اور وہ سدورہ ہے میں یہ بھی جانتی ہوں اور اس کا انکشاف آپ ہی نے مجھ پر کیا تھا کہ سدورہ آپ کو پسند کرتی ہے اور آپ بھی اس میں دلچسپی لیتے رہے ہیں چونکہ سدورہ نے مجھ سے بھی پہلے آپ کو چاہنا شروع کیا تھا لہٰذا وہ میری نسبت بلکہ مجھ سے پہلے آپ کی حق دار ہے اس بنا پر میں چاہوں گی کہ آپ سے میری شادی ہونے سے پہلے آپ کی شادی سدورہ کے ساتھ ہو اس کے بعد میں آپ کی بیوی بنوں گی اگر آپ کو میری اس خواہش کے خلاف کوئی اعتراض ہے تو کہیں۔

زوزن جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے شہاب الدین اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

زوزن یہ تمہاری بڑائی تمہاری فراخدلی ہے کہ تم سدورہ کو اپنے آپ پر ترجیح دے رہی ہوں اگر تم ایسا چاہتی ہو تو میں تمہارے خیالات تمہاری اس شرط پر زندگی بھر فخر کرتا رہوں گا۔

زوزن کی یہ ساری گفتگو سلطان نے بھی بڑے غور سے سنی تھی زوزن جب خاموش ہوگئی تب سلطان بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

زوزن میری بیٹی میں تو پہلے سمجھا تھا کہ تم اس سلسلے میں کوئی کڑی شرط پیش کرو گی لیکن جو شرط تم نے پیش کی ہے میری بیٹی اسے شرط نہیں کہا جا سکتا اسے تو میں قربانی اور فراخدلی کا نام دے سکتا ہوں میری بچی مطمئن رہ جیسا تو چاہ رہی ہے ایسا ہی ہوگا اس وقت ہم سمرقند کے نواح میں ہیں اور دریائے آمو کے اس پار وہ بستیاں بھی قریب ہیں جن میں سدورہ رہتی ہے میں آج ہی کچھ قاصد سدورہ کے باپ حسام الدین کی طرف بھیجتا ہوں شہاب الدین ان قاصدوں کو بتا دے گا کہ سدورہ کے ساتھ اس کے باپ اور بلال بن سلیمان کے علاوہ کس کس کو آنا چاہیے اور قاصد ان پر انکشاف بھی کرے گا کہ میں نے انہیں سمرقند کے نواح میں بلایا ہے اور یہیں سدورہ اور تمہاری شادی ایک ساتھ شہاب الدین کے ساتھ ہوگی اب بولو بیٹی تم کیا کہتی ہو۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن خاموش ہوگئی تھی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم مجھے تو کوئی اعتراض نہیں میرے لیے تو یہ خوشی کا مقام ہے لیکن......

یہاں تک کہتے کہتے شرمانے کے انداز میں زوزن رک گئی تھی اس موقع پر اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا تھا۔

سلطان محترم لیکن کے بعد زوزن شاید یہی کہنا چاہتی تھی کہ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو لہٰذا میں خود ہی کہتا ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے جو فیصلہ ہو رہا ہے یوں جانیں اس میں میری رضامندی شامل ہے۔

★......★

◎◎◎

شہاب الدین کی اس گفتگو سے سلطان اور خان سلطان بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین زوزن بیچاری پریشان اور فکرمند تھی کہ شاید تم اسے اپنی زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے قبول کرتے بھی ہو کہ نہیں اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ میں گفتگو تم سے اس کی غیر موجودگی میں کروں خان سلطان اسے تمہارے خیمے میں لیجانا چاہتی تھی تاکہ اس کی غیر موجودگی میں تم سے گفتگو کروں لیکن اتنی دیر تک تم آ گئے بہرحال جو معاملہ میں زوزن کی غیر موجودگی میں کرنا چاہتا تھا وہ اس کی موجودگی ہی میں انجام کو پہنچ گیا ہے میں سمجھتا ہوں یہ میرے لیے بہت بڑی خوشی کا لمحہ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ کہو کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کہاں تک پہنچی ہے جواب میں شہاب الدین خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! تقریباً سارے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جا چکی ہے اب انہیں خیموں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

اگر یہ بات ہے تو پھر سنو سلطان نے مسکراتے ہوئے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

شام تک تم اپنے خیمے میں نہیں جاؤ گے۔ منصور ترکی کے خیمے میں رہو گے جبکہ خان سلطان زوزن کو ابھی تمہارے خیمے میں لے جائے گی شام تک یہ تمہارے خیمے کی ہر شے سے واقف ہو جائے گی اتنی دیر میں خان سلطان سے کہتا ہوں کہ زوزن کے لیے مختلف لباس اور ضروریات کی دوسری اشیا کا اہتمام کرے اور مغرب کی نماز کے بعد جب تم لوگوں کے نکاح کا اہتمام ہو جائے گا تو تم زوزن کے پاس اپنے خیمے

میں جا سکتے ہوں اب بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس موقع پر زوزن نے بھی دزدیدہ نگاہوں اور کس قدر پرشوق انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا تھا شہاب الدین بھی مسکراتے ہوئے زوزن کی طرف دیکھ رہا تھا پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ میرے لیے آخری ہے اس موقع پر میں بھی آپ سے ایک التماس کرتا ہوں۔

سلطان محترم اب جبکہ عثمان خان اس دنیا میں نہیں ہے کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد خان سلطان کی شادی کا بھی اہتمام کیا جائے۔

اس موقع پر جستجو بھرے انداز میں خان سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھ رہی تھی خود سلطان بھی جستجو بھرے انداز میں بول اٹھا۔

کس کے ساتھ؟

جواب میں شہاب الدین نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا۔

سلطان محترم اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گا کہ منصور ترکی ایک عرصے سے خان سلطان کو پسند کرتا چلا آ رہا ہے آج تک اس نے کبھی کسی سے بھی اس کا اظہار نہیں کیا میرا وہ صرف دوست اور ساتھی سالار ہی نہیں بلکہ بھائی بھی ہے اور اس نے ہمیشہ میری عزت اور میرا احترام اس طرح کیا ہے کہ جیسے میں عمر میں بڑا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے بڑا ہے کیونکہ آپ نے اسے میرے ماتحت کام کرنے کے لیے مقرر کیا تھا اس بنا پر وہ میرا از حد احترام کرتا ہے میں کہتا ہوں اگر آپ پسند کریں تو......

شہاب الدین کو یہاں تک کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ سلطان بول اٹھا۔

شہاب الدین تمہاری حیثیت میری نگاہوں میں بیٹے اور خان سلطان کی نگاہوں میں بھائی کی سی ہے اور یہ بھائی کی طرح تمہیں بے حد پسند بھی کرتی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خان سلطان کی شادی منصور ترکی سے کر دی جائے تو اس سلسلے میں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم اس معاملے میں خان سلطان کی رضا مندی جاننا ضروری ہے۔

اس موقع پر شہاب الدین نے خان سلطان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

خان سلطان میری بہن شادی تو تم نے کہیں کرنی ہے جہاں تک منصور کا

تعلق ہے......

شہاب الدین اپنی بات مکمل ہی نہ کر سکا کہ خان سلطان گردن جھکاتے ہوئے بول اٹھی۔

شہاب الدین آپ مجھے بہن کہتے ہیں اور میں ایک ہر دلعزیز بھائی کی طرح آپ کو چاہتی ہوں اور آپ کو پسند کرتی ہوں میں منصور کو بھی خوب جانتی ہوں ان کے مزاج سے بھی خوب واقف ہوں اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں عدت پوری ہونے کے بعد میں ان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔

خان سلطان کا یہ جواب سن کر شہاب الدین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی شہاب الدین کو خوش ہوتے دیکھ کر زوزن بھی مسکرا رہی تھی اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم مجھے اب اجازت دیں زخمیوں کو ان کے خیموں میں منتقل کرنا ہے۔

سلطان نے شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اسے نشست پر بٹھا دیا تھا پھر کہنے لگا۔

بیٹھو پہلے میری بات سنو اس کے بعد جانا سلطان کے کہنے پر شہاب الدین پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا یہاں تک کہ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

کچھ تیز رفتار قاصد سدورہ کے باپ حسام الدین کی طرف روانہ کرو وہ قاصد میری طرف سے روانہ کرنا سدورہ اس کے باپ اور بلال بن سلیمان کے علاوہ وہاں سے جس کو تم بلانا چاہتے ہو یا حسام الدین اور بلال بن سلیمان اپنے ساتھ جس کو لانا چاہیں اپنے ساتھ لا سکتے ہیں میری طرف سے حسام الدین کو یہ پیغام بھجوا دینا کہ وہ سدورہ کو لے کر یہاں آئے اس لیے کہ یہیں سمرقند کے نواح میں سادگی کے ساتھ تمہاری اور سدورہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا اور اسی وقت زوزن بھی تمہارے نکاح میں دے دی جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اب تم اٹھ کر جاؤ پہلے حسام الدین کی طرف قاصد بھیجو اس کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کے کام میں لگ جانا۔

زوزن کی طرف سے تم بے فکر رہنا جب تک تمہارا اس سے نکاح نہیں ہوتا

میرے بیٹے یہ خان سلطان کے ساتھ رہے گی۔ سدورہ کے آنے کے بعد یہ اور سدورہ دونوں تمہارے خیمے میں منتقل ہو جائیں گی، اب تم جاؤ۔

سلطان کی گفتگو سے مطمئن ہو کر شہاب الدین وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

چند ہی روز بعد حسام الدین بلال بن سلیمان سدورہ سمارا اور ان بستیوں کے کچھ سرکردہ لوگ ایک وفد کی صورت میں سلطان کے پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے سلطان کو جب ان کے آنے کی اطلاع ملی تو شہاب الدین کے علاوہ اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ سلطان نے ان کے بہترین استقبال کا اہتمام کیا حسام الدین بلال بن سلیمان، سمارا اور جو لوگ حسان الدین کے ساتھ آئے تھے سلطان کے کہنے پر ان سب کو سلطان کے خیمے میں لیجایا گیا سب سے پہلے سب کی آؤ بھگت کی گئی اس موقع پر شہاب الدین اور سلطان کے علاوہ دوسرے سالار بھی وہاں موجود تھے پریشانی کے اظہار میں اس موقع پر حسام الدین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم آپ نے ہنگامی حالت میں مجھے میری بیٹی بلال بن سلیمان اور ہمارے ان لوگوں کو یہاں بلایا ہے خیریت تو ہے مجھے یہ تو بتا دیا گیا تھا کہ سمرقند کے نواح میں امیر شہاب الدین سے میری بیٹی سدورہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا لیکن ایسی عجلت کیا کسی خاص وجہ سے ہے ورنہ شادی کا اہتمام خوارزم شہر میں بھی کیا جا سکتا تھا۔

حسام الدین جب خاموش ہوا تب سلطان نے لمحہ بھر کے لیے بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں سدورہ پر جم گئی تھیں یہاں تک کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا،

سدورہ میری بیٹی میں جو کچھ تمہیں کہنے لگا ہوں خصوصیت کے ساتھ تم غور سے سننا حسام الدین بلال بن سلیمان سمارہ تم لوگ بھی جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس پر غور کرنا اگر کسی سلسلے میں تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہو تو بھلا جھجک کہنا کوئی پابندی کوئی قدغن نہیں ہے۔

اس کے بعد سلطان نے بڑے مختصر سے انداز میں کیرش کے مارے جانے کیرش سے پہلے زوزن کے شہاب الدین کو چاہنے اور پھر زوزن کا اسیر ہو کر سلطان کے لشکر میں آنا اور سلطان کا اس کی شادی شہاب الدین سے کر دینے کی خواہش کی ساری تفصیل ان سے کہہ دی تھی۔

تفصیل کہنے کے بعد سلطان کچھ دیر خاموش رہا پھر حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

حسام الدین میں جانتا ہوں سدورہ آپ کی اکلوتی بیٹی ہے اور آپ اس سے بے پناہ محبت بھی کرتے ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس سلسلے میں اگر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بولیں۔

حسام الدین نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

سلطان محترم اس سے پہلے میرے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ گور خان کی ایک بیٹی بھی امیر شہاب الدین کو پسند کرتی ہے اور چاہتی ہے یہ بات براہ راست شہاب الدین نے تو نہیں کہی تھی لیکن شہاب الدین کے ایک چھوٹے لشکری نے یہ بات ہمارے علاقوں میں آپ کے سالار تک پہنچائی تھی جس نے یہ اطلاع بلال بن سلیمان سے کہی اور بلال سلیمان نے میرے کانوں میں ڈال دی تھی۔

سلطان محترم اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس موضوع پر میں نے اپنی بیٹی سے بھی بات کی تھی اسے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ اس کے علاوہ شہاب الدین کیرش سے بھی شادی کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب جبکہ گور خان نے بربریت سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہ نیا انکشاف ہوا ہے کہ کیرش سے پہلے زوزن امیر شہاب الدین کو چاہتی تھی اگر میری بیٹی کے علاوہ زوزن کو بھی شہاب الدین کے نکاح میں دیا جاتا ہے تو سلطان محترم مجھے قطعی کوئی اعتراض نہیں ہاں اس پر میری بیٹی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

اس موقع پر سلطان نے ایک گہری نگاہ سدورہ پر ڈالی جس کی گردن اس وقت جھکی ہوئی تھی پھر آواز دے کر سلطان نے اپنے چوبدار کو بلایا جب وہ خیمے کے دروازے پر آیا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

میری بیٹی خان سلطان کے خیمے میں جاؤ اور وہاں سے خان سلطان اور زوزن دونوں کو بلا کر لاؤ۔

سلطان کا یہ حکم سن کر چوبدار وہاں سے ہٹ گیا تھا اس کے جانے کے بعد سلطان حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں نے اپنی بیٹی خان سلطان اور زوزن دونوں کو بلایا ہے میری بیٹی سدورہ کو وہ اپنے ساتھ لے جائیں گی ساری حقیقت اس پر واضح کریں گی سدورہ زوزن سے بھی مل لے گی تینوں مل کر آپس میں مشورہ کر لیں اس کے بعد جو فیصلہ سدورہ کرے گی وہ بھی ہمارے لیے آخری ہے۔

سلطان کے ان الفاظ سے حسام الدین بلال بن سلیمان دونوں خوش ہو گئے تھے سارا بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی تھوڑی دیر بعد خیمے کے دروازے پر خان سلطان اور زوزن نمودار ہوئی تھیں دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اندر آنے کے لیے کہا پھر سلطان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دائیں جانب میری بیٹی خان سلطان ہے بائیں جانب زوزن ہے اس موقع پر اچانک سدورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف گئی دونوں کے قریب جا کر اس نے اپنا نام بتایا پھر پرجوش انداز میں دونوں سے گلے مل کر گرمجوشی کا اظہار کر رہی تھی اس موقع پر سلطان خان سلطان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دونوں سے مل کر سدورہ علیحدہ ہو گئی پھر خان سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

خان سلطان میری بہن میں یہاں بولتے ہوئے اچھی نہیں لگتی آپ کو سلطان نے اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ مجھے علیحدگی میں لیجا کر مجھ سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا میں زوزن کے ساتھ امیر شہاب الدین کی زندگی کی ساتھی بننے کے لیے تیار ہوں کہ نہیں میری بہن میری طرف سے سلطان سے صاف اور واضح طور پر کہہ دو کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں میں اس سے پہلے کیرش کو بھی اپنی بہن سمجھتے ہوئے اس بات پر تیار تھی کہ ہم دونوں امیر شہاب الدین کی خدمت کریں گی اب یہ میرے لیے بڑے دکھ اور سوگ کا مقام ہے کہ کیرش کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جہاں تک زوزن کے حالات مجھے بتائے گئے ہیں تو میں زوزن پر زندگی بھر فخر کرتی رہوں گی کہ اس نے اپنی بہن کی خاطر اپنی محبت سے ہاتھ کھینچا حالانکہ بہت کم لڑکیاں ایسا کرتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم تینوں کو کہیں علیحدگی میں نہ جانا پڑے میری بہن یہیں سلطان پر انکشاف کر دو کہ زوزن میری بہن ہے جب ہم دونوں کی شادی امیر شہاب الدین سے ہو جائے گی تو ہم انتہائی اتفاق اور یکجہتی کے ساتھ دو بہنوں کی طرح امیر شہاب الدین کے ساتھ رہیں گی اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جب تک سدورہ بڑی رازداری اور دھیمے لہجے میں بولتی رہی خان سلطان مسکراتی رہی زوزن بھی مسکرا رہی تھی اور توصیفی سے انداز میں کبھی خان سلطان اور کبھی سدورہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

سدورہ نے جب اپنی گفتگو ختم کی تب خان سلطان اپنے باپ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ سلطان پہلے ہی بول اٹھا۔

میری بیٹی تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ سدورہ کو اپنے خیمے میں لے جاؤ اور علیحدگی میں لیجا کر......

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ خان سلطان آگے بڑھی سلطان کے پہلو میں بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

بابا آپ کو اب کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے نہ سدورہ کو کہیں لیجانے کی ضرورت ہے سدورہ نے مجھے بتا دیا ہے کہ اگر اسے اور زوزن دونوں کو امیر شہاب الدین کی زندگی کا ساتھی بنایا جاتا ہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس میں اس کی خوشی بھی شامل ہے لہٰذا اب سدورہ کو علیحدگی میں لیجانے کی ضرورت نہیں ہے یہ الفاظ سن کر سلطان کے علاوہ وہاں بیٹھے سب لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پھر سلطان نے اپنے خیمے میں لشکر کے قاضی کو طلب کیا سب کی موجودگی میں سدورہ اور زوزن دونوں کا نکاح شہاب الدین سے پڑھا دیا گیا تھا اس کے بعد ان دونوں کو شہاب الدین کے خیمے میں منتقل کر دیا گیا تھا چند روز مزید سلطان نے سمرقند کے نواح میں قیام کیا اتنے دن تک بلال بن سلیمان حسام الدین سارا اور ساتھ آئے ہوئے لوگوں نے بھی وہیں قیام کیا اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم کا رخ کیا تھا جبکہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی بستیوں کی طرف چلے گئے تھے خوارزم میں سلطان نے داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شہاب الدین کے لیے ایک عمدہ حویلی کا اہتمام کیا اور اس میں شہاب الدین نے زوزن اور سدورہ کے ساتھ رہائش اختیار کر لی تھی دوسری طرف عدت پوری ہونے کے بعد خان سلطان کی شادی منصور ترکی سے بھی کر دی گئی تھی۔

★......★

◎◎◎

خوارزم میں قیام کے دوران سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کو مکمل طور پر آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس سے پہلے اس کے لشکری لگاتار کئی مہموں میں حصہ لیتے رہے تھے۔ اس دوران سلطان نے ہرات کی مہم کی طرف بھی کوئی دھیان نہ دیا تھا جبکہ اس کے دونوں سالار کرتک اور امین الدین ابوبکر دونوں ہرات کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اسی دوران گور خان بڑی تگ و دو اور بڑی تیزی سے اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہا جس قدر لشکر اس کے پاس پہلے ہوا کرتا تھا اب اس نے اپنے لشکر کی تعداد اس سے دوگنی کر لی تھی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس پر لگاتار حملہ آور ہوتے ہوئے اس سے تو سمرقند اور بخارا چھین لیے تھے بلکہ یہی نہیں گورکان کے حامی عثمان خان پر بھی حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس بنا پر گور خان کو علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف سخت غصہ اور غضب تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اپنی شکستوں کا انتقام ہر صورت میں وہ علاؤالدین خوارزم شاہ سے لے کر رہے گا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر اس نے بھرتیاں شروع کر دیں تھیں اور نئے بھرتی کیے جانے والے لشکریوں کی بہترین تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے سالاروں اور لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اس نے ان کے روزینوں میں بھی خوب اضافہ کر دیا تھا اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر گور خان نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جس وقت اس کے لشکری پوری طرح تربیت یافتہ ہو جائیں گے اور جب وہ دیکھے گا کہ اب اپنے نئے لشکر کے ساتھ وہ علاؤالدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانے کے لیے بالکل تیار اور مستعد ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور سب سے پہلے سمرقند کو اپنا ہدف بنائے گا۔

گور خان کا خیال تھا کہ علاؤالدین نے سب سے پہلے ترمذ پر بخارا پھر سمرقند لیا لہٰذا وہ سب سے پہلے سمرقند اس کے بعد بخارا اور اس کے بعد ترمذ علاؤالدین

خوارزم شاہ سے واپس لے گا اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر یہ منصوبہ بندی بھی کر لی تھی کہ جب وہ تینوں شہر علاؤالدین خوارزم شاہ سے لے لے گا پھر خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہو گا اور اس کے بہت سے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرتے ہوئے یہاں اپنے حاکم مقرر کرے گا اس کے علاقوں میں سے کچھ علاقوں میں اپنے سالاروں کو جاگیریں بھی عطا کرے گا۔

دوسری طرف مسلمان مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے اور انہوں نے گور خان کی جنگی تیاریوں اور اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کی ساری خبریں علاؤالدین خوارزم شاہ تک پہنچانی شروع کر دی تھیں یہ صورت حال دیکھتے ہوئے گور خان کا مقابلہ کرنے کے لیے علاؤالدین خوارزم شاہ نے بھی جنگی تیاریوں کا کام کرنا شروع کر دیا تھا ان تیاریوں سے متعلق مؤرخین اپنی رائے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہتے ہیں۔

جب سے ترکان خطا کو سلطان کے خلاف شکست ہوئی تھی اور ماوراءالنہر کے شہر گور خان کے قبضے سے نکل گئے تھے تب سے ہی گور خان جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا کیونکہ وہ نہ صرف اپنے کھوئے ہوئے شہر واپس لینا چاہتا تھا بلکہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ایسا سبق سکھانا چاہتا تھا جسے وہ ساری عمر نہ بھولنے پائے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں لشکریوں کے درمیان جو غدار سالار تھے وہ حرکت میں آئے سب سے پہلے گور خان کا ایک سردار غداری پر اترا نام اس کا کجلک خان تھا مؤرخین لکھتے ہیں کہ گو یہ گور خان کے بہترین سالاروں میں سے تھا لیکن دل سے وہ گور خان کے خلاف تھا اور اس سے نفرت کرتا تھا۔

چنانچہ اسی کجلک خان نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف اپنے کچھ قاصد بھجوائے اور سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ عین جنگ کے موقع پر گور خان کے خلاف بغاوت کھڑی کر دے اور گور خان کے بجائے جنگ کے دوران سلطان کی مدد کرتے تو سلطان اس کی خدمت کے عوض میں اس سے کیا سلوک کرے گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ غدار کجلک خان کے اس نمائندے کو سلطان نے جو جواب دیا تھا وہ اس طرح تھا۔

سلطان نے کہا کہ اگر کجلک خان تن تنہا یعنی اکیلا گور خان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے گور خان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے تو علاؤالدین خوارزم شاہ دریائے بناکمت کا سارا علاقہ اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اور اگر گور خان کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے خود شکست دی اور اس سلسلے میں کجلک نے سلطان کی مدد کی تو اس صورت میں کاشغر اور ختن کے اضلاع تو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی قلم رو میں شامل کر لیے جائیں گے لیکن باقی ماندہ علاقہ کجلک کے حوالے کر دیا جائے گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کجلک سلطان کی اس پیشکش پر خوش ہوا اور اس نے سلطان کے حق میں گور خان کے خلاف بغاوت کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

دوسری طرف مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ انہیں دنوں سلطان کے لشکر میں دو بڑے سرداروں نے غداری کی ان غدار سالاروں میں سے ایک کا نام اسپہبد اور دوسرے کا نام ترتیا تھا یہ اندرونی طور پر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف تھے چنانچہ انہوں نے بھی اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے گور خان سے سودے بازی کی ان کے آدمی گور خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے یہ پیشکش کی کہ جس وقت سلطان علاؤالدین اور گور خان کی جنگ عین اپنے عروج پر آ جائے گی تو ان لشکریوں کے ساتھ جو اس وقت اسپہبد اور ترتیا کے تحت کام کر رہے ہوں گے وہ سلطان علاؤالدین کے لشکر سے نکل کر گور خان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور سلطان علاؤالدین کے خلاف لڑنا شروع کر دیں گے اس طرح سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی شکست اور گور خان کی فتح مندی یقینی ہو جائے گی۔

چنانچہ ان دونوں غداروں نے اپنے قاصدوں کے ذریعے گور خان کے ساتھ سودے بازی کر کے یہ طے پایا کہ عین لڑائی کے دوران یہ دونوں سردار سلطان کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے اسپہبد نے اس غداری کی قیمت میں خراسان کا صوبہ طلب کیا تھا اور ترتیا نے خوارزم کا علاقہ مانگا تھا گور خان کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کے ایک سالار کجلک نے اندر ہی اندر ساز باز کرتے ہوئے اس کے خلاف غداری کی ہے اور سلطان خوارزم شاہ کو پیشکش کی ہے دوسری طرف علاؤالدین خوارزم شاہ کو بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اس کے دو اہم سالاروں نے گور خان کے ساتھ سودے بازی کی ہے اور

عین جنگ کے دوران وہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گور خان کے ساتھ مل جائیں گے۔

اس طرح جہاں گور خان نے اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا تھا وہاں علاؤالدین خوارزم شاہ نے بھی اس کے حملوں کی روک تھام کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔

ایک روز شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار شہاب الدین کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے دونوں اپنے گھوڑوں کو لے کر پہلے اصطبل کی طرف گئے گھوڑوں کو وہاں باندھنے کے بعد جب وہ اصطبل سے نکلے تب انہوں نے دیکھا اصطبل کے سامنے حویلی کا جو کھلا صحن تھا جس میں پھل دار پودے بھی لگے ہوئے تھے حویلی سے نکل کر سدورہ زوزن اور خان سلطان وہاں آن کھڑی ہوئی تھیں۔

ان کی طرف آتے ہوئے سب سے پہلے شہاب الدین نے خان سلطان کو مخاطب کیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

خان سلطان میری بہن ہمیں خبر ہو گئی تھی کہ تم یہاں آئی ہو لہٰذا میں منصور کو اپنے ساتھ ہی یہاں لے آیا ہوں۔

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خان سلطان کہنے لگی۔

امیر محترم اس موقع پر میں آپ کو ایک اچھی بلکہ بہت ہی اچھی خبر سنانے لگی ہوں۔

خان سلطان کے ان الفاظ پر شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر منصور ترکی اپنی بیوی خان سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خان سلطان کوئی اچھی خبر سناتا جواب میں خان سلطان مسکرائی اور کہنے لگی۔

"اچھی خبر یہ ہے کہ امیر شہاب الدین عنقریب دو بچوں کے باپ بننے والے ہیں۔"

خان سلطان کے ان الفاظ پر جہاں سدورہ اور زوزن چہرے جھکا کر مسکرا رہی تھیں وہاں منصور ترکی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اس موقع پر شہاب الدین بھی مسکرا

رہا تھا منصور ترکی آگے بڑھا اور انتہائی بے تکلفانہ انداز میں شہاب الدین کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر شہاب الدین کی پیشانی چومتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بھائی میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ کو دونوں بیٹے عطا فرمائے۔

منصور ترکی جب شہاب الدین سے علیحدہ ہوا تب شہاب الدین بھی بول اٹھا۔

ہمارے پاس بھی آپ لوگوں کے لیے ایک خبر ہے۔

اس پر خان سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اگر آپ ہم تینوں کو یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ کل لشکر یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہے تو یہ خبر میں سدورہ اور زوزن کو پہلے ہی سنا چکی ہوں اس لیے کہ قصر سے مجھے خبر مل گئی تھی کہ لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا اور سمرقند کا رخ کرے گا اس لیے کہ گور خان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے مرکزی شہر سے نکلنے والا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر دوبارہ شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شہاب الدین میرے بھائی ہم تینوں نے آپ سے ایک اجازت بھی لینی ہے آپ دونوں کے آنے سے پہلے میں سدورہ اور زوزن کے ساتھ ایک انتہائی اہم فیصلہ کر رہی تھی اور اس فیصلے پر ہم تینوں متفق بھی ہو چکی ہیں۔

خان سلطان رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ کل جب لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تو لشکر میں، میں زوزن اور سدورہ بھی شامل ہوں گی آپ اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کر جائیے گا ہمارے ساتھ کچھ لشکریوں کو بھیج دیجئے گا ہم سیدھی آگے نکل جائیں گی جب تک آپ ان جنگوں سے فارغ نہیں ہو جاتے میں سدورہ اور زوزن تینوں سدورہ کی حویلی میں قیام کریں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شہاب الدین میرے بھائی ان دنوں زوزن اور سدورہ دونوں کو انتہائی نگہداشت اور خدمت کی ضرورت ہے جو یہاں رہتے ہوئے ان کے لیے ممکن نہیں ہے جب آپ دونوں لشکر میں سمرقند کا رخ کر جائیں گے تو میں ان دونوں کو لے کر سدورہ کی حویلی میں چلی جاؤں گی وہاں سارہ بھی ہے میں اور سارہ دونوں مل کر زوزن اور سدورہ کو سنبھالتی رہیں گی میرے خیال میں اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہونا چاہیے آپ کے جانے کے بعد یہ دونوں بیچاریاں حویلی میں اکیلی رہ کر بڑی کرب خیزی میں آپ کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں گی اگر یہ دونوں یہاں رہ بھی جاتی ہیں تب بھی میں ان کے پاس رہنے کے لیے تیار ہوں لیکن یہاں کی نسبت سدورہ کے ہاں حالت بہتر ہو گی یہاں میں صرف اکیلی ان کی نگہداشت کرنے والی ہوں گی وہاں میرے ساتھ سارہ بھی ہو گی اس طرح ہم دونوں مل کر بہتر انداز میں دونوں کو سنبھال سکیں گی۔

خان سلطان جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

خان سلطان میری بہن جو فیصلہ تم کرو گی وہی ہمارے لیے آخری ہے اگر تم یہ چاہتی ہو کہ تم تینوں لشکر میں ہمارے ساتھ روانہ ہوں گی اور تم تینوں آگے سدورہ کی حویلی کی طرف چلی جاؤ گی تو تمہاری یہ تجویز میری بہن مجھے منظور ہے پر اس وقت غور سے سنو ہم دونوں کو سخت بھوک لگی ہے لہٰذا پہلے تو تم تینوں مل کر کھانے کا اہتمام کرو اس کے بعد کسی موضوع پر بات ہو گی۔

شہاب الدین کے ان الفظ پر خان سلطان ہی نہیں زوزن اور سدورہ بھی خوش ہو گئی تھیں پھر پانچوں حویلی کے اندر داخل ہوئے شہاب الدین اور منصور دونوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے جبکہ زوزن سدورہ اور خان سلطان تینوں بڑی تیزی سے کھانا تیار کرنے لگی تھیں اگلے روز لشکر نے خوارزم سے کوچ کیا تھا شہاب الدین اور منصور تو اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کی کمانداری میں سمرقند کی طرف چلے گئے تھے جبکہ ایک محافظ دستے کے ساتھ سدورہ زوزن اور خان سلطان سیدھا آگے سدورہ کی بستی کا رخ کر رہی تھیں۔

ایک روز حسام الدین بلال بن سلیمان دونوں حسام الدین کی حویلی میں بیٹھے

کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی اس موقع پر بلال بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھا حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے۔

لیکن اٹھنے کے بعد بلال بن سلیمان پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا اس لیے کہ حویلی کے دوسرے کمرے سے سارہ نکلی تھی اور حویلی کے صدر دروازے کی طرف گئی تھی۔

سارہ نے جب حویلی کا دروازہ کھولا تو دروازے پر خان سلطان سدوزہ اور زوزن کو دیکھ کر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی وہ ایسی خوش ہوئی کہ تقریباً خوشی کے اظہار میں چیخ مارتے ہوئے آگے بڑھی اور تینوں سے گلے ملنے لگی تھی۔

اس کے اس طرح خوشی کا اظہار کرنے پر حسام الدین اور بلال بن سلیمان پریشان سے ہو گئے تھے بڑی تیزی سے جب وہ دیوان خانے سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا خان سلطان زوزن اور سدورہ تینوں اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے حویلی میں داخل ہو رہی تھیں تینوں کو وہاں دیکھتے ہوئے حسام الدین اور بلال بن سلیمان کی بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

ہاتھ کے اشارے سے بلال بن سلیمان نے ان تینوں کو حویلی کے صحن میں روک دیا پھر تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری تینوں بیٹیو! یہیں رک جاؤ گھوڑے اصطبل میں لیجانا تمہارا کام نہیں ہے تینوں اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو اتنی دیر تک حسام الدین بھی وہاں پہنچ گیا تھا اور بڑے شفقت آمیز انداز میں وہ تینوں کا استقبال کر رہا تھا۔ اس کے بعد بلال بن سلیمان خود تینوں کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا اس موقع پر خان سلطان کچھ دیر تک سارہ کے کان میں کھسر پھسر کرتی رہی جس کے جواب میں سارہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پھر خان سلطان کو مخاطب کر کے سارہ کہنے لگی۔

میری بیٹی مطمئن رہو میں محترم حسام الدین اور بلال بن سلیمان دونوں کو اس خوشخبری سے مطلع کر دوں گی سارہ کے ان الفاظ سے حسام الدین بھی کچھ کچھ سمجھ گیا تھا اتنی دیر تک بلال سلیمان بھی گھوڑوں کو باندھ کر ادھر آ گیا تھا یہاں تک کہ سارہ پھر بول اٹھی۔

جب تک یہ دونوں ماں نہیں بنتی اس وقت تک یہ یہیں قیام کریں گی میں سمجھتی ہوں ہمارے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کا موقع ہو ہی نہیں سکتا۔

سارہ کے ان کھلے الفاظ پر حسام الدین اور بلال بن سلیمان دونوں خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر سدورہ کو مخاطب کرتے ہوئے سارہ کہنے لگی۔

سدورہ میری پیاری بیٹی تم تینوں تھکی ہاری ہوئی آئی ہو زوزن اور خان سلطان کو لے کر حویلی کے اندر چلو میں سب کے کھانے کا اہتمام کرتی ہوں۔

اس موقع پر زوزن نے سارہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

آپ ہماری ماں کی جگہ ہیں جب تک ہمارا قیام یہاں ہے آپ زیادہ کام نہیں کریں گی بالکل بے فکر رہیں ہم تینوں مل کر کھانا تیار کریں گی اس سلسلے میں آپ کو زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سارہ آگے بڑھی زوزن کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر کہنے لگی۔

خداوند قدوس سب کو تم جیسی بیٹیاں عطا فرمائے پر میری بچی سچ تم دونوں کی حالت ایسی ہے کہ یہاں قیام کے دوران میں تم دونوں کو کام نہیں کرنے دوں گی لہٰذا فی الحال میری بات مانو تینوں جا کر آرام کرو تمہارا کھانا وہیں پہنچ جائے گا اس پر سدورہ نے زوزن اور خان سلطان کے ہاتھ پکڑ لیے تھے اور انہیں حویلی کے سکونتی حصے کی طرف لے گئی تھی جبکہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے دیوان خانے کی طرف چل دیئے تھے جبکہ سارہ مطبخ کا رخ کر رہی تھی۔

★......★

◎◎◎

خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح یلغار کرتا ہوا جس وقت سمرقند کے نواح میں پہنچا تو علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا اس طرح لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے آمنے سامنے ہوئے۔

گور خان کے لشکر کی تعداد سلطان علاؤالدین کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی اور اس بار گور خان بذات خود بڑے خوفناک اور خونخوار انداز میں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے تلا ہوا تھا۔ دونوں لشکر بڑی تیزی سے اپنی ترتیب اور تقسیم درست کرنے لگے تھے۔

سلطان علاؤالدین کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر اور کزتک دونوں کیونکہ ہرات کی طرف گئے ہوئے تھے لہٰذا اس بار سلطان نے اپنے لشکر میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں لشکر کا وسطی حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا اپنی مدد اور اپنی نیابت کے لیے اپنے ماموں امیر ملک کو اپنے ساتھ رکھا لشکر کا دایاں پہلو یعنی میمنہ شہاب الدین بن مسعود کی کمانداری میں دیا گیا تھا اور ایک دوسرے سالار بدرالدین کو اس کا ماتحت رکھا گیا تھا لشکر کا بایاں پہلو یعنی میسرہ منصور ترکی کی کمانداری میں رکھا گیا تھا اور نامور سالار محمد بن علی کو نائب مقرر کیا ہوا تھا۔

اس کے علاوہ اپنے لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ سلطان نے پشتی حصے میں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر بھی چھوڑا تھا۔

دوسری طرف گور خان بھی اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر تیزی سے اپنے لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دے رہا تھا۔

لشکر کی تنظیم درست کرنے کے بعد سلطان علاؤالدین اپنے لشکر کے آگے آیا اس موقع پر شہاب الدین منصور ترکی امیر ملک محمد بن علی بدرالدین اور کچھ دوسرے

چھوٹے سالار اس کے ساتھ تھے۔ ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

عزیزان دیرینہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بار گور خان سمرقند کے نواح میں ہمارے لشکر سے کئی گنا بڑا لشکر لے کر آیا ہے لیکن ہم نے عددی فوقیت کو کوئی اہمیت نہیں دینا جس طرح پہلے گور خان کے لشکریوں پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی کامیابیوں کو یقینی بناتے رہے ہیں ایسے خداوند نے چاہا تو سمرقند کے نواح میں ہم اپنی فتح مندی اور کامرانی کو آخری شکل دیں گے یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اس بار چونکہ گور خان کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے لہٰذا جنگ کے دوران لشکر کے کسی بھی حصے کو دائیں یا بائیں پھیلایا نہیں جائے گا اس طرح ہماری عسکری قوت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا لشکر کے تینوں حصے ایک دوسرے سے جڑ کر اپنی پوری طاقت اور توانائی کے ساتھ گور خان کے لشکر پر ضرب لگائیں گے اور مجھے امید ہے کہ جب تینوں لشکر شانہ بشانہ پہلو بہ پہلو گور خان کے لشکر کے سامنے نا ٹلنے والی آہنی چٹان ثابت ہوں گے تو گور خان اور اس کے لشکریوں کو پہلے کی طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ خاموش ہو گیا اس لیے کہ سامنے گور خان بھی اپنے لشکر کی ترتیب درست کر چکا تھا لہٰذا سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس طرح خود سلطان اور اس کے لشکری دشمن کے ساتھ ٹکرانے کے لیے پوری طرح تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

حملہ آور ہونے کی ابتدا گور خان اور اس کے لشکریوں نے کی اس بار گور خان پورے گھمنڈ میں تھا کہ وہ سلطان کو شکست دے کر اپنی گزشتہ ناکامیوں کا انتقام لے گا لہٰذا اس نے اپنے پورے لشکر کو ایک ساتھ آگے بڑھایا پھر گور خان سلطان علاؤالدین کے لشکر پر ذلت و رسوائی غم اور شقاوت کھڑی کرتا قضا و مرگ کے آتشی حروف جور و استبداد، ظلم و بربریت کی بھٹیاں دہکاتے زہر آلود جذبوں اور شدید ناامیدیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین اور خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں نے

بھی جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر نہیں کی وہ بھی نعرے بلند کرتے ہوئے سینوں میں تلاطم کھڑے کرتے سرخ شعلوں کروٹیں لیتے طوفانوں شعور کی ہر ساعت پر تشنگی کی دھوپ اعصاشکن کر دینے والے آتش و آہن کے سیلاب اور صدیوں کے کھولتے قہر کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سمرقند کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے ہر قدم پر خوف اور وحشت اٹھ کھڑی ہوئی تھی چاروں طرف رقص کرتی موت ہر سانس میں سرزنش کھڑی کر کے ہر دل کو ریزہ ریزہ نظر کو بے بصیرت کر کے ذہنوں کو الجھانے پیشانیوں کو شکن شکن، سینوں میں آتش فشانی اور چہروں پر شہر خاموشاں کا منظر سجانے لگی تھی۔

ہر کوئی آنکھوں میں نادیدہ خشمناکیاں لیے اپنے مخالف کے دامن کو فگار اور دل کو چاک کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا دونوں طرف کے لشکری خوفناک آوازوں میں نعرے بلند کرتے ہوئے ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے ہوئے فضا کی تحریریں رقم کرنے لگے تھے نوحہ کرتے وقت میں زیست کی راہوں میں بڑے بڑے سورما بڑے بڑے شہسوار موت کی گہرائیوں میں گرنے لگے تھے۔

گور خان اور سلطان علاؤالدین دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے لشکر کے کچھ سالار ایک دوسرے کے خلاف غدارانہ معاملہ طے کر چکے ہیں تاہم جہاں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو امید تھی کہ گور خان کا ایک سالار اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر سلطان سے آن ملے گا وہاں گور خان بھی یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ بہت جلد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے دو سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر غداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گور خان سے جا ملیں گے۔

اور پھر ایسا ہی ہوا سب سے پہلے سلطان علاؤالدین کے دو سالار حرکت میں آئے اور ان کے ماتحت جو لشکری کام کر رہے تھے ان کے ساتھ وہ علاؤالدین کے لشکر سے نکل کر گور خان کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے ان سالاروں کی اس غداری سے سلطان علاؤالدین کے لشکر میں ایک افراتفری ہلچل اور بدنظمی پھیلنا شروع ہو گئی تھی اس بدنظمی کی حالت میں گور خان کا سالار بھی گور خان کے لشکر سے نکل کر سلطان کے لشکر کی طرف گیا تھا لیکن سلطان کے لشکریوں کو یہ نہیں پتا چل سکا تھا کہ گور

خان کے لشکری بھی اس کے لشکر میں آئے ہیں وہ تو صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے دو سالار ان کے لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کو لے کر گور خان سے جا ملے ہیں اور اس کارروائی سے جہاں ان کی دل شکنی ہوئی تھی وہاں ان کے حوصلوں ولولوں پر بھی کاری ضرب پڑی تھی۔

دونوں سالاروں کے اس طرح غداری کرنے پر لشکر کی تنظیم بھی پہلی جیسی نہیں رہی تھی صفوں کے اندر برہمی برپا ہونا شروع ہو گئی تھی اس برہمی سے گور خان نے اپنے سالاروں کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ گور خان اور اس کے سالاروں نے حملہ کیا سلطان کا لشکر اس وقت افراتفری کے عالم میں تھا لہٰذا گور خان کے اس زور دار حملے کو برداشت نہ کر سکا جس کے نتیجے میں سلطان کے لشکر کو پسپا ہونا پڑا۔

جونہی سلطان کا لشکر پیچھے ہٹا گور خان اور اس کے سالاروں نے مزید زور ڈالا جس کے نتیجے میں سلطان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس کے لشکری ادھر ادھر بکھر گئے بھاگتے لشکریوں کو منصور ترکی امیر ملک محمد بن علی بدرالدین سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ حالات کی ستم ظریفی کہ اس شکست کے نتیجے میں خود سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کا نامور سالار شہاب الدین بن مسعود دونوں گرفتار ہو گئے تھے۔

مؤرخین وضاحت کے ساتھ اس بات کی توضیح کرتے ہیں کہ اس جنگ کے دوران علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین مسعود دونوں ہی گرفتار ہوئے اور مال غنیمت کے طور پر سلطان اور شہاب الدین مسعود دونوں کو گور خان کے ایک سالار کے سپرد کر دیا گیا تھا تاہم اسے خوش نصیبی کہیے یا گور خان کی بدقسمتی کہ گور خان کو یا اس کے سالاروں میں سے ابھی تک کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے نامور سالار شہاب الدین بن مسعود کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے اور مال غنیمت کے طور پر گور خان کے جس سالار کے حوالے علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کو کیا گیا تھا وہ بھی چونکہ دونوں کو نہیں پہچانتا تھا لہٰذا اسے بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ مال غنیمت میں اس کے حصے میں آنے والوں میں سے ایک خود مسلمانوں کا سلطان دوسرا اس کا نامور سالار شہاب الدین بن مسعود ہیں۔

منصور ترکی امیر ملک اور دیگر شکست خوردہ لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر

خوارزم کی طرف چلے گئے تھے وہاں پہنچ کر جب پتا چلا کہ لشکر کے اندر خود سلطان اور شہاب الدین نہیں ہیں تو سب کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی پہلے خوارزم شاہ میں یہ خبر پھیلی کہ سلطان اور شہاب الدین واپس نہیں آئے لہٰذا شہر کے اندر دو طرح کی آوازیں اٹھنے لگیں پہلے یہ گمان کیا گیا کہ شاید سلطان اور شہاب الدین دونوں جنگ میں کام آ گئے ہیں اور دوسری افواہ یہ بھی اٹھنا شروع ہو گئی کہ شاید وہ دونوں زندہ ہیں اور دشمن کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔

اب خوارزم سے نکل کر یہ ہولناک اور دل شکن خبر دوسرے شہروں اور علاقوں میں بھی پھیلنا شروع ہو گئی تھی تاہم اسے سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین بن مسعود کی خوش قسمتی کہیے کہ یہ خبر ابھی تک گور خان اس کے سالاروں یا لشکریوں میں سے کسی تک نہ پہنچی تھی۔

شہاب الدین بن مسعود کی خوش قسمتی کہ جہاں چند دن پہلے اس کے ہاں زوزن اور سدورہ کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے وہاں بدقسمتی کہ وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا جس وقت یہ جنگ ہوئی اور جنگ کے نتیجے میں علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین گرفتار ہو گئے انہی دنوں دریائے آمو کے کنارے حسام الدین کی بستیوں کے علاوہ اردگرد کی جتنی بھی بستیاں تھیں ان کے اندر شہاب الدین کے دو بیٹوں کی پیدائش پر بہترین خوشیوں کا اظہار کیا گیا تھا بستی کے لوگ کیونکہ شہاب الدین بن مسعود کے ممنون تھے اس لیے انہوں نے اس کے دو بیٹوں کی پیدائش پر ایک طرح سے جشن کا سماں برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

خوشیوں کے دوران ایک روز بلال بن سلیمان اداس اور افسردہ حسام الدین بن فخرالدین کی حویلی میں داخل ہوا اس وقت حسام الدین اپنے اصطبل سے نکل کر صحن کی طرف آ رہا تھا بلال بن سلیمان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے چونکا پھر ابن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن سلیمان میری ہی بستی نہیں میری بستی کے چاروں طرف جو بستیاں ہیں سب میں بچوں کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں آج تیرے چہرے پر نہ خوشی ہے اور نہ ہی مسرت، میں دیکھتا ہوں تو الجھا الجھا پریشان اور فکر مند ہے بتا کیا معاملہ ہے کیا تیرے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے۔

حسام الدین کے اس سوال پر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

حسام الدین یہ خوشیاں تو گزشتہ کئی دنوں سے منائی جا رہی ہیں اور آج ماشاء اللہ زوزن کا بیٹا ایک ماہ کا جبکہ سدورہ کا بیٹا بیس دن کا ہو چکا ہے اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہاں کے لوگ شہاب الدین بن مسعود کے بڑے ممنون اور شکرگزار ہیں اسی بنا پر وہ ابھی تک ان خوشیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں پر حسام الدین میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔

یہاں تک کہتے کہتے بلال بن سلیمان چونک کر رک گیا اس لیے کہ عین اسی لمحہ سامنے والے کمرے سے نکل کر زوزن اور سدورہ دونوں باہر آئیں تھیں اور بلال بن سلیمان کے ادا کیے ہوئے الفاظ بھی انہوں نے سن لیے تھے۔

قبل اس کے کہ حسام الدین بلال بن سلیمان کے ان الفاظ کو کریدتا یا مزید کوئی سوال کرتا زوزن بول اٹھی اور بلال بن سلیمان کو کہنے لگی۔

بلال آپ کیا بری خبر لے کر آئے ہیں دیکھئے دیر نہ کیجئے اگر آپ نے ہمیں یہ خبر نہ بتائی تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ہمارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔

بلال بن سلیمان اس موقع پر بات کا رخ بدلتے ہوئے معاملے کو کسی دوسری سمت لیجانا چاہتا تھا لیکن زوزن پھر بول اٹھی۔

عم بلال آپ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں میری آپ سے گزارش ہے کہ ہم دونوں بہنوں سے کچھ نہ چھپایئے گا ہم پہلے ہی گزشتہ جنگ سے متعلق مختلف خبریں سنتی رہی ہیں اب اس جنگ کو کئی ماہ ہو گئے ہیں اور کوئی بھی ہمیں اس جنگ کے نتیجے سے آگاہ نہیں کرتا۔

زوزن جب خاموش ہوئی تب حسام الدین بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن سلیمان یوں جانو میں پھر سے جوان ہو گیا ہوں پہلے میری ایک بیٹی تھی اب خداوند قدوس نے زوزن کی صورت میں دوسری بیٹی عطا کر دی ہے اور پھر میرے مالک نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ میری دونوں بچیوں کو خدا نے بیٹے عطا کیے ہیں کیا یہ میرے لیے کم خوشی اور طمانیت کی بات ہے میری دونوں بیٹیاں باہمت ہیں اگر تم کوئی بری خبر رکھتے ہو تو بتاؤ رکو نہیں حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔

عین اسی موقع پر سارہ اور خان سلطان بھی دونوں بچوں کو اٹھائے اسی کمرے سے باہر آئیں تھیں بلال بن سلیمان اور حسام الدین کی گفتگو انہوں نے بھی سن لی تھی پھر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

اگر یہ خوفناک خبر مجھ بدبخت ہی سے سنی جانی ہے تو چلو دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں میں تم لوگوں سے اس کی تفصیل کہتا ہوں۔

حسام الدین بلال بن سلیمان کے ساتھ دیوان خانے کی طرف ہو لیا تھا جبکہ خان سلطان زوزن سدورہ سارہ چاروں انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند تھیں پھر سارہ خان سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

خان سلطان میری بیٹی بچے دونوں سوئے ہوئے ہیں آؤ انہیں پالنوں میں ڈال دیں اور پھر دیوان خانے میں بیٹھ کے سنتے ہیں کہ بلال بن سلیمان کیا بری خبر لے کر آئے ہیں۔

خان سلطان نے اس سے اتفاق کیا دونوں مڑیں دونوں بچوں کو انہوں نے پالنوں میں ڈال دیا تھا اس کے بعد وہ سب کے ساتھ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

بلال بن سلیمان نے گلا صاف کیا پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پہلے اس نے گور خان کے ہاتھوں سلطان علاؤالدین کی شکست اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کے نہ ملنے کی خبر کہہ دی تھی۔

یہ خبر سن کر زوزن اور سدورہ دونوں ہلدی ہو کر رہ گئی تھیں۔ پہلے دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ اس موقع پر سارہ اور خان سلطان نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اس کے بعد سارہ نے آگے بڑھ کر سدورہ اور خان سلطان نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر خان سلطان سب کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

ہمیں اس سلسلے میں زیادہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہو سکتا ہے یہ خبر غلط ہو کسی نے اڑائی ہو پھر خان سلطان اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

زوزن اور سدورہ میری دونوں بہنو! یہ خبر اپنے دل پر نہ بٹھا لینا ہو سکتا ہے خبر غلط ہو اس لیے کہ......

یہاں تک کہتے کہتے خان سلطان کو رک جانا پڑا! کیونکہ زوزن دکھ بھری آواز اور غمزدہ لہجے میں بول اٹھی تھی۔

خان سلطان میری بہن اس جنگ کو آج کئی ہفتے ہو گئے ہیں پہلے تو ہماری بدقسمتی کہ کسی نے ہمیں اس جنگ کے نتیجے سے آگاہ نہیں کیا بعد میں اڑتی اڑتی خبریں آئیں کہ ہمارے لشکر نے پسپائی اختیار کی ہے اور آج کئی ہفتے گزرنے کے بعد یہ خبر آ گئی ہے کہ سلطان اور شہاب الدین دونوں کی کچھ خبر نہیں کہاں ہیں اگر وہ کہیں کھو گئے ہیں یا اپنے لشکر سے جدا ہو کر دوسری سمت چلے گئے تھے تب بھی کئی ہفتے گزرنے کے بعد انہیں اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔

اس سے آگے زوزن رک گئی اس لیے کہ سدورہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا پھر روتی ہوئی آواز میں سدورہ کہہ رہی تھی۔

زوزن میری بہن میرا دل کہتا ہے کہ شہاب الدین جہاں کہیں بھی ہیں زندہ اور خوش ہیں اور میرے خداوند نے چاہا تو ایک روز وہ ضرور ہم دونوں سے آ ملیں گے۔

سدورہ کی اس گفتگو سے جہاں زوزن کو کچھ تقویت ہوئی تھی وہاں خان سلطان بھی بول اٹھی۔

زوزن اور سدورہ میری دونوں بہنو! میں نے پہلے بھی کہا اس بات کو دل پر مت لینا ہو سکتا ہے اس پسپائی کی وجہ سے سلطان اور شہاب الدین کسی دوسری سمت نکل گئے ہوں اپنے لشکر کے کچھ دستوں کے ساتھ انہوں نے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر لی ہو میری دونوں بہنو! اللہ نہ کرے اگر وہ دونوں جنگ میں کام آ چکے ہوتے تو پتا چل جاتا اس لیے کہ ہمارا ایک ایک لشکری ان کے ارد گرد تھا یہ خبر چھپی نہ رہتی اور اگر وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں میرے خیال میں تب بھی ابھی تک خبر ہو جاتی کہ دونوں جنگ کے دوران کب اور کس وقت گرفتار ہوئے اور اب انہیں کہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

عم ابن سلیمان! باقی لشکر کے متعلق کیا خبریں ہیں اس پر بلال بن سلیمان دکھ بھرے انداز میں بول پڑا۔

جو خبریں یہاں سلطان کے سالار اغلمش تک پہنچی ہیں ان کے مطابق سمرقند کے نواح میں ہمارے لشکر کو شکست کا سامنا اس لیے کرنا پڑا کہ سلطان کے دو سالاروں نے غداری کرتے ہوئے اپنے ماتحت لشکریوں کے ساتھ سلطان کے لشکر سے نکل کر گور خان کے لشکر میں شمولیت اختیار کر لی تھی جس کی بنا پر سلطان کے لشکر کی تنظیم اور صفیں درہم برہم ہو گئیں اور سلطان کے لشکر کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔

یہ بھی خبریں ہیں کہ بچے کھچے لشکر کو لے کر امیر منصور ترکی سلطان کے ماموں امیر ملک محمد بن علی اور بدر الدین خوارزم پہنچ چکے ہیں اور وہ بھی ابھی تک سلطان اور شہاب الدین کے نہ ملنے کی وجہ سے بڑے پریشان اور فکر مند ہیں۔

اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے خان سلطان بول اٹھی۔

زوزن اور سدورہ میری دونوں بہنو! یہ غم صرف تم دونوں کے لیے نہیں میری طرف بھی دیکھو کیا میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بیٹی نہیں ہوں کیا سلطان کا نہ ملنا میرے لیے تکلیف کا باعث نہیں ہے لیکن میری دونوں بہنو! ہمت رکھو مجھے امید ہے کہ جلد ہی ہم کوئی اچھی خبر سنیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان جب رکی تب کوئی فیصلہ کرتے ہوئے زوزن بول اٹھی تھی۔

عم ابن سلیمان میری آپ سے التماس ہے کہ آپ اغلمش سے مل کر کہیں کہ وہ کسی طریقے سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کہیں سلطان اور شہاب الدین گرفتار تو نہیں ہو گئے اگر ایسا ہوا ہے تو میں اپنے بچے کو یہاں امانت کے طور پر چھوڑ کر اپنے مرکزی شہر اخلاط کا رخ کروں گی حالات میرے حق میں کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں وہاں رہتے ہوئے میں سلطان اور اپنے شوہر شہاب الدین کی رہائی کا کوئی نہ کوئی سامان ضرور کروں گی میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے باپ کے علاوہ میری ماں بھی کیرش کی طرح میرے خلاف ہے لیکن سلطان کے علاوہ اپنے شوہر کی سلامتی کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑے گا۔

زوزن جب خاموش ہوئی تب کوئی فیصلہ کرتے ہوئے سدورہ نے اس کا بازو پکڑ لیا پھر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

زوزن تم میری بہن ہو اور میں اپنی بہن کو کہیں نہیں جانے دوں گی دونوں بہنیں

یہیں رک کر اپنے شوہر کا انتظار کریں گی زوزن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور ہم سے آن ملیں گے اور ایک روز ہم دونوں اپنے بچوں کے ساتھ خوشیوں سے ہمکنار ہوں گی۔

اس موقع پر زوزن نے مسکراتے ہوئے سدورہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

خدا کرے تمہارے یہ الفاظ عملی صورت اختیار کر لیں جس دن ایسا ہوا سدورہ میری بہن میں جانوں گی وہ دن میری زندگی کا سب سے پرمسرت دن ہوگا۔

اس موقع پر حسام الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے بلال بن سلیمان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اس کے بعد وہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

زوزن، سدورہ، خان سلطان میری تینوں بیٹیو! پریشان اور فکر مند نہیں ہونا خداوند قدوس سے بہتری کی امید رکھنی چاہیے میں بلال بن سلیمان کے ساتھ اغلمش کی طرف جاتا ہوں اور اس سے التماس کرتا ہوں کہ کچھ قاصد خوارزم کی طرف روانہ کرے اور اس بری خبر سے متعلق خوارزم سے اطلاعات حاصل کر کے ہمیں اس سے باخبر کرے۔

خان سلطان زوزن سدورہ اور سارہ چاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا اور پھر حسام الدین اور بلال بن سلیمان دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

سلطان اور شہاب الدین دونوں کی گمشدگی کی خبر آگ کی طرح چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گئی تھی یہ خبر جب ہرات پہنچی تو وہاں بھی انقلاب رونما ہو گیا۔ ہرات میں اس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر اور کزتک دونوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا امین الدین ابوبکر بڑا وفادار اور بڑا جاں نثار قسم کا سالار تھا سلطان کی گمشدگی کی خبر جب ہرات پہنچی تو ایک روز جس وقت امین الدین ابوبکر اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کا ساتھی سالار کزتک اس کے خیمے میں داخل ہوا۔

امین الدین ابوبکر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بیٹھنے کے لیے کہا کزتک آگے بڑھ کر بیٹھ گیا پھر امین الدین ابوبکر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان کی گمشدگی کی جو خبر آئی ہے اس کے جواب میں ہمیں کس ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے؟

کزتک کے ان الفاظ کے جواب میں امین الدین ابوبکر نے گھورنے کے

انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

تم کیا کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔

کزتک نے کچھ سوچا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

امین الدین ابوبکر تم بچے نہیں ہو سلطان کی مملکت کے سب سے جہاندیدہ سالار ہو اب جبکہ سلطان کی کچھ خبر نہیں مل رہی تو اس کا ایک ہی نتیجہ ہے کہ سلطان اور اس کے ساتھ شہاب الدین دونوں دشمن کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر یہ جو ہم نے ہرات شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے یہ کس کے لیے ہے؟

یہاں تک کہتے کہتے کزتک کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی طرف گھورنے کے انداز میں امین الدین ابوبکر کہنے لگا۔

ہوش سے کام لو ہم نے یہ جو محاصرہ کر رکھا ہے یہ صرف سلطان کی ذات کے لیے نہیں ہے بلکہ خوارزم شاہی مملکت کے لیے بھی ہے ہم صرف سلطان ہی کے وفادار نہیں بلکہ ہمیں اپنی مملکت کا بھی وفادار اور جانثار رہنا چاہیے۔

ابوبکر جب خاموش ہوا تب کزتک اس کے خیالات کی نفی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امین الدین میں تمہارے خیالات کی مخالفت کرتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ جب سلطان ہی نہیں رہا تو ہمیں یہ تگ و دو کرنے سے کیا فائدہ میری ایک بات اپنے دل پر لکھ رکھو عنقریب خبریں آئیں گی کہ سلطنت کے اندر ایک نہ ختم ہونے والا بحران اٹھ کھڑا ہوا ہے اور سلطنت کے دعویداروں نے سلطنت کی تقسیم کا کام شروع کر دیا ہے قبل اس کے مختلف لوگ اٹھ کر سلطنت کے علاقوں کی چھینا جھپٹی شروع کر دیں کیوں نہ ہم پہلے سے حرکت میں آ کر اپنے اپنے پسندیدہ علاقوں اور شہروں پر قابض ہو جائیں امین الدین جو لشکر میری کمانداری میں ہے میں اسے لے کر یہاں سے ہٹتا ہوں اور جو لشکر تمہاری کمانداری میں کام کر رہا ہے تم بھی اسے لے کر یہاں سے ہٹ جاؤ ہرات کا محاصرہ ترک کرتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد کزتک رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میں بڑی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کر کے آپ کی طرف آیا ہوں جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ کہ میں تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نیشاپور کی طرف جاؤں گا

اور نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر سارے صوبہ خراسان پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لوں گا اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔

کزتک کے ان الفاظ پر امین الدین ابوبکر کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو کیا کسی مملکت کے سالار سے ایسی گفتگو کی توقع کی جا سکتی ہے دیکھو جہاں تک میرا اندازہ ہے مملکت کے اندر کوئی خلفشار نہیں اٹھے گا ابھی سلطان کی اولاد ہے اس کے بھائی ہیں اور پھر جو خبر ہم تک پہنچی ہے اس کے مطابق بڑے سالاروں میں سے منصور ترکی اور سلطان کا ماموں امیر ملک دونوں بچے کھچے لشکر کو لے کر خوارزم پہنچ گئے ہیں۔

اگر تم ہرات کا محاصرہ ترک کر کے چلے جاؤ گے اور نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر بغاوت کا علم کھڑا کرو گے تو یاد رکھنا کیا منصور ترکی اور امیر ملک تمہارے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے یہ سوچ لو وہ دونوں جب تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے تو تم ان دونوں کا مقابلہ کر سکو گے اور کل کو یہ خبر آ گئی کہ سلطان خیریت کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا ہے تو پھر یہ سوچو کہ تمہاری اس غداری، تمہاری اس سازش، اس بغاوت اور سرکشی کا انجام کیا ہو گا۔

اس موقع پر کزتک بڑی ڈھٹائی اور ضد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امین الدین کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو کیا مرے ہوئے لوگ بھی لوٹے ہیں، مجھے تو سلطان کے ساتھ ساتھ اس شہاب الدین مسعود پر بھی رحم آ رہا ہے کہ کوئی سال بھر پہلے ہی اس کی شادی دنیا کی دو حسین ترین لڑکیوں سے ہوئی اور دونوں کو ہی بیوہ کر کے چلتا بنا ہے۔

کزتک کے ان الفاظ کے جواب میں امین الدین نے کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

ہوش سے کام لو تم آپے سے باہر نکلتے جا رہے ہو اپنی حدود کو نہ پھلانگو شہاب الدین وہ ہے جس کا ہماری ساری مملکت میں احترام سے نام لیا جاتا ہے تم سلطان کے اچھے سالاروں میں شامل ہو تمہاری طرف سے اس طرح کے ردعمل کی امید نہیں کی جا سکتی۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر رکا پھر پہلے کی نسبت زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو تم نے بغاوت اور سرکشی کا ارادہ کر رکھا ہے اس سے باز رہو نیشا پور پہنچ کر تم اپنے آپ کو خراسان کا حاکم ظاہر کر لو گے تو یاد رکھنا میں پہلے سے تمہیں بتائے دیتا ہوں تم اپنے پاؤں نہیں جی سکو گے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اگر تم بغاوت اور سرکشی پر اترو گے تو میں تم سے بھڑ جاؤں گا اس لیے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اس طرح دونوں طرف کے مسلمان ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور میں مسلمانوں کا قتل عام نہیں چاہتا میں عمر سے تم سے بڑا ہوں میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے باپ کے دور میں بھی جاں فشانی کے ساتھ ان کا ساتھ دیتا رہا ہوں اور جس وقت سلطان کے باپ کے حالات بُرے تھے ان دنوں بھی میں نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا آج پہلی بار سلطان کی گمشدگی کی خبریں آئیں ہیں تو تم نے ایک دم اپنی وفاداری تبدیل کر کے بغاوت اور سرکشی کا ارادہ کیا ہے اگر تم اسے اپنا آخری فیصلہ سمجھ چکے ہو تو پھر اس پر عمل کر گزرو لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ایک دن تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ سلطان نہ سہی دوسری قوت اگر تمہارے خلاف حرکت میں آئے گی تو یاد رکھنا تمہیں اپنی جان بچانے کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔

امین الدین ابوبکر جب خاموش ہو تب کزتک پہلے کی طرح ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا۔

امین الدین ابوبکر کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو سلطان کی گمشدگی کے بعد عنقریب تم خبریں سنو گے کہ مملکت کے اندر انتشار اور خلفشار برپا ہو گیا ہے مختلف علاقوں کے حاکموں نے خود مختاری کا اعلان کرتے ہوئے اپنی اپنی مملکت قائم کر لی ہے میرے عزیز قبل اس کے کہ وہ وقت آئے اور مختلف شہروں کے حاکم اور عامل اپنی اپنی مملکت قائم کریں ہم کیوں پیچھے رہیں اس وقت خراسان کا صوبہ آمدنی کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے اور پھر میں بڑی آسانی سے اس پر قبضہ کر کے نیشا پور کو اپنا مرکزی شہر قرار دے کر اس پر حکومت کر سکتا ہوں جو لشکر اس وقت میرے ساتھ ہے اسے لے کر نیشا پور جاؤں گا وہاں سے مزید لشکری بھرتی کروں گا ان کی تربیت کو آخری شکل دیتے ہوئے ایک بڑی عسکری قوت تیار کر کے اپنے علاقوں کا دفاع کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔

امین الدین نے پھر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں اس قابل نہیں کہ تمہارے خلاف کوئی انتقامی یا عسکری کارروائی کروں میں تمہیں سمجھا چکا ہوں اور سمجھا ہی سکتا ہوں ایک بار میں پھر تم سے کہتا ہوں جو راستہ تم اپنانے والے ہو اس میں نا صرف تمہیں کرب خیزیوں اور عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ یہ راستہ اختیار کرتے ہوئے بعد میں پچھتاؤ گے میں آخری بار تمہیں کہتا ہوں کہ اپنا یہ ارادہ ترک کر دو۔ اس لیے کہ سلطان کے گمشدہ ہونے پر ہمیں اس طرح بے راہ روی تو اختیار نہیں کرنی چاہیے میرے عزیز اور چھوٹے بھائی ہم سالار ہیں صرف سلطان ہی کے نہیں اپنی پوری مملکت کے وفادار ہیں اور اس کی حفاظت اور بقاء کے ذمہ دار ہیں۔

کزتک نے امین الدین ابوبکر کا کہا ماننے سے انکار کر دیا اس کے خیمے سے نکل گیا اسی روز وہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ہرات کے نواح سے کوچ کر گیا نیشا پور پہنچا وہاں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اس طرح اس نے سارے صوبہ خراسان پر قبضہ کر لیا تھا ساتھ ہی بڑی تیزی سے وہ اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا۔

❁❁❁

انہی دنوں سلطان کی مملکت میں حالات مزید خراب ہوئے جہاں کزتک نے بغاوت کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا وہاں سلطان کا بھائی تاج الدین بھی حرکت میں آیا جب اسے سلطان کی شکست اور سلطان کی گمشدگی کا علم ہوا تو اس نے خود کو سلطان کا جائز وارث ٹھہرا کر سلطان کی غیر موجودگی میں ایک طرح سے خود سلطان کا دعویدار ہوتے ہوئے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کو گور خان کے جس سالار کے حوالے مال غنیمت کے طور کیا گیا تھا اس کے پاس سلطان اور شہاب الدین دونوں ایک طرح سے غلامانہ زندگی بسر کرنے لگے تھے ایک روز جبکہ وہ سالار کسی کام کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا تب کچھ سوچتے ہوئے شہاب الدین اپنے سامنے زمین کے ننگے فرش پر بیٹھے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم گزشتہ شب کافی سوچ بچار کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے ہو سکتا ہے میرے فیصلے سے آپ اتفاق نہ کریں بلکہ الٹا مجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن اس فیصلے سے کم از کم یہاں رہتے ہوئے ہم دونوں قتل ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

سلطان نے اس موقع پر چونکنے کے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی شفقت اور محبت میں کہنے لگا۔

ابن مسعود مجھ سے ایسی گفتگو نہ کیا کرتم جانتے ہو تمہاری حیثیت میرے بیٹے کی سی ہے اور میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانتا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو فیصلہ تم کرو گے وہ میری بہتری اور بھلائی کے لیے ہی ہوگا۔

سلطان کے ان لفاظ سے شہاب الدین کو کچھ حوصلہ ہوا تھا لہٰذا کچھ سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

سلطان محترم گور خان کے جس سالار کے حوالے ہمیں غلام کی حیثیت سے کیا گیا ہے ہماری خوش قسمتی کہ وہ ہم دونوں کو نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے اس کے باوجود صورت حال ہمارے حق میں اتنی نازک ہے اگر کسی کو ہم پر شبہ بھی پڑ گیا تو پھر ہم دونوں کی تکہ بوٹی کر دی جائے گی۔

سلطان محترم اس صورت حال سے بچنے کے لیے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے اور حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اگر ہم اس پر کامیابی سے عمل کرتے رہیں تو ہوسکتا ہے آنے والے دور میں ہماری رہائی کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔

جو تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ مجھے آقا سمجھیں اور لوگوں کے سامنے میرے ساتھ آپ کا رویہ ایسا ہونا چاہیے جیسا ایک وفادار ملازم آقا کے ساتھ کرتا ہے تاکہ یہاں قیام کے دوران کسی کے دماغ میں یہ خیال نہ ہونے پائے کہ آپ سلطان ہیں۔

شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم یہ ایک مجبوری ہے ورنہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں ایسا فیصلہ کر سکتا ہوں۔

سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

ابن مسعود میرے بیٹے میں موت سے نہیں ڈرتا خداوند قدوس نے اگر میری موت ان لوگوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا لیکن میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ہم جہاں دونوں باہر نکلنے سے گریز کر رہے ہیں وہاں

اس تجویز پر ہی عمل کریں گے اس طرح میری شناخت بھی چھپی رہے گی اور سلطان کی حیثیت سے میرے متعلق کوئی جان نہیں سکے گا اس طرح ہم دونوں گمشدگی کی حالت میں یہاں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہیں گے ہوسکتا ہے قدرت کسی موقع پر ہمارے حق میں کروٹ لے اور ہماری رہائی کا کوئی سامان کر دے۔

سلطان کے اتفاق کرنے پر شہاب الدین خوش ہوگیا تھا پھر وہاں قیام کے دوران سلطان اپنے آپ کو غلام اور شہاب الدین کو اپنا آقا سمجھنے لگا تھا۔

دوسری طرف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان نے ہر چند سلطان علاؤالدین سے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا تھا لیکن سلطان اور شہاب الدین دونوں کی خوش قسمتی کہ گور خان کو سلطان کے انجام کا ابھی تک کوئی علم نہ تھا وہ اسی خوشی میں پھولا نہیں سما رہا تھا کہ اس نے سلطان علاؤالدین کے ہاتھوں شکستوں سے اسے جو ندامت اٹھانا پڑی تھی اس کی بہتر طریقے سے تلافی کر لی ہے اور اس سے آگے مزید وہ کچھ چاہتا بھی نہیں تھا۔

پورے ایک ماہ تک اپنے لشکر کے ساتھ اس نے سمرقند کے نواح میں قیام کیے رکھا اس دوران اس نے سمرقند پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش نہ کی اس لیے کہ سمرقند میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ایک لشکر موجود تھا جو دفاع کر رہا ہے گزشتہ جنگ کے دوران جہاں سلطان کا نقصان ہوا تھا وہاں گور خان کے لشکر کی بھی خاصی تعداد کام آ گئی تھی لہٰذا اپنے لشکر کا ایک حصہ تو گور خان نے سمرقند کے نواح ہی میں چھوڑا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف چلا گیا تھا تاکہ جنگ کی مزید تیاریاں کرے اس کے بعد حرکت میں آتے ہوئے ماضی میں جو علاقے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس سے چھینے تھے وہ واپس لینے کی کوشش کرے۔

اس طرح گور خان تو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا جبکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود دونوں گور خان کے سالار کے غلام کی حیثیت سے سمرقند کے نواح میں ایک خیمے کے اندر غلامانہ زندگی بسر کرنے لگے یوں دن پر دن گزرنے لگے تھے۔

★ ...... ★

◎◎◎

گور خان کے سالار کے پاس سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین دونوں غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان دونوں کی اس غلامانہ زندگی کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں۔

''ابن مسعود نے آقا کے اور سلطان نے بطور ملازم کے اپنا اپنا کردار انتہائی خوبی سے ادا کیا تھا''

دراصل شہاب الدین بن مسعود یہ سارا کھیل ایک سوچی سمجھی تدبیر اور پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے تحت کر رہا تھا جسے اس طرح آقا اور غلام کا کھیل چند دن کھیلا گیا اور شہاب الدین بطور آقا اور سلطان بطور غلام کے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ دن گزار رہے تھے گور خان کا وہ سالار جس کے وہ دونوں غلام بنائے گئے تھے ایک دن شہاب الدین بن مسعود کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں دیکھتا ہوں تمہارا ساتھی قیدی تمہارا اتنا احترام کرتا ہے کہ میں دنگ رہ جاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔

شہاب الدین شاید یہی چاہتا تھا جب گور خان کے سالار نے یہ سوال کیا تب وہ کہنے لگا۔

گور خان کے عظیم سالار میں سلطان علاؤالدین خوارزم کے قابل اعتماد سالاروں میں سے ہوں اور یہ شخص جو میرا احترام کرتا ہے یہ میرا ملازم اور خادم ہے اور ملازم اور خادم کو آقا کی تکریم اور تعظیم کرنا ہی پڑتی ہے میں خود بھی اس سلسلے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا تھا پر ایک جھجک تھی جس کی بنا پر میں رکا رہا ورنہ میرے پاس آپ کے ایک فائدے کی بات ہے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر گور خان کا سالار چونکا تھا پھر کہنے لگا۔

تمہارے پاس میرے فائدے کی کیا بات ہے اس پر شہاب الدین جھٹ

سے بول پڑا۔

بات یہ ہے کہ ہم دونوں کو تمہارے حوالے مال غنیمت کے طور پر کیا گیا ہے اور تم ہمیں بیچ کر کچھ رقم حاصل کر سکتے ہو اس سے زیادہ تمہیں ہماری طرف سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا جس قدر رقم تمہیں ہم دونوں کے بیچنے سے مل سکتی ہے اگر میں تمہیں اس سے دس گنا زیادہ رقم دلا دوں تو کیا تم میرا کہا نہیں مانو گے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر گور خان کے سالار کی باچھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں بے حد متاثر ہوا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دس گنا تو بہت دور کی بات ہے تم مجھے پانچ گنا زائد رقم بھی دے دو تو جو تم کہو گے جو معاملہ میرے ساتھ طے کرو گے وہ مجھے منظور ہوگا۔

شہاب الدین نے جب دیکھا کہ گور خان کا سالار اس کے پھندے میں آ رہا ہے تو بڑی نرمی میں کہنے لگا۔

اگر تم میرے اس ملازم کو اپنی قید تے نکل کر مسلمانوں کے مرکزی شہر خوارزم جانے کی اجازت دے دو تو اس سے تمہیں دو فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ میرا یہ ملازم خوارزم جا کر اپنا اور میرا زر فدیہ لے آئے گا فدیے کی یہ رقم اتنی زائد ہوگی کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے ہو اس طرح تمہیں ایک خاصی بڑی رقم دے کر ہم اس قید سے رہائی پا سکیں گے۔

دوسرا فائدہ جو اس سلسلے میں ہوگا وہ یہ کہ میرے رشتہ داروں کو میری زندگی کی خبر مل جائے گی کہ میں مرا نہیں زندہ ہوں ورنہ کچھ عرصہ تک میری واپسی کا انتظار کریں گے لیکن جب انہیں کہیں سے بھی میری زندگی کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی تو وہ مجھے مردہ سمجھ کر میری جائیداد کو تقسیم کر لیں گے اس طرح تم زر فدیہ سے محروم ہو جاؤ گے اور میں اور میرا یہ ملازم ہمیشہ کے لیے تمہارے دروازے پر پڑے رہ جائیں گے۔

اس موقع پر گور خان کے سالار نے گھورنے کے انداز میں اور بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اس سلسلے میں کوئی دھوکہ اور فریب تو نہیں ہوگا۔

شہاب الدین نے بھی تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کیسا دھوکہ کیسا فریب میرا ملازم جا رہا ہے میں خود نہیں جا رہا اگر میں خود جاتا تو تم شک کر سکتے تھے کہ شاید میں اپنے خادم کو تمہارے سپرد کر کے اور اس کی جان کو خطرے میں ڈال کر خود اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہا ہوں لیکن میں ایسا تو نہیں کر رہا میں تو صرف اپنے ملازم کو بھیج رہا ہوں خود تمہارے پاس رہوں گا اور جب مطلوبہ رقم میرا خادم لیکر یہاں پہنچ جائیگا تو پھر میں اور میرا خادم دونوں واپس چلے جائیں گے۔

گور خان کا سالار چند لمحے مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

مجھے تمہاری یہ پیشکش قبول ہے اس پر عمل کرنے سے پہلے اپنے خادم سے بات کر لو وہ اس کے لیے تیار بھی ہوتا ہے کہ نہیں شہاب الدین نے چھاتی تان کر کہنا شروع کیا غلام کو آمادہ کرنا میرا کام ہے تمہارا نہیں وہ میرا خادم ہے اور میرا ہر کہا ماننے والا ہے لیکن اس سلسلے میں میری ایک شرط ہے۔

گور خان کا سالار چونکا اور پوچھا۔

کیسی شرط؟

شرط یہ ہے کہ میرا ملازم اگر یہاں سے اکیلا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے تمہارے لشکریوں میں سے کوئی اسے پکڑ کر قتل کر دے یا اپنا غلام بنا کر اسے کہیں بیچ ڈالے یا زر فدیہ اس سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اس سلسلے میں اگر تم اپنے دو لشکری میرے اس غلام کے ساتھ کر دو تو وہ محافظ کے طور پر اس کے ساتھ رہیں گے خوارزم شہر اس کے ساتھ جائیں گے اور پھر جب میرا خادم نقدی لے کر آئے گا تب بھی تمہارے بھیجے ہوئے دونوں لشکری نہ صرف اس کی حفاظت کریں گے بلکہ وہ جو بھاری رقم لے کر آئے گا اس کی بھی حفاظت کر سکیں گے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر خطا کے ترکوں کے سالار کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی کہنے لگا۔

تم نے کیا خوب بات کی ہے یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہ آئی اگر تمہارا خادم اکیلا جاتا ہے تو واقعی کوئی نہ کوئی اسے پکڑ کر اپنا قیدی بنا سکتا ہے اور پھر جب وہ رقم لے کر آئے گا تب بھی اتنی بڑی رقم لے کر اس کا اکیلا آنا خطرے سے خالی نہیں کوئی بھی اس پر حملہ آور ہو کر رقم چھین سکتا ہے جب میرے لشکری اس کے ساتھ ہوں گے تو

کم از کم ہماری سپاہ میں کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا تم نے بڑی اچھی تجویز پیش کی ہے دو لشکری تو کیا میں اس کے ساتھ تین لشکری بھیجنے کے لیے تیار ہوں میں ابھی لشکریوں کا اہتمام کرتا ہوں تم ذرا اپنے خادم سے بات کر لو اتنی دیر تک میں اس کے ساتھ جانے کے لیے تین مسلح جوان تیار کرتا ہوں تا کہ یہ معاملہ جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے۔

وہ سالار جب شہاب الدین کے پاس سے ہٹ گیا پھر شہاب الدین اس جگہ آیا جہاں سلطان بیٹھا ہوا تھا شہاب الدین کے چہرے پر مسکراہٹ اور نیا سکون تھا اسے دیکھتے ہی سلطان بول اٹھا۔

شہاب الدین میرے بیٹے آج تم معمول کے خلاف خوش اور پر سکون دکھائی دے رہے ہو کیا ہمارے حق میں کوئی اچھی خبر آ گئی ہے۔

شہاب الدین آگے بڑھ کر سلطان کے سامنے بیٹھ گیا پھر بڑی راز داری سے وہ ساری گفتگو سلطان سے کہہ دی تھی جو تھوڑی دیر پہلے گور خان کے سالار سے ہوئی تھی۔

ساری گفتگو سن کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ گہری سوچوں میں ڈوبا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

شہاب الدین تمہاری یہ تجویز قابل عمل نہیں اور میں اس سالار کے ان محافظوں کے ساتھ خوارزم جانے کے لیے تیار نہیں اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کا مطلب ہے میں تمہیں دشمن کے حوالے کر کے خود یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچانا چاہتا ہوں اور ایسا کرنا میرے لیے عار ہے اور ایسا میں کروں گا بھی نہیں۔

اس موقع پر شہاب الدین نے بڑے غور سے علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھا پھر بڑی عقیدت میں کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ کا خوارزم جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے اگر چند دن مزید آپ کی خبر کسی کو نہ ملی تو یاد رکھیے گا ہماری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے آپ کے عزیز و اقارب اپنا اپنا حصہ مانگیں گے جن سالاروں کے دلوں میں لالچ ہے وہ مختلف حصوں پر قابض ہو کر اپنی اپنی حکومت کا اعلان کرتے چلے جائیں گے اس طرح کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح سلطنت کے حصے ادھر ادھر بکھر جائیں گے اور کم از کم میں ایسا

نہیں چاہتا۔

سلطان محترم! جہاں تک میری زندگی کا تعلق ہے اگر میں یہاں اکیلا ہوتا تو کب کا بھاگ گیا ہوتا مجھے صرف آپ کی فکر ہے آپ جب خطا کے ترکوں کے محافظوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گئے تو پھر میرے لیے یہاں سے اپنی جان چھڑا کر بھاگنا آسان ہو جائے گا آج میں ایک نئی بات بھی دیکھ کر آیا ہوں آپ کا گھوڑا تو مجھے کہیں نظر نہیں آیا لیکن میرا گھوڑا اسی سالار کے پاس ہے میں جب ذرا فاصلے سے گزرا تو میرا گھوڑا مجھے دیکھ کر ہنہنایا تھا جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ آپ خوارزم پہنچ گئے ہیں تو پھر میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا اس سلسلے میں اپنے گھوڑے کو استعمال کروں گا مجھے امید ہے کہ میں باحفاظت آپ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم میں نے کبھی آج تک آپ سے کچھ نہیں مانگا آج میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیے انکار نہ کیجئے گا آپ کو محفوظ کرنے کے بعد میں یہاں زیادہ عرصہ رکوں گا نہیں یہاں سے بھاگنے والی بات کروں گا جس وقت آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے چند دن کا وقفہ ڈال کر میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا وقفہ اتنے دنوں کا ڈالوں گا جس سے مجھے یقین ہو جائے کہ آپ خوارزم پہنچ گئے ہیں اس کے بعد میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا سلطان محترم یہاں سے بھاگنے اور اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں لگے گا پھر اگر کسی موقع پر میری اور آپ کی اصلیت ان لوگوں پر ظاہر ہو گئی تو یاد رکھیے گا ہم انہیں کتنا بھی زرِ فدیہ دے دیں یہ ہم دونوں کو چھوڑیں گے نہیں گردنیں کاٹ کر رہیں گے لہٰذا میں پھر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے رضامند ہو جائیے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا ہی تھا کہ وہ سالار آ گیا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو تجویز میرے اور تمہارے درمیان طے ہوئی ہے کیا تمہارا غلام اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہے۔

اس پر شہاب الدین فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہوا جھٹ سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بالکل تیار ہے۔

اس سالار نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

اس کے ساتھ جانے کے لیے میں نے تین محافظ تیار کر دیئے ہیں وہ اپنے گھوڑوں پر سوار خیمے سے باہر کھڑے ہیں ان کے ساتھ ایک فالتو گھوڑا بھی ہے جس کے اوپر تمہارا خادم بیٹھ کر جائے گا۔

اس موقع پر سلطان اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا معاملے کی نزاکت کو وہ سمجھ گیا تھا شہاب الدین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سلطان سے التجا کی جس پر سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا شہاب الدین کو آنکھ کا اشارہ بھی دیا جس پر شہاب الدین اپنی جگہ پر مطمئن ہو گیا تھا اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنی جگہ سے اٹھا سب سے پہلے اس نے غلامانہ سے انداز میں شہاب الدین کا شکریہ ادا کیا پھر گور خان کے سالار کا بھی شکریہ ادا کیا پھر خیمے سے نکلا جو فالتو گھوڑا تھا اس پر سوار ہوا پھر ان تین مسلح جوانوں کے ساتھ سلطان سمرقند کے نواح سے اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی غیر متوقع واپسی سے اس کی تمام مملکت میں خوشیاں منائی جانے لگی تھیں لوگوں کی طمانیت اور ان کے سکون کی کوئی انتہا نہ تھی لوگ سلطان کو مردہ سمجھ رہے تھے لیکن اس کی واپسی پر لوگ بے پناہ خوشی اور تحفظ اور سکون محسوس کر رہے تھے اب دو آدمیوں کی کم بختی آنے والی تھی ایک کزلک جس نے نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر خراسان کا حاکم ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور دوسرا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا بھائی ساج الدین جس نے سلطان کی غیر موجودگی میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرا دیا تھا۔

ان دونوں سے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

سلطان کی اس واپسی سے کزلک اور تاج الدین کی حالت بری اور ابتر تھی سلطان کی سخت گیری سے دونوں واقف تھے چنانچہ جب انہیں خبر ہوئی کہ سلطان زندہ ہے اور وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ گیا ہے تب کزلک تو بھاگ کر اپنی جان بچانے

کے لیے عراق چلا گیا جبکہ سلطان کا بھائی تاج الدین سلطان شہاب الدین غوری کے بھتیجے غیاث الدین محمود کی طرف بھاگ گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

چند دن کے وقفے کے بعد جب شہاب الدین کو یقین ہو گیا کہ گور خان کے سالار کے مسلح جوانوں کے ساتھ سلطان اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ گیا ہو گا تب اس نے بھی غلامی کی اس زندگی سے بھاگ نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک روز جبکہ پڑاؤ کے اندر ہر کوئی گہری نیند سویا ہوا تھا شہاب الدین خیمے سے نکلا اس چھپر کی طرف گیا جس کے نیچے اس سالار کے گھوڑے باندھے جاتے تھے اس لیے کہ اس کا اپنا گھوڑا بھی وہیں باندھا جاتا تھا خیموں کی اوٹ لیتے ہوئے شہاب الدین چھپر نما اس خیمے میں داخل ہوا اندھیرا ہونے کے باوجود اسے اپنا گھوڑا تلاش کرنے میں دقت پیش نہ آئی اس لیے کہ جونہی وہ اصطبل میں داخل ہوا اس کا گھوڑا اسے دیکھتے ہی نتھنے پھڑ پھڑانے اور ہنہنانے لگا تھا۔

شہاب الدین نے آگے بڑھ کر اس کی گردن تھپتھپائی اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تب گھوڑا اپنا منہ شہاب الدین کی چھاتی سے رگڑنے لگا تھا یہ اس کے پیار اس کی اپنائیت کا ایک انداز تھا۔

اب شہاب الدین بڑی تیزی سے حرکت میں آ گیا قریب ہی پڑی ہوئی زینوں میں سے ایک زین اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالی اس کا تنگ کسا گھوڑے کو اس نے دھانا چڑھایا پھر زینوں کے قریب ایک کونے کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر تبسم بکھر گیا تھا کچھ کمانیں اور تیروں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے ایک کڑی اور مضبوط کمان لے کر شہاب الدین نے اپنے کندھے پر ڈالی ایک ترکش میں خاصے تیر بھرے دوبارہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا کمان اس نے گھوڑے کی زین سے لٹکا دی ابھی وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل سے نکلنے ہی والا تھا کہ قریبی خیموں کے قریب سے کسی کی آواز سنائی دی۔

کوئی گور خان کے اس سالا کو جس کے سلطان اور شہاب الدین غلام تھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

تمہارے حصے میں آنے والے مسلمان قیدی عام لشکری نہیں ہیں ہماری

بدقسمتی کہ ہم انہیں پہچان نہیں سکے ان میں سے ایک مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور دوسرا مسلمانوں کا وہ سالار ہے نام جس کا شہاب الدین بن مسعود ہے جس نے گزشتہ جنگوں میں ہمارے لشکریوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا تھا اس نے ہمارے بادشاہ کے دو بھتیجوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا تھا ان میں سے جو بڑی عمر کا ہے وہ علاؤالدین خوارزم شاہ ہے اور جو جوان ہے وہ شہاب الدین بن مسعود ہے یہ خبر ابھی ابھی ہمارے مخبر لائے ہیں۔

جواب میں شہاب الدین کو اسی سالار کی آواز سنائی دی جس کا وہ غلام بنایا گیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہوں جو جوان تھا وہ تو آقا اور جو بڑی عمر کا تھا وہ اس کا خادم اور غلام تھا جہاں تک غلام کا تعلق ہے تو اسے میں نے زرفدیہ لینے کے لیے بھیج دیا ہے لیکن جو اپنے آپ کو آقا اور مالک کہا کرتا تھا وہ میرے پاس ہی ہے آؤ سب اس کی طرف چلتے ہیں اور اس سے حقیقت حال معلوم کرتے ہیں۔

یہ صورتحال شہاب الدین کے لیے انتہا درجہ کی خطرناک تھی وہ اصطبل کے اندر دبک گیا تھا اس لیے کہ جو لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور اصطبل کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس خیمے کی طرف جا رہے تھے جس خیمے میں سلطان اور شہاب الدین کی رہائش تھی۔

جونہی وہ تھوڑا سا آگے گئے شہاب الدین برق کی تیزی سے حرکت میں آیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اسے اصطبل سے نکالا اور پھر سمت کا تعین کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو اس نے دریائے آمو کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اتنے میں کوئی چیخ چیخ کر پکارنے لگا وہ خیمے میں نہیں ہے۔ وہ ابھی ابھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں سے بھاگا ہے پکڑو اس کا تعاقب کرو۔

اس پر وہ سالار اور جس قدر مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر سوار تھے سب شہاب الدین کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے تھے شہاب الدین بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنی جان بچانے کے لیے دریائے آمو کا رخ کر رہا تھا رات کی تاریکی میں وہ یہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے دریائے آمو کے کس گھاٹ کا رخ کرنا چاہیے اس کے سامنے جو مدعا تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اسے دریائے آمو تک پہنچنا چاہیے تعاقب کرنے

والے جن میں وہ سالار بھی شامل تھا جس کے حصے میں سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین آئے تھے بڑی تیزی سے شہاب الدین کے تعاقب میں تھے انہوں نے رات کی تاریکی میں چند بار تیز تیر اندازی کرتے ہوئے شہاب الدین کو زخمی کر کے اپنے سامنے بے بس کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔

شہاب الدین کو کچھ تیر لگے بھی لیکن کیونکہ اس نے اپنی پشت پر تیروں بھرا ترکش باندھ رکھا تھا جس کی بنا پر تیر اس کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہوئے تھے۔

شہاب الدین مسعود کی خوش قسمتی کہ رات کی گہری تاریکی میں وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے دریائے آمو کے قریب پہنچ گیا تھا جس جگہ وہ دریا کے کنارے پہنچا تھا وہاں دریا کا پاٹ کافی چوڑا تھا پھر مزید بدقسمتی کہ ان دنوں دریائے آمو طغیانی پر تھا۔

لہٰذا اس گھاٹ کو چھوڑتے ہوئے شہاب الدین اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا آگے بڑھا تعاقب کرنے والے بھی سائے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

تھوڑا سا آگے جا کر شہاب الدین اپنے گھوڑے پر الٹا ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے لگاتار کئی تیر تعاقب کرنے والوں پر چلا دیئے وہ تیر تعاقب کرنے والوں کو لگے بھی اس لیے کہ ان میں کچھ چیخیں مارتے ہوئے گر پڑے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعاقب کرنے والوں پر ایک طرح کا خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی اور اپنے زخمی ہونے والے ساتھیوں کی طرف توجہ دینے کی وجہ سے ان کی رفتار کم ہو گئی تھی جس کی بنا پر ان کے اور شہاب الدین کے درمیان کچھ فاصلہ ہو گیا تھا اور شہاب الدین بھی شاید یہی چاہتا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر اچانک شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر وہ اپنے گھوڑے سے اتر گیا وہاں کٹے ہو درختوں کے موٹے موٹے تنوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اب اپنے بچاؤ اور اپنے تحفظ کے لیے شہاب الدین کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو مارتے ہوئے اسے دریا میں ڈال دیا تھا اور گھوڑا جو حرب و ضرب کے لیے سدھایا ہوا تھا وہ دریا عبور کرنے لگا تھا دوسری طرف شہاب الدین کٹے ہوئے ان درختوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور پھر لگاتار کئی تیر اس نے تعاقب کرنے والوں پر چلا دیئے تھے جس کے نتیجے میں تعاقب کرنے والے رک گئے تھے ان کے اس رکنے کے عمل سے شہاب الدین نے فائدہ اٹھایا ایک موٹا بھاری تنا جو خشک

ہو چکا تھا اسے گھسیٹ کر اس نے بڑی مشکل سے دریا میں پھینکا پھر اس لکڑی کے تنے کے سہارے وہ دریا عبور کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

تعاقب کرنے والے کیونکہ قریب آگئے تھے لہٰذا انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ شہاب الدین کا گھوڑا دریا میں کود چکا ہے اور شہاب الدین خود بھی کٹے ہوئے ایک تنے کے سہارے دریا عبور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

یہ صورت حال تعاقب کرنے والوں کے لیے بڑی نازک تھی اس لیے کہ شہاب الدین تھوڑا سا بھی آگے چلا گیا تو وہ ان کے ہاتھ سے نکل سکتا تھا اس لیے کہ دریا کی دوسری طرف کا علاقہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا تھا اس بنا پر وہ اپنے گھوڑوں کو دریا کے کنارے لائے اور شہاب الدین پر اندھا دھند تیر اندازی کرنے لگے تھے۔

شہاب الدین کا رخ اس وقت مغرب کی طرف تھا بائیں ہاتھ سے پانی کو پیچھے پھینکتے ہوئے وہ لکڑی کے اس تنے کو دوسرے کنارے کی طرف لیجانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ اس کا دایاں ہاتھ لکڑی کے تنے پر تھا جس کی گرفت سے اس نے لکڑی کے اس تنے کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔

جب کنارے سے تعاقب کرنے والوں نے تیر اندازی کی تو کئی تیر شہاب الدین کے بازو پر اور خاصا بڑا تیر اس کے ہاتھ میں سے ہوتا ہوا لکڑی کے اندر پیوست ہو گیا تھا۔

بازو اور ہاتھ کے اندر لگنے والے ان تیروں کی شہاب الدین نے کوئی پرواہ نہ کی تیر صرف اس کے ہاتھ اور بازو پر لگے تھے اپنا سر اور جسم کا دوسرا حصہ اس نے لکڑی کے تنے کی اوٹ میں کر لیا تھا جس کی بنا پر جسم کے دوسرے حصے تیر اندازی سے محفوظ رہے تھے۔

تعاقب کرنے والے برابر تیر اندازی کر رہے تھے جبکہ شہاب الدین اپنی جان بچانے اور دوسرے کنارے پر پہنچنے کے لیے تگ و دو کر رہا تھا بائیں ہاتھ کی پوری طاقت اور قوت سے پانی کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے وہ لکڑی کے تنے کو دوسرے کنارے پر لیجانے کی کوشش کر رہا تھا۔

تعاقب کرنے والے کچھ دیر تک تیر اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ

مایوس ہو گئے اس لیے کہ انہیں اب دریا کے پاٹ کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑوں کو واپس دوڑانا پڑ رہا تھا اور ساتھ ہی جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے توں توں شہاب الدین دریا میں آگے جا رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ اس پر صحیح تیراندازی نہ کر پا رہے تھے۔

آخر شہاب الدین نے لکڑی کے اس تنے کے ذریعے دریا کے آدھے پاٹ کو عبور کر لیا تب تعاقب کرنے والے مایوس ہو گئے اور بے پناہ غم اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

دوسری طرف شہاب الدین اب تعاقب کرنے والوں کی طرف سے بے فکر سا ہو گیا تھا جو تیر اس کے ہاتھ میں سے ہوتا ہوا لکڑی کے تنے میں پیوست تھا وہ اس کے لیے بڑی تکلیف اور بڑی شدت کے درد کا باعث تھا لیکن یہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے گرتا پڑتا کسی نہ کسی طرح وہ تنے کو دریا کے دوسرے کنارے لے گیا تھا اس کا گھوڑا بھی اس کے قریب قریب ہی تھا اور وہ بھی دوسرے کنارے جا پہنچا تھا۔

گھوڑا کنارے پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا شہاب الدین نے لکڑی کے اس تنے کو ایک مناسب جگہ پر روکا پھر بائیں ہاتھ سے تیر کو پکڑ کر اس نے اپنے ہاتھ اور تنے میں سے نکالا خون کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا ساتھ ہی شہاب الدین تکلیف کی شدت کا اظہار بھی کر رہا تھا سر پر بندھے ہوئے عمامے کو شہاب الدین نے پھاڑا اور اسے کس کر اپنے ہاتھ پر باندھ دیا تھا تا کہ زیادہ خون نہ نکلنے پائے وہ کیونکہ تھک کر چور ہو گیا تھا لہٰذا دریا کنارے کی گیلی ریت پر لیٹ گیا تھا۔

شہاب الدین کی خوش قسمتی کہ جس جگہ وہ کنارے پر لگا تھا اس کے قریب ہی وہ بستیاں تھیں جن میں وہ اس سے پہلے منصور ترکی کے ساتھ رہا کرتا تھا جن میں سے ایک بستی سدورہ کی بھی تھی۔

گھوڑا کچھ دیر شہاب الدین کے قریب کھڑا رہا پھر وہاں سے ہٹ گیا ساری جگہیں اور بستیاں کیونکہ گھوڑے کی بھی دیکھی ہوئی تھیں لہٰذا گھوڑا کنارے سے ہٹ کر اس سمت ہو لیا جس سمت کسی دور میں شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا کرتے تھے اور آج کل وہاں اس لشکر کا پڑاؤ تھا جس کی کمانداری سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا سالار اغلمش کر رہا تھا۔

گھوڑا جب پڑاؤ میں داخل ہوا تو کچھ لشکریوں نے گھوڑے کو پہچان لیا اور

شور کرنے لگے کہ امیر شہاب الدین بن مسعود کا گھوڑا پڑاؤ میں داخل ہوا ہے کیونکہ سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین کی گمشدگی کی خبر سب جگہ پھیل چکی تھی لہٰذا ان لشکریوں کو جستجو ہوئی۔

اغلمش کو جب جگایا گیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا تب گھوڑے کو دیکھ کر اغلمش نے بڑی خوشی کا اظہار کیا گھوڑے کا اس نے جائزہ لیا اس نے دیکھا گھوڑے کی ہر چیز بھیگی ہوئی تھی کچھ سوچتے ہوئے اغلمش ان لشکریوں کو جو گھوڑے کو لے کر آئے تھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

گھوڑے کو یہیں میرے خیمے کے پاس باندھ دو اور میرے ساتھ آؤ گھوڑا یقیناً دریائے آمو کو پار کر کے آیا ہے اور اکیلا نہیں آیا میرا اندازہ ہے کہ امیر شہاب الدین بن مسعود زندہ ہے وہ دشمن کی قید میں ہوگا اور کسی نہ کسی طرح بھاگ کر اپنے گھوڑے کے ساتھ دریائے آمو میں کودنے میں کامیاب ہوا ہے اور میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ امیر دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے میرے ساتھ آؤ دریا کے کنارے کی طرف چلتے ہیں۔

رات اب اپنے آخری لمحوں میں تھی مشرق کی طرف سے ہلکی ہلکی سفیدی نمودار ہونے لگی تھی اغلمش اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے کی طرف بھاگ رہا تھا اس نے اپنے لشکری ادھر ادھر پھیلا دیئے تھے اور حکم دیا تھا کہ بڑی تیزی سے شہاب الدین کو تلاش کرنے کی کوشش کریں آخر لشکری زور زور سے چیختے ہوئے شہاب الدین کی موجودگی کی خبر دینے لگا جس پر اغلمش اور دوسرے ساتھی سب اس سمت بھاگنے لگے تھے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں شہاب الدین بن مسعود بے سدھ سی حالت میں دریائے آمو کے کنارے کی گیلی ریت پر لیٹا ہوا تھا۔

شہاب الدین کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اغلمش اور اس کے ساتھی رو دینے والے ہو رہے تھے سب پر اداسی اور غم طاری تھا گھٹنوں کے بل اغلمش گیلی ریت پر بیٹھ گیا پھر زمین پر بے سدھ پڑے ہوئے شہاب الدین کو سیدھا کیا شہاب الدین اپنے حواس میں تھا آنکھیں کھولتے ہوئے اغلمش کی طرف دیکھا اغلمش انتہائی عقیدت اور ارادت مندی میں کہنے لگا۔

امیر ابن مسعود! امیر ابن مسعود! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے

اپنی یہ حالت کیا بنا رکھی ہے۔

ہاتھ کے اشارے سے شہاب الدین نے اغلمش کو تسلی دی پھر اغلمش نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ امیر کو اٹھا کر خیمے کی طرف لے کر چلیں۔

اس پر کچھ نوجوان حرکت میں آئے بڑی تیزی سے انہوں نے شہاب الدین بن مسعود کو اٹھایا اور تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہے تھے۔

شہاب الدین کو لشکریوں نے اغلمش کے خیمے میں بستر پر لٹا دیا تھا اتنے میں لشکر کے اندر فجر کی اذان سنائی دی بستر پر لیٹے ہوئے شہاب الدین نے جو اپنے آپ کو اب کافی حد تک سنبھال چکا تھا اغلمش جب طبیب کو لانے کیلئے جانے لگا تو شہاب الدین نے اسے رکنے کے لیے کہا ساتھ ہی اس کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

میرے عزیز بھائی فکر کی کوئی ایسی بات نہیں یوں جانو میں موت کے منہ سے باہر نکل آیا ہو میرا ہاتھ بری طرح زخمی ہے تاہم میں نے اپنا عمامہ پھاڑ کر کس کر باندھ دیا ہے تا کہ خون رک جائے پہلے فجر کی نماز ادا کر لو اس کے بعد طبیب کو بلا کر لاؤ تا کہ وہ میرے زخم کی مرہم پٹی کر دے۔

اور اس کے ساتھیوں نے شہاب الدین کی اس تجویز پر عمل کیا خود شہاب الدین نے بھی تیمم کرتے ہوئے اشاروں سے فجر کی نماز ادا کی اغلمش اور اس کے ساتھی بھی نماز ادا کرنے کے بعد طبیب کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔

طبیب نے پہلے بڑی نرمی اور آہستگی سے ہاتھ پر لپٹے ہوئے عمامے کے حصے کو کھولا جب زخم ننگا ہوا تب شہاب الدین طبیب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں لکڑی کے ایک تنے کے سہارے دریا کو عبور کر رہا تھا گھوڑے کو میں نے پہلے ہی دریا میں ڈال دیا تھا تعاقب کرنے والے میرے پیچھے تھے انہوں نے تیز تیر اندازی کی جس کی بنا پر ایک تیر میرے ہاتھ سے ہوتے ہوئے لکڑی میں دھنس گیا تھا اور میں نے سارا دریا اسی حالت میں عبور کیا اس کے بعد مختصر سے انداز میں شہاب الدین نے اغلمش طبیب اور وہاں جمع ہونے والے لشکریوں کو اپنی اور سلطان کی گرفتاری اور سلطان کی رہائی اس کے خوارزم پہنچنے اور پھر اپنے بھاگنے کی روداد سنا ڈالی تھی۔

اتنی دیر تک طبیب نے ہاتھ کے زخم کو صاف کر کے اس پر مرہم لگا کر پٹی

باندھ دی تھی اور جو چھوٹے چھوٹے زخم بازو پر آئے تھے وہاں بھی اس نے پٹیاں باندھ دی تھیں پھر اغلمش نے اپنے کچھ لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کا لباس تبدیل کرنے کے لیے کہا۔ اس مقصد کے لیے اپنا ایک لباس بھی لے آیا تھا عین اسی لمحہ بلال بن سلیمان خیمے میں داخل ہوا تھا۔

شہاب الدین بن مسعود کو بستر پر پڑے دیکھ کر وہ پریشان اور غمزدہ سا ہو گیا تھا آگے بڑھا شہاب الدین نے بھی بلال بن سلیمان کو آتے دیکھ لیا تھا لہٰذا اٹھ کر بیٹھ گیا بلال بن سلیمان آگے بڑھا شہاب الدین کی چھاتی پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

بیٹے میرے آنے پر تمہیں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری حالت بتاتی ہے کہ تم ٹھیک نہیں ہو، زخمی بھی ہو، لیٹ جاؤ اس موقع پر ہلکا سا تبسم شہاب الدین کے چہرے پر نمودار ہوا تھا کہنے لگا۔

ابن سلیمان ایسی کوئی بات نہیں میرا ہاتھ اور بازو زخمی ہیں اس کے علاوہ میرے جسم کو کوئی نقصان نہیں صرف مجھ پر تھکاوٹ طاری ہے اس کے بعد جو کچھ شہاب الدین پر بیتی تھی وہ اغلمش نے بلال بن سلیمان سے تفصیل سے کہہ دی تھی۔

اس موقع پر بلال بن سلیمان نے کچھ سوچا اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اس کے بعد وہ اپنا منہ شہاب الدین بن مسعود کے کان کے قریب لے گیا اور مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

ابن مسعود میرے بیٹے میں تم کو دو باتوں پر مبارکباد پیش کرتا ہوں پہلی یہ کہ خداوند قدوس نے تمہیں دشمن کی قید سے رہائی دلائی اور تم باعافیت یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔

دوسری جو تمہارے لیے اچھی خبر ہے اور جس کے لیے میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ خداوند قدوس نے تمہیں دو صحت مند اور خوبصورت بیٹے عطا کیے ہیں۔

بلال بن سلیمان کے اس انکشاف پر ہلکا سا تبسم شہاب الدین کے چہرے پر جو نمودار ہوا تھا اس موقع پر اغلمش شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم پہلے آپ لباس تبدیل کر لیں اس کے بعد......

یہاں تک کہتے کہتے اغلمش کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بلال بن سلیمان بول اٹھا تھا کہنے لگا۔

میرے عزیز میرے خیال میں امیر شہاب الدین کو گھر لیجانا چاہیے ان کی گمشدگی نے ان کی دونوں بیویوں زوزن اور سدورہ کو پریشان اور بیمار کر کے رکھا ہے کسی کام میں وہ دلچسپی نہیں لیتیں خود حسام الدین کی بھی یہی حالت ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ شہاب الدین کو وہاں پہنچایا جائے اور وہیں ان کا لباس تبدیل کیا جائے گا۔

خود شہاب الدین نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا بھیگے لباس میں وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اغلمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے زخموں کی دیکھ بھال ہوگئی ہے اب فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم ایسا کرو ایک قاصد سلطان کی طرف خوارزم روانہ کرو اس لیے کہ سلطان بھی عافیت کے ساتھ خوارزم پہنچ چکے ہیں اور انہیں میری طرف سے اطلاع کر دو کہ میں دشمن کی قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد یہاں قیام کیے ہوئے ہوں اور چند روز تک میں خوارزم پہنچ جاؤں گا۔

شہاب الدین رکا پھر دوبارہ اغلمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ساتھ ہی میرا گھوڑا لاؤ میں گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے بچوں کے پاس جاؤں گا جواب میں اغلمش مسکرایا ایک لشکری کو اس نے مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ خیمے سے باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور کہنے لگا۔

امیر گھوڑے کو میں نے باہر کھڑا کر دیا ہے اس پر شہاب الدین خیمے سے نکلا اغلمش بلال بن سلیمان اور دیگر سالار اور محافظ ان کے ساتھ تھے جب شہاب الدین گھوڑے پر بیٹھنے لگا تو اغلمش نے فوراً آگے بڑھ کر اسے سہارا دینا چاہا پر شہاب الدین گھوڑے پر بیٹھتے بیٹھتے رک گیا ہمدردی اور محبت میں اس نے اغلمش کی طرف دیکھا پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

تمہارا شکریہ میں اب ٹھیک ہوں میرے بھائی میں پیدل بھی چل کر گھر جا سکتا ہوں گھوڑے پر خود بیٹھ سکتا ہوں تمہیں سہارا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے پھر شہاب الدین خود گھوڑے پر بیٹھا اتنی دیر تک بلال بن سلیمان نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی جب وہ گھوڑے کو حرکت میں لانے لگا تب شہاب الدین ایک دم گھوڑے سے اتر گیا تھا کہنے لگا۔

میں گھوڑے پر سوار ہوں اور آپ گھوڑے کی باگ پکڑ کر میرے آگے آگے چلیں یہ میرے لیے بے عزتی اور کم ظرفی کا معاملہ ہے۔

اس پر بلال بن سلیمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ زخمی ہیں تھکے ہوئے ہیں گھوڑے پر بیٹھیں میں لگام پکڑ کر گھر لے کر چلوں گا۔

اس پر شہاب الدین نے آگے بڑھ کر بلال بن سلیمان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

ابن سلیمان یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور آپ گھوڑے کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلیں آپ بے فکر رہیں اب میں نہ تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں اور نہ ہی میرے زخم میرے لیے تکلیف دہ ہیں بازوؤں کے زخم کوئی اتنے بڑے نہیں تھے ہاتھ کا زخم تھا لیکن اس کی مرہم پٹی ہو جانے کے بعد میں اس میں بھی بالکل سکون محسوس کر رہا ہوں۔ چلیں دونوں پیدل ہی چلتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اور بلال بن سلیمان بستی کی طرف روانہ ہو لیے تھے تھوڑی دیر بعد وہ حسام الدین کی حویلی کے پاس پہنچے پھر دروازے پر بلال بن سلیمان نے دستک دی تھی۔

پہلی دستک پر دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والی سارہ تھی اس نے جب بلال بن سلیمان کے ساتھ گھوڑے کی باگ پکڑے شہاب الدین کو دیکھا تو اس کے تعجب اور حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی تھوڑی دیر تک وہ گہری خوشی میں ڈوبی رہی پھر وہ آگے بڑھی شہاب الدین کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا پھر بڑی شفقت میں کہنے لگی۔

بیٹے آپ کی گمشدگی پر پورا خاندان انتہا درجہ کا پریشان فکر مند تھا بلکہ یوں جانیں بیمار تھا، اب سارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے اس کے ساتھ ہی سارہ پیچھے ہٹی اور زور زور سے زوزن اور سدورہ کے علاوہ حسام الدین کو پکارنے لگی تھی اس پکار کے جواب میں تقریباً بھاگنے کے انداز میں زوزن سدورہ اور حسام الدین صحن میں آئے تھے اتنی دیر تک بلال بن سلیمان اور شہاب الدین بھی صحن میں داخل ہو چکے تھے سدورہ زوزن اور حسام الدین بلال بن سلیمان کے ساتھ شہاب الدین کو دیکھتے ہوئے پہلے تو تعجب کا اظہار کر رہے تھے پھر ان کے چہروں پر جو خوشیوں اور طمانیت کے آثار پھیلے تھے ان کی کوئی انتہا نہ تھی سب سے پہلے حسام الدین بھاگا آگے بڑھ کر اس نے شہاب الدین کو

اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اتنی دیر تک ایک ساتھ بھاگتے ہوئے زوزن اور سدورہ نے آگے بڑھ کر بڑے پیارے انداز میں شہاب الدین کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیے تھے۔

پھر سب علیحدہ ہوئے یہاں تک کہ حسام الدین، شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے انتہا درجہ کی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں جس قدر میں نے زندگی گزاری ہے میری اس زندگی کا آج یہ سب سے زیادہ خوشی یا یوں جانو خوش خبری اور انتہا درجہ کی طمانیت کا دن ہے میں بتا نہیں سکتا کہ تمہاری آمد پر میں کس قدر خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں تمہاری گم شدگی نے ہم سب کو یوں جانو بیمار کر کے رکھ دیا تھا

اتنی دیر میں سارا حرکت میں آئی گھوڑے کو پکڑ کر اصطبل میں باندھ دیا تھا اس کی زین دہانہ اتار کر اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا سب سے پہلے زوزن اور سدورہ دونوں حرکت میں آئیں زوزن شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ کا لباس بھیگا ہوا ہے پہلے میرے ساتھ آئیں میں اور سدورہ نے کئی لباس آپ کے لیے تیار کر رکھے ہیں پہلے کپڑے تبدیل کریں اس کے بعد دیوان خانے میں بیٹھ کر ہم آپ سے سنیں گے کہ آپ پر کیا بیتی۔

حسام الدین اور بلال بن سلیمان نے بھی اس سے اتفاق کیا وہ دونوں دیوان خانے کی طرف چلے گئے تھے زوزن اور سدورہ دونوں شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر سامنے والے کمرے میں لے گئیں وہاں پالنوں کے اندر دونوں بچے گہری نیند سوئے ہوئے تھے شہاب الدین مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھا پہلے دونوں کو جی بھر کے اس نے پیار کیا پھر زوزن شہاب الدین کا ایک لباس لے آئی، شہاب الدین نے پہلے لباس تبدیل کیا اس کے بعد تینوں دیوان خانے کی طرف گئے اتنی دیر تک سارا بھی وہاں آ گئی تھی پھر شہاب الدین انہیں اپنی گرفتاری پھر سلطان کی رہائی اس کے بعد وہاں سے بھاگنے دریائے آمو عبور کرنے کی تیروں سے ہاتھ زخمی ہونے پھر اغلمش کے پاس پہنچنے کی ساری روداد تفصیل کے ساتھ سنا رہا تھا۔

★......★

گوز خان کے ہاتھوں ہزیمت اور شکست اٹھانے کے بعد بظاہر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بالکل خاموش اور مطمئن رہا اس کی حالت سے یوں لگتا تھا جیسے وہ گور خان کے ہاتھوں شکست کو قبول کر لیا ہو تاہم اندر ہی اندر وہ اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج میں لے آیا تھا اتنی دیر تک شہاب الدین بن مسعود بھی تندرست ہو گیا تھا اور اپنے بچوں کو لے کر وہ بھی خوارزم پہنچ گیا تھا خوارزم میں بظاہر خاموشی تھی اندرون خانہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ شکست کا بھیانک انتقام گور خان سے لینے کے لیے وسیع تیاریوں میں مصروف تھا۔

اپنی خاموشی کو برقرار رکھنے کے لیے اس نے سب سے پہلے ہرات کا رخ کیا ہرات میں سلطان کا جان نثار اور وفادار سالار امین الدین ابوبکر ابھی تک سلطان کے حکم کے مطابق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کیے ہوئے تھا یہاں تک کہ سلطان بھی ایک لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا۔

ہرات پہنچنے کے بعد ہرات میں جو ابن خرمیل کا مشیر تھا اسے سلطان نے پیغام پہنچایا کہ جیسا اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سلطان کے آنے پر شہر پناہ کے دروازے کھول دے گا اب سلطان بذات خود پہنچ گیا لہٰذا وہ شہر کے دروازے کھول دے۔

لیکن مشیر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا۔

چونکہ سلطان کی وعدہ خلاف ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے لڑ کر مرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں سلطان کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتبار کر کے خود موت کو آواز دوں۔

اس مشیر کا یہ جواب سن کر سلطان بڑا برہم اور غضبناک ہوا مشیر اپنی جگہ مطمئن تھا کہ سلطان شہر کو بزور شمشیر فتح نہیں کر پائے گا اس لیے کہ شہر کے باہر ناقابل عبور خندقیں تھیں خندق کے بعد چار انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیلیں تھیں جنہیں عبور کرنا

آسان کام نہ تھا۔

لیکن سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بڑی شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر لیا دوسری طرف مشیر بھی اپنی بات پر چٹان کی طرح ڈٹا رہا وہ شاید یہی خیال کیے ہوئے تھا کہ محاصرہ جب طول پکڑے گا تو سلطان اپنے لشکریوں کے تنگ آنے پر واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا۔

اب سلطان نے ایک اور جنگی چال چلی مشیر سے رابطہ قائم کرنا اس نے بالکل منقطع کر دیا اور اس نے براہ راست ہرات کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ رابطہ کرنا شروع کر دیا مشیر اس عمل سے قطعاً غافل تھا اس کو یہی امید تھی کہ سلطان شہر فتح نہیں کر پائے گا لیکن جب سلطان نے اس کو نظر انداز کر کے براہ راست شہر والوں سے رابطے شروع کر دیئے تو سلطان کو پتہ چلا کہ محاصرہ کے ہاتھوں اہل شہر کی بھی جان پر بنی ہوئی ہے۔

چونکہ سلطان علاؤالدین کے لشکر کی وہاں موجودگی کی وجہ سے اہل شہر کا تمام بیرونی دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا اس لیے کھانے پینے کی چیزوں کا قحط شروع ہو گیا تھا وہ دانے دانے کو ترسنے لگے تھے۔

جب اہل شہر کے اضطراب اور بے چینی کی اطلاع مشیر کو ہوئی تو اس نے ایسے تمام عناصر کو جن سے اسے فساد بغاوت اور سرکشی کا اندیشہ تھا گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا تھا۔

لیکن اس کی اس حرکت نے آگ پر تیل کا کام کیا جب اس نے کچھ سرکردہ لوگوں کو زندان میں ڈال دیا تب ان کے لواحقین اور ان کے حمایتی اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح عام لوگوں کے جذبات بھی بھڑک اٹھے انہوں نے بغاوت کر دی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اسی موقع کی تاک میں تھا چنانچہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ہرات شہر پر حملہ بول دیا اہل شہر مشیر سے تنگ تو تھے ہی پھر انہوں نے سلطان کے ساتھ رابطہ بھی قائم کر لیا تھا لہٰذا انہوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اس طرح شہر سلطان کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

مشیر موصوف پکڑا گیا جب اسے سلطان کے سامنے لایا گیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اس کے برعکس اور خلاف توقع سلطان نے اہل شہر سے کوئی تعرض نہ کیا ہرات کو

فتح کرنے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے ماموں امیر ملک کو شہر کا ناظم مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ غیاث الدین محمود اور علی شاہ کو ان کے کیے کی سزا دے اس لیے کہ سلطان کے بھائی تاج الدین نے ایک طرح سے بغاوت کر کے سلطان کی دل شکنی کی تھی سلطان کی گمشدگی میں اس نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا تھا۔ جب سلطان قید سے رہائی پا کر واپس آیا تو وہ غیاث الدین کی طرف بھاگ گیا تھا دوسری طرف اس کا سالار کزتک علی شاہ کے ہاں جا کر پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا لہٰذا سلطان نے اپنے ماموں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو ان کے کیے کی سزا دے۔

چنانچہ سلطان کے ماموں امیر ملک نے غیاث الدین محمود اور علی شاہ دونوں کو سلطان کی اس ناراضگی کی اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ بہتر ہو گا معاملے کو طول دینے کے بجائے خود کو سلطان کے حوالے کر دیں چنانچہ انہوں نے اس شرط پر کہ انہیں جان کی امان دی جائے اپنے آپ کو امیر ملک کے حوالے کر دیا اور اس نے انہیں خوارزم بھیج دیا خوارزم شاہ نے انہیں ہجری 607 میں قتل کرا دیا۔

سلطان اس موقع پر ایک بہترین جنگی چال چل رہا تھا بظاہر وہ دوسرے علاقوں کی فتح میں مصروف ہو گیا تھا اس طرح وہ گور خان کو تاثر دے رہا تھا کہ اب وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتا ہے جو شکست ہوئی ہے اسے اس نے قبول کر لیا ہے لہٰذا ہرات کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے کچھ دیگر علاقوں کی طرف توجہ دی۔

سلطان کی نگاہیں اب دو بڑے شہروں غزنی اور فیروز کوہ پر جم گئی تھیں ان دنوں غزنی کا خود مختار حکمران تاج الدین یلدوز تھا چونکہ ان دونوں شہروں کو فتح کرنے کی ذمہ داری سلطان نے اپنے ماموں امیر ملک کے سپرد کی تھی لہٰذا امیر ملک نے تاج الدین یلدوز کو مشورہ دیا کہ وہ غزنی کا علاقہ خوارزم کی قلم رو میں شامل کر کے سلطان کی سیادت کو قبول کر لے۔

امیر ملک کا یہ پیغام جب تاج الدین یلدوز کو ملا تو اس نے اپنے امراء اور سالاروں سے اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے بعد امیر ملک کی بات مان لی ان نے کچھ تحائف سلطان کی خدمت میں روانہ کیے اور غزنی میں اس نے سلطان کے نام کا خطبہ جاری کر دیا تھا۔

اس طرح تاج الدین نے ایک طرح سے سلطان کو مطمئن بھی کر دیا تھا اور

غزنی پر اپنی حکومت بھی قائم رکھی تھی لیکن اسی دوران تاج الدین کی بدقسمتی سامنے آ گئی۔

ہوا یوں کہ ایک دفعہ تاج الدین یلدوز حسب معمول شکار کے لیے گیا اور اپنے ایک سالار قتلغ کو اپنی غیر موجودگی میں اپنا نائب مقرر کر گیا تھا یہ قتلغ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے اس کا رفیق کار چلا آ رہا تھا اسے اپنا قائم مقام بنا کر وہ بڑے مطمئن انداز میں شکار کے لیے نکل گیا تھا۔

لیکن تاج الدین کی اس غیر حاضری سے قتلغ نے فائدہ اٹھایا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس وقت تک ہرات میں ہی قیام کیا ہوا تھا چنانچہ اس نے ہرات میں سلطان سے رابطہ قائم کیا اور سلطان کو شہر پر قبضہ کی دعوت دی سلطان نے یہ دعوت قبول کر لی لہٰذا برق رفتاری سے سلطان حرکت میں آیا اور غزنی شہر پر اس نے قبضہ کرلیا تاج الدین یلدوز جو شکار کے لیے گیا ہوا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ غزنی شہر پر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہوگیا ہے تو وہ لاہور کی طرف بھاگ گیا تھا۔

غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے قتلغ کو طلب کیا وہی قتلغ جس نے تاج الدین یلدوز کی غیر موجودگی میں غزنی شہر سلطان کے حوالے کیا تھا۔

قتلغ جب سلطان کے سامنے آیا تو سلطان نے اسے مخاطب کرکے پوچھا:۔

"تاج الدین سے تمہارے تعلقات کیسے تھے؟"

اس موقع پر قتلغ بڑا خوش بڑا مطمئن تھا وہ اپنے ذہن میں یہ بات لیے ہوئے تھا کہ اس نے چونکہ غزنی شہر سلطان کے حوالے کرانے میں مدد کی ہے لہٰذا سلطان اسے خوب نوازے گا چنانچہ جب سلطان نے اس سے سوال کیا کہ تاج الدین کے ساتھ اس کے تعلقات کیسے تھے تو اس نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:۔

سلطان محترم ہمارے تعلقات بالکل برادرانہ نوعیت کے تھے، تاج الدین کی عادت تھی کہ وہ سال میں صرف چار مہینے غزنی میں قیام کرتا تھا باقی وقت سیر وتفریح اور شکار میں گزارتا تھا اس کی غیر موجودگی میں وہی سربراہ حکومت ہوتا تھا بلکہ اس کی غیر موجودگی میں بھی نظم ونسق کا سارا نظام میرے ہی ہاتھ میں ہوتا تھا۔

قتلغ کا یہ جواب سن کر سلطان نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

جب تم اپنے دوست رفیق کار محسن اور مربی کے ساتھ وفا نہ کر سکے تو میں تم پر کیسے اعتبار کر سکتا ہوں یہ کہہ کر سلطان نے اسے غداری کے جرم میں قتل کرا دیا اور غزنی کا حاکم اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کو مقرر کر دیا تھا۔

اب سلطان نے کچھ کوہستانی علاقوں کی طرف توجہ دی یہ علاقے سلطان سے پہلے اس کے باپ نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیے تھے جن دنوں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ غوریوں اور ترکان خطا کے خلاف لڑائیوں میں مصروف تھا تو یہ علاقے سلطان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور ایک شخص مظفر الدین از بک ان علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں کا حاکم بن بیٹھا تھا ان علاقوں میں زیادہ اہم آذر بائیجان، اصفہان اور ہمدان کے علاقوں کے علاوہ کچھ دوسرے پہاڑی علاقے بھی شامل تھے:۔

ان سارے علاقوں کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے جانشینوں کا صفایا کر کے ان کے مرکزی شہر کے علاوہ ارد گرد کے علاقوں کو اپنی قلم رو میں شامل کر لیا ہے تو وہ ہوا کے رخ کو سمجھ گئے کہ سلطان کے حملہ آور ہونے کا خوف ان پر طاری ہو گیا چنانچہ انہوں نے اپنے حاکم مظفر الدین از بک سے قطع تعلق کر کے اپنے علاقوں میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ صورت حال مکمل طور پر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ہاتھ میں تھی چنانچہ اس موقع پر سلطان نے ایک اور قدم اٹھایا، شروع میں جب گور خان کے لشکریوں کی طرف سے دریائے آمو کے بائیں کنارے کے علاقوں پر سلطان کو حملے کا خطرہ ہوتا تھا تو سلطان نے پہلے ان علاقوں کی حفاظت کے لیے شہاب الدین اور منصور ترکی کو بھیجا تھا بعد میں وہاں اغلمش کو مقرر کیا گیا تھا اب سلطان نے نہ صرف اغلمش کو وہاں سے واپس بلا لیا بلکہ جو لشکر وہاں تھا اسے بھی خوارزم بلا لیا تھا اس لیے کہ وہاں اسے کسی لشکر کی ضرورت نہ تھی وہاں اب گور خان کے لشکری حملہ آور نہ ہوتے تھے۔

جب آذر بائیجان، اصفہان اور ہمدان کے لوگوں نے اپنی قسمت مظفر الدین سے منقطع کر کے سلطان کے ساتھ وابستہ کر لی تب سلطان نے اپنے اسی سالار اغلمش کو ان علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

لیکن اغلمش کی بدقسمتی کہ ایک فدائی نے خفیہ طور پر اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا چنانچہ سابقہ حاکم مظفر الدین ازبک پھر حرکت میں آیا اس نے چاہا کہ جن علاقوں پر وہ پہلے حاکم تھا ان پر دوبارہ تسلط قائم کر لے۔

اسی دوران سعد بن زنگی نام کا ایک اور شخص بھی ان علاقوں پر طمع کی نظر ڈالنے لگا یہ سعد بن زنگی شیراز کا حاکم تھا چنانچہ وہ بھی ان علاقوں کی طرف بڑھا اصفہان پر تو مظفر الدین ازبک نے قبضہ کر لیا جب کہ سعد بن زنگی رے قزوین اور سمنان کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔

اپنے سالار اغلمش کے مارے جانے اور ان علاقوں کے ہاتھ سے نکل جانے کی خبر ملی تب بڑا برہم اور غضبناک ہوا۔ چنانچہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر وہ اپنے علاقے واپس لینے کے لیے روانہ ہوا اس بار اس کے لشکر میں سارے بڑے بڑے سالار شامل تھے شہاب الدین منصور ترکی امین الدین ابوبکر یہ جرار لشکر لے کر سلطان سب سے پہلے قوس کے مقام پر پہنچا دونوں متحد دشمنوں سے ٹکراؤ ہوا پہلے خوفناک جنگ ہوئی لیکن جب سلطان کے لشکر نے تیز حملے کرنے شروع کیے تو دشمن ایسے بدحواس ہوئے کہ گھبراہٹ میں ہاتھ پاؤں پھول گئے سلطان نے دشمن کو بدترین شکست دی اور جن لوگوں نے اس کے علاقے پر قبضہ کیا تھا جنگ کے دوران انہیں گرفتار کر لیا گیا لیکن جب انہوں نے جو تقصیر ان سے سرزد ہوئی تھی اس کی معافی سلطان سے مانگ لی سلطان نے درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور ان علاقوں پر ان کی حکومت برقرار رکھی۔

چونکہ سعد بن زنگی کو شکست ہوئی تھی اور ان کے معافی مانگنے پر سلطان نے اسے معاف بھی کر دیا تھا لیکن سعد بن زنگی کے بیٹے نے اسے اپنے باپ کی کم ہمتی خیال کرتے ہوئے باپ سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان علاقوں پر جن پر اس کا باپ حکمران ہوا کرتا تھا وہاں اب جانشینی کا اعلان کر کے اور باپ کو معزول کر کے اتابک کا لقب اختیار کر کے وہاں اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔

اپنی حکومت کے لیے اس نے شیراز کو اپنا مرکزی شہر بنایا اور ایک خاصا بڑا لشکر جمع کر لیا اور شیراز شہر کے دروازے بند کر کے محصور ہو گیا:۔

یہ صورت حال سلطان کے لیے غیر متوقع تھی چنانچہ اس نے سعد بن زنگی

سے وفاداری کا عہد لیا پھر اسے اپنے بیٹے سے نمٹنے کے لیے شیراز کی طرف روانہ کیا اور اسے ایک لشکر بھی مہیا کیا گیا۔

اتابک جو اب شیراز کا حاکم تھا اور جس کا اصل نام ابوبکر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ اس کا باپ اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ شہر پناہ کے دروازے بند کر کے اطمینان کر کے بیٹھ گیا۔

شیراز کے نواح میں پہنچ کر سعد بن زنگی نے اپنے بیٹے ابوبکر کو بہت سمجھایا کہ وہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے اور شہر سلطان کے حوالے کر دے لیکن اس نے باپ کی ہر التجا پر بات سنی ان سنی کر دی:۔

لیکن اسی ابوبکر کی بدقسمتی کہ اس کے لشکر میں حسام الدین نام کا ایک سالار تھا جو اس کے باپ کا بڑا وفادار تھا چنانچہ اس نے ایک دن شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے ابوبکر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنا لشکر لے کر نکلا اپنے باپ سے ٹکرایا باپ پر اس نے تلوار کا وار کیا لیکن اس کا وار خالی گیا چنانچہ اس کے باپ نے اسے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا:۔

مظفر الدین ازبک کو سلطان نے اصفہان کی حکومت پر برقرار رکھا اور جب سلطان نے اس پر خراج مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو ازبک نے درخواست کی کہ اکثر گرجستانی اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اس کی کھڑی فصلوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کی آمدنی میں خاطر خواہ کمی ہو جاتی ہے اس نے سلطان سے یہ بھی درخواست کی کہ اگر گرجستانیوں کے ان حملوں کی روک تھام کا سامان کیا جائے تو اس کے علاقوں میں آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے اور وہ بخوشی خراج ادا کر سکے گا۔

سلطان نے مظفر الدین ازبک کی درخواست کو پذیرائی بخشی سلطان نے تیز رفتار قاصد گرجستان کی طرف روانہ کیے اور انہیں متنبہ کیا کہ یہ علاقے اب سب کے سب خوارزم شاہی قلمرو میں شامل ہیں اس لیے گرجستان آئندہ ان علاقوں میں لوٹ مار سے گریز کرے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو سلطان ان علاقوں سے نکل کر گرجستانیوں کے علاقوں میں داخل ہو گا اور انہیں وہ تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس سے پہلے انہوں نے نہ دیکھی ہو گی۔

سلطان علاؤالدین کی اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور گرجستانیوں نے آذر

بائیجان کے علاقوں پر حملے بند کر دیئے اس طرح شادرہ، مرجان، بہار، ہمدان، اصفہان اور دوسرے بہت سے علاقے بھی سلطان کی مملکت میں شامل ہو گئے اور سلطان کی مملکت اب پہلے سے کہیں وسیع و عریض ہو گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

سلطان علاؤالدین نے اب اپنی جنگی تیاریوں کی تکمیل کر لی تھی اور اب وہ گور خان پر ضرب لگانے کے لیے بالکل تیار اور مستعد تھا اور اسی دوران اسے دو اہم خبریں بھی ملیں پہلی خبر گور خان کے متعلق تھی اس کے مخبروں نے انکشاف کیا کہ جہاں سلطان نے اپنے لشکر میں اضافہ کیا وہاں گور خان نے بھی پہلے لشکر کی نسبت لشکر کو استحکام بخشا ہے اور لشکر کی تعداد بھی بڑھائی ہے۔

دوسری خبر کسی قدر بری تھی اور وہ ترکستان کے بادشاہ کشلی خان سے متعلق تھی سلطان کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ کشلی خان پر ان دنوں جنگ کا جنون سوار ہے اس نے اپنے لشکر کی تعداد میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے اور کسی بھی وقت وہ اپنے دو دشمنوں کو کسی ایک کو اپنا نشانہ بنا سکتا ہے یہ دو دشمن گور خان اور علاؤ الدین خوارزم شاہ ہی تھے سلطان کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ جس قدر لشکر سلطان علاؤالدین اور خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کے پاس ہے اگر ان دونوں لشکروں کو ملایا جائے تب بھی کشلی خان کے پاس جو لشکر ہے وہ تعداد میں زیادہ ہے یہ خبر یقیناً سلطان کے لیے دل شکن تھی لیکن فی الحال اس نے کشلی خان کی اس طاقت اور قوت کو نظرانداز کیا سب سے پہلے وہ گور خان پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لینے پر تلا ہوا تھا لہٰذا سلطان ایک لاکھ کے جرار لشکر کے ساتھ نکلا اور گور خان کے علاقوں کا رخ کیا۔

گور خان کے مخبروں نے بھی اپنے بادشاہ کو مطلع کر دیا تھا کہ سلطان علاؤالدین اس سے ٹکرانے کے لیے آندھی اور طوفان کی طرح اس کے علاقوں میں پیش قدمی کر رہا ہے لہٰذا گور خان بھی سلطان کی راہ روکنے کے لیے اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھا اس طرح کوہستانی سلسلوں کے پاس دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔

دونوں لشکر پہلے اپنے پڑاؤ درست کرنے لگے تھے سلطان علاؤالدین خوارزم

شاہ کے لشکر نے اپنا پڑاؤ پہلے استوار کر لیا اپنے لشکر کے سامنے سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ آیا اتنی دیر تک گور خان بھی بڑی تیزی سے اپنے لشکر کا پڑاؤ نصب کرنے میں مصروف تھا جب سارے سالار سلطان کے پاس لشکر کے سامنے آ گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز ساتھیو! گزشتہ جنگ جس میں گور خان کے ہاتھوں ہمیں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس میں مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی میں سمجھتا ہوں یہ اسی غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جب لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا تب شہاب الدین بن مسعود نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم کیسی غلطی؟

اس پر سلطان نے انتہائی غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا

:۔

شہاب الدین گزشتہ جنگ میں تمہیں اور منصور ترکی کو لشکر کے دو علیحدہ حصوں کا سالار مقرر کیا گیا تھا میں سمجھتا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ماضی میں جب کبھی بھی تم دونوں نے مل کر دشمن کے خلاف اپنی کارروائیاں کیں تمہیں کامرانی اور فتح مندی نصیب ہوتی رہی اس بار بھی میں چاہتا ہوں کہ لشکر کی تقسیم کچھ ایسے انداز میں کی جائے کہ تم دونوں لشکر کے ایک ہی حصے میں رہو۔

سلطان جب خاموش ہوا تو تب شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم یہ سب وہم کی باتیں ہیں ہمیں ان پر یقین نہیں رکھنا چاہیے اس موقع پر اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں تو میں کہوں:۔

سلطان نے بولنے کے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر شکایت آمیز لہجے اور شکووں بھرے انداز میں کہنے لگا:۔

شہاب الدین میں نے تمہیں پہلے بھی کئی بار کہا ہے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیا کرو اگر تم کچھ کہنا چاہو تو کہنے کے لیے تم کو مجھ سے اجازت طلب کرنے کی

ضرورت نہیں ہے شہاب الدین تمہاری حیثیت اب میرے بیٹوں سے بھی بڑھ کر ہے تم نے جو احسان مجھ پر کیا ہے میرا اپنا بھی ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا تم نے اپنے آپ کو دشمن کی قید میں رکھ کر میری رہائی کا سامان کیا ایسی جانثاری کا مظاہرہ ہر کوئی نہیں کرتا لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں جب کبھی بھی تم مجھ سے کچھ کہنا چاہو بلا جھجک کہہ دیا کرو۔

سلطان جب خاموش ہوا تو تب شہاب الدین کہنے لگا۔

سلطان محترم خداوند کو منظور ہوا تو اس بار گور خان کے لشکر کو ہم عبرت خیز شکست دیں گے جہاں تک لشکر کی تقسیم کا تعلق ہے تو میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں مجھے امید ہے اس پر عمل کر کے ہم کامیاب و کامران رہیں گے۔

سب سے پہلے چند دستے ایک چھوٹے سالار کی کمان داری میں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر متعین کیے جائیں گے اس کے بعد باقی لشکر کو بھی برابر حصوں میں تقسیم کر لیا جائے سلطان محترم لشکر کے وسطی حصے میں آپ خود رہیے محترم امین الدین ابوبکر کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھیں لشکر کا درمیانی پہلو میرے سپرد کر دیں میرے ساتھ بدر الدین کام کرے گا لشکر کا بایاں پہلو میرے بھائی منصور ترکی کی کمان داری میں دے دیں اور اس کی نیابت محمد بن علی کرے گا۔

جب لشکر کی تقسیم کا کام ختم ہو جائے تو پھر کچھ دیر تک لشکر کے اندر زور دار انداز میں تکبیریں بلند کی جائیں تکبیروں کی یہ آوازیں میرے خداوند نے چاہا تو گور خان کے لشکر کے اندر دل شکنی کی لہریں پیدا کرتی چلی جائیں گی اس کے بعد ہمیں خود حملہ آور ہونے میں پہل کرنی چاہیے اس طرح گور خان پر واضح ہو جائے گا کہ ہم جنگ کی ابتدا کرنے اور پہلے ضرب لگانے کی ہمت اور قوت رکھتے ہیں۔

سلطان محترم پہلے پورا لشکر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ گور خان پر ضرب لگائے اپنے ہر لشکری کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ پہلے حملے میں ہی اس نے کم از کم دشمن کے پانچ لشکریوں کو اپنے سامنے موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔

جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور گور خان کے لشکر کی اگلی صفوں کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر سلطان محترم ہم ایک تبدیلی پیدا کریں گے آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گور خان کے سامنے چٹان کی طرح رہیے گا اس موقع پر آپ پہلے جارحیت اختیار نہ کریں امین الدین ابوبکر کے ساتھ دفاع تک محدود

رہیں اس دوران میں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ دائیں طرف ہٹنے کے بعد پلٹوں گا اور گور خان کے لشکر کے پہلو پر ضرب گاڑوں گا اس طرح میرا بھائی منصور ترکی بھی کرے گا بائیں جانب ہٹے گا پھر گور خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر ٹوٹ پڑے گا۔

اس طرح دشمن کو اپنے لشکر کی ترتیب بدلنے میں کچھ وقت لگے گا اس لیے کہ اس سے پہلے اس کا پورا ہدف سامنے کی طرف ہو گا اور ساری طاقت اور ساری توانائی وہ اپنے سامنے ہی صرف کر رہے ہوں گے لیکن جب میں اور منصور ترکی دونوں پہلوؤں کی طرف حملہ آور ہو جائیں گے تب گور خان اور اس کے سالاروں کو اپنے لشکر کی ترتیب بھی بدلنا ہو گی اور پہلو پر دفاع مضبوط کرنے کے لیے اس سمت کچھ سالاروں کو بھی متعین کرنا ہو گا۔

سلطان محترم یہ کام پلک جھپکتے میں تو نہیں ہو جائے گا کچھ وقت لے گا اتنی دیر تک ہمیں گور خان کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے اور ان کی صفیں الٹنے کا موقع مل جائے گا۔

جس وقت میں دائیں جانب سے اور منصور ترکی بائیں پہلو سے حملہ آور ہو گا اور گور خان کے سالار پہلو کی طرف سے اپنی تنظیم درست کر رہے ہوں گے اس وقت آپ کو چاہیے کہ امین الدین ابوبکر کے ساتھ پرجوش انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے آپ سامنے کی طرف سے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے دشمن کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیں اس لیے کہ سامنے کی طرف سے دشمن کا زور کم ہو گا کیونکہ وہ اپنی زیادہ تر توجہ اپنے پہلو کی طرف مرکوز کیے ہو گا۔

اور جب تک وہ پہلو میں اپنی ترتیب کو درست کرتے ہیں اور وہاں کے لشکریوں کی کمان داری کے لیے کسی سالار کو مقرر کرتے ہیں اس وقت تک میں اور منصور ترکی ان کے لشکر کی کئی صفوں کو الٹتے ہوئے ان کے لشکر کے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے اس کے بعد سلطان محترم خداوند نے چاہا تو ہم گور خان کے لشکر کے نیچے سے زمین کھینچ کر رکھ دیں گے۔

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہلکی ہلکی دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے منصور ترکی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا

"منصور! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو"

جواب میں منصور جھٹ سے بول پڑا سلطان محترم شہاب الدین کے نقطہ نظر سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ منصور کے اس جواب پر سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اپنے معمر سالار امین الدین ابوبکر کی طرف دیکھا اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

امین الدین تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟

امین الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم میں تو وہی کچھ کہتا ہوں جو منصور کہہ چکا ہے۔

امین الدین ابوبکر کے اس جواب پر سلطان خوش ہو گیا تھا پھر توصیفی انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بیٹے جو تم نے تجویز کیا ہے اسی پر عمل پیرا ہوا جائے گا میرے خیال میں اب اپنے اپنے حصے کے لشکر میں چلے جاؤ اور اپنے اپنے لشکریوں کو اس طے شدہ منصوبہ بندی سے آگاہ کرو اس کے ساتھ ہی شہاب الدین منصور ترکی بدرالدین اور محمد بن علی اپنے اپنے حصے کی طرف ہو لیے تھے۔

دوسری طرف گور خان اپنے سالاروں کے ساتھ جب اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکا تب ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا گور خان کے قریب آیا وہ گور خان کا کوئی مخبر تھا اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر گور خان لمحہ بھر کے لیے چونکا تھا فکر مند بھی ہو گیا تھا شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا مخبر شاید اس کے لیے بری خبر لے کر آیا ہے قریب آ کر وہ گھوڑ سوار اپنے گھوڑے سے اترا جھک کر تعظیم دی، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گور خان نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

کچھ کہنے سے پہلے مجھ پر یہ واضح کر دو کہ جو خبر تم لے کر آئے ہو اسے میں بری سمجھوں یا اچھی؟

گور خان کے اس سوال پر وہ مخبر الجھن میں پڑ گیا تھا کہنے لگا۔

مالک جو خبر میں لے کر آیا ہوں میں اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ وہ بری ہے یا اچھی میں وہ خبر آپ سے کہتا ہوں فیصلہ آپ ہی کیجئے گا کہ وہ خبر ہمارے لیے اچھی ہے یا بری۔

اس موقع پر گور خان نے اپنے قریب کھڑے سالاروں کی طرف پہلے دیکھا پھر جستجو بھرے انداز میں کہنے لگا۔

اچھا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس پر آنے والا مخبر بولا کہتے لگا۔

مالک خبر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی زوزن نے سلطان علاؤالدین کے سالار شہاب الدین بن مسعود سے شادی کر لی ہے اب وہ اس کی بیوی ہے ہمیں یہ خبر بہت دیر سے ملی اور اب آپ کی بیٹی زوزن شہاب الدین کے ایک بیٹے کی ماں بھی ہے۔

مخبر جب خاموش ہوا تب وہ سوچوں میں ڈوب رہا اس کے بعد اس نے مخبر کو مخاطب کیا۔

پہلے یہ کہو کہ یہ خبر تمہیں کسی معتبر شخص سے ملی ہے یا اڑتی ہوئی خبر ہے۔

اس پر آنے والا مخبر بول اٹھا۔

مالک جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ حقیقت ہے اس لیے کہ یہ خبر ہم نے معتبر ذرائع سے معلوم کی ہے تفصیل اس کی کچھ یوں ہے کہ جس وقت آپ نے اپنی بیٹی کو فونا کے لشکر کے ساتھ دلہن بنا کر عثمان خان کی طرف بھیجا تھا تو اس لشکر کو شکست ہوئی تھی اور ہمارے جو لشکری گرفتار ہوئے تھے ان کے ساتھ زوزن بھی گرفتار ہو گئی تھی مالک مسلمان عورتوں کا بڑا احترام اور ان کی بڑی عزت کرتے ہیں جب وہ گرفتار ہوئی تو علاؤالدین نے اس کے ساتھ بہترین سلوک کیا اسے پیشکش کی کہ اگر وہ اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی ہے تو اسے احترام کے ساتھ محافظ دستوں کے ساتھ بھیجا جائے گا لیکن زوزن نے آپ کے پاس آنے سے انکار کر دیا اور اس نے خود اپنی زبان سے علاؤالدین کے سالار شہاب الدین بن مسعود سے شادی کرنے کا ارادہ ظا- ؍ ا جس شخص نے یہ خبر ہمیں سنائی ہے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس وقت پہلی

ایک سفیر کی حیثیت سے آپ کے دربار میں آیا تھا اس وقت ـ

کرنے لگی تھی لیکن جب کیرش بھی اس کی طرف جھک گئی

پیچھے ہٹ گئی تھی مالک جس وقت شہاب الدین سفیر

جا رہا تھا اس وقت آپ کے بھتیجے بیدہ خان

شہاب الدین کو اس قدر زخمی کیا جائے

زوزن کیونکہ پہلی ملاقات ہی میں اسے پسند کرنے لگی تھی لہٰذا اس نے بھی اپنے کچھ خاص آدمی دریائے آمو کے پل کی طرف روانہ کیے تھے جہاں انہوں نے بیدو خان کے آدمیوں کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح شہاب الدین کوئی نقصان اٹھائے بغیر اپنے علاقوں میں واپس جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

زوزن اور شہاب الدین کی شادی کو سال سے زائد ہو گیا ہے اور اب وہ شہاب الدین کے ایک بیٹے کی ماں ہے۔

مخبر جب خاموش ہوا تب گور خان نے اسے جانے کی اجازت دے دی جب وہ وہاں سے ہٹ گیا تب گور خان اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے دوسری بری خبر ہے پہلی بری خبر ہمارے لیے یہ تھی کہ پہلی جنگ میں ہم نے مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین بن مسعود کو گرفتار بھی کر لیا لیکن ہماری بدقسمتی نہ ہمیں اس کی خبر ہوئی نہ ہمارے سالار سلطان اور شہاب الدین کو پہچان سکے اور جس سالار کے وہ حوالے کیے گئے تھے دونوں اسے چکما دے کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور اب یہ دوسری بری خبر آج سنا دی گئی ہے کہ میری بیٹی زوزن بھی دشمن سے مل گئی ہے اگر سال بھر پہلے والی جنگ میں جب علاؤالدین اور شہاب الدین گرفتار ہوئے تھے اس وقت ہم ان پر گرفت کر لیتے تو اب تک علاؤالدین کی سلطنت کے بہت سے علاقے ہمارے قبضے میں ہوتے بہر حال علاؤالدین کے ساتھ آج کی جنگ فیصلہ کن ہو گی پہلی جنگ میں علاؤالدین کو شکست دینے کے بعد ہم خاموش ہو رہے تھے ہم اسی میں خوش تھے کہ ہم نے علاؤالدین سے گزشتہ شکستوں کا انتقام لے لیا ہے لیکن اس بار علاؤالدین کو شکست دینے کے بعد ہم اس کے علاقوں میں داخل ہوں گے اور جس قدر مناسب سمجھیں گے اس کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے رہیں گے تاکہ آنے والے دور میں علاؤالدین کبھی ہمارے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر کے لیے گور خان خاموش ہو گیا کچھ سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جنگ کے دوران کوشش کرو کہ کسی نہ کسی طرح اس شہاب الدین کو زندہ گرفتار کیا جائے اسے گزند نہ پہنچے اگر وہ زندہ گرفتار کر لیا گیا تو پھر دیکھنا میں اس کا کیا

حشر نشر کرتا ہوں۔

گور خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو رہا اس لیے کہ سلطان علاؤالدین کے لشکر میں زوردار انداز میں تکبیریں بلند ہونے لگی تھیں جن سے گور خان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سلطان اب حملہ آور ہونے کی تیاری میں ہے۔

گور خان پر امید تھا کہ جنگ میں کامیابی اسے ہی ہو گی اس لیے کہ اس بار بھی اسے خاصی عددی فوقیت حاصل تھی جب مسلمانوں کے لشکر میں تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں تب گور خان بڑی جلدی میں اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اپنے اپنے حصے کے لشکر کے آگے چلے جاؤ یہ جو مسلمان تکبیریں بلند کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے وہ حملہ آور ہونے میں پہل کرنا چاہتے ہیں لیکن میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا جلدی کرو میں مسلمانوں پر پہلے حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔

گور خان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی طوفانی انداز میں اس کے سالار حرکت میں آئے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے آگے چلے گئے اس کے بعد گور خان نے حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ سلطان علاؤالدین کے لشکر پر آتش زنی اور خون ریزی کرتے طوفانوں کے خیابانوں گمنامیوں کی قہر مانیوں سے نکلتے نادیدہ اور ناشنیدہ خوفناک عذابوں اور دکھ کی حرماں نصیبی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان علاؤالدین اور اس کے سالار پہلے حملہ آور ہونے کے لیے تیار تھے جب گور خان نے پہل کر دی تب وہ بھی بالکل مستعد اور تیار تھے لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی جوش اور طغیانی پر آئے اڈتے طوفانوں کالی راتوں کے دروازوں پر دستک دیتے زمینوں کے تیز جھکڑوں اور بے بسی کی گہری صداؤں سے اٹھتے آبلہ پا اور دل فگار کر دینے والے عذابوں کے ارتعاش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے دونوں طرف کے لشکری موجوں کی شوریدہ آوازوں کی طرح آوازیں بلند کرتے ہوئے پر عذاب شب کے لمحوں کی طرح ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ صاعقہ آسمانی کی طرح حملہ آور ہونے والے بڑے بڑے سورما اور شوریدہ پشت جنگجو خاک و خون ہونے لگے تھے آکاش کی نیلاہٹوں تلے اور دھرتی کے سینے پر تقدیر کے بدترین نوشتے رقم ہونے لگے تھے میدان جنگ کے اندر بڑی تیزی سے سزا و جزا اور موت و حیات کی

کشمکش کا ایک ناختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں لشکر انتہائی ہولناک انداز میں ٹکراتے رہے یہاں تک کہ سلطان علاؤالدین کے لشکر میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی سب سے پہلے لشکر میں شہاب الدین نے تکبیریں بلند کیں ان تکبیروں سے شاید سلطان اور منصور ترکی کو اشارہ دینا تھا کہ وہ اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

لہٰذا ان تکبیروں کے ساتھ ہی شہاب الدین اپنے لشکر کو لے کر مزید دائیں جانب ہٹا اس کے بعد وہ برق کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اور گور خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر وہ وحشی صدیوں کے راز کھولتے اوہام کے زنگار دکھ کے ان گنت طوفان کھڑے کرتی اذیتوں کی ہولناک تلخیوں اور دلوں کو خلش روح کو گھاؤ سے بھر دینے والی کرب خیزیوں کے کھولتے بحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں شہاب الدین نے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا کیونکہ گور خان کے لشکری اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہیں تھے لہٰذا پہلے تو ان کی صفوں کے اندر ابتری اور افراتفری سی برپا ہوئی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہاب الدین نے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

جس وقت گور خان اور اس کے سالار سامنے کے علاوہ اپنے بائیں پہلو کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ بائیں پہلو سے علاؤالدین کے لشکر نے حملہ کیا ہے اس کی روک تھام کریں کہ بائیں جانب بھی ان کے لیے ایک عذاب اٹھ کھڑا ہوا۔

اس لیے کہ شہاب الدین کے تکبیریں بلند کرنے کے تھوڑی دیر بعد منصور ترکی بھی حرکت میں آیا تھا وہ بائیں جانب کے لشکر کی کمانداری کر رہا تھا لہٰذا وہ مزید بائیں جانب ہٹا پھر شہاب الدین ہی کے انداز میں آگے بڑھا اور گور خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر وہ صدیوں کے رشتے کاٹتی کھولتی تمازت آسمان پر کمند ڈالتے تند ہواؤں کے طمانچوں اور سلگتے دھاروں کی روانی میں وحشتوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

شہاب الدین ہی کے انداز میں منصور ترکی نے بھی اپنے تیز حملوں سے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔

گور خان اور اس کے سالار اب ایک الجھن میں مبتلا ہو گئے تھے پہلے ان کی ساری توجہ اپنے سامنے تھی اور وہ کوشش کر رہے تھے کہ لحہ بہ لحہ اپنے حملوں میں شدت پیدا کرتے ہوئے سلطان پر دباؤ ڈالیں اور اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں۔

ان حالات میں سامنے کی طرف سے ان کی توجہ کسی قدر کم ہو گئی اس لیے کہ جب پہلوؤں کی طرف سے شہاب الدین اور منصور ترکی نے تیز حملے کیے تو گور خان کے لشکر کو خاصا نقصان پہنچا تب گور خان اور اس کے سالار اپنے لشکر کے اندر تبدیلی کرتے ہوئے کچھ سالاروں کو کمانداری سونپتے ہوئے دائیں بائیں روانہ کرنے لگے تھے۔

اس صورت حال سے جہاں شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے پورا فائدہ اٹھایا تھا سلطان بھی پیچھے نہیں رہا اس نے جب دیکھا گور خان اور اس کے سالاروں کی زیادہ توجہ اپنے لشکر کے پہلوؤں کی طرف ہو گئی ہے جہاں شہاب الدین اور منصور ترکی ضربیں لگا رہے ہیں تب اس نے بھی اپنے حملوں میں زیادہ شدت اور تلخی پیدا کرتے ہوئے گور خان کے لشکر پر عذاب بھری آندھیوں اور محرومیوں کی داستانیں رقم کرتی وحشت کی بت جھڑ کی طرح ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

یہ صورتحال جہاں سلطان کے لیے بڑی موافق تھی وہاں گور خان کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی پہلوؤں کی طرف سے کیونکہ شہاب الدین اور منصور ترکی نے اچانک حملہ کیا تھا لہٰذا گور خان اور اس کے سالاروں کو اپنی ترتیب اور تنظیم تبدیل کرنے میں کچھ وقت لگا تھا یہ وقت ہی گور خان کے لشکریوں پر قیامت بن کر گزر گیا تھا اس لیے کہ جب تک پہلوؤں کی طرف سے گور خان اور اس کے سالار اپنی تنظیم درست کرتے وہاں نئے سالار مقرر کر کے جوابی حملوں کی ابتدا کرتے اس وقت تک شہاب الدین اور منصور ترکی نے گور خان کے لشکر کے پہلوؤں کو بالکل چھلنی کر کے رکھ دیا تھا سامنے کی طرف کیونکہ گور خان کی توجہ کم ہو گئی تھی لہٰذا سلطان علاؤالدین اور امین الدین ابوبکر نے بھی کافی نقصان پہنچاتے ہوئے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

گور خان کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ سامنے تو ان کے لشکریوں کی لاشیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور پہلوؤں کی طرف سے بھی صفیں کی صفیں ختم ہونا شروع ہو گئی ہیں یہاں تک کہ لشکری اپنی جانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے لشکر کے وسطی حصے کو

جانے کو ترجیح دے رہے تھے اور یہ صورت حال یقیناً گور خان اور اس کے سالاروں کے لیے خطرے اور اندیشے کا پیغام تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے تیز حملوں کے باعث چاروں طرف سے گور خان کے لشکریوں کی لاشیں بکھرنی شروع ہوگئیں ہیں تو اس صورت حال نے ان کے جذبوں کے اندر ایک تندی ولولوں کو ایک طرح سے استحکام بخشا تھا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ گور خان کے لشکر پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

ان تیز حملوں کے باعث گور خان کو جو سلطان پر اپنے لشکر کی عددی فوقیت حاصل تھی وہ ختم ہوگئی تھی اور اب تین اطراف کے حملوں نے گور خان کے لشکر میں مزید کمی کرنا شروع کر دی تھی۔

گور خان نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے اس طرح جنگ کے اندر تبدیلی کرنے کے باعث اس کے لشکری شکستہ دل ہو گئے ہیں اور بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے تب اس نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے نقارے بجوا دیے تھے۔

نقاروں کے یہ آواز سنتے ہی گور خان اس کے سالار اور اس کے لشکری اپنی جانیں بچا کر شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان علاؤالدین کے علاوہ شہاب الدین مسعود منصور ترکی نے بھاگتے دشمن کا بدترین اور انتہائی شدت کے ساتھ تعاقب شروع کر دیا تھا کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا جب دیکھا گیا کہ گور خان اب پلٹ کر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا ہے تب سلطان نے یہ تعاقب ترک کر دیا تھا۔

تعاقب ترک کر کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کچھ دیر تک اپنے سامنے گور خان کے بھاگتے لشکر کو دیکھتا رہا جب گور خان اپنے لشکر کے ساتھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب سلطان علاؤالدین اپنے گھوڑے سے اترا اس موقع پر اس کے چھوٹے بڑے سالار اس کے گرد جمع تھے گھوڑے سے اترنے کے بعد سلطان علاؤالدین نے قبلے کا تعین کیا پھر کعبہ کی طرف رخ کرتے ہوئے سلطان سجدہ ریز ہوا اور انتہائی رقت اور عاجزی میں تقریباً روتے ہوئے دعا مانگ رہا تھا۔

''اے خدائے رحیم و کریم تیری حاکمیت اور فضیلت لامحدود تیری عظمت تیرا جلال ادراک انسانی سے ماورا ہے''

اے مالک دو جہاں تو ہی وقت کے کٹوروں میں رات کو ان کی سیاہی، دن کو اس کا اجالا عطا کرتا ہے تو ہی ہواؤں کے رتھ چلاتا ہے قرن در قرن گردش شام و سحر میں میرے اللہ تو ہی موسموں کے تغیر کو ان کی تاثیر اور گلابوں کے باطن کو خوشبو عطا کرتا ہوے۔

میرے اللہ ! میں حوادث کے لمحوں کا اسیر اور غم کی طغیانیوں میں گھرا تیرا ایک عاجز بندہ ہوں میرے اللہ تو نے شہر شہر پکارتی ہولناک طاقت ور موت قہر مانیت کے سیلاب اور دشمن کے عقوبت بھری قیامت خیزیوں کے سامنے مجھے کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی میرے اللہ اپنی اس فوزمندی پر میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

اے دو جہاں کے مالک تو ہی گم صم خاموشیوں میں عذابوں کے قصوں کو امیدوں کی چاندنی سزاؤں کی داستانوں کو چاہتوں کی خوشبو تشنگی کی دھوپ کو بحر بے کراں میں بدل دیتا ہے میرے مالک مصائب کے ہجوم میں تو ہی دکھوں کا مداوا کٹھن کٹھور وستوں کی ٹھوکر میں تو ہی درد کا درماں ہے۔

میرے اللہ میں تیرا عاجز اور بے بس بندہ ہوں آنے والے دور میں بھی مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف ایسی ہی فوزمندی و کامیابی عطا کرنا''

دعا مانگنے کے بعد سلطان اٹھ کھڑا ہوا اپنے گھوڑے کی طرف گیا گھوڑے کی زین کے ساتھ جو انگوچھا بندھا ہوا تھا اس سے اس نے اپنی آنکھوں سے نکلتے ہوئے آنسو صاف کیے اس موقع پر ارد گرد سارے سالار بے حد متاثر کھڑے نمناک آنکھوں سے سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سلطان نے سنبھلنے کے بعد سب سے پہلے شاندار کارگزاری پر اپنے سارے سالاروں کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا لشکر کو لے کر پلٹا اس جگہ گیا جہاں جنگ ہوئی تھی جنگ میں کام آنے والوں کی تکفین کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی اس کے بعد گور خان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا شاید سلطان وہاں قیام کر کے اپنے لشکریوں کو چند دن

آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا میدان جنگ کے اندر ہی سلطان نے چند دن آرام کیا جب زخمی ہونے والے کافی حد تک تندرست ہو گئے تب وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور خوارزم کا رخ کیا سلطان کے ہاتھوں خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کی یہ بدترین شکست تھی اور سلطان نے اب اسے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ آنے والے دور میں وہ کبھی سلطان کے سامنے سر اٹھا سکتا۔

❀❀❀

ایک روز شہاب الدین زوزن اور سدورہ تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کھانے کے بعد زوزن طہارت خانے میں شہاب الدین کے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا زوزن نے اپنے کندھے پر رکھا ہوا انگوچھا شہاب الدین کی طرف بڑھایا شہاب الدین نے اس سے ہاتھ صاف کیے پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دروازے پر کس نے دستک دی ہے میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

جونہی شہاب الدین طہارت خانے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف بڑھا دوسرے کمرے سے سدورہ بھی نکل آئی اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کسی نے دروازے پر دستک دی ہے؟

اس پر شہاب الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا میں ہاتھ دھو کر دروازہ کھولنے ہی جا رہا تھا۔

آگے بڑھ کر جب شہاب الدین نے حویلی کا دروازہ کھولا تو دروازے پر سلطان علاؤالدین کے محافظ دستوں کا ایک لشکری کھڑا تھا شہاب الدین کو دیکھتے ہی وہ بول اٹھا۔

امیر شہاب الدین! سلطان نے آپ کو فی الفور قصر میں طلب کیا ہے سارے سالار اور عمائدین سلطنت بھی وہاں جمع ہو رہے ہیں۔

اس لشکری کے ان الفاظ پر شہاب الدین چونکا تھا غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

خیریت تو ہے؟

خیریت ہے فکر مندی کی کوئی ایسی بات نہیں ہے اس لشکری نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا دراصل آج دو قاصد ہمارے شہر میں داخل ہوئے ہیں صبح سویرے گور خان کا ایک قاصد آیا تھا اسے روک لیا گیا ہے اور دوپہر کے وقت تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کی طرف سے بھی ایک قاصد آیا ہے اب سلطان نے اجلاس طلب کر لیا ہے اور باری باری سب کے سامنے ان دونوں قاصدوں کو طلب کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کی طرف سے سلطان کے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہیں۔

آنے والے اس لشکری کے جواب پر شہاب الدین کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا دروازہ بند کر کے جب شہاب الدین مڑا تب اس نے دیکھا زوزن اور سدورہ دونوں حویلی سے نکل کر باہر صحن میں آن کھڑی ہوئی تھیں جونہی شہاب الدین ان کے قریب گیا سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

کون تھا اور آپ سے کیا کہہ رہا تھا۔

اس پر آنے والے اس لشکری سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل شہاب الدین نے سدورہ اور زوزن دونوں سے کہہ دی تھی یہ تفصیل جان کر زوزن کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی غمزدہ سے انداز میں وہ شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

پھر کہیں کسی مہم کی ابتدا تو نہیں ہو رہی میرے باپ کو جو گزشتہ دنوں شکست ہوئی تھی اس سے میں مطمئن ہو گئی تھی کہ اب وہ لڑائی جھگڑے اور جنگ کی کوئی طرح نہیں ڈالے گا اب آپ نے بتایا ہے کہ اس کی طرف سے ایک پیامبر آیا ہے تو اس انکشاف نے مجھے مزید پریشان کر دیا ہے کہ کہیں وہ پھر سلطان کے ساتھ کسی جنگ کی ابتدا نہ کر دے۔

اور اس موقع پر تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کا بھی قاصد آیا ہے تو اس کا آنا بھی بغیر کسی علت کے نہیں ہے شہاب الدین حویلی میں داخل ہوا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں بیٹھو میں ذرا لباس تبدیل کر کے قصر کی طرف جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کیا معاملہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی سدورہ نے آگے بڑھ کر شہاب الدین کو لباس نکال کر دیا تھا شہاب الدین نے لباس تبدیل کیا اور وہ حویلی سے نکل گیا تھا جس وقت وہ قصر کے کمرے میں داخل ہوا اس وقت سالاروں کے علاوہ عمائدین سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے تاہم سلطان علاؤالدین ابھی اس کمرے میں نہیں آیا تھا شہاب الدین آگے بڑھ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا جو محترم امین الدین ابوبکر کے ساتھ تھی۔

تھوڑی دیر بعد سلطان اس کمرے میں داخل ہوا سب نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر سلطان کو تعظیم دی ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے سب کو بیٹھنے کے لیے کہا خود بھی وہ نشست پر بیٹھ گیا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ کو زحمت اس لیے دی ہے کہ آج ہماری طرف دو قاصد آئے ہیں ایک خطا کے ترکوں کے حکمران گور خان کا اور دوسرا تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کا میں پہلے گور خان کے قاصد کو طلب کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے بادشاہ گور خان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے سارے سالاروں نے جب اس سے اتفاق کیا تب علاؤالدین نے اپنے چوبدار کو حکم دیا کہ گور خان کے قاصد کو پیش کیا جائے۔

چوبدار وہاں سے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ اسی کمرے میں گور خان کے قاصد کو لے کر آیا تھا قاصد سلطان کے سامنے آیا سلطان کو اس نے اپنے انداز میں تعظیم دی جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تب سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

تم اگر گور خان کے قاصد بن کر آئے ہو تو کہو میرے لیے اس کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔

قاصد نے گلا صاف کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

سلطان محترم اپنے بادشاہ گور خان کی طرف سے آپ کے لیے خیر سگالی کا پیغام لے کر آیا ہوں ساتھ ہی کچھ اندیشے بھی ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنے ہیں دراصل تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان نے اپنی عسکری طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے اس کے پاس اس وقت کم از کم چار سے پانچ لاکھ کے قریب جنگجو ہیں جنہیں وہ کسی بھی وقت حرکت میں لا سکتا ہے جو خبریں اب تک ہمارے مخبروں نے

گور خان تک پہنچائی ہیں ان کے مطابق کشلی خان اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے اور اب وہ اپنی کسی مہم کی ابتدا کرنا چاہتا ہے زیادہ شواہد اس بات کے ملے ہیں کہ وہ پہلے ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا ہم پر حملہ آور ہوگا اور ہم سے فوائد حاصل کرنے کے بعد وہ آپ کو بھی اپنا ہدف بنائے گا اس لیے کہ صرف گور خان اور آپ کی مملکت کی سرحدیں کشلی خان کے علاقوں سے ملتی ہیں کشلی خان نے کیونکہ اپنے لشکر میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے لہٰذا اپنی اس طاقت اور قوت کے گھمنڈ اور غرور میں وہ مہم جوئی پر اترا ہوا ہے جہاں تک مخبروں کا خیال ہے پہلے وہ گور خان کو اپنا ہدف بنا کر فوائد حاصل کرے گا اس کے بعد وہ آپ کی طرف متوجہ ہوگا۔

ہمارے بادشاہ گور خان نے جو پیغام دے کر مجھے آپ کی طرف روانہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ہم دونوں قوتوں کو مل کر کشلی خان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اگر ہم اکیلے اکیلے کشلی خان سے ٹکرائے تو کشلی خان کی قوت ایسی ہے کہ وہ فرداً فرداً دونوں قوتوں کو دبوچ کر رکھ دے گا۔ اس بنا پر گور خان نے آپ کے نام یہ پیغام بھجوایا ہے کہ آپ کشلی خان کے خلاف ہمارے بادشاہ گور خان کی مدد کرتے ہیں تو پھر گور خان خراج کی وہ رقم جو آپ اس کے لیے مقرر کریں گے آپ کو سالانہ ادا کرتا رہے گا۔

گور خان کے قاصد کا یہ پیغام بھی بڑا عجیب وغریب تھا اس سے پہلے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے آباؤ اجداد گور خان کو خراج ادا کیا کرتے تھے اور اب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے گور خان کی طاقت اور قوت کو اس قدر کچل مسل دیا تھا کہ وہ خود سلطان کو خراج دینے کے لیے آمادہ نظر آ رہا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد خاموش ہو گیا تھا سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ قاصد خوشی اور سکون کا اظہار کرتے ہوئے وہاں بیٹھ گیا تھا پھر سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے قریب بلا لیا تھا جب سالار اس کے قریب ہوئے تو بڑی رازداری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

گور خان کے قاصد نے جو کچھ کہا ہے وہ تم لوگ بھی سن چکے ہو گور خان سے ہم نے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام بھی لے لیا ہے اور اس کی عسکری قوت بھی کافی حد تک توڑ کر رکھ دی ہے اس بنا پر وہ اب ہمیں خراج دینے کے لیے تیار ہے جہاں تک

کشلی خان کا تعلق ہے تو یہ حقیقت ہے کہ اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر لیا ہے۔ ہم کشلی خان سے ٹکرانے میں پہل نہیں کریں گے اور اگر اس نے اپنی طرف سے ہمیں اپنا ہدف بنانے میں پہل کی تو پھر ہم سر پر کفن باندھ کر اس کے سامنے آئیں گے اور اسے حریص نظروں سے اپنے علاقوں کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

قاصد نے جو پیغام دیا ہے وہ پیغام سن کر جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ غور سے سنو۔

میں چاہتا ہوں کہ فی الحال معاملے کو ادھورا چھوڑا جائے اس قاصد سے یہ میں کہتا ہوں کہ تم فی الحال اپنے مرکزی شہر اخلاط چلے جاؤ جب کشلی خان نے ایسی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو ہم اپنا لشکر لے کر نکلیں گے اور دیکھیں گے وہ کس سمت رخ کرتا ہے اسے روکنے کی کوشش کریں گے اس لیے کہ اس کے بعد میں نے کشلی خان کے قاصد کو بھی بلانا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا ہے۔

سلطان کی اس تجویز سے اس کے سالاروں نے اتفاق کیا تھا لہٰذا سالار سلطان کے کہنے پر پھر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے پھر سلطان نے گور خان کے قاصد کو مخاطب کیا۔

تم واپس جا کر اپنے بادشاہ سے کہنا کہ وہ وقت آنے دو جب کشلی خان ہم دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا ہدف بنائے گا ہم اس کی کارروائیوں پر نگاہ رکھنے کے لیے اپنے مخبر مقرر کریں گے اور جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا تو ہم بھی اپنا لشکر لے کر نکلیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ کشلی خان کس کے خلاف کیا کارروائی کرتا ہے اب تم جا سکتے ہو۔

سلطان کے یہ الفاظ سن کر گور خان کا قاصد وہاں سے نکل گیا تھا اور اس کے بعد سلطان نے کشلی خان کے قاصد کو طلب کیا تھا جواب میں سلطان کے چوبدار نے کشلی خان کے قاصد کو سلطان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

جب سلطان نے سوالیہ انداز میں کشلی خان کے قاصد کی طرف دیکھا تب قاصد بول اٹھا۔

سلطان محترم مجھے ہمارے بادشاہ کشلی خان نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے

آپ جانتے ہیں ماضی میں گور خان نے ہمارے بہت سے علاقوں پر یلغار کرتے ہوئے ان پر قبضہ کر لیا تھا اور ہمارا بادشاہ کشلی خان اب اپنے وہ علاقے واپس لینا چاہتا ہے۔ پہلے ہماری عسکری طاقت کمزور تھی لیکن اب ہم نے اپنی عسکری قوت کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے اس بنا پر ہم اپنے علاقے واپس لینے کا ارادہ کر چکے ہیں۔

اپنے بادشاہ کشلی خان کی طرف سے جو پیغام میں آپ کے لیے لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ کشلی خان نے آپ کے لیے کہلا بھیجا ہے کہ اگر آپ ہمارے اور گور خان کے درمیان متوقع جنگ کے دوران گور خان کے خلاف ہماری مدد کریں تو گور خان کے جن علاقوں پر ہمارا قبضہ ہو گا ان میں سے نصف حصہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

سلطان نے اس قاصد کو بھی مطمئن کر دیا اور اسے یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ کشلی خان سے جا کر کہے کہ مطمئن رہے جیسا وہ چاہتا ہے ویسا ہی ہو گا۔

گور خان اور کشلی خان کے ان دونوں قاصدوں اور سلطان کے نام پیغام سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں۔

دراصل ترکستان کا تاتاری حکمران کشلی خان خطا کے ترکوں کی ماضی میں دست درازیوں سے بہت تنگ تھا جب اسے معلوم ہوا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں گور خان کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی ہے اور یہ کہ بخارا اور سمرقند جیسے بڑے بڑے شہر اب گور خان کے بجائے علاؤالدین کے پاس ہیں تو کشلی خان نے سوچا کہ خطا کے ترکوں سے بدلہ لینے کا یہ بڑا موزوں وقت آ گیا ہے اسی بنا پر اس نے سلطان کو کہلا بھیجا کہ آپ اس موقع پر ترکان خطا کے خلاف میری امداد کریں تو مفتوحہ علاقے سے نصف حصہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

دوسری طرف گور خان بھی اپنے مخبروں کے ذریعے کشلی خان کے ان ارادوں سے آگاہ ہو چکا تھا اس نے بھی سلطان سے امداد کی درخواست کی اور بطور خراج ایک بھاری رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ ان حالات میں سلطان علاؤالدین نے دونوں کو امداد کا وعدہ دے کر مطمئن کر دیا تھا۔

دراصلگور خان اور کشلی خان دونوں کے خلاف سلطان علاؤالدین اپنے مطلب کی سیاست چل رہا تھا اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب کشلی خان گور خان پر

حملہ آور ہونے کے لیے نکلے گا تو سلطان خود بھی اپنا لشکر لے کر نکلے گا اور کشلی خان اور گور خان دونوں کے لشکر کے قریب ہی کہیں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرے گا اور جب دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں گی تو ان دونوں میں سے جس کا پلہ بھاری ہوگا سلطان اس کی مدد کرے گا اور اس سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا یہ فیصلہ کرنے کے بعد سلطان کشلی خان کی طرف سے کوئی قدم اٹھانے کی انتظار کرنے لگا۔

آخر کشلی خان اپنا لشکر لے کر نکلا دوسری طرف گور خان کو بھی کشلی خان کی آمد اور حملہ آور ہونے کی خبر مل گئی تھی لہٰذا وہ بھی اپنا لشکر لے کر اپنے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہوا تھا اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے تیسری طرف سلطان کو بھی اس کے مخبر پل پل بھر کی خبریں پہنچا رہے تھے لہٰذا سلطان بھی اپنا لشکر لے کر نکلا اور جس جگہ کشلی خان اور گور خان دونوں نے اپنے اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کیا تھا ان دونوں سے ذرا فاصلے پر اس نے بھی اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کرلیا تھا۔

کشلی خان اور گور خان دونوں سلطان سے پہلے وہاں پہنچے تھے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر چکے تھے پہلے پہنچنے کے بعد دونوں ہی سلطان کی امداد کا انتظار کرنے لگے تھے گور خان اپنی طرف سے یہ توقع لگائے ہوئے تھا کہ سلطان آئے گا اس کا ساتھ دے گا اور کشلی خان کو شکست ہوگی دوسری طرف کشلی خان بھی یہی سوچ رہا تھا کہ جب سلطان آئے گا تب وہ جنگ کی ابتدا کرے گا تاکہ اس کا ساتھ دے اور اس طرح گور خان کے خلاف اپنی فتح مندی کو یقینی بنائے۔

اس طرح دونوں ہی غلط فہمی میں تھے کہ سلطان ان کے ساتھ آکر شامل ہو اور وہ جنگ کریں کیونکہ دونوں فریق اپنی جگہ یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ سلطان ان کی امداد کے لیے آیا ہے جبکہ تیسری طرف سلطان کا مدعا اور اس کا نظریہ ہی کچھ اور تھا وہ تو چاہتا تھا کہ پہلے وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور جب سلطان اندازہ لگائے گا کہ کس کا پلہ بھاری ہے تو سلطان اس کا ساتھ دے کر اس سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تب بھی دونوں یہی خیال کرنے لگے کہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہیے اور جب جنگ کی ابتدا ہو

گئی تب سلطان ان کی مدد کے لیے حرکت میں آئے گا چنانچہ کشلی خان کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی اور اسے گور خان کے علاوہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر بھی ایک طرح سے عددی فوقیت تھی لہٰذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

چنانچہ کشلی خان گور خان پر حملہ آور ہوا دونوں لشکریوں کے درمیان خوفناک جنگ کی ابتدا ہوگئی تھی جبکہ سلطان علاؤالدین مصلحت اندیشی کے تحت ایک طرف رہا ابھی تک اس نے کسی کا ساتھ دینے کا عزم نہیں کیا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جب اس نے دیکھا کہ جنگ میں گور خان کے مقابلے میں کشلی خان کا پلہ بھاری ہو رہا ہے تب اس نے کشلی خان کا ساتھ دیا اس طرح گور خان کے مقابلے میں کشلی خان فتح مند رہا اور گور خان کو گرفتار کرلیا گیا۔

کیونکہ سلطان نے جنگ کے دوران کشلی خان کا ساتھ دیا تھا اور اس کا ساتھ دینے کے بعد ہی کشلی خان کو فتح حاصل ہوئی تھی لہٰذا سلطان نے کشلی خان سے مفتوحہ علاقوں میں سے اپنا حصہ طلب کیا۔

کشلی خان کیونکہ سلطان کی سیاست کو سمجھ چکا تھا لہٰذا اس نے بڑی سختی کے ساتھ علاقے دینے سے انکار کر دیا کیونکہ سلطان اس موقع پر کشلی خان سے الجھنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وقتی طور پر خاموش رہا چونکہ سلطان نے آخری وقت میں کشلی خان کا ساتھ دیتے ہوئے ایک طرح سے اپنا عہد پورا نہیں کیا تھا اس بنا پر سلطان کو کشلی خان کی طرف سے یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ کسی بھی وقت مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرسکتا ہے لہٰذا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کر گیا تھا۔

گور خان کو شکست دینے کے بعد کشلی خان کے حوصلے بڑھ گئے تھے گور خان کو رہا کر دیا گیا تھا لیکن اس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا گیا تھا اور ان علاقوں میں سے کوئی بھی علاقہ کشلی خان نے سلطان علاؤالدین کے حوالے نہ کیا تھا۔

ترکستان کے تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان کیونکہ گور خان اور علاؤالدین دونوں ہی کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا تھا لہٰذا گور خان کو نیچا دکھانے کے بعد اب اس کی نگاہیں علاؤالدین خوارزم شاہ پر جم گئی تھیں سلطان کو بھی اس کا پورا پورا احساس تھا کہ اب کشلی خان ہر صورت میں مسلمانوں کی سلطنت کو اپنے سامنے زیر کرنے کی

پوری کوشش کرے گا بظاہر کشلی خان گور خان کو شکست دینے اور اس کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا لیکن سلطان محتاط تھا اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ وہیں رکھا جہاں کشلی خان اور گور خان کا ٹکراؤ ہوا تھا گور خان کا لشکر بھی اپنے مرکزی شہر کی طرف جا چکا تھا۔

چند ہفتوں بعد ہی سلطان کو خبریں آنا شروع ہو گئی کہ کشلی خان مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے یہ خبریں آنے کے بعد سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا کہ کشلی خان کے حملوں کی روک تھام کا اہتمام کیا جائے اس لیے کہ کشلی خان کے پاس اب چار لاکھ سے زیادہ لشکر تھا اور سلطان کے پاس جو لشکر تھا اس کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ تھی۔

جب سب سالار سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب سلطان انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عزیزان دیرینہ اب وہی کچھ ہونے کو ہے جس کا ہم نے اس سے پہلے اندازہ لگا لیا تھا کشلی خان ہم پر ضرب لگانے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے اور جس طرح ہمارے مخبروں نے خبریں دی ہیں ان کے مطابق بہت جلد وہ اپنے مرکزی شہر سے چار لاکھ سے کچھ ہی زائد لشکر سے نکلے گا اور ہم سے ٹکرائے گا مخبروں نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ کشلی خان اور اس کے سالاروں کا ارادہ ہے کہ پہلے وہ ہمارے سامنے صف آراء ہو گا اور اپنے ظن و گمان کے مطابق ہمیں شکست دینے کے بعد ہماری سلطنت کے اندر دور تک ترک تاز لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے گا۔

یہ معاملہ میں اب تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں آپس میں صلاح مشورہ کرو اس کے بعد کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے مجھے آگاہ کرو۔

سلطان کے ان الفاظ کے جواب میں سارے سالار آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے کچھ دیر کھسر پھسر ہوتی رہی اس کے بعد سارے کے سارے شاید کسی نتیجے پر پہنچ گئے تھے پھر سارے سالاروں نے شہاب الدین کو اپنا نمائندہ بنایا اس پر شہاب الدین سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم کشلی خان چار پانچ لاکھ کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھے گا اس طرح اس کی اور ہماری نسبت ایک پانچ کی ہو گی اس سے پہلے کیونکہ کشلی خان گور خان کو شکست دے چکا ہے لہٰذا گور خان کی شکست اور اپنی فتح مندی کی وجہ سے کشلی خان اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کے حوصلے اور ولولے اپنے عروج پر ہیں۔

سلطان محترم ہمیں کشلی خان سے کسی طریقے سے کسی ڈھنگ سے نمٹنا ہو گا پانچ لاکھ کے لشکر کے سامنے ہمیں کھلے میدان میں نہیں آنا چاہیے۔ خدانخواستہ اگر ہمارے پاؤں کشلی خان کے سامنے سے اکھڑ گئے تو پھر ہم کہیں بھی جم کر کشلی خان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ایک بار ہم اس کے سامنے سے پسپا ہو گئے تو وہ ہماری سلطنت کے اندر تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلے گا جس کی اس سے پہلے کبھی مثال نہ دیکھی ہو گی ہم کہیں بھی اس کی اور اس کے لشکریوں کی راہ روکنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

سلطان محترم کشلی خان کے علاقوں سے ہمارے تین بڑے شہر ملتے ہیں جو فرغانہ شاش اور کاشان ہیں شاش اور کشان ان دنوں بغیر فصیل کے ہیں فرغانہ کی فصیل بھی نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا ان تینوں شہروں کے اندر حملہ آور کسی بھی وقت آسانی سے داخل ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کر سکتا ہے۔

اب کشلی خان سے نمٹنے کے لیے جو لائحہ عمل اور منصوبہ بندی ہم نے طے کی ہے اس کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے ہمیں کوچ کرنا ہو گا فرغانہ شاش اور کاشان سے لگ بھگ دس میل پہلے کوہستانی سلسلوں کے دامن میں وسیع میدان ہیں انہیں میدانوں کو ہمیں میدان جنگ بنانا چاہیے۔

سلطان محترم جب کشلی خان اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح ہماری طرف بڑھے گا تو ہمارے پاس آنے سے پہلے اس کے راستے میں ہمارے تین شہر فرغانہ شاش اور کاشان آئیں گے لہٰذا ہم نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد پہلے پورا لشکر کوہستانی سلسلے کے قریب کھلے میدانوں کے اندر پڑاؤ کرے اس کے بعد جو پہلا قدم ہم نے اٹھانا ہے وہ یہ کہ اپنے ان تینوں شہروں کی آبادی کو شہروں سے نکال کر جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف بھیج دیا جائے اور ان کی عارضی رہائش کا بھی اہتمام کر دیا جائے۔

جب ان تینوں شہروں کی آبادی کو جنوب کی طرف حفاظت سے منتقل کر دیا جائے گا تب ان شہروں کے اندر اپنے چھوٹے لشکر متعین کر دیے جائیں گے یہ لشکر بدرالدین محمد بن علی اور لیبورد شہر کے اپنے حاکم تاج الدین کی کمانداری میں کام کریں گے تاج الدین ان دنوں کیونکہ ہمارے لشکر میں شامل ہے لہٰذا اس سے بہتر انداز میں کام لیا جا سکتا ہے۔

سلطان محترم ان تینوں شہروں میں جو لشکری متعین کیے جائیں گے انہیں زیادہ تر تیروں سے لیس کیا جائے گا اور یہ لشکری شہر میں داخل ہونے والے راستوں کے قریب متعین کیے جائیں گے۔

جہاں تک ہمارا اندازہ ہے جب کشلی خان اپنے لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھے گا تو اس کے ذہن میں یہی بات ہو گی کہ ہمارے لشکر کی تعداد صرف ایک لاکھ ہے اگر وہ زیادہ سے زیادہ لشکر بھی اپنے ساتھ لے کر آیا تو دو لاکھ پر وہ اکتفا کر سکتا ہے وہ یقیناً یہی سوچے گا کہ دو لاکھ لشکر کے ساتھ وہ ہمیں پسپا کر سکتا ہے باقی لشکریوں کو یقیناً وہ ہمارے متعین شہروں فرغانہ کاشان اور شاش کی لوٹ مار پر مقرر کرے گا تاکہ ان شہروں سے اپنے لیے فوائد حاصل کرے۔

سلطان محترم یہ بھی ممکن ہے کہ ماضی کی ہماری کامیابیوں اور فتوحات کی وجہ سے دو لاکھ کا لشکر پا کر بھی کشلی خان ہمارے سامنے آنے کی ہمت اور جرأت نہ کر سکے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ پہلے اپنے ایک لشکر کے حصے کے ذریعے فرغانہ اور دوسرے شہروں کی لوٹ مار کا کام کرے گا وہاں سے ضروریات کی ہر شے حاصل کرے گا اتنی دیر تک باقی لشکر کے ساتھ کسی محفوظ جگہ وہ پڑاؤ کر کے انتظار کر سکتا ہے اور جب اس کے لشکر کا ایک حصہ تینوں شہروں کی لوٹ مار تباہی بربادی سے فارغ ہو جائے گا تو پھر وہ پورے لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا لیکن ہم نے اسے ایسا نہیں کرنے دینا ہم نے اس وقت سے ہی اس کی تباہی اور بربادی کے در کھولنے شروع کر دینے ہیں جس وقت وہ ہمارے تینوں شہروں کا رخ کرے گا۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے تین سالاروں کی سرکردگی میں تینوں شہروں کے اندر اپنے لشکری متعین کر دیے جائیں گے وہ زیادہ تر تیر اندازی سے کام لیں گے

جونہی کشلی خان کے لشکری ہمارے ان تینوں شہروں کی لوٹ مار کرنے کے لیے ان شہروں میں داخل ہوں گے ہمارے لشکری ان پر تیروں کی برسات کریں گے اور کوشش کریں گے کہ کشلی خان کے لشکر کا جو بھی حصہ ان تین شہروں میں داخل ہوتا ہے ان تینوں میں سے کوئی بھی بچ کر شہر سے بھاگنے نہ پائے۔

اگر ہمارے لشکری ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو سلطان محترم ہم اس طریقے سے کشلی خان کا آدھے سے بھی زیادہ لشکر کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

کشلی خان سے نمٹنے کے لیے سلطان محترم یہ ہمارا پہلا اقدام ہو گا جن کوہستانی سلسلوں کے قریب ہم نے پڑاؤ کیا ہو گا وہاں بھی ہم کشلی خان کے خلاف ایک منصوبہ بندی کریں گے پورے لشکر کا پڑاؤ انہیں میدانوں کے اندر رہے گا دور دور تک خیمے نصب کر دیے جائیں گے اور خیمے اس طرح نصب کیے جائیں گے کہ وسیع علاقے کو گھیر لیں تاکہ کشلی خان یہی سمجھے کہ پورے کا پورا لشکر یہیں پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔

جب ہمارے مخبر ہمیں یہ اطلاع دیں گے کہ کشلی خان ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے تب ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں گے ایک حصہ بڑا رکھا جائے گا دو حصے چھوٹے رکھے جائیں گے چھوٹے حصوں میں سے ایک میری کمانداری میں دوسرا منصور کی کمانداری میں رہے گا جہاں تک بڑے حصے کا تعلق ہے تو سلطان محترم وہ آپ کی کمانداری میں رہے گا اور محترم امین الدین ابوبکر آپ کے نائب کی حیثیت سے آپ کے ساتھ کام کریں گے۔

کشلی خان آگے بڑھتے ہوئے جب ہمارے شہروں کو ہدف بنائے گا تو مجھے امید ہے وہاں جو ہمارے لشکری متعین ہوں گے کشلی خان کو اس کے ایک حصے سے محروم کر دیں گے اس طرح ہم سے انتقام لینے کے لیے کشلی خان اور زیادہ برہم اور غضبناک ہو جائے گا اور یقیناً ہماری طرف تیزی سے آئے گا اس لیے کہ کشلی خان کا مزاج سانپ کی طرح ہے جو زخمی ہونے کے بعد زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

جس وقت ہمارے مخبر اطلاع دیں گے کہ اب کشلی خان ہم پر ضرب لگانے کے لیے آ رہا ہے تب کسی رات کی گہری تاریکی میں میں اور منصور ترکی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات لے لیں گے۔

کشلی خان جب آپ اور امین الدین ابوبکر کے سامنے آئے گا اور آپ کے لشکر کی تعداد کو دیکھ کر وہ یقیناً خوش ہوگا وہ یہی اندازہ لگائے گا کہ آپ کو شکست دینا اس کے لیے بڑا آسان اور سہل ہے آپ کے لشکر کی کم تعداد کو دیکھتے ہوئے کسی قسم کا شک شبہ بھی نہیں پڑے گا اس لیے کہ ہماری طرف آنے سے پہلے اسے ہمارے تینوں شہروں کے اندر اپنے لشکریوں کے نقصان کا اندازہ ہو چکا ہوگا اور وہ جان گیا ہوگا کہ آپ کی کمانداری میں لشکری اس لیے کم ہیں کہ ہمارے لشکر کا ایک بڑا حصہ ان تین شہروں کے اندر متعین ہے اس بنا پر وہ بغیر کسی شک وشبہ کے آپ کے سامنے آئے گا اور آپ سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔

اس موقع پر میں اور منصور ترکی دونوں نگاہ رکھیں گے ہمارے کچھ آدمی متعین ہوں گے جو کوہستانی سلسلوں کے اندر چٹانوں کے پیچھے رہتے ہوئے کشلی خان کے لشکر کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھیں گے جس وقت کشلی خان آپ سے ٹکرائے گا آپ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کے سامنے صرف دفاع تک محدود رہے گا اس موقع پر ہم تاخیر سے کام نہیں لیں گے جونہی کشلی خان اپنے پورے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوگا پہلے میں کوہستانی سلسلے سے نکل کر کشلی خان کے لشکر پر ضرب لگاؤں گا میرے بعد یہی طریقہ کار منصور ترکی بھی استعمال کرے گا اور وہ بھی دشمن پر حملہ آور ہو جائے گا۔

سلطان محترم اس کارروائی کے علاوہ ایک اور کارروائی بھی کی جائے گی اگر اس وقت تک ہمارے تینوں شہروں میں جو ہمارے لشکری متعین ہوں گے وہ ان شہروں میں داخل ہونے والے کشلی خان کے لشکریوں کا خاتمہ کر چکے ہوں گے وہ بھی بدر الدین تاج الدین اور محمد بن علی کی سرکردگی میں ان شہروں سے نکل کر کشلی خان کی پشت کی طرف سے آئیں گے اور اس پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

سلطان محترم جب ایسا ہوگا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کشلی خان کے مقدر میں سوائے ذلت اور شکست کے کچھ نہیں رہے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا اور دوبارہ وہ سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم یہاں سے آگے کوچ کرنے سے پہلے ہمیں تیز رفتار ہرکارے

اپنی ان چوکیوں کی طرف روانہ کرنے ہوں گے جو ہم نے ان میدانوں کی طرف آتے ہوئے خوارزم سے لے کر یہاں تک قائم کیے ہیں ان چوکیوں میں جو ہمارے لشکری متعین ہیں انہیں مستعد کر دیا جائے گا کہ وہ ہمہ وقت چوکس رہیں اور جس وقت بھی اسلحہ اور کمک کی ضرورت ہو وہ میدان جنگ میں اس کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ کشلی خان کے ساتھ اگر جنگ طول بھی پکڑتی ہے تو کشلی خان کو خداوند نے چاہا تو ہم تھکا ماریں گے۔

سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کی اس تجویز سے مکمل طور پر نا صرف اطمینان کا اظہار کیا تھا بلکہ اس نے اس منصوبہ بندی پر بے پناہ خوشی کا بھی مظاہرہ کیا تھا چنانچہ اسی منصوبہ بندی کو آخری شکل دی گئی پہلے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اپنے تین سرحدی شہروں سے دس میل پیچھے ایسے کھلے میدانوں کے اندر سلطان نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا جس کے دونوں جانب بلند کوہستانی سلسلے تھے اور انہیں کوہستانی سلسلوں کے اندر سلطان نے خیموں کا شہر آباد کر دیا تھا اس میدان کے بالکل سامنے وہ شاہراہ تھی جو کشلی خان کے علاقوں کی طرف جاتی تھی۔

وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد اپنے سالاروں سے مشورہ کر کے سلطان نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ بیس سے پچیس میل آگے تک اس نے اپنے مخبر پھیلا دیئے تاکہ ان علاقوں میں اگر کشلی خان کا کوئی لشکر سرگرداں ہو تو فوراً اس کا خاتمہ کر دیا جائے اس کے بعد رات کی تاریکیوں میں کچھ دن کام کرتے ہوئے سلطان نے اپنے تینوں شہروں کی آبادیوں کو وہاں سے نکال کر جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف منتقل کر دیا تھا اور ان تینوں شہروں کے اندر سلطان نے اپنے سالاروں میں سے تاج الدین بدر الدین اور محمد بن علی کی سرکردگی میں لشکری متعین کر دیئے تھے تاکہ جب کشلی خان سلطان کی طرف بڑھنے سے پہلے ان تینوں شہروں کی تباہی کا اہتمام کرے تو ان شہروں پر حملہ آور ہونے والے اس کے لشکریوں کا خاتمہ کیا جا سکے اس کے علاوہ سلطان نے اپنے تین شہروں کے اندر تین سالاروں کی سرکردگی میں جو لشکر متعین کیے تھے انہیں اور ان کے سالاروں کو یہ بھی ہدایت کر دی گئی تھی کہ جب وہ حملہ آور دشمن پر تیر اندازی کر کے ان کی تعداد کو خاصا کم کر دیں پھر اپنی گھات سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کے حملوں کے نتیجے میں کشلی خان کے جو لشکری مارے جائیں ان کے گھوڑوں پر بھی قبضہ کر لیں

اور ان گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہنکاتے ہوئے کشلی خان کی پشت کی طرف سے نمودار ہوں اور ان بے شمار گھوڑوں کے ذریعے سے بھی کشلی خان کے لشکر کے اند ہلچل اور افراتفری برپا کر کے رکھ دیں۔

یوں جس طرح کشلی خان نے سلطان پر ضرب لگانے کے لیے اپنا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اسی کے انداز میں سلطان نے بھی اس سے نمٹنے کے لیے اپ تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

★ ...... ★

◎ ◎ ◎

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے کیونکہ جس جگہ پڑاؤ کیا تھا اس سے آگے کئی میل دور تک اپنے مسلح لشکری اور مخبر پھیلا دیئے تھے لہٰذا ان علاقوں کے اندر کشلی خان کا جو شخص بھی انہیں دکھائی دیتا وہ ان کا خاتمہ کرتے چلے گئے تھے اس طرح کشلی خان اور اس کے سالاروں میں سے کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ سلطان نے تین شہروں کی آبادی کو جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف منتقل کر دیا ہے اور ان شہروں کے اندر اپنے لشکری بھی بٹھا دیئے ہیں چنانچہ کشلی خان اپنا چار سے پانچ لاکھ کے قریب لشکر لے کر نکلا اس دفعہ وہ بڑے گھمنڈ اور تکبر میں تھا اس لیے کہ اسے فخر تھا کہ جو لشکر لے کر وہ نکلا ہے اتنا بڑا لشکر علاؤالدین خوارزم شاہ اور گور خان دونوں کے پاس نہ تھا۔

سلطان سے ٹکرانے اور اس پر ضرب لگانے سے پہلے کیونکہ کشلی خان کے راستے میں مسلمانوں کے تین بڑے شہر آتے تھے لہٰذا اس نے وہی قدم اٹھایا جس کی سلطان اور اس کے سالار توقع رکھتے تھے۔

اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ لگ بھگ تین لاکھ لشکریوں پر مشتمل تھا اس نے علیحدہ کیا اس لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تینوں حصوں کو سلطان کے تینوں شہروں پر حملہ آور ہونے وہاں لوٹ مار کرنے اور وہاں سے ضروریات کا سارا سامان نکال کر واپس لانے کا حکم دے دیا تھا۔

اپنے لشکر کا وہ حصہ علیحدہ کرنے کے بعد کشلی خان نے اب درمیانہ روی سے بلکہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا تھا شاید وہ یہ جانتا تھا کہ جب تک وہ سلطان کے سامنے جائے اس وقت تک اس کے لشکر کے تینوں حصے بھی مسلمانوں کے تینوں شہروں کی لوٹ مار کر کے اس کے پاس واپس آ جائیں اور وہ پورے لشکر کے ساتھ سلطان پر ضرب لگائے۔

اپنے لشکر کو جن تین حصوں میں تقسیم کر کے کشلی خان نے علیحدہ کیا تھا ان

تین میں سے سب سے پہلے ایک حصہ سلطان کے شہر کاشان میں داخل ہوا چونکہ یہ شہر اس وقت بغیر فصیل کے تھا لہٰذا کشلی خان کے لشکری بے حد مطمئن اور خوش تھے کہ شہر میں داخل ہو کر وہ اپنی مرضی کے مطابق لوٹ مار کریں گے قتل و غارت گری سے کام لیتے ہوئے ہر چیز کو سمیٹ کر واپس ہو لیں گے۔

جس وقت ایک لاکھ کا یہ لشکر کاشان شہر کے قریب پہنچا تب وہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور شہر کے دو مختلف اطراف سے شہر میں داخل ہونا چاہا اس وقت شہر کے اندر جو سلطان کے لشکری تھے انہوں نے بھی تاتاریوں کو دیکھ لیا تھا کہ وہ شہر کے کس کس راستے سے شہر میں داخل ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے بھی اسی سمت سمٹ کر ان کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سب سے پہلے جو گروہ کاشان میں داخل ہوا وہ جب پورے کا پورا شہر میں داخل ہو گیا تب ان پر آفت اور عذاب ٹوٹ پڑا جس شاہراہ پر وہ آگے بڑھے تھے اس شاہراہ کے دونوں جانب جو مکان چھوٹے بڑے یا حویلیاں تھیں ان کے اندر سے ان پر ایسی تیر اندازی ہونا شروع ہوئی جیسے اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی ہو۔

داخل ہونے والے لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی شہر کی گلیاں اور شاہراہیں اتنی کھلی اور وسیع نہ تھیں لہٰذا لشکر کی صفیں خوب گتھ گئی تھیں اور جب ان پر تیر اندازی کی گئی تو کسی کو فی الفور اپنی جان بچا کر بھاگ جانے کا موقع نہ ملا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان کے لشکریوں نے ان میں سے اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب بچنے والوں نے بھاگنا چاہا تو سلطان کے لشکری مرنے والوں کے گھوڑوں پر بیٹھ کر ان کے تعاقب میں نکلے اور بھاگنے والوں میں سے اکثر کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جو صورت حال کاشان میں پیش آئی بالکل ایسی ہی صورت حال فرغانہ اور شاش شہر میں بھی پیش آئی تھیں وہاں بھی کشلی خان کے جو لشکری داخل ہوئے تھے ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا کشلی خان کے مرنے والے ساتھیوں کے گھوڑوں پر سلطان کے لشکریوں نے قبضہ کر لیا تھا ایسا کر کے کشلی خان کے لشکر کا تقریباً آدھے سے زیادہ حصہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا جبکہ کشلی خان اور اس کے بڑے سالار ابھی تک اس حادثے اور اس المیے سے بے خبر تھے۔

کشلی خان نے گو اپنے آگے بڑھنے کی رفتار سست کر دی تھی اس کے باوجود

وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا اور بالکل سلطان کے سامنے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا پڑاؤ کرنے کے بعد شاید کشلی خان اس انتظار میں تھا کہ اس نے اپنے جو لشکری سلطان کے تین شہروں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیے ہیں وہ لوٹ مار کا سامان لے کر واپس پہنچیں تب سلطان پر حملے کی ابتدا کرے دوسری طرف سلطان کا تیز رفتار مخبروں کے ذریعے اپنے تینوں شہروں سے رابطہ قائم تھا اور ان شہروں میں جو اس نے اپنے سالار مقرر کیے تھے انہوں نے سلطان کو پیغام بھجوا دیا تھا کہ کشلی خان کے جو لشکر تین شہروں پر حملہ آور ہوئے تھے ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے اور کشلی خان کے مرنے والے سارے لشکریوں کے گھوڑے ان کے قبضے میں ہیں اور جس وقت کشلی خان آپ سے جنگ شروع کرے گا وہ ان گھوڑوں کو وحشت ناک انداز میں بھگاتے ہوئے کشلی خان کی پشت کی طرف سے نمودار ہوں گے اور اس کے لشکر کے اندر افراتفری برپا کر کے رکھ دیں گے۔

کشلی خان اپنی جگہ خوش تھا اس کے پاس اب یہی دو لاکھ کا لشکر تھا جبکہ جو لشکر لے کر اس کے سامنے سلطان تھا وہ تو تقریباً اس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے کہ کشلی خان کی آمد کے پہلے ہی پہلے شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دائیں بائیں کوہستانی سلسلوں میں گھات میں جا چکے تھے۔

تاہم کشلی خان کو کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہوا اس لیے کہ ایک تو سلطان نے اپنی خیمہ گاہ کھلی جگہ نصب کر کے یہ ظاہر کیا تھا کہ پورے کا پورا لشکر یہیں موجود ہے اس کے علاوہ جو لشکر اس کے پاس تھا اسے بھی اس نے مختلف صفوں کو کھلا رکھتے ہوئے اس نے خوب پھیلا دیا تھا تاکہ دشمن کو کسی شبے میں مبتلا نہ ہونے دیا جائے۔

کشلی خان چاہتا تھا کہ اس کے لشکری واپس آ جائیں تو وہ جنگ کی ابتدا کرے لیکن چونکہ سلطان کا تینوں شہروں کے اپنے سالاروں کے ساتھ رابطہ تھا لہٰذا اس رابطے کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے کشلی خان پر حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

چنانچہ ایک روز صبح ہی صبح سلطان کے لشکر کے اندر بڑی بڑی دفیں اور نقارے بجنے لگے تھے یہ بڑی وحشت ناک آوازیں نکالتی تھیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایسی ہی بڑی بڑی دفیں سلطان نے اپنے مرکزی شہر

خوارزم کے شاہی قلعے پر بھی نصب کر رکھی تھیں مورخین کہتے ہیں کہ یہ دفیں دن میں دو دفعہ پیٹی جاتی تھیں ایک طلوع آفتاب سے پہلے دوسرے غروب آفتاب کے بعد اور دونوں کے پیٹنے کے اس عمل کو نوبت سکندری کا نام دیا گیا تھا اس کے علاوہ قلعے کے دروازوں پر سونے کے ستائیس نقارے بجتے تھے جو ستائیس معزز آدمی بجاتے تھے ان بجانے والے میں وہ شہزادے اور حکمران ہوا کرتے تھے جن کے علاقوں کو فتح کر کے سلطان نے اپنی قلمرو میں شامل کرلیا تھا۔

بہر حال سلطان کیونکہ اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ رابطے کے بعد خود کشلی خان پر حملہ کرنے میں پہل کرنا چاہتا تھا لہٰذا امین الدین ابوبکر کے ساتھ وہ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

سلطان کے لشکر کی اس ہلچل اور صورت حال کو دیکھتے ہوئے اور لشکر کے اندر نوبتوں کے پیٹے جانے کی آوازیں سن کر کشلی خان بھی چونک گیا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سلطان جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں۔

آخر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے بزرگ سالار امین الدین ابوبکر کے ساتھ حرکت میں آیا فطرت کی جولان گاہوں میں روحوں کا شکار کرتی موت کی پیاس کی طرح سلطان اور امین الدین ابوبکر آگے بڑھے پھر وہ بازوؤں کی قوت انگلیوں کی صناعی ولولوں کی بے باکی جذبوں کی رفعت آنکھوں کی بصارت کانوں کی سماعت قلب و ذہن کی آسودگی تک کا خاتمہ کر دینے والی آتشی پیکر قہرمانی اور انگاروں کی طلسم گری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف کشلی خان نے بھی سلطان کے اس حملے کو کوئی اہمیت نہ دی تھی اس لیے کہ کشلی خان کو سلطان کے مقابلے میں لشکر کی عددی فوقیت حاصل تھی لہٰذا سلطان کے اس حملے کے جواب میں کشلی خان بھی جسموں میں آگ بھرتے خیالوں کے عفریت اوہام کے جال بنتے آسیب اور اپنے ارادوں کا تسلسل پھیلاتی ہوس کاری کی شورانگیزی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ان کوہستانی سلسلوں کے بیچ موت کی نادیدہ پرچھائیوں کا غبار، پیاسی ریت کے پرعذاب بگولوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا تھا دونوں

طرف کے لشکری کوندیں لپکاتی اڈتی گھٹاؤں بے انت بھنور کے خونی رقص جھلسا دینے والی سفاک ہواؤں قسمت کی بے روگ مار اور آتشی حروف کی طرح ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے ہوئے دشمن کی شکست اور اپنی فوزمندی کو یقینی بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کشلی خان کے لیے دائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے عذاب کے چشمے پھوٹ پڑے تھے شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ تکبیریں بلند کرتا ہوا نمودار ہوا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشلی خان کے ایک پہلو پر ہر شے کی آسودگی تمام کرتے کڑے موسموں کے زرد طوفانوں جان سوز اور تباہ کاری کا کھیل کھیلتے بنجر جلتی ریت کی اندھیاؤ اور آخری شدید ضرب لگاتے آگ اور خون کے ہیجان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ یقیناً کشلی خان اس کے سالاروں اور لشکریوں کے لیے اچانک اور امید کے خلاف تھا وہ ابھی انہی سوچوں میں تھا کہ نئے حملہ آوروں کا سدباب کیسے کرنا چاہیے کہ بائیں طرف سے بھی ان کے لیے عذاب ٹوٹ پڑا منصور ترکی شہاب الدین ہی کے انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا اور وہ بھی زندگی کی وزنی زنجیریں کاٹتے ہوئے بلند و بالا حیات کو شکن شکن کرتے اور داستانوں کے اوراق بکھیرتے پنہاں آتش کے شراروں اور بے چین لہروں کی تڑپ کی طرح کشلی خان کے لشکر کے دوسرے پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

کشلی خان اس کے سالار اور لشکری اب یہی خیال کر رہے تھے کہ سلطان علاؤالدین کو مزید کمک پہنچ گئی ہے اور پھر مزید یہ کہ سامنے کی طرف سے اب تک سلطان صرف دفاع تک محدود تھا اب اس نے بھی جارحیت اختیار کر لی تھی وہ بھی امین الدین ابوبکر کے ساتھ کشلی خان کے لشکر کی صفوں کی صفیں الٹنے لگا تھا۔

ان تین اطراف کے حملوں کے باعث کشلی خان اور اس کے سارے سالاروں کا کبر و پندار، ان کا سارا غرور اور نخوت جاتی رہی تھی اور اب ان کی حالت بڑی تیزی سے بے کل باطن ذہنی مفلسی اور بے راحت منزلوں سے بھی زیادہ بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

لیکن بات یہیں تک ختم نہیں ہو گئی ابھی کشلی خان اور اس کے سالار سامنے کے علاوہ دائیں بائیں کے حملوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کی پشت کی

طرف سے ایک ہیجان اٹھ کھڑا ہوا اس لیے کہ سلطان کے تینوں سالاروں بدر الدین تاج الدین اور محمد بن علی اپنے تین شہروں پر حملہ آور ہونے والے تاتاریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ان کے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے ادھر ہی کا رخ کر رہے تھے۔

کشلی خان اور اس کے سالاروں کو پشت کی طرف سے آنے والے اس طوفان کی اس وقت خبر ہوئی جب سلطان کے تینوں سالار اپنے گھوڑوں کو آگے آگے بھگاتے ہوئے کشلی خان کے پڑاؤ کو روندتے ہوئے قریب آ گئے تھے اور پھر وہ بے سوار گھوڑے کشلی خان کے لشکر میں شامل ہو گئے اتنے زیادہ گھوڑے جب کشلی خان کے لشکر میں شامل ہوئے تو ان کی رفتار تو ختم ہو گئی تھی لیکن کشلی خان کے لشکر کی ترتیب اور نظم وضبط کو انہوں نے درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر کشلی خان اپنے لشکر کے وسطی حصے میں بڑے زور سے چیختے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے نئے انداز میں حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا لیکن اب اس کے لشکر میں مکمل طور پر بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی تھی بے سوار کے جو گھوڑے اس کے لشکر میں شامل ہوئے تھے انہوں نے اس کے لشکریوں کی نقل وحرکت اور اس کے حملہ آور ہونے کے انداز کو ایک طرح سے منجمد کر کے رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر کشلی خان کے لیے ایک اور مصیبت اٹھ پڑی دائیں طرف سے حملہ آور ہونے والا شہاب الدین بن مسعود اپنے لشکر کے اس حصے کے ساتھ کشلی خان کے پہلو کو روندتا ہوا وسطی حصے تک پہنچ چکا تھا اور اس وقت کشلی خان زور زور سے چیختے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ شہاب الدین نے اسے دیکھ لیا تھا لہٰذا اب ان دستوں کے ساتھ شہاب الدین نے کشلی خان کا رخ کیا تھا کشلی خان کے اردگرد جو اس کے محافظ دستے تھے انہوں نے بھی بھانپ لیا تھا کہ مسلمانوں کا سالار اپنے دستوں کے ساتھ براہ راست کشلی خان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے لہٰذا انہوں نے کشلی خان کی حفاظت کا انتظام کرتے ہوئے اس کے گرد ایک حفاظتی حصار سا بنا لیا تھا تاکہ کوئی کشلی خان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے لیکن شہاب الدین اپنے دستوں کے ساتھ کشلی خان کے اردگرد بننے والے حصار پر اس طرح حملہ آور ہوا تھا جس طرح

خستہ اور پرانی فصیل پر بڑی بڑی منجنیقوں کی سنگ باری ہوتی ہے اور فصیل زمین بوس ہوتی چلی جاتی ہے ایسے ہی انداز میں شہاب الدین نے اپنے لشکریوں کے ساتھ کشلی خان کے گرد بننے والے حصار پر جب ضرب لگائی تو اس نے کشلی خان کے حفاظتی حصار کو ختم کرنا شروع کر دیا تھا اور اب وہ لحہ بہ لحہ کشلی خان کے قریب تر ہوتا چلا جا رہا تھا شاید شہاب الدین نے عزم کر لیا تھا کہ وہ کشلی خان کا خاتمہ کرے گا تاکہ آنے والے دور میں تاتاریوں کی طرف سے مسلمانوں کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔

کشلی خان بھی شہاب الدین کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ چکا تھا لہٰذا اپنے چند جانثاروں کے ساتھ وہ اس کا مقابلہ کرنے اور اپنا دفاع کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا اتنی دیر تک شہاب الدین اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

شہاب الدین کے دستے کشلی خان کے محافظوں سے الجھ گئے تھے جبکہ شہاب الدین نے براہ راست کشلی خان پر ضرب لگانا شروع کر دی تھی۔

کشلی خان نے اس موقع پر اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا تھا اس موقع پر شہاب الدین نے کشلی خان کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

کشلی خان میں سلطان علاؤالدین کا سالار شہاب الدین بن مسعود ہوں اب جبکہ میں تم تک پہنچ گیا ہوں تو یاد رکھنا میں تمہارا خاتمہ کیے بغیر اور تمہاری گردن کاٹے بغیر نہیں ٹلوں گا چاہے میری اپنی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

شہاب الدین بن مسعود کا نام سن کر کشلی خان پر لرزہ طاری ہو گیا تھا اس لیے کہ وہ سلطان کے سالار شہاب الدین کی جرأت دلیری سے خوب واقف اور آگاہ تھا جب اس پر انکشاف ہوا کہ اس پر حملہ آور ہونے والا شہاب الدین ہے تو اس پر ایک طرح سے اعصاب شکنی اور ایک طرح کا خوف طاری ہو گیا تھا اسی سے شہاب الدین نے فائدہ اٹھایا بڑھ چڑھ کر اس نے کشلی خان پر حملے کیے ایک موقع پر جب کشلی خان نے اس کے وار کو روکنا چاہا تو ناکام رہا جس کے نتیجے میں شہاب الدین کی تلوار کشلی خان کی گردن کاٹتے ہوئے اسے دولخت کرتی چلی گئی تھی کشلی خان کی لاش گھوڑے سے گر گئی تھی۔

اس موقع پر کئی تاتاری بھی شہاب الدین پر حملہ آور ہوئے تھے شہاب الدین اپنا دفاع کر رہا تھا لیکن کئی تاتاریوں کی تلواریں اس پر بھی برس گئیں تھیں تاہم جو

تا تاری اس پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے ارد گرد جو شہاب الدین کے لشکری تھے وہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا لیکن اتنی دیر تک انہوں نے شہاب الدین کو خوب زخمی کر دیا تھا گو شہاب الدین بڑے خونخوار انداز میں اپنا دفاع کرتے ہوئے جارحیت پر بھی اترا رہا مگر حملہ آور تا تاری کیونکہ زیادہ تھے لہٰذا ان کے حملوں کے باعث شہاب الدین کے گہرے گھاؤ بھی آئے تھے۔

اس کے بعد شہاب الدین اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے سخت زخمی ہونے کے باوجود تا تاریوں کے اندر موت کا کھیل کھیلنے لگا تھا اتنی دیر تک تا تاریوں کے لشکر کے اندر کشلی خان کے مارے جانے کی خبر بھی پھیل گئی تھی۔

کشلی خان کے لشکری پہلے ہی تین طرفہ حملوں کے باعث ایک ہیجان کے عالم میں مبتلا تھے بعد میں جب پشت کی طرف سے بھی ان پر حملہ ہو گیا اور ان کے اندر فالتو گھوڑے بھی گھس آئے تب ان کی ساری کارکردگی ہی ختم ہو کر رہ گئی اور پھر چاروں طرف سے مسلمانوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا اس کے باوجود وہ کشلی خان کے ابھارنے پر میدان جنگ میں جمے رہے تھے اب جبکہ کشلی خان کے مرنے کی خبر ان کے اندر پھیلی تو تا تاری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے سلطان نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اس خونخوار انداز میں ان کا تعاقب کیا کہ تا تاریوں کے بھاگنے والے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اب تک کسی سالار یا لشکری کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ شہاب الدین بری طرح زخمی ہے نہ ہی اس نے کسی کو اس کا احساس ہونے دیا تھا جب دشمن کا تعاقب کیا گیا تب بھی اس نے اس تعاقب میں سرگرمی میں حصہ لیا یہاں تک کہ جب تعاقب ختم ہوا تب شہاب الدین اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔

اس موقع پر جن لشکریوں نے اسے گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھا تھا وہ بڑی بے چینی اور بے تابی سے اس کی طرف لپکے اسے سنبھالا دینے لگے شہاب الدین کا لباس خون سے تر تھا جسم پر ان گنت زخم تھے اور وہ جسمانی طور پر ناتوانی کا اظہار کرتے ہوئے نڈھال ہو رہا تھا۔ شہاب الدین کے اس طرح گرنے کی خبر لشکر میں پھیلنے لگی یہاں تک کہ ایک طرف سے منصور ترکی اپنے گھوڑے کو سرپٹ

دوڑاتا ہوا آیا جہاں زمین کی ننگی پیٹھ پر شہاب الدین لیٹا ہوا تھا وہاں چھلانگ لگا کر منصور ترکی اپنے گھوڑے سے اترا شہاب الدین کی حالت دیکھتے ہوئے وہ بدحواس سا ہو گیا تھا جو لشکری شہاب الدین کو سہارا دے رہے تھے انہوں نے جب منصور ترکی کو آتے دیکھا تو اسے شہاب الدین کے بری طرح زخمی ہونے کی اطلاع دی۔

منصور ترکی شہاب الدین کی پشت پر گیا اس کے پیچھے بیٹھ گیا اسے اپنی گود میں سمیٹا اس کی خون آلود پیشانی پر ایک طویل بوسہ دیا پھر دکھی غم آلود آواز میں کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی ہمت نہ ہارنا تم نے بڑے بڑے سرکشوں بڑے بڑے سورماؤں کو اپنی تلوار کی نوک پر رکھا ناتوانی کو اپنے قریب نہ آنے دینا تمہارا بھائی اس وقت تمہارے ساتھ ہے اس کے ساتھ ہی تیز آواز میں منصور نے کچھ لشکریوں کو حکم دیا کہ طبیب کو لے کر آئیں۔

اس پر دو لشکری بھاگتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تھے جب وہ لشکری طبیب کو لائے تب طبیب کے ساتھ خود سلطان علاؤالدین سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر بدرالدین محمد بن علی اور تاج الدین شامل تھے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ شہاب الدین کی حالت دیکھتے ہوئے ہونٹ کاٹنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی اتنی دیر تک طبیب آگے بڑھا اور منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر کو زمین پر لٹا دیں تاکہ میں ان کے زخموں کا جائزہ لے سکوں اور ان کے لیے مرہم پٹی کا سامان کر سکوں۔

طبیب کے کہنے پر منصور نے شہاب الدین کو زمین پر لٹا تھا طبیب زخموں کا جائزہ لیتا رہا ساتھ ہی ساتھ اس کے چہرے پر غم اور مایوسی کے آثار بھی گہرے ہوتے چلے گئے تھے طبیب کی حالت کو سلطان نے بھی بھانپ لیا تھا لہٰذا سلطان شہاب الدین کے قریب زمین پر بیٹھ گیا سارے سالار بھی ارد گرد جمع ہو گئے تھے پھر سلطان نے شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے فرزند مہربان اس طرح زندگی میں پہلی بار میں تمہیں پتھروں کے نگر میں روٹھی امیدوں کی طرح غم زدہ دیکھ رہا ہوں تو تمہاری یہ حالت میرے بیٹے میرے لیے ہے۔

سلطان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس موقع پر ہلکا سا تبسم شہاب الدین کے لبوں پر نمودار ہوا پھر اس نے نحیف اور کمزور سی آواز میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم میں نے ترکستان کے حکمران کشلی خان کا خاتمہ کر دیا ہے اب ان کی طرف سے کوئی اور کشلی خان وحشی تماشے دکھانے ہماری دھرتی کو میلا، ہمارے معاشرے کو خون آلود کرنے کے لیے نہیں اٹھے گا اب کوئی ایسا کشلی خان ہمارے سامنے نہیں آئے گا جو بے ضمیر انسانوں کے انبوہ میں ہماری تمناؤں کے شہر مسمار کرے ہمارے ستاروں کی درخشانی کو ماند کر کے رکھے۔

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کی آواز بالکل ماند اور نحیف سی ہو گئی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں سلطان بری طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے جس قدر سالار اور لشکری وہاں کھڑے ہوئے تھے وہ زار و قطار رونے لگے تھے اس موقع پر سلطان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بیٹے ہمت کر تو تو دوسروں کا حوصلہ بڑھانے والا تھا طبیب تیرے زخموں کی مرہم پٹی کرتا ہے تو ٹھیک ہو جائے گا۔

سلطان جب خاموش ہوا تب بڑی ناتوانی میں شہاب الدین نے صرف دو ایک بار نفی میں گردن ہلائی اس کے بعد دکھ بھرے انداز میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔

سلطان محترم زرد رتوں کے ہیولے میرے سامنے رقص کرنے لگے ہیں قضا کے لرزاں رنگ میری ہستی کو ریزہ ریزہ میری روح اور جسم کے حصار کو توڑنے لگے ہیں موت مجھے ایک دوسرے نگر کی طرف بلا رہی ہے میری متاع جان کا اثاثہ لٹنے والا ہے سلطان محترم میری زندگی کی کہانی میری زیست کی داستان ختم ہوئی۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر ارد گرد کھڑے سالار اور لشکری بری طرح رونے لگے تھے سلطان نے اپنی آنکھیں خشک کیں تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھتا رہا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شہاب الدین کی آواز پہلے سے بھی زیادہ مدہم اور نحیف سی ہو کر سنائی دی۔

سلطان محترم میری دو بیویاں اور دو بیٹے ہیں آپ جانتے ہیں کہ میرا کوئی

بھائی بند میرا کوئی عزیز و اقارب ماں باپ رشتہ دار نہیں ہے میری آپ سے گزارش ہے کہ وقت کی بے ثباتی اور دکھ کے سمندر میں ان چاروں کو کرب کی صدیوں کی کہانی عذابوں کا قصہ سزاؤں کی داستان اور بدترین تقدیر کا نوحہ نہ بننے دیجئے گا میری آپ سے التماس ہے کہ میرے بعد ان کے غموں کا مداوہ بنیے گا اگر ہو سکے تو میرے بچوں کی پرورش......

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین رک گیا تھا اس کی آنکھوں سے چند آنسو بہہ نکلے تھے اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان اس پر جھکا اس کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا اس کے بعد دکھ بھرے انداز میں سلطان کہہ رہا تھا۔

میرے بچے میری خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ تمہیں تندرست کر دے اپنی بیویوں اپنے بچوں سے متعلق فکر مند نہ ہونا وہ میرے خاندان کا ایک حصہ ہیں تمہارے بچوں کی پرورش میرے بچوں کی طرح ہو گی تمہاری بیویاں قصر کے افراد کی طرح آسودہ اور خوش حال رہیں گی پر میرے بیٹے تم ایسی مایوسی کی باتیں تو کرنے والے نہیں ہو ہمت کرو یہاں تک کہنے کے بعد جب سلطان رکا تب شہاب الدین کی نحیف سی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم میں آپ کے اور اپنے دشمنوں سے ٹکرا سکتا ہوں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنی سرزمینوں کے تحفظ کا کام سرانجام دے سکتا ہوں پر میں موت کی اندھی چاپ کو کیسے روک سکتا ہوں جو مجبوریوں کی چادر اوڑھے اپنے ہاتھوں کو میری طرف دراز کرتی جا رہی ہے سلطان محترم قضا کے ہاتھ میری ساعت کے دروازے پر دستک دینے لگے ہیں میرے بدن کے سارے سازوں پر قضا کی مضراب ضرب لگا رہی ہے۔

سلطان محترم!.....

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین رک گیا تھا اس کی آواز پہلے ہی دھیمی ہوتی جا رہی تھی اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ تھوڑی دیر تک لمبے سانس لیتا رہا پھر زیر لب اس نے کچھ پڑھا اس کے بعد اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔

شہاب الدین کے مرنے پر سلطان کچھ دیر تک بڑی حسرت سے اس کی

طرف دیکھتا رہا اس موقع پر سلطان کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے پھر سلطان نے جھک کر شہاب الدین کی پیشانی اس انداز میں چومی جس طرح کوئی بے بس اور لاچار باپ اپنے مرنے والے مجبور بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے اس موقع پر سلطان کی آنکھوں سے چند آنسو بھی شہاب الدین کی پیشانی پر گر گئے تھے اور یہ سماں وہاں کھڑے سالاروں کے لیے بڑا کرب خیز تھا کئی سالاروں کے رونے کی آوازیں ہچکیاں سسکیاں سنائی دے رہی تھیں سلطان سیدھا ہو کر بیٹھا اپنی آنکھیں اس نے خشک کیں پھر بڑے کرب خیز انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

اے فرزند مہربان موت اور وحشت کے سایوں کے ہجوم میں تو نے بڑے بڑے وحشی تماشے دکھانے والے ظالموں حرمت کا لہو کرتے والے سورماؤں ظلم کی کمین گاہیں سجانے والے ستم گروں کو اپنے سامنے کیا خوب زیر کیا اگر تو زندہ رہتا تو ہزاروں کشلی خان بھی میرے سامنے آ جاتے تو میں انہیں اس طرح مار بھگاتا جس طرح کوئی توانا چوپان اپنے ریوڑ پر حملہ آور ہونے والے بھیڑیوں کو مار بھگاتا ہے۔

عزیز بیٹے تو اپنے بعد ہمارے لیے سینوں کا الم، اشکوں کی روانی زخم خوردہ تصورات سوختہ فکر کی راکھ چھوڑے جا رہا ہے تو میرے لیے ریاضت کا خلوص حوصلوں کی اڑان، بے کراں جرأت اور شجاعت اور کوکب شب تاب تھا اگر میرا خدا مجھے مہلت دیتا کہ میں اس دنیا میں کوئی چیز مانگتا تو اے فرزند مہربان میں خداوند قدوس سے تیری زندگی کی بھیک مانگتا۔

اس سے آگے سلطان کچھ نہ کہہ سکا اس کی آواز اس کے گلے میں دبی دبی ہچکیوں سسکیوں میں ڈوب کر رہ گئی تھی اس موقع پر سلطان اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اپنا چہرہ اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان کر لیا پھر وہاں کھڑے رونے والے سب لوگوں کو سلطان کی دبی دبی ہلکی ہچکیاں سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا پھر سلطان سنبھلا کھڑا ہوا اور منصور ترکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

منصور شہاب الدین کی لاش اٹھاؤ اور پڑاؤ کی طرف لے چلو، زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد یہاں قیام نہیں کیا جائے گا شہاب الدین کی لاش کو بگھی میں ڈالنے کے بعد فی الفور خوارزم کا رخ کیا جائے گا میں شہاب الدین کی تجہیز و تکفین

وہاں کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی بہت سے لشکری بڑی تیزی سے حرکت میں آئے شہاب الدین کی لاش کو اٹھا کر ایک گھوڑے پر رکھ دیا گیا تھا اس گھوڑے پر منصور ہی بیٹھا پھر وہ اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہے تھے پڑاؤ میں پہنچتے ہی زخمیوں کی دیکھ بھال کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا شہاب الدین کی لاش کو بگھی میں رکھ دیا گیا تھا بگھی میں منصور ترکی کو بٹھا دیا گیا تو جس وقت لاش والی بگھی لشکر کے آگے آگے اس شاہراہ پر روانہ ہوئی جو خوارزم کی طرف جاتی تھی تو اچانک لشکر کا ایک مغنی بڑے پرسوز اور جاں گسل آواز میں شہاب الدین کی موت پر نوحہ کہنے لگا جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

وقت کے سمندر میں تو ہمارے لیے خودنگر پاسبان تمدن کی کمانوں میں چٹانوں سے ٹکرا جانے والا فن کا پرجوش عزم انسانیت کے خیابانوں میں ولولوں کا اختتام اور تہذیب کی گھاٹیوں میں تو ہمارے لیے ہمارے جسم و جان کا شعور تھا ہماری صفوں کے اندر تو تقدیر کو مات کر دینے والا نواگر کی ہواؤں جیسا تھا تو نے اپنے وجدان اپنے عرفان سے ہمیں افلاک پر کمند ڈالنے کا ڈھنگ سکھایا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نوحہ گر خاموش ہو گیا تھا تھوڑی دیر بعد اس کی روتی ہوئی آواز پھر سنائی دی تھی۔

تیرے بعد ہمارے بدن پارہ پارہ چہرے لہولہو روح کے جذبے منجمد اور دل کے نہاں خانوں میں قفس کی اسیری جیسی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

نوحہ گر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا تھا آخری الفاظ اس کی ہچکیوں سسکیوں میں ڈوب گئے تھے کچھ دیر کے توقف کے بعد اس کی آواز پھر سنائی دی تھی۔

تیرے بعد محرومیوں کا دور ازلی التہاب و بدر اضطراب ہمارا مقدر بن جائے گا، خلاء کے پراسرار سناٹے وقت میں دھول بنا کر ہمیں اڑا دیں گے۔

اب نوحہ گر بری طرح رو رہا تھا الفاظ پر قابو نہ کر سکا تھا چپ ہو گیا تھا یہاں تک کہ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

تو زندہ تھا تو ہمارا ہر طاق روشن ہر برج درخشاں اور تیرے جانے کے بعد دھرتی کے شاداب راستے ہمارے لیے ویران مہتاب کی مرطوب و مخمور تجلی بے رونق اور

نمی میں ڈوبی ٹھنڈی ہوائیں لو سے بھی بدتر ہو جائیں گی وقت کی دھول خلا کے پراسرار سناٹوں اور خیابانوں کے معبدوں میں جب تک ہم زندہ رہیں گے فطرت کے جلال جیسی تیری جرأت مندی اور شجاعت صفوں کو تلپٹ کر دینے والی تیری جواں مردی و ہمت ہماری ذات کا اثاثہ بنی رہے گی۔

اس سے آگے نوحہ گر کچھ نہ کہہ سکا اس لیے کہ وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا تھا بری طرح رو رہا تھا اس کے اس طرح رونے پر لشکر کے اندر ہچکیاں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں جبکہ شہاب الدین کی لاش والی بگھی کے پیچھے پیچھے لشکر اس شاہراہ پر گامزن تھا جو دریائے آمو کو پار کر کے خوارزم کی طرف جاتی تھی۔

(ختم شد)

تاریخ کے نامور مصنّف

اسلم راہی ایم اے

کے ایمان افروز قلم سے ایک

خوبصورت تحفہ

ابلیکا

جسمیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیا حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک دنیا کی مکمل تاریخ پیش کی گئی ہے۔

آپ کی ذاتی لائبریری کیلئے ایک انمول اور مستند اضافہ

جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

خوبصورت سرورق، بہترین کتابت وطباعت

پانچ ہزار صفحات پر مشتمل،

مکمل سیٹ سات جلدوں میں دستیاب ہے اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں!

ناشر

مکتبہ القریش، سرکلر روڈ، اردو بازار، لاہور ۲

فون: ۷۶۶۸۹۵۸

ایک تاریخ........ایک ناول

صاحب طرز ادیب جناب

اسلم راہی ایم اے کا شاہکار ناول

ابلیکا

جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے

بڑا سائز، سفید کاغذ، مضبوط جلد، پانچ ہزار سے زائد صفحات

حصہ اول 450-00	حصہ دوم 350-00	حصہ سوم 450-00
حصہ چہارم 450-00	حصہ پنجم 500-00	حصہ ششم 450-00
حصہ ہفتم 500-00	مکمل سیٹ 7 جلدیں -/3150 روپے	

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی کا ایوارڈ یافتہ سفر نامہ

ایک مہماتی سفر کی لرزہ خیز داستان

دھرتی کا سفر

قمر اجنالوی

انسانی تاریخ و آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت۔ 1200 صفحات کے دو حصوں پر مشتمل باپ بیٹے کے سفر کی رومان آفرین، تحیر انگیز، سنسنی خیز اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی تحریر۔ قیمت حصہ اول -/450 روپے۔ قیمت حصہ دوم -/450 روپے

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ ..... دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی

جسے صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی نے

35 سال کی طویل ریسرچ کے بعد قلمبند کیا

چاہِ بابل

قمر اجنالوی

دنیا کی سب سے بڑی داستان محبت، جو ایک سراپا جمال عورت اور ایک سراپا عشق نوجوان کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئی۔ 800 صفحات۔ قیمت -/500 روپے

ایک عظیم ناول ☆ ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

الماس ایم۔ اے کے قلم سے......اُردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم، دلچسپ، معلوماتی و اسلامی ناول۔

بڑا سائز، خوبصورت گردپوش، 900 سے زائد صفحات۔ قیمت -/550 روپے

مکتبہ القریش، قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7231595۔7352835

بخت نصر

اسلم راہی ایم اے